صلیب کے بھنور

اسلم راہی ایم اے

دریائے لیطانی کے پاس سے گذر کر معرۃ النعمان سے مصر کی طرف جانے والی شاہراہ تھکن سے چور گونگے صحرا، پندار کے قید خانے میں بند تھکے ماندے عناصر جیسی اداس اور کسی جلے ہوئے کاغذ کے حروف کی سی ویران ویران تھی ۔لگتا تھا ہر شئے نے اپنی کبریائی کی ردا اور بے نیازی کی ادا اوڑھ لی ہو دریائے لیطانی کے کنارے چھوٹی بڑی چٹانوں کے اندر دور دور تک لاشیں بکھری پڑی تھیں ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے تھوڑی دیر پہلے وہاں کوئی بہت بڑا معرکہ پیش آیا ہو جس کی بناء پر دور تک لاشیں بکھری ہوں بارش اپنے زوروں پر تھی ندی نالوں کا پانی اپنی پوری طغیانی اور زور سے بہہ نکلا تھا مشرق سے سورج طلوع ہو جانے کے باعث چاروں طرف روشنی پھیل کر بکھر گئی تھی۔

دریائے لیطانی کے کنارے دور دور تک پھیلی ہوئی لاشوں کے درمیان کھڑی ایک چٹان کی اوٹ سے دو بوڑھے نمودار ہوئے اور چٹان سے ذرا سا سر اوپر نکال کر ان دونوں نے اپنے ارد گرد کا جائزہ لیا بارش ابھی تک زوروں پر تھی اور ان دونوں بوڑھوں کا لباس خوب تر تھا۔ شاید وہ ان مرنیوالوں کے بچے ہوئے ساتھی تھے جن کی لاشیں دریائے لیطانی کے کنارے بکھری پڑی تھیں چٹان کی اوٹ سے سر نکال کر اپنے اطراف کا جائزہ لینے کے بعد ان میں ایک اپنے دوسرے ساتھی کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دریائے لیطانی کی طرف سے ایک سوار نمودار ہوا بڑی تیزی اور بڑی سر کشی کے ساتھ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا وہ آیا تھا اور جس چٹان کی اوٹ میں وہ دونوں بوڑھے چھپے بیٹھے تھے اس

چٹان کے قریب ہی آکر اس نو وارد نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنے گھوڑے کی لگامیں کھینچی تھیں اس کے ایسا کرنے پر اس کا گھوڑا بری طرح ہنہنایا۔ لمحہ بھر کے لئے وہ اپنی دونوں پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو کر الف ہو گیا تھا پھر وہ کلیلیں کرنے اور بڑی تیزی کیساتھ قنوتیاں بدلنے لگا تھا۔

ٹیلے کی اوٹ میں بیٹھے دونوں بوڑھے اس سوار کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے وہ سوار تھوڑی دیر تک اپنے گھوڑے پر بیٹھا ہی بیٹھا اپنے اطراف کا جائزہ لیتا رہا شاید وہ اپنے چاروں طرف بکھری لاشوں کو بڑے تاسف اور افسوس سے دیکھ رہا تھا ان دونوں بوڑھوں نے دیکھا اس سوار کے گلے میں صلیب لٹک رہی تھی وہ ابھی نو عمر تھا گھوڑے پر بیٹھے ہونے کے باوجود اس کا جسم بتاتا تھا کہ وہ خوب دراز قد ہے جسمانی ساخت اور چہرے کے لحاظ وہ بہت خوبصورت اور پر کشش تھا کم عمر ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی بھوری چھوٹی چھوٹی داڑھی اس کے چہرے پر خوب سج رہی تھی تھوڑی دیر تک وہ نوجوان سوار بے وصف موسموں کے خزاں آثار لمحوں کے مسافر کی طرح اپنے گھوڑے پر بیٹھا ہی بیٹھا اپنے اطراف میں بکھری لاشوں کا جائزہ لیتا رہا چٹان کی اوٹ میں بیٹھے دونوں بوڑھوں نے یہ بھی جائزہ لیا تھا کہ وہ سوار اپنی وضع قطع اپنے لباس سے کوئی نوجوان نصرانی راہب لگتا تھا اور اس کے گلے میں سنہری اور کافی بڑی صلیب بھی لٹک رہی تھی۔

چٹان کی اوٹ میں ان دونوں بوڑھوں کے دیکھتے ہی دیکھتے اس نوجوان راہب نے اپنے گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھے ہوئے آہنی عصا پر اپنا دایاں ہاتھ رکھا اسے کھولا پھر عصا کا نوکیلا سرا زمین پر جمایا اور اس کی مدد سے وہ اپنے گھوڑے سے اتر گیا تھا۔ اس کے ایسا کرنے پر دونوں بوڑھوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

میرے رفیق۔ میرے بھائی۔ ہمیں احتیاط سے کام لینا ہو گا۔ آنے والا یہ سوار کوئی نصرانی راہب ہے اور اس کی نگاہ ہم پر نہیں پڑنی چاہیئے۔ یہ اپاہج بھی لگتا ہے اس لئے کہ اس کے گھوڑے کی زین کے ساتھ اس کا آہنی عصا بندھا ہوا تھا اس کی مدد سے یہ نیچے اترا ہے

اس بوڑھے کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کہ عصا کے سہارے وہ نوجوان

راہب حرکت میں آیا وہ لنگڑا کر چل رہا تھا۔ اپنے گھوڑے کو جس چٹان کی اوٹ میں وہ دونوں بوڑھے بیٹھے ہوئے تھے اس کے قریب ہی ایک پتھر کے ساتھ اس نے باندھ دیا پھر وہ چٹان کے قریب ہی کھڑا ہو گیا اب اپنے آہنی عصا کا نوکیلا سرا اس نے زمین میں گاڑا اور اوپر کے حصے پر اس نے دونوں ہاتھ جمائے۔ ہاتھوں پر اس نے اپنی ٹھوڑی رکھی اور ایک بار پھر وہ بکھری لاشوں کا جائزہ لینے لگا تھا۔

اس کی لحہ بہ لحہ بدلتی حالت سے دونوں بوڑھے یہ محسوس کر رہے تھے جیسے وہ کوئی انسان نہیں بلکہ کوئی غول ہو اور فردا کے بھید کھول کر سارے لفظوں کے معانی تبدیل کر کے ان گنت ذلت و پستی میں پڑے سخن کو معتبر کرنے لگا ہو۔ ان دونوں بوڑھوں نے یہ بھی دیکھا کہ لاشوں کی طرف دیکھتے ہوئے اس لنگڑے اپاہج نوجوان راہب کی آنکھوں کی دہکتی شام میں نوحہ گر کے آخری کہرام اور زخمی کہانیوں جیسی کیفیت چھا گئی تھی اسکے کھردرے کھردرے الفاظ کے سے چہرے پر احساس کی آتش بری طرح بھڑک اٹھی تھی

تھوڑی دیر تک وہ نوجوان راہب اپنے آہنی عصا کی ٹیک لئے چپ اور خاموش کھڑا رہا۔ چٹان کے پیچھے چھپے ہوئے دونوں بوڑھے اسے غور سے دیکھ رہے تھے اسلئے کہ وہ نوجوان راہب ایسے انداز میں کھڑا تھا جس سے اسکے چہرے کا ایک حصہ واضح طور پر دونوں بوڑھوں کو دکھائی دیتا تھا۔ کچھ دیر تک وہ راہب حزن و ملال اور قلق و اندوہ میں ڈوبا رہا۔ اس راہب کی حالت دل کی جراحتوں میں سمٹتے کرب کے منظر وقت کے بیابانوں میں دشت بے مدعا میں بھٹکتی تخیل کی بصارت جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر اچانک چٹان کے پیچھے چھپ کر بیٹے دونوں بوڑھے چونک سے پڑے۔ اسلئے کہ اس نوجوان نے اپنے گلے میں لٹکتی ہوئی سنہری صلیب اتار کر اس چٹان پر رکھدی تھی جسکی اوٹ میں دونوں بوڑھے چھپے بیٹھے تھے اسکے بعد اپنے آہنی عصا کی ٹیک لئے ہی لئے اسکے دونوں ہاتھ دعائیہ انداز میں بلند ہوئے۔ پھر پتھر کو موم کرتی درد کی آگ جیسی اس نوجوان راہب کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

" اے خداوند لاشریک۔ اے رب مہربان۔ اس وسعت عرصہ کونین کے اندر خاموشی کے انت نگر میں کب تک طبقہ داری کی نفرت پھیلی رہیگی کب تک زمانے کی لوح

پر ریاکاروں کی بستیاں سجل نغموں کے اجلے حروف کو خاک کے خونی ذروں میں اڑاتی تقدیر کا جامہ پہناتی رینگتی اے خالق مہربان۔ کب تک دلوں میں وسوسے سموتی خوف کی وادیوں میں خون کی فصلیں بوئی جاتی رینگتی کبتک فطرت کے خواب نگر میں زندگی کے انمول سکوں کی کھنک چاروں طرف لمحوں کے خونی بھنور میں ڈبوئی جاتی رہے گی۔

یہاںتک کہنے کے بعد نوجوان راہب تھوڑی دیر کیلئے رکا تھا پھر اسکی آواز پہلے سے کئی گنا زیادہ غضبناک ہو کر سنائی دی تھی۔

سنو دریائے لیطانی کے کنارے بہتے اور بے گناہ مسلمانوں کا قتل عام کرنے والو۔ عنقریب جب ہم تم سے انتقام لینے کیلئے اٹھیں گے تو ابرو گرد کے پردے میں نہاں لمحہ لمحہ ساعت ساعت کر کے ماضی میں گذرتا وقت تمہارے ظلم کے پگھلتے ہوئے سورج کو اشکوں میں ڈھلتا ہوا دیکھے گا۔

اپنے محور سے لپٹ کر روتی اور اپنے خشک دامن پر آنسو کے دھبے پھیلاتی یہ زمین تمہیں ہمارے انتقام کی وجہ سے زمانے کی ماورائی دلدل میں ڈوبتا دیکھے گی۔

آندھیوں سے بندھی اور ریت کی رفاقت سے مربوط آسمان کی آنکھ تمہاری ہمارے سامنے بے بسی پر ایسے ہی قہقہے لگائیگی جیسے دن رات کی سرحد پر جدائی کے وقت روتے لمحوں پر تقدیر اپنا دامن پھیلا کر قہقہے لگاتی ہے۔ اس وقت تمہارے مقدر تمہاری قسمت میں کوئی ستارہ کوئی استعارہ نہ رہیگا۔

سنو! مسلمانوں کا قتل عام کرنے والو۔ جب ہم تم سے انتقام لینے کیلئے اٹھینگے تو تمہارے مقدر میں صرف دشت کے بگولوں سے بھرا پس زندان دریچوں جیسا گھپ اندھیرا رہ جائیگا۔ اس روز ہم تمہاری سانسوں میں زہر تمہاری رگ رگ میں جلتی آگ بھر دینگے۔ تمہارے اندھیروں کا اندھا سفر تمہاری قرابتوں کی حدت اور تمہارے شور مبارزت آرائی کو خون خون لہولہو کر کے رکھ دیں گے۔

وہ نوجوان راہب دعا مانگتا رہا اسی موقع پر چٹان کے پیچھے چھپے دونوں بوڑھوں میں سے ایک نے اپنا منہ اپنے ساتھی کے کان کی قریب لے جا کر بڑی رازدارانہ سرگوشی کی

سن میرے رفیق! خدا جھوٹ نہ بلوائے اس راہب کی ذات سے بھی کوئی بھید

وابستہ لگتا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ یہ کوئی نصرانی راہب نہیں بلکہ ہمارا اپنا ہی کوئی بھائی بند ہے میرے ضمیر کی پکار اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ یہ راہب اجنبی نہیں اپنا ہی خون ہے۔ اس بوڑھے کے ان الفاظ سے اسکا دوسرا ساتھی کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو کر بول پڑا تھا۔

میرے ساتھی تو نے حق کہا۔ یقیناً تو نے حق کہا۔ یہ راہب کوئی نصرانی نہیں اپنا ہی کوئی مسلمان بھائی بند ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ مسلمانوں کے انداز میں دعا بھی نہ مانگتا اور دعا مانگنے سے پہلے اپنے گلے سے صلیب اتار کر چٹان پر نہ رکھتا۔

اس نوجوان راہب نے شاید اس بوڑھے کی آواز سن لی تھی فوراً وہ مڑا چٹان پر رکھی ہوئی صلیب اسنے اپنے گلے میں لٹکا لی ایک جھٹکے کے ساتھ اسنے اپنی تلوار بے نیام کی اور اپنے لوہے کے عصا کو ٹیکتا ہوا وہ چٹان کے قریب آیا اور ان دونوں بوڑھوں کی طرف دیکھتے ہوئے کڑکتی ہوئی آواز میں اسنے پوچھا کون ہو تم اپنی جگہوں پر کھڑے ہو جاؤ ورنہ یاد رکھو میں ایک جھٹکے سے تم دونوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دونگا۔

اس نوجوان راہب کے ان الفاظ کے جواب میں ایک بوڑھے کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

نوجوان اجنبی راہب تو ہماری گردنیں نہیں کاٹ سکتا ہم نے دریائے لیطانی کے کنارے قتل ہونے والے ان مسلمانوں سے متعلق تیرے خیالات بھی سن لئے ہیں اور اپنے گلے سے صلیب اتار کر جو تو نے مسلمانوں جیسی دعا مانگی ہے اسکا ایک ایک لفظ بھی ہمارے ذہن میں محفوظ ہے قسم زمین و آسمان کو پیدا کرنے والے خدا کی جسکے سوا کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا میرا ضمیر جو جسم کے اندر قاضی کی حثیت رکھتا ہے وہ یہ فیصلہ دیتا ہے کہ تو نصرانی نہیں مسلمان ہے بظاہر تیرا حلیہ راہبوں جیسا ہی ہے یا اس بات کو تم یوں کہہ سکتے ہو کہ تمہارا ظاہر نصرانی ہے اور باطن مسلمان۔ کیا میں نے غلط کہا ہے۔

اس نوجوان راہب کی گردن تھوڑی دیر تک جھکی رہی تھی پھر اسنے باری باری دونوں بوڑھوں کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دینا شروع کیا۔

میں نہیں جانتا دریائے لیطانی کے کنارے ان مرنے والوں سے تمہارا کیا تعلق ہے اور تم کون ہو پہلے اپنے متعلق تفصیل سے بتاؤ پھر میں سوچوں گا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جا سکتا ہے اگر تم نے دروغ گوئی یا جھوٹ سے کام لیا تو سن رکھنا کہ میری تلوار

دروغ گو اور جھوٹ بولنے والے کے خلاف فوراً حرکت میں آجاتی ہے۔

مہربان اور اجنبی راہب ہم تم سے جھوٹ نہیں بولینگے اپنے ضمیر کے مطابق تمہارے سوال کا سچ جواب دینگے۔ ایک بوڑھے نے ہمت اور جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

سن راہب۔ مسلمانوں کا ایک قافلہ معرۃالنعمان سے مصر کی طرف جارہا تھا کہ اس جگہ رکا مسلح نصرانی قافلے پر رات کے وقت حملہ آور ہوئے اور سارے قافلے کے افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور قافلے کا جس قدر سامان تھا وہ لوٹ کے اپنے ساتھ لئے گئے۔ جس وقت حملہ ہوا تھا اس وقت ہم دونوں اس چٹان کی اوٹ میں لیٹ گئے تھے لہذا حملہ آور ہمیں مردہ سمجھ کر چلے گئے۔

رات کے وقت حملہ آور ہر چیز سمیٹ کر لئے گئے تھے۔ اور اسی وقت بارش بھی شروع ہو گئی تھی۔ تاہم وہ اپنے کچھ ساتھی یہاں بٹھا گئے تھے کہ ہو سکتا ہے صبح کے وقت انہیں کچھ اور مال یہاں سے مل جائے۔ انکے چھ سات ساتھی ساری رات یہاں بیٹھ کر پہرہ دیتے رہے وہ کوہستانی سلسلے کی چٹانوں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے دیکھا قافلے کے کچھ افراد بچ گئے تھے شاید وہ بھی ہماری طرح کسی چٹان کی اوٹ میں ہو کر اپنا آپ بچا گئے تھے۔ بچنے والوں میں تین لڑکیاں اور ایک بوڑھا تھا۔ پہلے حملہ آوروں کے ساتھیوں نے انکی تلاشی لی پھر لڑکیوں اور بوڑھے کو جنوب کی طرف جانے والی شاہراہ پر لے گئے۔ دیکھ راہب برا ہو ان لوگوں کا پہلے تو انہوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا جو انکے ساتھی تھوڑی دیر پہلے تین لڑکیوں اور ایک بوڑھے کو جنوب کی طرف لے گئے ہیں ہمیں خدشہ ہے کہ وہ ان تین مسلمان لڑکیوں کو عزت اور حرمت سے محروم کر دینگے۔

اس بوڑھے کے ان الفاظ سے وہ نوجوان راہب تڑپ اٹھا۔

تمہارے اندازے کے مطابق حملہ آوروں کے وہ ساتھی تین لڑکیوں اور بوڑھے کو جنوب کی طرف لیکر کب گئے اور انہیں یہاں سے رخصت ہوئے کتنی دیر ہوئی۔

میرے خیال میں انہیں یہاں سے گئے ہوئے کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ اس بار دوسرے بوڑھے نے جواب دیا تھا اگر ہم کوشش کریں تو انہیں پکڑ سکتے ہیں اس انکشاف پر وہ نوجوان راہب بڑی تیزی سے مڑا اور اپنے گھوڑے کی طرف بھاگا تھا اسکے اس انداز سے

ایک بوڑھے نے پھر دوسرے کو مخاطب کیا۔

میرے بھائی لگتا ہے یہ راہب مسلمان بھی ہے اور لنگڑا بھی نہیں ہے۔ یہ راہب بھی بنا ہوا ہے اور لنگڑا پن بھی اسکا مصنوعی ہے۔ تو نے دیکھا جب یہ مڑا اس وقت اسنے اپنے آہنی عصا کا سہارا نہیں لیا بلکہ پوری طرح اپنے دونوں پاؤں پر بوجھ ڈالتے ہوئے مڑا تھا اور جب یہ بھاگا تھا تب بھی اسنے بظاہر عصا کو زمین پر ٹیکا لیکن اس پر بوجھ نہ ڈالا گویا یہ لنگڑا نہیں بلکہ اپاہج بنا ہوا ہے اور میں یہ بھی بتا دوں کہ یہ کوئی عام آدمی نہیں ہے بلکہ کوئی انتہائی اہم شخصیت ہے جو کسی انتہائی اہم اور دشوار کام پر مقرر کیا گیا ہے۔

اس بوڑھے کو خاموش ہو جانا پڑا اسلئے کہ وہ نوجوان راہب اپنے گھوڑے کے قریب گیا۔ گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی چرمی خرجین میں سے دو صلیبیں نکالیں پھر وہ اپنا لوہے کا عصا زمین پر ٹیکتے ہوئے بڑی تیزی سے انکے قریب آیا اور دونوں کو ایک ایک صلیب تھماتے ہوئے کہا۔ ان صلیبوں کو اپنے گلے میں ڈال لو اور اپنے آپکو نصرانی ظاہر کرو ورنہ یاد رکھو تم دونوں بچ کر اپنی منزل تک نہ پہنچ سکو گے۔ اس نوجوان راہب نے بڑی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے تھے۔ جواب میں دو میں سے ایک بوڑھا پھر بول پڑا۔

مہربان راہب! میرا نام نمیر بن حمدون اور میرے ساتھی کا نام غسان بن نمیس ہے۔ ہم دونوں عالم ہیں اور اس کاروان کے ساتھ مصر کا رخ کر رہے تھے۔ ہم نے تمہارے سامنے اپنی ساری حقیقت کھول دی ہے اب تم بھی اپنے متعلق کچھ کہو تمہاری حقیقت کیا ہے جواب میں نوجوان کے چہرے پر طنز میں ڈوبی ہوئی ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

سنو ابن حمدون اور ابن نمیس۔ جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں غور سے سنو میں وہی کچھ ہوں جو تم دیکھ رہے ہو میں نے تم دونوں کے ساتھ کیوں ہمدردی کی ہے اسکی ایک خاص وجہ ہے جسے ظاہر کرنیکے لئے یہ موقع درست نہیں اب تم وقت ضائع کئے بغیر میرے ساتھ آؤ ہمیں ان مسلح جوانوں کو جالینا چاہیئے جو تین مسلمان لڑکیوں اور ایک بوڑھے کو یہاں سے لیکر جنوب کی طرف روانہ ہوئے ہیں۔

اسکے ساتھ ہی وہ نوجوان راہب حرکت میں آیا۔ فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور دونوں بوڑھوں کو اپنے پیچھے بیٹھنے کو کہا۔ اس پر نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس

فوراً حرکت میں آئے اور باری باری وہ اس راہب کے پیچھے بیٹھ گئے تھے جب ایسا ہو چکا تو برستی بارش میں راہب نے انگیخت کر دینے والی ایڑ اپنے گھوڑے کو لگائی جواب میں اسکا گھوڑا ہنہنایا پھر وہ کیچڑ میں لت پت بڑی تیزی سے جنوب کی طرف جانے والی شاہرہ پر دوڑ پڑا تھا۔ نوجوان راہب کے علاوہ نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس بھی بارش میں شرابور تھے اور دونوں کے کپڑے یوں پانی ٹپکا رہے تھے جیسے انکے اندر چھوٹی چھوٹی پانی کی نالیاں لگا دی گئی ہوں۔

وہ نوجوان راہب اور دونوں بوڑھے کوئی ایک میل آگے گئے ہونگے کہ شاہراہ کے کنارے انہیں چار لاشیں پڑی ہوئی دکھائی دیں۔ تین لاشیں لڑکیوں کی اور ایک لاش بوڑھے کی تھی۔ ان لاشوں کو دیکھتے ہوئے دونوں بوڑھے گھوڑے سے نیچے کود گئے پھر نمیر بن حمدون بول پڑا۔

راہب یہ وہی تین لڑکیاں اور بوڑھا ہے جنہیں مسلح جوان دریائے لیطانی کی قتل گاہ سے پکڑ کر یہاں لائے تھے۔ اجنبی مہربان راہب کیا ایسا ممکن نہیں کہ تو ہمیں اب اپنا نام ہی بتا دے تاکہ ہم تمہیں تمہارے نام سے ہی مخاطب کر سکیں جواب میں راہب فوراً بول پڑا۔

میرا نام لیوس ہے اور تم دونوں مجھے اسی نام سے مخاطب کر سکتے ہو۔ میرے خیال میں جس وقت مسلح جوان ان چاروں کو اپنے ساتھ لے جا رہے تھے تو راستے میں ان چاروں نے ان سے ٹکرا کر اپنی جانیں بچانیکی کوشش کی ہوگی ان پر حملہ کیا ہوگا۔ جس پر انہوں نے ان چاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہوگا۔ ان خیالات کا اظہار غسان بن نمیس نے ڈوبتی آواز اور روتے انداز میں کیا تھا۔

راہب لیوس گھوڑے سے اتر گیا۔

آؤ اب ان چاروں لاشوں کو یہاں دفن کر دیں اور اسکے بعد آگے بڑھ کر ان مسلح جوانوں کو تلاش کریں۔ نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس نے لیوس کی اس تجویز سے اتفاق کیا تینوں نے ملکر چاروں لاشوں کو دفن کر دیا تھا اسکے بعد لیوس گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے سے چونک پڑا۔

سنو! دونوں بزرگو جن مسلح جوانوں نے ان چاروں کو قتل کیا ہے ان چاروں

کے گھوڑوں کے پاؤں کے نشانات یہاں میں آس پاس دیکھتا ہوں آؤ انہیں گھوڑوں کے پاؤں کے نشانات سے انہیں تلاش کریں گو گھوڑوں کے پاؤں کے نشانات لحہ بہ لحہ بارش میں مدہم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ پر میرے خیال میں انکی مدد سے ہم انکا ٹھکانہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائینگے۔ نمیر بن حمدون غسان بن نمیس دونوں نے راہب لیوس کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پہلے کی طرح وہ لیوس کے پیچھے گھوڑے پر بیٹھ گئے۔ لیوس نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور اسے بھگانے کے ساتھ ساتھ وہ مسلح جوانوں کے گھوڑوں کے پاؤں کے نشانات کو بھی دیکھتا ہوں جنوب کی طرف بڑھ رہا تھا۔

آگے بڑھتے بڑھتے اچانک راہب لیوس نے اپنے گھوڑے کی لگامیں کھینچتے ہوئے اسے روک لیا تھا۔ اسکی اس حرکت پر نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس دونوں پریشان ہو گئے تھے۔ پھر نمیر بن حمدون اپنا منہ نوجوان راہب لیوس کے کان کے قریب لے گیا۔

راہب لیوس کیا کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے جو تم نے ایک دم اپنے گھوڑے کو روک لیا ہے۔ اس موقع پر راہب لیوس کے چہرے پر طنز اور انتقام میں ڈوبی ہوئی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

سنو ابن حمدون اور ابن نمیس۔ گھوڑوں کے جن سموں کا تعاقب کرتا ہوا میں اس سمت آیا ہوں وہ آگے بڑھنا رک گئے ہیں۔ غور سے دیکھ سموں کے یہ نشانات دائیں طرف گھومتے ہوئے کوہستانی سلسلے کے اوپر چلے گئے ہیں۔

اپنے دائیں جانب کوہستانی سلسلے کے اوپر دیکھو۔ وہاں لکڑی کے بہت سے جھونپڑے بنے ہوئے ہیں جو یہاں سے صاف دکھائی دے رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ جھونپڑے سلامت ہیں اور کچھ گر پڑے ہیں۔ یہ وہ جھونپڑے ہیں جو گذشتہ صلیبی جنگوں کے درمیان یورپ سے آنے والے نصرانی جگہ جگہ اپنی رہائش کیلئے خصوصیت کے ساتھ اپنی عورتوں کے لئے تعمیر کرتے رہے تھے۔ ان میں سے کچھ گر گئے ہیں کچھ سلامت ہیں اور یہ جھونپڑے دریائے لیطانی کے ساتھ ساتھ کوہستانی سلسلے کے اوپر جگہ جگہ دکھائی دیتے ہیں۔

سنو میرے خیال میں جن سواروں کا تم لوگوں نے ذکر کیا ہے اور جنھوں نے راستے میں تین لڑکیوں اور بوڑھے کو ہلاک کیا ہے انہوں نے بارش سے بچنے کیلئے دائیں جانب کوہستانی سلسلے کے اوپر کسی جھونپڑے میں پناہ لے لی ہے۔ سنو میں گو راہب ہوں

لیکن چونکہ ان لوگوں نے انسانیت کا خون کیا ہے لہذا انسانیت کے ناطے سے میں ان مجرموں کو جنہوں نے اس کوہستانی سلسلے کے اوپر جھونپڑوں میں پناہ لے رکھی ہے زندہ نہیں چھوڑوں گا ان کا حلق کاٹونگا۔ اگر تم میرا ساتھ نہ دینا چاہو اور تم اپنی جان کا خطرہ محسوس کرو تو تم یہاں اتر کر جس سمت جانا چاہو جا سکتے ہو پر چند میل آگے تک اپنے گلوں سے تم صلیب نہ اتارنا اور اگر تم اس کوہستانی سلسلے کے اوپر تک میرا ساتھ دو تو تم ہر گز انکے ساتھ ٹکراؤ میں میرا ساتھ نہ دینا میری مدد مت کرنا صرف تم وہاں تک چلو ان پر قابو پانے کے بعد جو لوگ میرے ہاتھوں کام آجائینگے انکے گھوڑے میں تمہارے حوالے کرونگا تم ان میں سے دو گھوڑوں پر بیٹھ جانا باقی گھوڑوں کو ہانک کرلے جانا۔ میں تمہیں ایک بستی کا پتہ دونگا وہاں تم ایک شخص کے ہاں رات بسر کرنا۔ فالتو گھوڑے اسکے حوالے کر دینا اسکے بعد مصر میں تم اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جانا کیا تم میرا یہ مشورہ قبول کرتے ہو۔

اس موقع پر دونوں بوڑھوں نے بڑے غور سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا نگاہوں ہی نگاہوں میں انہوں نے کوئی آخری فیصلہ کیا پھر اس بار غسان بن نمیس نے سلسلہ کلام شروع کیا۔

راہب لیوس ہم تمہاری تجویز سے اتفاق کرتے ہیں۔ ہم تمہارے ساتھ اس کوہستانی سلسلے کے اوپر جائینگے۔ قسم خداوند قدوس کی جو تجویز تم نے پیش کی ہے وہ نصرانیت کی نہیں بلکہ اسلام کی ہے لہذا اس حق کیلئے لڑتے ہوئے اگر ہم دونوں کی جانیں بھی گئیں تو ہم اسے اپنے لئے بہت بڑی سعادت خیال کرینگے اگر کوئی تیرے ساتھ اس کوہستانی سلسلے کے اوپر ٹکرایا تو ہم تیری بھرپور مدد کرینگے۔ دیکھ گو ہمارے پاس ڈھالیں نہیں ہیں لیکن ہم دونوں کے پاس اپنی اپنی تلواریں ضرور ہیں جو ہمارے اس بڑھاپے میں بھی ہمارے دشمنوں کی گردنیں کاٹ سکتی ہیں۔

غسان بن نمیس کا یہ جواب سن کر نوجوان راہب لیوس کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر اسنے اپنے گھوڑے کا ایڑ لگائی اور اسے دائیں طرف کوہستانی سلسلے کی طرف موڑ دیا تھا۔ گھوڑا ہنہناتا ہوا بڑی تیزی سے اس کوہستانی سلسلے چڑھنے لگا تھا۔

یہ کوہستانی سلسلہ کچھ اتنا زیادہ بلند نہ تھا۔ لہذا راہب لیوس کا جوان اور توانا

گھوڑا تینوں کو لیکر ہنہناتا ہوا اس سلسلے کے اوپر چڑھ گیا تھا۔ وہ ابھی ایک جھونپڑے کے قریب ہی تھے کہ اس جھونپڑے کے اندر سے چھ مسلح جوان نکل آئے انہوں نے اپنے ہاتھوں میں تلواریں اور ڈھالیں سنبھال رکھی تھیں اور انکی تلواریں بے نیام تھیں شاید وہ اپنے لئے کسی دشمن کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے باہر آئے تھے۔ راہب لیوس اپنے گھوڑے کو ہانکتا ہوا انکے قریب آیا۔ راہب لیوس کو دیکھتے ہوئے ان چھ نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھا انکے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر انہوں نے اپنی تلواریں نیام میں کرلی تھیں۔ راہب لیوس نے اپنے گھوڑے کی زین سے بندھا ہوا آہنی عصا کھولا اسے زمین پر ٹیکتے ہوئے وہ زمین پر اترا اسکی آنکھ کا اشارہ پاتے ہوئی نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس بھی اپنے گھوڑے سے اتر گئے تھے پھر راہب لیوس نے ان دونوں سے سرگوشی کی۔

یہی وہ مسلح جوان ہیں تین لڑکیوں اور ایک بوڑھے کے قاتل ہیں۔ تم انکے ساتھ گفتگو سے گریز کرنا۔ اگر کوئی جواب ضروری دینا ہو تو بولنا ورنہ تم دونوں خاموش ہی رہنا۔ پھر دیکھتے جاؤ ان چھ سے میں کیسا خونی انتقام لیتا ہوں۔ سنو میں راہب اور اپاہج ضرور ہوں پر میں ایسے لوگوں کو اپاہج کرنے کا فن بھی خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔

پھر راہب لیوس ان چھ مسلح جوانوں کی طرف بڑھا انکے قریب گیا انہیں مخاطب کرتے ہوئے وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مسلح جوانوں میں سے ایک نے راہب لیوس کو مخاطب کرلیا۔

مقدس باپ۔ آپ کہاں سے آئے ہیں اور کدھر جانیکا ارادہ ہے۔ راہب لیوس نے اس سوال کرنے والے کی طرف بڑے غور اور انہماک سے دیکھا۔

صلیب کے محافظو۔ میرا نام لیوس ہے۔ میرا تعلق راہبوں اور پادریوں کے اس گروہ سے ہے جو جگہ جگہ بھیک مانگ کر کلیساؤں کی خدمت کرتے ہیں۔ ساتھ ہی راہب لیوس نے اپنے گلے میں لٹکتا ہوا لوہے کا کشکول سامنے کیا تھا وہ لوہے کا کشکول بالکل جنگ کے دوران سر کی حفاظت کیلئے استعمال کئے جانے والے آہنی خود کی طرح تھا۔

یہ دونوں بوڑھے میرے ساتھی ہیں۔ ہم اس وقت دمشق سے آرہے ہیں ان علاقوں کی طرف ہم مسیحیت کے فائدہ کیلئے اور ایک مقصد کے تحت آئے ہیں۔ ہم تینوں سردی اور بارش میں بھیگے ہوئے ہیں کیا ایسا ممکن نہیں کہ اس جھونپڑے میں بیٹھ کر پہلے

آگ روشن کریں اسکے بعد میں تم سب کو اپنی ان علاقوں میں آمد کی دلچسپ داستان سناؤں۔

مقدس باپ۔آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ہمیں لکڑی کے جھونپڑے کے اندر آگ روشن کرنیکا سامان کرنا چاہیئے۔ہم بھی تھوڑی دیر پہلے ہی یہاں پہنچے ہیں۔آپ دیکھیں ہمارے لباس بھی بھیگے ہوئے ہیں۔آپ نے ادھر آتے ہوئے راستے میں لاشیں بکھری پڑی دیکھی ہونگی یہ مسلمانوں کا ایک کاروان تھا جس پر ہم اور ہمارے ساتھی حملہ آور ہوئے سارے مسلمانوں کو ہم نے تہہ تیغ کر دیا اور انکا سارا سامان بھی ہم نے لوٹ لیا۔ہم رات بھر وہیں رہے تاکہ رات میں اگر کوئی بچ گیا ہو تو اس پر قابو پایا جاسکے۔یا کوئی سامان ہماری نظروں سے اوجھل رہا ہو تو اس پر بھی قبضہ کیا جاسکے۔صبح ہم نے دیکھا اس کاروان کی تین لڑکیاں اور ایک بوڑھا بچ گئے تھے۔سردی اور بارش میں انہیں پا کر ہم نے بڑی خوشی محسوس کی۔ان چاروں کو لیکر ہم ادھر آئے یہ جھونپڑے قدیم صلیبوں کے بنائے ہوئے ہیں ہم نے چاہا تھا کہ ان تینوں لڑکیوں کو یہاں لا کر اپنی عیش و عشرت کا سامان کرینگے لیکن راستے میں ان چاروں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ہمارے ساتھ ٹکراؤ میں وہ چاروں مارے گئے۔

یہ ساری گفتگو بڑی روانی سے ایک مسلح جوان نے کہہ دی تھی۔

جواب میں راہب یوس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

سنو صلیب کے علمبردارو! ان مسلمانوں کو قتل عام کر کے میں سمجھتا ہوں تم نے مسیحیت اور صلیب کی بہترین خدمت کی ہے پر میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر کھڑے ہو کر گفتگو کرنا اچھا نہیں۔میں بے حد سردی محسوس کر رہا ہوں۔تم لوگوں نے اپنے گھوڑے کہاں باندھے ہیں اس پر ایک مسلح جوان آگے بڑھا۔راہب یوس کے گھوڑے کی باگ اس نے پکڑ لی۔

مقدس باپ! یہ جو سامنے جھونپڑا ہے اس جھونپڑے میں ہم نے اپنے گھوڑوں کو باندھا ہوا ہے میں آپکا گھوڑا بھی وہاں باندھ آتا ہوں۔راہب یوس خاموش رہا۔وہ مسلح جوان یوس کے گھوڑے کو لیکر چلا گیا اور گھوڑے کو باندھ کر تھوڑی دیر تک وہ وہاں واپس آگیا۔

راہب یوس نے اس موقع پر ایک تجویز پیش کی۔

میرے خیال میں پہلے اس کوہستانی سلسلے کے اوپر سے خشک گھاس اور سوکھے

ہوئے درخت کاٹ کر اس جھونپڑے میں جمع کرتے ہیں تاکہ آگ کا الاؤ روشن کیا جاسکے۔بارش کے باعث خزاں کی ماری گھاس بھیگ چکی ہوگی۔لیکن میرے پاس کچھ کپڑے فالتو ہیں انہیں آگ دکھا کر گھاس کو خشک کیا جاسکتا ہے جب گھاس آگ پکڑے گی تو لکڑیاں خود ہی آگ پکڑا کر الاؤ روشن کر دینگی۔آؤ اس کام میں میں بھی تمہارے ساتھ مدد کرتا ہوں

مقدس باپ! ہم ہرگز آپکو یہ کام نہیں کرنے دینگے ایک مسلح جوان نے بڑی عقیدت سے یوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔آپ جیسے مسیحیت کے خدمتگاروں کی ہمارے دل میں بڑی قدر دانی اور عزت ہے۔آپ اپنے ان تینوں ساتھیوں کے ساتھ جھونپڑے میں بیٹھیں۔ہمارے گھوڑوں کے ساتھ کلہاڑے بندھے ہوئے ہیں ہم چھ کے چھ اپنے گھوڑوں سے کلہاڑے اتار کر کوہستانی سلسلوں کی اس سمت جاتے ہیں جہاں گھاس اور خشک درخت ہیں ہم میں سے چار وہ درخت اور گھاس کاٹتے رہینگے اور ہمارے دو ساتھی خشک گھاس اور کٹے ہوئے درخت جھونپڑے میں جمع کرتے رہینگے تاکہ آگ کا الاؤ روشن کیا جاسکے۔اس مسلح جوان کے جواب میں راہب یوس فوراً بول پڑا۔

میں تمہاری اس قدر دانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو تم میرے لئے کر رہے ہو۔جو تجویز تم نے پیش کی ہے میں ممنونیت سے اس قبول کرتا ہوں۔اسکے ساتھ ہی وہ مسلح جوان حرکت میں آئے اور ان میں سے ایک نے راہب یوس کی طرف دیکھا۔

مقدس باپ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جھونپڑے کے اندر جا کر بیٹھیں ہم اپنے کام کی ابتدا کرتے ہیں۔راہب یوس نے دونوں بوڑھوں کو آنکھ کا مخصوص اشارہ کیا پھر وہ انہیں لیکر جھونپڑے کے اندر چلا گیا تھا۔جبکہ وہ چھ مسلح جوان اسطرف چلے گئے تھے جہاں انکے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔شاید وہ گھوڑوں کی زینوں سے بندھے ہوئے اپنے کلہاڑے اتار کر اپنے کام کی ابتدا کرنا چاہتے ہیں۔

نوجوان اور خوبصورت راہب اپنے آہنی عصا کی ٹیک لگاتے ہوئے جھونپڑے کے اندر بیٹھ گیا تھا۔نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس بھی اسکے دائیں بائیں بیٹھ گئے تھے۔تھوڑی دیر تک جھونپڑے میں خاموشی رہی پھر نمیر بن حمدون اپنا منہ راہب کے کان کے قریب لے گیا۔

راہب لیوس کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نصرانی ہو کر کیوں ان چھ نصرانیوں سے مسلمانوں کے قتل کا انتقام لینا چاہتے ہو۔ اور پھر میں تم سے یہ بھی کہوں کہ کیا آپ ان چھ اوباشوں اور بدمعاشوں پر قابو پالینگے۔

نمیر بن حمدون۔ اس موضوع سے متعلق بالکل گفتگو مت کرو۔ راہب لیوس نے بڑی راز داری سے کہنا شروع کیا تھا۔ سنو میں ایسا کیوں کر رہا ہوں یہ ایک راز ہے اور ایسا راز جس پر سے پردہ نہیں اٹھایا جا سکتا جہاں تک ان چھ اوباشوں سے نپٹنے کا تعلق ہے تو قسم اس خداوند کی جو اس سارے جہان کا خالق و مالک ہے اگر اور بھی اوباش اور بدمعاش انکی مدد کیلئے آجائیں تو میں انہیں بھی کاٹ کر رکھ دونگا اب تم دونوں خاموش رہنا۔ نہ مجھے مخاطب کرنا اور نہ کسی قسم کی گفتگو کرنا۔

راہب لیوس خاموش ہو گیا تھا۔ اسکی ہدایت پر نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس بھی چپ ہو کر رونما ہونے والے حالات کا انتظار کرنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اس جھونپڑے کے باہر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ یہ چاپ سنتا تھا کہ راہب لیوس برق کے سے انداز میں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس دونوں نے دیکھا اسقدر تیزی سے اٹھتے ہوئے راہب لیوس نے اپنے آہنی عصا کا سہارا نہیں لیا تھا تاہم عصا اسنے تھاما ضرور تھا۔ پھر وہ عصا کے سہارے چلتا ہوا جھونپڑے کی دروازے کے قریب جا کھڑا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دو اوباش جھونپڑے کے دروازے کے قریب نمودار ہوئے ان میں سے ایک گھاس کا گٹھا اٹھائے ہوئے تھا جبکہ دوسرا اپنی پیٹھ پر لکڑیاں رکھے ہوئے تھا۔ دونوں جھونپڑے میں داخل ہوئے لکڑی اور گھاس کے گٹھے انہوں نے جھونپڑے کے وسط میں پھینک دیئے پھر ایک نے راہب لیوس کی طرف دیکھا مقدس باپ ہم یہ گھاس اور لکڑیاں لائے ہیں آپ ان سے آگ روشن کرنے کی کوشش کیجئے ہم اور لکڑیاں اور گھاس لیکر آتے ہیں۔

راہب لیوس نے اس اوباش کی گفتگو کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ جس پر وہ دونوں بدمعاش بڑے غور سے راہب لیوس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ وہ چونک سے پڑے انہوں نے دیکھا راہب لیوس کی آنکھوں میں ضبط کے شکستہ بندھن کے پس منظر میں سلگتے

صحرا انگنت قیامتوں اور قہرمانیت کی اڑتی دھول کا سا سماں تھا جبکہ اسکے چہرے پر گہرے پانیوں کی تہہ میں بپھرے ساگر، سلگتی ریت کی حدت میں جدائی کے راستوں اور فراقت کے موسموں جیسی کیفیت طاری تھی۔

تھوڑی دیر تک وہ دونوں نصرانی نوجوان راہب لیوس کی طرف عجیب سے انداز میں دیکھتے رہے پھر وہ مزید چونک پڑے تھے کہ ایک جھٹکے کے ساتھ راہب لیوس نے اپنی تلوار بے نیام کر لی تھی اور وہ دروازے پر ان دونوں اوباشوں کی ایک طرح سے راہ روکے کھڑا ہو گیا تھا۔ اس موقع پر راہب لیوس کی آنکھیں غصے کے باعث سرخ ہو کے رہ گئیں تھی اسکی حالت دیکھتے ہوئے لمحہ بھر کیلئے وہ دونوں نصرانی خوفزدہ ہو گئے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے راہب کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔ راہب لیوس یہ تم کیا کر رہے ہو اور کیا چاہتے ہو یہ جو تم تلوار بے نیام کر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے ہو تو اس سے تمہارا کیا مطلب ہے۔

جھونپڑے میں راہب لیوس کی کڑکتی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

میری تلوار کھینچ کر دروازے پر کھڑے ہونیکا مطلب یہ ہے کہ اب تم دونوں اس جھونپڑے سے نکل نہ پاؤ گے۔ اور یہ جھونپڑا ہی تم دونوں کا قبرستان بن کر رہیگا۔ راہب لیوس کے ان الفاظ پر ان دونوں اوباشوں کے چہرے قہرمانیت اور غصے میں سرخ ہو گئے تھے پھر ان دونوں میں سے ایک کی کڑکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

راہب لیوس ہم تمہیں اب تک مقدس باپ کہہ کر مخاطب کرتے رہے۔ لیکن لگتا ہے تم ہمارے ہاتھوں اپنی تقدیر کی ردا کو جھیر جھیر کرنے پر تل گئے ہو دیکھ لنگڑے راہب ہم سے ایسی گفتگو کرنے سے پہلے تو نے یہ نہیں سوچا کہ تو معذور ہے اور ہمیں للکار رہا ہے کیا تو ہم دونوں کی راہ اسلئے روک کھڑا ہے کہ تو سمجھتا ہے ہم نے مسلمانوں کے قافلے کو لوٹ کر بہت دولت جمع کر رکھی ہے اور وہ دولت تم ہم دونوں کو قتل کر کے حاصل کر لو گے۔

مجھے کسی دولت یا حرص و لالچ کی پرواہ نہیں میں تو اس جھونپڑے میں تم دونوں کے سر کاٹنا چاہتا ہوں یہی میری خواہش یہی میرا مقصد اور یہی میرے دل اور میرے ضمیر کی پکار ہے۔

راہب لیوس کی اس گفتگو پر ان دونوں اوباشوں میں سے ایک نے زہر بھرا قہقہہ لگایا۔

راہب لیوس ۔لگتا ہے تو پاگل اور جنونی ہو گیا ہے تو لنگڑا ہو کر ہم دونوں کو ایک ساتھ مقابلے کی دعوت دیتا ہے کیا میں یوں جانوں کہ تیرے دماغ تیری عقل نے کام کرنا بند کر دیا ہے۔

دونوں اوباشو مت تو تمہاری ماری گئی ہے۔جب تم دونوں مجھ سے ٹکراؤ گے تب تم جانو گے کہ عقل میری ماری گئی ہے یا تم دونوں کی۔آگے بڑھکر دونوں ایک ساتھ مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کرو پھر دیکھو۔براانجام کس کا ہوتا ہے۔جہاں تک میرے لنگڑا ہونیکا تعلق ہے تو میں لنگڑا بنتا بھی ہوں اور بناتا بھی ہوں۔مجھ سے ٹکراتے ہوئے محتاط رہنا

راہب لیوس کی اس گفتگو سے ان دونوں اوباشوں کا غصہ اور غضبناکی مزید بھڑک اٹھی تھی پھر ایک نے راہب لیوس کی طرف دیکھتے ہوئے طنزاً کہنا شروع کیا۔

راہب لیوس لگتا ہے اس جھونپڑے میں تو چاہتا ہے کہ ہم دونوں ایک ساتھ حملہ آور ہوں تمہاری حالت فراقت کے موسموں دھنکی کالی گھٹا روشنیوں سے محروم رات اور مسلط ہوتی شب غم جیسی بنا کر رکھیں۔

سنو دونوں اوباشوں کسی وہم کسی دھوکے کسی فریب میں مت آنا مجھ سے ٹکرا کر دیکھو اگر میں دونوں کی بے ضمیروں کی کثافتوں کو دھو نہ ڈالوں تمہارے پاؤں تلے زمین کو ادھیڑ کر نہ رکھ دوں اور تمہاری حالت ابر روسیاہ اور دھنکے ہوئے ضمیر کی سی بنا کر نہ رکھوں تو راہب مت کہنا۔راہب لیوس کی اس گفتگو کو نظرانداز کرتے ہوئے وہ دونوں آگے بڑھے وہ چاہتے تھے کہ ایک ساتھ راہب لیوس پر حملہ آور ہوں راہب لیوس بھی بڑا چوکنا تھا۔جونہی ان دونوں نے تیزی سے آگے بڑھ کر ایک ساتھ اپنی تلواریں راہب لیوس پر برسانا چاہیں راہب لیوس برق کے کوندے کی طرح حرکت میں آیا تھا اپنی آہنی عصا اس نے فضا میں بلند کیا اور دونوں کی تلواروں کو اس نے اپنے عصا پر لیا تھا۔

اس موقع پر نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس دونوں نے دیکھا راہب لیوس عصا کے سہارے کے بغیر کھڑا تھا۔جس پر نمیر بن حمدون نے غسان بن نمیس کو کوہنی

ماری۔

ابن نمیس جو بات ہم کہتے تھے وہ سچ ہوئی یہ راہب لیوس حقیقت میں لنگڑا نہیں بلکہ لنگڑا بنا ہوا ہے۔شاید یہ ان سرزمینوں میں بہت بڑے اعلیٰ اور ارفع کام پر مامور ہے تو اس کی طرف غور سے دیکھ اس وقت یہ اپنے آہنی عصا کے سہارے کے بغیر کھڑا ہے جسکا مطلب ہے یہ بالکل ٹھیک ہے۔

ان دونوں بدمعاشوں کی تلواروں کو اپنے آہنی عصا پر روکنے کے بعد راہب لیوس پلک جھپکنے کے انداز میں اپنی تلوار کو حرکت میں لایا اور ان میں سے ایک کا نچلا دھڑ اس نے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔دوسرا اپنے ساتھی کے مرنے کی وجہ سے بدحواس ہو گیا ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار راہب لیوس کے آہنی عصا سے کھینچ لی اور ابھی وہ سنبھلنے نہ پایا تھا۔کہ راہب لیوس نے اس انداز میں اس پر حملہ کیا کہ دو چار بار تلواریں ٹکرانے کے بعد راہب لیوس نے اسکی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

راہب لیوس کو یوں جانفشانی شجاعت اور مردانگی کے ساتھ ان دونوں اوباشوں کا مقابلہ کرتے دیکھ کر دونوں بوڑھے دنگ اور پریشان رہ گئے تھے اتنی دیر تک راہب لیوس نے مرنے والوں میں سے ایک کے لباس سے اپنی تلوار صاف کی تلوار کو اس نے نیام میں کیا اپنا عصا اس نے جھونپڑے کے دروازے سے ٹکا دیا۔پھر ان دونوں کی لاشوں کو گھسیٹتا ہوا وہ جھونپڑے سے باہر ایک بلند چوٹی کی طرف لے گیا تھا۔

وہاں جا کر وہ رکا۔دونوں لاشوں کی اس نے تلاشی لی انکے پاس سے کافی نقدی اور دیگر اشیا ملیں جو اس نے نکال کر محفوظ کر لیں پھر دونو لاشوں کو باری باری اٹھا کر اس نے چٹان سے نیچے نشیب میں پھینک دیا تھا۔

اس کام سے فارغ ہونیکے بعد نوجوان راہب بغیر عصا کے بڑی تیزی سے بھاگتا ہوا اس جھونپڑے میں داخل ہوا جسمیں گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔اس نے دیکھا وہاں سات گھوڑے تھے ایک اسکا اپنا چھ ان بدمعاشوں اور اوباشوں کے گھوڑے تھے۔سب کی زینیں اتار کر ایک طرف رکھی ہوئی تھیں انکی زینوں سے اس نے رسیاں اور کچھ کپڑے لیے اور پھر وہ تقریباً بھاگتا ہوا واپس جھونپڑے میں آگیا۔

وہاں نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس بیٹھے ہوئے تھے۔وہ بڑی بے چینی سے

اسکے منتظر تھے ۔ پھر وہ ان دونوں کے پاس آیا جو رسیاں اور کپڑے وہ لایا تھا ان دونوں کے سامنے رکھ دیئے اور سرگوشی کی۔

یہ دونوں چیزیں سنبھال کر رکھو۔ تھوڑی دیر تک یہ ہمارے کام آئینگی دیکھو چھ میں سے دو کو میں نے ٹھکانے لگا دیا ہے اور انکی لاشیں میں نے کوہستانی سلسلے کی ایک بلند چوٹی سے نشیب میں گرا دی ہیں۔ جو میرے ہاتھوں مارے گئے ہیں وہ جھونپڑے میں گھاس اور لکڑیاں چھوڑنے آئے تھے جب انکی واپسی نہ ہوگی تو دو طرح کا رد عمل ہوگا۔

اول یہ کہ وہ چار جھونپڑے میں آئینگے دوئم یہ کہ اپنے میں سے کسی ایک کو وہ ان دونوں کا پتہ کرنیکے لئے بھیجیں گے۔ جو بھی صورت حال ہوئی میں ان سے نپٹ لوں گا۔

راہب لیوس جب خاموش ہوا تب نمیر بن حمدون نے پریشانی اور خدشات کا اظہار کیا۔

راہب لیوس میں نہیں جانتا تو کون ہے اور کس جذبے کے تحت تو یہ سارا کام کر رہا ہے۔ پر میں تم سے یہ کہوں کہ جب انکے دو ساتھی جو گھاس اور لکڑیاں چھوڑنے آئے تھے واپس نہیں جائینگے تو میرے خیال میں وہ چاروں ہی ادھر کا رخ کرینگے اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو پھر؟

نمیر بن حمدون کی اس گفتگو کے جواب میں راہب لیوس کی چھاتی تن گئی تھی۔ آنکھیں قہر اور آگ برسا گئیں تھی۔

سن ابن حمدون ۔ تمہیں فکر مند اور غمزدہ ہونیکی ضرورت نہیں ہے قسم اس خداوند ذوالجلال کی جو ہر چیز کا مالک اور حاکم ہے اگر وہ چاروں ایک ساتھ اس جھونپڑے میں میرے سامنے آئے تو تمہارے دیکھتے دیکھتے ہی اگر میں نے ان چاروں کی گردنیں نہ کاٹ دیں تو مجھے راہب لیوس مت کہنا۔

راہب لیوس کی اس گفتگو سے نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس دونوں ایک طرح سے مطمئن ہو گئے تھے ۔ وہ جواب میں مزید کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ خاموش ہو گئے اسلئے کہ راہب لیوس چوکنا ہو گیا تھا۔ وہ دروازے کی طرف بھاگا تھا اور اپنا عصا تھامتے ہوئے پہلے کی طرح اپاہجوں کی طرح کھڑا ہو گیا تھا۔ جھونپڑے سے باہر کسی کے آنے کی چاپ سنائی دے رہی تھی تھوڑی دیر بعد ان بدمعاشوں کا تیسرا ساتھی نمودار ہوا۔ وہ لکڑیاں

اور کچھ خشک گھاس اٹھائے ہوئے تھا۔ دروازہ کے قریب وہ لیوس کے سامنے رکا اور پوچھنے لگا۔

مقدس باپ ۔ کیا ہمارے دو ساتھی گھاس اور لکڑیاں لیکر نہیں آئے ۔ اس اوباش کے اس سوال پر لیوس کی آنکھوں میں ایک بار پھر قہرمانیت کی آگ بھڑک گئی تھی۔ تپتے ہوئے لہجے میں اس نے جواب دیا۔

تمہارے دو ساتھی یہاں آئے تھے وہ گھاس اور لکڑیاں بھی لائے تھے میں نے انکا خاتمہ کر دیا ہے ان دونوں کی لاشیں میں نے کوہستانی سلسلے سے نیچے گرا دی ہیں۔

راہب لیوس کے یہ الفاظ سن کر اس اوباش کے ہاتھوں سے گھاس اور لکڑیاں گر گئیں پھر بڑے غصے اور غضبناکی میں راہب لیوس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

تم کون ہو اور تم نے کیوں ہمارے ساتھیوں کا خاتمہ کیا ہے تمہاری گفتگو سے مجھے لگتا ہے تم حقیقی معنوں میں کوئی راہب نہیں ہو بلکہ بھیس بدلے ہو اور کسی سے انتقام لینے کے درپئے ہو اگر تم نے واقعی میرے دونوں ساتھیوں کو قتل کر دیا ہے تو سنو اس جھونپڑے میں میں تیرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کوہستانی سلسلے سے نیچے گراؤنگا پھر جونہی اوباش نے کمرے میں لہو کے نشانات دیکھے تو وہ مزید غضبناک ہو گیا۔ وہ اپنی تلوار بے نیام کرنا ہی چاہتا تھا کہ راہب لیوس نے عصا چھوڑ دیا اور اسے دروازے سے نکا دیا۔ وہ اوباش ابھی تلوار نکالنا ہی چاہتا تھا کہ راہب لیوس نے اسکی کنپٹی پر ایسا زوردار مکہ مارا کہ وہ بدمعاش تقریباً اچھلتا ہوا نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس کے قریب جا گرا تھا۔

جلد ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا ایک بار پھر اس نے تلوار بے نیام کرنا چاہی لیکن اس وقت تک راہب لیوس بجلی کے کوندے کی طرح اسکے سر پر پہنچا۔ پہلے پاؤں کی ایک سخت ٹھوکر اسکے پیٹ پر لگائی پھر لگاتار تین گونسے جو اس نے اس کی گردن پیٹھ اور پیٹ میں لگائے تو وہ اوباش بے سدھ اور دوہرا سا ہوتا ہوا زمین پر گر گیا تھا۔ جھونپڑے میں اس بار راہب لیوس کی کڑکتی ہوئی آواز بلند ہوئی۔

ابن حمدون میرے بزرگ تم دونوں بھائی اس تیسرے بدمعاش کو ان رسیوں میں جکڑ دو جو میں لیکر آیا ہوں راہب لیوس کا کہا مانتے ہوئے نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس نے فوراً اسکے ہاتھ اسکی پشت پر باندھ دیئے اور پاؤں بھی رسیوں میں جکڑ

دیئے تھے راہب لیوس کی آواز پھر جھونپڑے میں بلند ہوئی ۔

ابن حمدون اور ابن نمیس تم دونوں یہیں رہو اور اس پر نگاہ رکھو میں اسکے باقی بچنے والے تین ساتھیوں کا بندوبست کرتا ہوں اس پر وہ اوباش فوراً بول پڑا سن رکھ میرے ساتھیوں کی طرف اگر تو گیا تو وہ تینوں تیری تکا بوٹی کر دینگے راہب نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

تو بکتا ہے تمہارے دو ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہوں تو بے بس ہے تھوڑی دیر بعد تو مجھ سے یہ خبر بھی سنے گا کہ باقی بچنے والے تیرے تین ساتھیوں کو بھی میں موت کے گھاٹ اتار چکا ہوں اسکے بعد کسی جواب کا انتظار کئے بغیر راہب پیچھے ہٹا۔

اپنا عصا اس نے لیا اور باہر نکل گیا تھا۔ اس بدمعاش نے بڑی قہر مانیت میں کہا اسکا مطلب ہے کہ تو اپاہج اور لنگڑا نہیں ہے۔ بلکہ بنا ہوا ہے راہب لیوس نے مڑ کر دیکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا لنگڑا بنا ہوا بھی تھا اور بنا تا بھی ہوں ۔ فکر مند مت ہو پھر وہ بڑی تیزی سے اس جھونپڑے کی طرف جا رہا تھا جس یں گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔

بڑی تیزی سے راہب لیوس اس جھونپڑے میں داخل ہوا اپنے گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی کمان اس نے کھولی تیروں بھرا ترکش بھی کھول کر اپنی پیٹھ پر باندھ لیا پھر اس جھونپڑے سے وہ نکلا اور آہستہ آہستہ چھپتا چھپاتا وہ اس سمت جا رہا تھا جہاں تینوں بدمعاش لکڑیاں اور گھاس کاٹنے میں مصروف تھے۔

پتھروں اور چٹانوں کی اوٹ لیتا ہوا راہب لیوس انکے قریب گیا پھر وہ ایک چٹان کی اوٹ میں بیٹھ گیا پیٹھ پر بندھا ہوا تیروں بھرا ترکش اتار کر اس نے اپنے دائیں ہاتھ پر رکھا۔ کمان سنبھالی چلے پر ایک تیر چڑھایا۔ سانس روکی پھر جو تاک کر اس نے تیر مارا تو وہ جو تین بدمعاش لکڑیاں اور گھاس کاٹ رہے تھے اسکا تیر ان میں سے ایک کے دل کو چیرتا ہوا نکل گیا تھا۔ اس نے ایک کربناک چیخ ماری اور زمین پر گر گیا تھا۔

اسکے باقی دونوں ساتھیوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ انکے ساتھ کیا ہوا ہے اور انکا ساتھی کیوں اور کیسے چیخ مار کر گرا ہے اتنی دیر تک راہب لیوس کی طرف سے ایک اور تیر آیا اور دوسرے کو بھی چھیدتا ہوا گذر گیا تھا۔ دوسرا اوباش چیخ بلند کرتا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ اسلئے کہ راہب لیوس کا تیر اسکے بھی دل کے پار ہو چکا تھا۔

دو کا خاتمہ کرنیکے بعد راہب لیوس چٹان کی اوٹ سے نکلا اور اٹھ کھڑا ہوا تھا اسے

دیکھتے ہوئے آخری بچنے والا اوباش بھی اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اسکے دائیں ہاتھ میں اپنی برہنہ تلوار تھی راہب لیوس کی طرف دیکھتا رہا پھر بلند آواز میں اسے مخاطب کیا۔

ہم تمہیں مقدس باپ سمجھ کر تمہاری عزت تمہارا احترام کرتے رہے۔ لیکن تم انسان کے بھیس میں چھپے ہوئے بھیڑیئے ثابت ہوئے۔ بتاؤ تم کون ہو اور میرے ساتھیوں کا تم نے کیوں خاتمہ کیا ہے۔ لگتا ہے جو لوگ یہاں سے لکڑیاں اور گھاس لیکر جاتے رہے ہیں انکا بھی تم نے کام تمام کر دیا ہے۔ لیکن اب تو یہاں سے بچ نہیں سکے گا۔ اگر تو مجھ پر تیر چلانا چاہئے تو تیرا یہ حربہ ناکام ہو گا میں اس کوہستانی سلسلے میں تیرے بدن کو کاٹ کر ٹکڑوں میں بانٹوں گا۔

اس اوباش کی اس گفتگو کے جواب میں راہب لیوس نے ہلکا سا ایک قہقہ لگایا اسکے اس قہقہے میں عجیب سی وحشت اور درندگی پنہاں تھی۔

سنو اوباشوں کے آخری ساتھی میں اپنوں کیلئے لاہوت کی پر امن رفعت جسم و روح کی رفاقت اور ضوفشان سچے حروف کی قندیل اور اپنے دشمنوں کیلئے بے نور بستی کی مسافت دہکتی شام کی پر آشوب چیخ اور مرگ و موت کی رفاقت ہوں۔

راہب لیوس کی اس گفتگو کے جواب میں اس اوباش نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

دیکھ دھوکے باز راہب کسی وہم کسی وسوسے میں مت رہنا تو نے دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے میرے ساتھیوں کا خاتمہ کیا لیکن اب جب تو مجھ سے ٹکرائے گا تو لکھ رکھ میں ان گنت وسوسوں کی گرد میں تجھے تعزیہ بردوش بناؤنگا تیری حالت وسعت حیات کے رنگوں میں ٹوٹتی آس سونی راہ جیسی کرونگا اور تیرے لواحقین تیری موت تیری لاش پر پیڑوں کے کنج میں بیٹھ کر بین کرتی فاختاؤں کی طرح تیرے لئے روئینگے دھاڑیں مارینگے۔

جواب میں راہب لیوس پھر برس پڑا۔

اوباش بدمعاش گدھے کی اولاد تو بکتا ہے ذرا آگے بڑھ مجھ سے ٹکرا۔ پھر دیکھ کیسے میں تیرے شعور ذات پر احساسات کے اندھیرے اور تیرے حافظے کی لو پر وقت کے خونی قافلوں کی کیفیت طاری کرتا ہوں سن بدمعاشوں کے آخری ساتھی میں وہ زہریلا سانپ ہوں جسکا کوئی تریاق نہیں میں وہ روگ ہوں جسکا کوئی مداوہ نہیں میں وہ مسافت

ہوں جس کی کوئی منزل نہیں میں وہ بھنور ہوں جو بالکل بے اتھاہ ہے میں وہ ہجر ہوں جسکے کرب سے نجات نہیں اور پھر میں تو تیرے جیسے اوباشوں اور دین کے دشمنوں کیلئے بے یقینی کا وہ موسم ہوں جسکے مقدر جسکی قسمت میں کوئی بہار کوئی خوشخبری نہیں ہے۔

راہب لیوس کی اس گفتگو کا اس بدمعاش نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ وہ اپنی تلوار اور ڈھال لہراتا ہوا آگے بڑھا تھا قریب آکر وہ ایک بار پھر برسا۔

تیرے جیسا لنگڑا انسان میرے سامنے چند لمحے بھی نہ نکال سکے گا۔ میں تجھ پر حملہ آور ہوتا ہوں۔ ذرا میرے وار کو روک کر دکھانا۔ اسی لمحہ راہب لیوس حرکت میں آیا اپنا عصا اس نے زمین سے اٹھا لیا تھا اور بالکل سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا تھی اسکی چھاتی تن گئی تھی اسکی اس حرکت پر وہ اوباش کسی قدر خوفزدہ اور پریشان ہو گیا تھا اس کے ساتھ ہی راہب لیوس آگے بڑھا تھا وہ سمجھا شاید وہ اس پر حملہ آور ہو گا لہذا اس نے فوراً آگے بڑھتے ہوئے حملہ آور ہونے میں پہل کر دی تھی۔

راہب لیوس نے اسکے وار کو آہنی عصا پر روکا پھر جب اس نے اس پر اپنی تلوار برسائی تو اس نے راہب لیوس کی تلوار کو اپنی ڈھال پر لیا تھا راہب لیوس بڑا چوکس بڑا مستعد بڑا تیز اور بڑا ہی تیز انسان تھا۔ جونہی اس نے ڈھال پر راہب کی تلوار کو روکا راہب اپنا عصا حرکت میں لایا اور عصا کا وہ نوکیلا سرجسے وہ زمین میں گاڑ کر چلتا تھا وہ اس نے اس اوباش کی چھاتی میں گھونپ دیا تھا۔ لوہے کے عصا کا نوکیلا سرا اس اوباش کی چھاتی کے پار ہو گیا تھا کوہستانی سلسلے میں ایک چیخ بلند ہوئی اور پھر اوباش زمین پر گر کر دم توڑ گیا تھا۔

ایسا کرنیکے بعد راہب لیوس کے چہرے پر بڑی اطمنان بخش مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اپنے آہنی عصا کا نوکیلا سرا مرنے والے کے لباس سے اس نے صاف کیا مرنے والے تینوں کی اس نے تلاشی لی ان سے بھی اسے خاصی بڑی رقم ملی جس کو وہ سنبھال کر اس جھونپڑے کی طرف چل دیا تھا جسمیں نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس ہاتھ پاؤں بندھے بدمعاش کی نگرانی کر رہے تھے۔

اپاہجوں کی طرح اپنے عصا کو ٹیکتا ہوا نوجوان راہب اس جھونپڑے میں داخل ہوا۔ نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس اسی طرح لکڑی کے اس جھونپڑے کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور انکے سامنے چھ میں سے زندہ بچنے والا رسیوں میں جکڑا زمین پر پڑا ہوا

تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا راہب لیوس قریب آیا زمین پر لیٹے ہوئے اوباش اور بدمعاش کے قریب اس نے اپنے عصا کو زور دار انداز میں زمین میں گاڑا پھر وہ وہاں بیٹھ گیا اور اسے مخاطب کیا۔

تمہارا نام کیا ہے۔

زمین پر لیٹے ہی لیٹے اس نوجوان نے کھولتے ہوئے لہجے میں راہب کی طرف دیکھا پھر کھا جانے والے انداز میں پوچھا۔

تم نے راہب ہو کر ہمیں کیوں دھوکہ اور فریب دیا۔ تم نے رہبانیت کے لباس میں شیطان کا سا کردار ادا کیا ہے اسکے ان الفاظ سے راہب لیوس کا چہرہ غصے اور غضبناکی میں تانبہ ہو گیا تھا۔ پھر اسکا ہاتھ اٹھا اور ایسا زور دار طمانچہ اس نے اس اوباش کے منہ پر مارا کہ وہ پاؤں تک لرز کانپ گیا تھا ساتھ ہی راہب لیوس کی غضبناک آواز جھونپڑے میں گونج گئی تھی۔

میں نے تیرا نام پوچھا ہے۔

میرا نام برمند ہے اس نے لیٹے ہی لیٹے طمانچہ کھانے کے بعد لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا تھا۔ اسکا جواب سن کر راہب لیوس کے چہرے پر خوشگوار تاثرات نمودار ہوئے تھے اسکے بعد اس نے دوسرا سوال کیا۔

برمند میں تم سے کچھ پوچھونگا۔ اگر تو نے میرے سوالوں کا جواب صحیح اور سچائی پر رہ کر نہ دیا تو سن رکھنا میرا لوہے کا یہ عصا جسکا زمین میں گڑا ہوا سرا نوکیلا ہے وہ میں تیری چھاتی میں پیوست کر دونگا۔ دیکھ برمند میں راہب ضرور ہوں پر تو دیکھتا ہے کہ میں نو عمر ہوں میرا خون جوان ہے جو فیصلہ بھی میری خواہش میری مرضی کے خلاف ہوتا ہے اسے میں ہرگز برداشت نہیں کرتا۔ اسی بناء پر میں تمہیں پہلے سے تنبیہ کرتا ہوں کہ جو میں پوچھوں اسکا سچ جواب دینا ورنہ میرے ہاتھوں یہیں لیٹے لیٹے ذلت کی موت مارے جاؤ گے اور یہ بھی اپنے ذہن کے قرطاس پر لکھ لینا کہ میں نے تمہارے پانچ ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا ہے تمہارے تین وہ ساتھی جو لکڑیاں اور گھاس کاٹ رہے تھے وہ کوہستانی سلسلے کے اوپر مجھ سے ٹکرائے اور موت سے بغلگیر ہو گئے تم اکیلے بچتے ہو لہذا جو میں پوچھوں سچ بتانا۔ برمند نے جواب میں منہ سے کچھ کہے بغیر اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔

برمند تو پہلے تو یہ بتا کہ دریائے لیطانی کے کنارے جو مسلمانوں کے ایک کاروان کا قتل عام کیا ہے یہ قتل عام کس کے ایما پر ہوا ہے اور جن لوگوں نے ان مسلمانوں کا قتل عام کیا ہے انکی راہنمائی اکی رہبری اور کمانداری کون کر رہا تھا پہلے میرے ان دو سوالوں کا جواب دو۔ یہ الفاظ راہب لیوس نے پہلے کی نسبت کافی نرمی سے ادا کیے تھے۔

برمند تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں راہب لیوس کی طرف دیکھتا رہا پھر اسکے ہونٹ حرکت میں آئے۔

راہب لیوس میں نہیں جانتا تو کون ہے اور کس قسم کا راہب ہے۔ جو مسیحیت کے محافظوں کے خلاف حرکت میں آیا ہے۔ تو پہلا راہب ہے جسے میں مسیحیت کا دشمن اور اپنے دین کے پیروکاروں سے بیزار دیکھتا ہوں۔ پر سن راہب لیوس تیرے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کے کاروان پر حملہ بیلفورٹ شہر کے حکمران برالیون کے بیٹے ایرش کے کہنے پر کیا گیا تھا۔ میں تجھے یہ بھی بتاتا چلوں کہ تو یہاں سے بچ کر نہیں جائیگا تھوڑی دیر تک ایرش خود اپنے محافظوں کے ساتھ یہاں آئیگا اور وہ مرنے والے مسلمانوں کے کاروان کا جائزہ لے گا۔ صرف یہ اندازہ کرنیکی خاطر کہ انہوں نے کس قدر مسلمانوں کو قتل کر کے دین مسیحت کی خدمت کی ہے۔

برمند کے ان الفاظ پر راہب لیوس کا چہرہ تانبہ اور آنکھیں آتش ہو گئیں تھیں۔

اگر بیلفورٹ کے حاکم برالیون کا بیٹا ایرش اپنے محافظوں کے ساتھ ادھر آئیگا تو سن برمند میں اسے بچ کر واپس نہیں جانے دونگا۔ میں اس سے دریائے لیطانی کے کنارے قتل ہونے والے مسلمانوں کا انتقام لونگا۔ اب تو میرے دوسرے سوال کا جواب دے۔

راہب لیوس تیرے دوسرے سوال کا جواب یہ کہ جو مسلح جوان مسلمانوں کے قافلے پر حملہ آور ہوئے انکی کمانداری ٹیمپلرز کا نائب سالار کر رہا تھا اور اسکا نام بیلواس ہے جبکہ ٹیمپلرز کا سالار ان دنوں بیلفورٹ کے حاکم برالیون کے لشکروں کا سپہ سالار اعلیٰ ہے اور اسکا نام گگرٹ ہے۔

راہب لیوس تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر دوبارہ اس نے برمند کی طرف دیکھا۔

برمند کچھ اور پوچھنے سے پہلے تو مجھے یہ بتا کہ یہ ٹیمپلرز کون ہے۔

یہ ٹیمپلرز دراصل صلیبوں کا ایک سفاک گروہ ہے برمند نے لمبا سانس لیتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔ یہ لوگ چونکہ شروع میں یروشلم میں ہیکل سلیمانی کے قریب رہتے تھے لہذا ٹیمپلرز کہلانے لگے۔ انہیں ہیکلی بھی کہا جاتا ہے شروع میں ان لوگوں کا مقصد حیات ان زائرین کی خدمت کرنا تھا جو یروشلم آیا کرتے تھے پھر آہستہ آہستہ یہ لوگ ایک جنگجو فرقہ بن گئے اور صلیبی جنگوں میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اب یہ مسلمانوں کے بدترین دشمن خیال کیۓ جاتے ہیں اور مسلم دشمنی کو انہوں نے اپنا پیشہ بنا رکھا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد برمند تھوڑی دیر کیلئے رکا اسکے بعد وہ پھر بول پڑا۔

راہب لیوس تمہاری باتوں سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ تم صحیح معنوں میں راہب نہیں ہو بلکہ کچھ اور ہو۔ اور بنے ہوئے ہو میں جانتا ہوں تو مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا لیکن مرنے سے پہلے میری ایک خواہش ہے میری تم سے التماس ہے کہ میری وہ خواہش پوری کرنا صرف مجھے یہ بتا دینا کہ تم کون ہو تا کہ میں جانوں کہ میں کس کے ہاتھوں مر رہا ہوں اور یہ بھی بتانا کہ ان علاقوں میں تم کس مقصد کے لئے کام کر رہے ہو۔

مرنے سے پہلے میں تمہاری اس خواہش کا احترام ضرور کرونگا پہلے تم مجھے بیلفورٹ شہر اور اسکے قلعے سے متعلق تفصیل سے بتاؤ کہ اسکے استحکام اور حفاظت کے کیا انتظامات ہیں۔

راہب لیوس کے اس سوال پر وقتی طور پر برمند چونکا تھا پر جلد ہی اس نے اپنے آپکو سنبھال لیا۔ پھر اسکی آواز سنائی دی۔

راہب لیوس۔ قلعہ اور شہر بیلفورٹ صور القاع اور صیدا شہروں کے درمیان ساحلی علاقے پر آباد ہے یہ قلعہ ساحل پر ہونیکی وجہ سے اور دمشق سے ملانے والے جنوبی درے کی چوکیداری کرتا ہے ان سرزمینوں میں یہ قلعہ ہیکلی جنگجوؤں یعنی ٹیمپلرز کا مرکز اور اپنے دفاعی استحکام کی بنا پر بالکل ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا ہے۔

یہ قلعہ ایک عمودی چٹان پر بنایا گیا ہے۔ دریائے لیطانی سے اسکی بلندی لگ بھگ ڈیڑھ ہزار فٹ اور بحر سے تقریباً دو ہزار ایک سو نناوے کے قریب ہے۔ اس کا ایک حصہ پتھروں کی چٹائی سے اور دوسرا حصہ کوہستانی سلسلے کی چٹانوں کو تراش کر بنایا گیا ہے

اس بنا، پر یہ ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا ہے۔

اس شہر اور قلع کا مجموعی رقبہ لگ بھگ چار ہزار دو سو نوے مربع گز ہے اس قلعے اور شہر کی فصیل بڑے بڑے پتھروں اور چٹانوں سے بنائی گئی ہے فصیل کی چوڑائی تقریباً تیئیتیس گز اور بلندی کہیں انیس گز اور کہیں چھبیس گز کے لگ بھگ ہے اس شہر کے جنوب اور مغرب میں ایک بڑی گہری اور خاصی وسیع خندق ہے جو ٹھوس چٹان کاٹ کا بنائی گئی ہے خندق سولہ گز سے اڑتیس گز تک گہری ہے اور اسے عبور کرنا ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہے۔

اس خندق میں چٹانیں کاٹ کاٹ کر چھوٹے چھوٹے کمرے بنائے گئے ہیں انہیں کمروں کے اندر جنگجو ہیکلیں قیام کرتے ہیں اسکے علاوہ اسکے اندر پانی کے چشمے بھی نکالے گئے ہیں۔ بیلفورٹ قلعے کی عمودی دیواریں فیصل کے کنارے سے اوپر تک اٹھادی گئی ہیں اور کونوں پر مستحکم اور بلند برج بنے ہوئے ہیں جن میں بیٹھ کر حملہ آوروں پر کڑی نگرانی اور نظر رکھی جا سکتی ہے۔

اس شہر اور قلعے کی دیوار چونکہ بڑی مستحکم ہے لہذا اس پر منجلیقوں کے پتھر اثر نہیں کر سکتے اسی طرح قلعے کی فیصل پر بنے ہوئے برج بھی بڑے محفوظ ہیں۔ اور انکے اندر ٹیمپلرز محفوظ رہ کر حملہ آوروں پر تیروں اور پتھروں کی بارش کرتے ہیں۔ لہذا کسی بھی صورت اس قلعے کو فتح نہیں کیا جا سکتا۔ عام حالات میں اس قلعے پر حملہ کرنا تو کجا اس پر حملے کا تصور کرنا بھی دیوانے کا خواب معلوم ہوتا ہے اب تم بتاؤ کہ تم کون ہو تا کہ مرنے سے پہلے مجھے اطمینان ہو کہ میں کس کے ہاتھوں مارا گیا۔ دیکھ راہب لیوس جھوٹ مت بولنا تو نے جو کچھ مجھ سے پوچھا میں نے سچ سچ کہہ دیا۔ اب تو بھی سچائی ہی سے کام لینا مجھ سے جھوٹ مت کہنا یہ تو میں تیرے چہرے کے آثار سے دیکھ رہا ہوں کہ تو مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ مرنے سے پہلے مجھے اطمینان ہو گا کہ میں کس کے ہاتھوں مارا گیا۔

راہب لیوس نے ایک گہری نگاہ نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس پر ڈالی۔ تھوڑی دیر کیلئے بڑے غور سے برمند کی طرف نگاہ دوڑائی پھر جھونپڑے میں اسکی آواز سنائی دی

سن برمند۔ میرا نام طرنطائی ہے۔ اور میں مصر کے سلطان رکن الدین کے

لشکروں کا سالار اول ہوں دیکھ برمند کچھ عرصہ پہلے دمشق شہر میں میرے آقا اور میرے رسولؐ کے خلاف کچھ کتابچے گردش کرنے لگے۔ ان کتابچوں میں میرے آقا اور میرے رسولؐ کے متعلق اہانت آمیز زبان استعمال کی گئی تھی۔ یہ کتابچے مسلمانوں کے اندر غلط فہمیاں پیدا کرنیکے لئے دمشق شہر میں پھیلائے گئے تھے۔ اور انکے اندر جو زبان استعمال کی گئی تھی وہ انتہائی ناپاک اور شرانگیز تھی۔ سلطان رکن الدین نے دمشق میں اپنے حاکم شرف الدین سنجر کو حکم دیا کہ یہ پتہ لگایا جائے کہ یہ کتابچے کہاں سے آئے ہیں اور کس نے انہیں تقسیم کیا ہے۔

پر یہ کام ایسے خفیہ طریقے سے کیا گیا تھا کہ شرف الدین سنجر بیچارہ کچھ بھی نہ کر سکا آخر سلطان رکن الدین نے اس کام پر مجھے مامور کیا۔

میں ایک لنگڑے راہب کی حیثیت سے دمشق شہر میں داخل ہوا۔ ایک سرائے میں قیام کیا۔ اپنے آپکو میں نے یروشلم کا ظاہر کیا اور یہ بتایا کہ میرا تعلق راہبوں کے اس گروہ سے ہے جو کلیساؤں کی بہتری اور بھلائی کیلئے بھیک مانگ کر رقم کلیساؤں کو دیتے ہیں میں نے چند ہفتوں تک دمشق شہر میں قیام کیا اس دوران مختلف کلیساؤں اور گرجوں میں جانے کے بعد میں نے کتابچے تقسیم کرنے والوں کا پتہ لگا لیا تھا۔

اس گروہ کا سرکردہ دمشق کے کلیساوں کا بشپ تفلیس تھا اسکے ماتحت کام کرنے والے کچھ راہب اور پادری تھے میں نے تفلیس پر غلبہ پایا اور اس سے سارے پادریوں اور راہبوں کے نام پوچھے پھر باری باری میں نے تفلیس اور ان سارے راہبوں کا خاتمہ کر دیا جو میرے رسولؐ کے خلاف مواد تقسیم کرنے میں ملوث تھے۔

سن برمند دمشق کے بشپ تفلیس کو یہ مواد بیلفورٹ کے علاقے سے جاتا تھا کیا تم بیلفورٹ کے کسی ایسے بشپ کو جانتے ہو جسکا نام ہروس ہو برمند فوراً بول اٹھا۔

سلطان رکن الدین کے سالار اعلیٰ اب جبکہ مجھے اپنی موت کا یقین ہے میں جھوٹ نہیں بولوں گا بیلفورٹ قلعے سے شمال مشرق میں ایک بہت بڑا کلیسا ہے بشپ ہروس اسی کلیسا میں قیام کرتا ہے۔

تفلیس نے اپنی موت سے چند دن پہلے بیلفورٹ کے بشپ ہروس سے سلسلہ اور رابطہ قائم کرنیکے لئے ایک اپاہج اور لنگڑے راہب کا انتخاب کیا تھا اور اسکی اطلاع اس

نے ہروس کو بھی کر دی تھی تفلیس چاہتا تھا کہ اس لنگڑے راہب لیوس کے ذریعے وہ ہروس سے ہمارے رسولؐ کے خلاف مواد منگوا منگوا کر دمشق اور مسلمانوں کے دوسرے شہروں میں پھیلاتا رہے پر میں نے اسکی یہ تجویز ناکام بنادی۔

دمشق کے بشپ تفلیس نے لیوس نام کے جس لنگڑے راہب کا انتخاب کیا تھا میں اس پر بھی وارد ہوا میں نے اسے قتل کر دیا اور اسکا روپ میں نے دھار لیا اب میں خود راہب لیوس ہوں سن بیلفورٹ کا بشپ ہروس جسکے متعلق اور جسکی رہائش گاہ کے متعلق تم نے مجھے تفصیل بتائی ہے اب میں اس پر وارد ہونگا۔ تفلیس نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ ہروس ہمارے رسولؐ کے خلاف یہ مواد دو راہبوں سے لکھواتا ہے۔ان راہبوں میں سے ایک کا نام خوناس دوسرے کا نام ابروق ہے اب میرے شکار یہ تین ہیں اور ان تینوں کے لئے میں دمشق سے بیلفورٹ کی طرف آیا ہوں میں آج بارش ہی کی رات ہروس خوناس اور ابروق کا خاتمہ کرنیکی کوشش کرونگا۔

دمشق سے روانہ ہوتے وقت میری نگاہوں میں تین ہی اشخاص تھے جنکا میں نے شکار کرنا تھا اسکے بعد میں نے مصر کیطرف لوٹ جانا تھا یہ تین شکار بیلفورٹ کا بشپ ہروس اور اسکے لئے ہمارے رسولؐ کے خلاف کام کرنے والے دو راہب خوناس اور ابروق تھے پر یہاں پہنچ کر میرے شکار میں کچھ اضافہ ہو گیا ہے چونکہ بیلفورٹ کے حکمران برالیون کا بیٹا ایرش اور تمہارے ٹیمپلرز کا نائب سپہ سالار ایلواس دونوں مسلمان کے اس کارواں کے قتل عام کے ذمہ دار ہیں لہذا میں ان دو کو بھی موت کے گھاٹ اتار دوں گا یوں جانو میرے شکار اب تین سے بڑھ کر پانچ ہو گئے ہیں۔

اپنے ان دینی اور دنیاوی دشمنوں کو میں موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد مصر کی طرف کوچ کرونگا برمند مجھے غور سے سن ایک اور سوال تم سے پوچھتا ہوں جھوٹ مت کہنا یہ بتا کہ تمہارے ٹیمپلرز کا جو نائب سالار ہے اور جسکا نام تم نے ایلواس بتایا ہے وہ کہاں قیام کرتا ہے برمند نے عجیب سے انداز میں لمحہ بھر کیلئے لیوس کی طرف دیکھا پھر بول پڑا

میرے ہونے والے قاتل ایلواس ٹیمپلرز کا نائب سالار ہے اور تو نے اگر اس سے ٹکرانے کی کوشش کی تو تیرے ٹکڑے کر کے رکھ دیگا۔ایلواس ایسا تیغ زن ایسا طاقتور

اور ایسا جفا کش جوان ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی تیغ زنی میں یا جسمانی طاقت میں اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا لہذا اگر تو ایلواس پر حملہ آور ہو گا تو یوں جان کہ تو اپنی موت کو خود ہی آواز دیگا۔

طرنطائی کے چہرے پر تھوڑی دیر تک مسکراہٹ پھیلی رہی اور وہ بڑے غور سے برمند کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا پھر بول اٹھا۔

سن برمند ایلواس اگر ناقابل تسخیر اور ناقابل شکست ہے تو میں ایک ایک ساعت کو نگل جانے والا نادیدہ لمحہ ستاروں کو نگل جانے والی خونی دلدل ہوں میں بھی کرامات کا وہ لمحہ ہوں جو وجود کی نیلگوں تہوں تک اتر جاتا ہے جب ایلواس میرے سامنے آئیگا تو یقین جانو میں اسکے سامنے خیالات کا گردش کرتا وہ دائرہ ثابت ہونگا جسکے اندر یادوں کے بھنور تک ڈوب جاتے ہیں دیکھ برمند تو اس وقت زندہ تو نہیں ہو گا لیکن میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ ایلواس کی آنکھوں کے صحن میں زوال معرکوں کا ایک ہجوم برپا کر کے رکھ دونگا

برمند۔اگر ایلواس مجبوریاں تراشتا کوئی پتھر ہے تو میں اس کے سامنے کلک زبوں کو آہن بنا دینے کا ہنر جانتا ہوں ایلواس اگر حریر واطلس و کمخواب کی حقیقت رکھتا ہے تو میں گلیم فکر کی شکنوں کی وہ تمکنت ہوں جسکے اندر ماضی کی سطوت اور مستقبل کی سنہری امیدیں پنہاں ہیں میں ایلواس کو اپنے سامنے بے یقین لمحوں کے پیراہن پھیلاتی ناکامیوں اور کسمساتی آنسو بہاتی رسوائیوں آمیز عبرت بنا کر رکھوں گا۔

برمند! تیرا میرا معاہدہ ختم ہوا جو کچھ میں تم سے حاصل کرنا چاہتا تھا وہ میں کر چکا اب تیری ذات سے میری کوئی خواہش کوئی مطلب وابستہ نہیں رہا تو نے دریائے لیطانی کے کنارے ان گنت مسلمانوں کی لاشیں بکھری ہیں اور جن لوگوں نے ان مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا ان میں چونکہ تم بھی شامل تھے لہذا تمہارا جرم اسقدر گھناؤنا ہے تمہارا فعل ایسا قبیح ہے کہ میں تمہیں معاف نہیں کر سکتا۔

یہ الفاظ کہتے کہتے امیر طرنطائی کے چہرے پر بے پناہ غصے اور غضبناکی کے آثار نمودار ہوئے تھے پھر وہ برق کے کوندے کی طرح حرکت میں آیا زمین میں گڑا ہوا اپنا عصا ایک جھٹکے سے اس نے اٹھایا اور پوری قوت سے برمند کے سینے میں اس نے گھونپ دیا تھا

برمند نے ایک بے بس ہچکی لی اور ٹھنڈا ہو کر رہ گیا تھا۔

برمند کا خاتمہ کرنیکے بعد طرنطائی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا برمند کی لاش کو گھسیٹتا ہوا پہلے کی طرح باہر لے گیا اور ایک بلند چٹان کے اوپر سے اس نے اسکی لاش کو بھی نیچے نشیب میں گرا دیا تھا۔ طرنطائی دوبارہ جھونپڑے میں آیا تھوڑی دیر تک وہ نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس کی طرف بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر انکے سامنے بیٹھ گیا اسکے بعد بڑے غور اور انہماک سے انکی طرف دیکھتے ہوئے اس نے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا۔

سنو! میری عظیم قوم کے محترم عالمو تم دونوں فی الفور یہاں سے مصر کی طرف کوچ کر جاؤ۔ جس جھونپڑے میں ہم بیٹھے ہیں اسکے پیچھے جو لکڑی کا جھونپڑا ہے اسے ان لوگوں نے اصطبل کے طور پر استعمال کیا ہے اس میں اس وقت چھ گھوڑے بندھے ہوئے ہیں ساتواں میرا گھوڑا ہے میں ابھی تمہارے ساتھ اصطبل میں چلتا ہوں اور ان چھ گھوڑوں پر زینیں ڈالتا ہوں تم دو گھوڑوں پر سوار ہو کر چار کو اپنے آگے آگے ہانکتے چلے جانا چند میل آگے دریائے لیطانی کے قریب ایک سرائے ہے وہاں گھوڑوں کا کاروبار خوب ہوتا ہے وہاں تم چار فالتو گھوڑے بیچ لینا۔ اگر گھوڑوں کی فروخت کے سلسلے میں تم دونوں کو کوئی دقت پیش آئے تو سنو۔ اس سرائے کے صدر دروازے کے پاس ایک نعل گر بیٹھتا ہے اسکا نام عمیس بن خزرون ہے وہ مسلمان ہے تم رازداری سے اسکے کان میں میرا نام لینا وہ فوراً تمہارے گھوڑے فروخت کرانے کا انتظام کر دیگا یوں جانو وہ میرا خاص آدمی ہے اس سرائے کے بالکل قریب ہی ایک بستی ہے جسکا نام سوسہ ہے یہ عمیس بن خزرون اسی بستی کا رہنے والا ہے۔

یہ بستی زیادہ تر یہودیوں کی ہے یہاں کے اکثر لوگ یہودی ہیں چند ایک اس بستی میں نصرانی اور مسلمان بھی آباد ہیں تاہم وہ بستی یہودیوں کی ہے اور وہ لوگ بے حد خوشحال ہیں اور گھوڑے پالنے کے بہت شوقین ہیں بستی کے اطراف میں باغات کے وسیع سلسلے ہیں۔ جنکے باعث بستی والے بڑی خوش و خرم زندگی بسر کرتے ہیں میرا خیال ہے کہ تم سرائے میں داخل ہونیکے بعد گھوڑے بیچنے کی بات کروگے تو تمہارے گھوڑے فوراً فروخت ہو جائیں گے۔ تاہم اگر تمہیں کسی قسم کی کوئی دقت پیس آئے تو عمیس بن خزرون سے ضرور مدد حاصل کرنا میرے نام کا حوالہ دینا۔

اسکے ساتھ ہی امیر طرنطائی نے اپنے لباس کے اندر سے نقدی کی دو تھیلیاں نکالیں۔ نقدی کی ایک ایک تھیلی ان دونوں کو تھماتے ہوئے طرنطائی پھر بول پڑا۔

میرے عزیزو! یہ وہ نقدی ہے جو ان مرنے والوں سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔ اس میں تم پوری طرح حقدار ہو لہذا ایک ایک نقدی کی تھیلی رکھ لو۔ آنے والے دور میں تم اس سے خوشحال زندگی بسر کر سکو گے۔ نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس دونوں نے ہچکچاتے ہوئے نقدی کی تھیلیاں لے لی تھیں۔ اب تم دونوں میرے ساتھ آؤ میں تمہیں اصطبل کی طرف لیکر جاتا ہوں۔ امیر طرنطائی نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ جواب میں نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس دونوں چپ چاپ طرنطائی کے پیچھے ہو لئے تھے۔ طرنطائی اب اپاہجوں کی طرح لنگڑا بن کر نہیں چل رہا تھا چھاتی تان کر سیدھا چل رہا تھا تاہم اسکا آہنی عصا اسکے ہاتھ میں تھا جسے بہرحال وہ کبھی کبھی زمین پر ضرور ٹیک لیتا تھا۔

تینوں اصطبل کیلئے استعمال ہونیوالے اس جھونپڑے میں داخل ہوئے تینوں نے ملکر جلدی جلدی سارے گھوڑوں پر زینیں ڈالدی تھیں۔ امیر طرنطائی نے اپنے گھوڑے پر بھی زین کسی دی تھی۔ اس جھونپڑے کے اندر جو مرنے والوں کا سامان تھا وہ بھی گھوڑوں کی زینوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ پھر جس وقت طرنطائی اپنے گھوڑے کو لگام چڑھا کے فارغ ہوا اور چاہتا تھا کہ گھوڑے کو لیکر باہر نکلے وہ چونک اور ٹھٹھک کر رہ گیا اور کچھ سننے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ اسکی حالت دیکھتے ہوئے نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس دونوں چوکنے ہو گئے تھے۔ اور گھوڑوں کو چھوڑ کر وہ طرنطائی کے سامنے آن کھڑے ہوئے تھے۔

امیر طرنطائی آپکے چہرے کی حالت اچانک تبدیل ہو گئی ہے کیا آپ اپنے لئے کوئی خطرہ محسوس کرتے ہیں نمیر بن حمدون نے بڑی شفقت سے طرنطائی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

طرنطائی کے چہرے پر ہلکی سی اور طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

نمیر بن حمدون میرے محترم جھونپڑے کے اندر جو اوباش میرے ہاتھوں مارا گیا تھا اس نے تمہارے سامنے انکشاف کیا تھا کہ بیلفورٹ کے حکمران برالیون کا بیٹا ایرش تباہ حال قافلے کا جائزہ لینے کیلئے آئے گا کہ شاید کوئی بچ نہ گیا ہو میرا جی کہتا ہے کہ بیلفورٹ کے حکمران برالیوں کا بیٹا مسلمانوں کی تباہی کا جائزہ لینے آرہا ہے۔ پر میں اسے بچ کر جانے نہیں

دونگا۔ اسکی گردن کاٹونگا اسلئے کہ یہ میرا عزم ہے اور جو عزم میں کرتا ہوں خداوند قدوس کی مرضی اور رضا کے تحت اسے پورا کر کے رہتا ہوں۔

سنو میرے دونوں قابل احترام بزرگو تم دونوں اسی اصطبل ہی میں رہو میں باہر جا کے دیکھتا ہوں وہ کون ہے طرنطائی نے بڑی شفقت سے دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ پھر اپنے گھوڑے کی لگام اس نے چھوڑ دی اور تقریباً بھاگتا ہوا وہ باہر نکلا۔

کوہستانی سلسلے کی ایک چوٹی پر وہ چڑھا اور چٹان کے پیچھے رہتے ہوئے اس نے جب دریائے لیطانی کی طرف دیکھا تو چونک سا پڑا۔ بیلفورٹ شہر کی طرف سے جو راستہ دریائے لیطانی کو عبور کر کے اس کوہستانی سلسلے کی طرف آتا تھا اس راستے پر چار سوار نمودار ہوئے تھے۔ پھر وہ دریائے لیطانی کا لکڑی کا پل عبور کرنے لگتے تھے وہ تعداد میں پانچ تھے دو سوار آگے تھے دو پیچھے اور درمیان میں ایک سوار تھا۔ تھوڑی دیر تک انکا جائزہ لینے کے بعد طرنطائی کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ واپس اصطبل کی طرف بھاگ گیا تھا۔

طرنطائی بھاگتا ہوا اصطبل میں داخل ہوا۔ سنو ابن حمدون ابن نمیس میرے اندازے میرے اندیشے درست ثابت ہوئے۔ دراصل میں گھوڑے کی لگام کھول کر اسے باہر لے جانا چاہتا تھا کہ مجھے باہر کسی گھوڑے کے ہنہنانے اور نتھنے پھڑپھڑانے کی آواز سنائی دی تھی اس پر میں چوکنا ہو گیا۔ میں پہلے ہی یہ امید لگائے ہوئے تھا کہ بیلفورٹ کے حکمران کا بیٹا ایرش مسلمانوں کے کاروان کی تباہی کا جائزہ لینے ضرور آئیگا۔ اب یہ انتظار تمام ہوا۔ طرنطائی نے یہ گفتگو بڑی تیزی سے ان دونوں سے کی تھی۔ پھر وہ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے مزید کہہ رہا تھا۔

تم دونوں یہیں رہو۔ آنے والے پانچ ہیں وہ اس وقت دریائے لیطانی کا پل عبور کر رہے ہیں دو سوار آگے ہیں دو پیچھے اور ایک بیچ میں ہے میرے خیال میں بیچ میں بیلفورٹ کے حکمران کا بیٹا ایرش ہے۔ اور آگے پیچھے اس کے دو محافظ ہیں میں کسی کو بھی بچ کر جانے نہیں دونگا تم لوگ یہاں سے مت نکلنا۔

اسکے ساتھ ہی امیر طرنطائی حرکت میں آیا اپنی ڈھال اس نے اپنے دائیں کندھے پر لٹکائی پھر اس نے تیروں سے بھرا ہوا ترکش اپنی پیٹھ پر باندھا اور کمان اتار کر اس

نے بائیں کندھے پر لٹکائی۔ اپنا آہنی عصا اس نے گھوڑے کی پیٹھ سے ہی بندھا رہنے دیا تھا جبکہ لوہے کا وہ خود جو کندھے سے لٹکا کو کشکول کے طور پر استعمال کرتا تھا وہ اس نے اپنے سر پر رکھا اس پر رومال باندھ لیا۔ اس کے بعد وہ تقریباً بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس اسے پریشانی اور فکرمندی سے دیکھتے رہ گئے تھے۔

طرنطائی چھوٹے بڑے پتھروں کی اوٹ میں بھاگتا ہوا بڑی تیزی سے اس راستے کے کنارے آیا جو بیلفورٹ شہر کی طرف سے آتا تھا۔ اور دریائے لیطانی کا پل پار کر کے دریا کے ساتھ ساتھ ان وادیوں کی طرف چلا گیا تھا جس میں مسلمانوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں چٹان کی اوٹ میں رہتے ہوئے طرنطائی نے دیکھا وہ سوار پل پر سے گذرنے کے بعد اب دریا کے کنارے کنارے شمال کا رخ کر رہے تھے۔ طرنطائی اوٹ میں رہتے ہوئے انکی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا تھوڑی دیر بعد پانچوں سوار طرنطائی کے سامنے آئے طرنطائی نے انہیں گذر جانے دیا۔ شاید وہ پشت کی طرف سے ان پر حملہ آور ہو کر انکے لئے دریا کے پل کی طرف بھاگ جانیکے سارے راستے مسدود کر دینا چاہتا تھا۔

طرنطائی کے سامنے سے گذرنے کے بعد پانچوں سوار چند ہی قدم آگے گئے ہونگے کہ طرنطائی نے اپنے کام کی ابتداء کی کمان اس نے اتار دی پھر یکے بعد دیگرے کئی تیر اس نے دو سواروں پر چلا دیئے تھے دونوں سوار بری طرح تیروں سے چھد کر چیخیں بلند کرتے ہوئے زمین پر گر گئے تھے۔

اپنے ساتھیوں کے یوں گھوڑوں سے گرنے اور چیخ و پکار کے باعث اگلے تینوں سوار سنبھل گئے تھے۔ اتنی دیر تک طرنطائی پھر حرکت میں آ چکا تھا۔ ایک بار پھر اس نے تیروں کی باڑ ماری اور اگلے سواروں کو بھی چھد کر رکھ دیا تھا وہ بھی کرب ناک چیخیں بلند کرتے ہوئے اپنے گھوڑوں سے گر گئے تھے۔ طرنطائی شاید بیچ کے سوار کو خود نظر انداز کر رہا تھا جس سے فائدہ اٹھا کر بیچ کا سوار اپنی تلوار ڈھال سنبھالتا ہی گھوڑے سے کودا اور قریبی چٹان کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔

لگتا تھا سارے کام طرنطائی کی امید اور خواہش کے مطابق ہو رہے تھے۔ طرنطائی نے جب دیکھا کہ بیچ کا سوار اپنے گھوڑے سے کود کر چٹان کی اوٹ میں چلا گیا ہے تو وہ مطمئن سا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا وہ جانتا تھا کہ وہ سوار صرف تلوار اور ڈھال لیکر چٹان کی

اوٹ میں گیا ہے لہذا بلا جھجھک طرنطائی چٹان کی اوٹ سے نکلا اور بلند آواز میں اسے مخاطب کیا۔

اجنبی میں نہیں جانتا تو کون ہے کہاں سے آیا ہے کدھر کا رخ کریگا لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ تیرے چار سواروں یا چار محافظوں کا میں نے خاتمہ کر دیا ہے جس چٹان کی اوٹ میں تم چھپے بیٹھے ہو اگر تم اس چٹان سے باہر نہ آئے تو یاد رکھنا تمہارے چار ساتھیوں کی طرح میں تمہارا بھی خاتمہ کر دوں گا۔

طرنطائی کے ان الفاظ پر وہ سوار چٹان کی اوٹ سے نکل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ احتیاط کے طور پر اس نے اپنی ڈھال اپنے سامنے کر لی تھی تا کہ اگر طرنطائی کی طرف سے اس پر تیروں کی باڑھ ماری جائے تو وہ محفوظ رہے لیکن اس سوار نے دیکھا کہ اسکے دیکھتے ہی دیکھتے طرنطائی اسکی طرف بڑھا تھا۔ اسکی کمان اسکے کندھے پر تھی اور تیروں بھرا ترکش اسکی پیٹھ پر بندھا تھا اسکے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں ڈھال تھی یہ صورتحال دیکھتے ہوئے اس سوار کے چہرے پر بھی اطمنان کی کیفیت بکھر گئی تھی طرنطائی پتھروں کو پھلانگتا ہوا دریا کے کنارے کے راستے پر جا کھڑا ہوا۔ وہ سوار بھی چٹان کی اوٹ سے نکل کر طرنطائی کے سامنے آیا۔ تھوڑی دیر تک وہ اسکا جائزہ لیتا رہا پھر انتہائی غضبناک آواز میں وہ پوچھنے لگا۔

میں نہیں جانتا تو کون ہے لیکن تیرے گلے میں لٹکی ہوئی صلیب اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ تو نصرانیت کا پیروکار ہے۔ میں بیلفورٹ کے حکمران برالیون کا بیٹا ایرش ہوں تم نے نصرانی ہو کر ایک انتہائی مکروہ فعل کیا ہے۔ تم نے میرے ساتھیوں پر تیر اندازی انکا خاتمہ کر کے ایک ایسا جرم ایک ایسا گناہ کیا ہے جسکی سزا تمہیں بہر صورت ضرور ملنی چاہیئے۔

ایرش کے ان الفاظ پر طرنطائی کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تلوار وہ تھوڑی دیر تک لہراتا رہا۔ اور اپنی ڈھال کو وہ چکر دیتا رہا۔ پھر بول پڑا۔ دیکھ ایرش تو ٹھیک کہتا ہے مجھے اس گناہ اس جرم کی سزا ملنی چاہیئے کہ میں نے تیرے چار ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ پر مجھ سے پہلے تو بھی ایک بڑا جرم اور گناہ کر چکا ہے لہذا مجھ سے پہلے تمہیں اسکی سزا ملنی چاہیئے۔

جواب میں ایرش چونک پڑا۔

تم میرے کس جرم اور گناہ کی بات کر رہے ہو۔

اس دریائے لیطانی کے کنارے کنارے آگے جائیں تو ایک کھلی وادی آتی ہے جہاں سے گزرنے والے مسلمانوں کے ایک کاروان کی انگنت لاشیں پڑیں ہیں اور ان پر حملہ تیرے ایما پر کیا گیا تھا۔ اب تو مسلمانوں کے اسی کاروان کی لاشوں ہی کا معائنہ کرنیکے لئے اپنے ان چار محافظوں کے ساتھ آیا تھا۔ بتا تیرا جرم زیادہ قبیح ہے یا میرا جرم زیادہ گھناؤنا ہے۔ یہ الفاظ طرنطائی نے غصے میں دانت پیستے ہوئے ادا کئے تھے۔

ایرش تھوڑی دیر تک عجیب انداز میں دیکھتا رہا پھر اسکی آواز گونجی۔ اجنبی! میں نہیں جانتا تیرا نام کیا ہے پر ان مسلمانوں کو قتل کرنا میرے دین کی حلقہ بندی اور اسکے استحکام میں شامل تھا۔ لہذا میرے مسلح جوانوں نے مسلمانوں کے اس کارون پر حملہ کیا اور اسکا خاتمہ کر دیا۔

مسلمانوں کے کاروان کا خاتمہ تیرے دین تیری ملت کی بہتری میں شامل تھا تو سن۔ تجھے اور تیرے ساتھیوں کا قتل کرنا میرے دین کی بہتری اور بھلائی ہے۔ لہذا میں تیرے چار محافظوں کا تو خاتمہ کر چکا ہوں اب تیری باری ہے اور یہ بھی سن رکھ تو مسلمانوں کے کاروان پر جب رات کے وقت حملہ آور ہوا تھا اور اپنے چھ مسلح جوان یہاں بیٹھا گیا تھا انکا بھی میں نے خاتمہ کر دیا ہے اب تیری باری ہے اس اسکے بعد میں تمہارے شہر بیلفورٹ میں داخل ہونگا اور ٹیمپلرون کے نائب سالار ایلواس کا خاتمہ کرونگا۔ اسلئے کہ مسلمانوں کے اس قتل عام میں وہ بھی تمہارے ساتھ شامل تھا۔

طرنطائی کے اس انکشاف پر ایرش غصے میں کھول کر رہ گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ ہونٹ کاٹتا رہا پھر اپنی تلوار اس نے طرنطائی کی طرف لہرائی اور پھٹ پڑا۔

اے مسلمانوں کے ہمنوا۔ اب جبکہ دریائے لیطانی کے کنارے ان سنگلاخوں میں تیرا میرا سامنا ہو گا تو دیکھے گا میں تیرے لئے سمندر کے پہلو میں سویا ہوا صحرا زہر برساتا فلک اور سماعتوں کا سیل ثابت ہونگا۔ تیرے برف جیسے پیرہن کو لہولہو کرونگا اور تیرے سینے کے آئینوں میں خون میں بھیگے آوارہ عکس بھر کر رکھونگا۔

جواب میں طرنطائی نے ایک قہقہہ لگایا۔

ایرش! ہر انسان کا سفر ایک سا لیکن منزل جدا ہے۔ اسی طرح میرے تیرے

مقاصد بھی علیحدہ ہیں یہ جو تو مجھے روز و شب کی تنگنائے میں ہجرتوں کا کرب طاری کر نیکی دھمکی دیتا ہے تو سن وہموں کے پروردہ تو مجھے اپنے سامنے بارشوں کا مارا ہوا مسافر شجر مت خیال کرنا۔ میں بظاہر محبت کی زبان لکھتے ستاروں، صدیوں پرانے اسلوب، مناجات کی گھڑی کی طرح بے ضرر لگتا ہوں اسلیئے کہ میں ایک راہب کے لباس میں ہوں لیکن یاد رکھنا باطن میں میں قرنوں کی بند مٹھی کی مانند ہوں جو کھلی تو بہت سے قوس و قزح سے وعدے لفظوں کے ریشم میں الجھے جائیں گے۔

ایرش جیون ایک ترازو۔ تارہ جلتے خواب کی مانند ہے اسے ایک نہ ایک روز ٹوٹنا ہے میں تجھے یقین دلاؤں کہ دریائے لیطانی کے کنارے ان دیولاخوں میں میں تیری ہستی کے منطقے میں حیات کے ایسے خار بھرونگا کہ کوئی صبح کو تجھے شام کی کہانی سنانے والا نہ ملے گا تیرے سال خوردہ لمحوں کو اجڑی بستیوں میں تیرے آہنی ارادے کو آوارگی کے راستوں میں تبدیل کرونگا اور تیری انا کے سکوں کو برستی آگ کے سنگ و خشت میں اتار دونگا۔

ایرش نے طرنطائی کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا اپنی ڈھال اور اپنی تلوار اپنے سامنے لہراتا ہوا وہ بڑی تیزی سے طرنطائی کی طرف بڑھا اور کسی خونخوار اور بھوکے ریچھ کی طرح وہ طرنطائی پر ٹوٹ پڑا تھا۔ طرنطائی اپنی جگہ مستعد اور پرسکون تھا بڑی آسانی کے ساتھ اس نے ایرش کے حملے کو روکا تھا پھر وہ جوابی حملہ کر چکا تھا تھوڑی دیر تک ان دیولاخوں میں وہ ایک دوسرے پر وار کرتے رہے پھر ایک انقلاب اور تبدیلی نمودار ہونا شروع ہو گئی تھی۔

اسلیئے کہ ایرش سے جنگ آزما ہوتے ہوئے طرنطائی اپنے آپکو مجبوریاں تراشتا قہر روایات کی آگ برساتا طوفان اور خوفناک خواب بنتے لمحوں جیسا بناتا چلا گیا تھا پھر ایرش پر خوفناک حملے کرتے ہوئے ایک بار طرنطائی چلا پڑا۔

ایرش! اب تیری زندگی میرے سامنے چند لمحوں کیلیئے ہے ان دیولاخوں اس دریائے لیطانی کے کنارے تو اب میرے سامنے اس پیاسے درخت کی مانند ہے جسکی قسمت میں دھوپ اور تنہائی ہے ایک آوارہ گھٹا ہے جو صرف چند گھڑیوں کی مہمان ہے اسکے بعد طرنطائی نے بڑے زوردار انداز میں تکبیر بلند کی امکایوں تکبیر بلند کرنا تھا کہ ایرش گھبرا گیا

اسلیئے کہ وہ تو اسے ایک راہب خیال کیئے ہوئے تھا۔ تکبیر اسکو سر سے پاؤں تک لرزا کے رکھ گئی تھی اسی لمحہ طرنطائی نے ایسا خوفناک وار کیا کہ طرنطائی کی تلوار ایرش کو کاٹتی ہوئی نکل گئی تھی۔

ایرش کا خاتمہ کرنے کے بعد طرنطائی نے اپنی تلوار اسکے ایک ساتھی کے کپڑوں سے صاف کی۔ پھر وہ بھاگتا ہوا اس جھونپرے کی طرف آیا جس میں گھوڑے بندھے ہوئے تھے اس نے دیکھا نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس بڑی بے چینی سے اسکی واپسی کا انتظار کر رہے تھے طرنطائی لکڑی کے اس جھونپڑے میں داخل ہوا اور کہنے لگا اٹھو اور یہاں سے کوچ کر جاؤ پھر میں اپنے نئے کام کی ابتدا کرونگا۔ میں آنے والے پانچوں کا خاتمہ کر چکا ہوں۔

طرنطائی کے اس انکشاف پر نمیر بن حمدون ایسا متاثر ہوا کہ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھا اپنے ہاتھ بڑھا کر اس نے پہلے طرنطائی سے مصافحہ کیا پھر اس نے طرنطائی کے ہاتھ چومے اس موقع پر نمیر بن حمدون کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر طرنطائی کے ہاتھوں پر گرے تھے طرنطائی نے فوراً اپنے ہاتھ کھینچ لیئے میرے محترم آپکی آنکھوں میں یہ آنسو کیسے ہیں۔

طرنطائی میرے امیر۔ یہ خوشی کے آنسو ہیں اظہار شکر کے موقع پر نکل آئے ہیں امیر طرنطائی میں اور میرا ساتھی تو اسی وقت آپکے ارادتمند ہو گئے تھے جس وقت آپ نے ہمیں یہاں لا کر کاروان کے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا اسکے بعد جب آپ نے آخری اوباش کے کے سامنے یہ ذکر کیا کہ آپ مصر کے سلطان رکن الدین کے لشکروں کے سالار اول طرنطائی ہیں تو ہم دونوں کی آپ سے عقیدت مزید گہری ہو گئی۔

اب بیلفورٹ شہر کے حاکم برالیوں کے بیٹے ایرش اور اسکے محافظوں کا خاتمہ کر کے امیر طرنطائی آپ نے ثابت کر دیا ہے کہ آپ یقیناً ان جوانوں میں سے ہیں جو لاکھوں گرہیں اپنی ایک نظر سے کھول کر رکھ دیتے ہیں۔ اور جو دشمن پر قطار باندھ کر آتی یادوں کی طرح حملہ آور ہونیکا فن بھی خوب جانتے ہیں۔

امیر طرنطائی آپ نے ایرش اور اسکے ساتھیوں کی آنکھوں کے قرینے کھول دیئے ہیں انکے ہر خواب کے سرہانے پر بدگمانی کے کانٹے۔ دشت بے یقینی کا کرب۔ انکی آنکھوں کے بازا میں بجھی بجھی مشعلیں۔ سوختہ سوختہ چراغ جلا کر رکھ دیئے ہیں۔ آپ یقیناً ملت مسلمہ کے ان جوانوں میں سے ہیں جو اپنے دشمنوں کی پلکوں کی چوکھٹ پر بے انت کڑی

داستانیں رقم کرنے کا فن خوب جانتے ہیں امیر طانطائی آپکی اس کارکردگی پر میں اور میرا ساتھی دونوں سلام پیش کرتے ہیں۔

طرنطائی نے اپنے گھوڑے کے علاوہ جو اصطبل میں چھ گھوڑے بندھے ہوئے تھے وہ کھولے انہیں نکال کر باہر لایا اسکے بعد اس نے بڑی نرمی میں کہنا شروع کیا۔

سنو ابن حمدون اور ابن نمیس تم دونوں ایک ایک گھوڑے پر سوار ہو جاؤ باقی چاروں کو ہانک کر جنوب کی طرف لے جاؤ اسی بستی میں جانا جسکا میں تم سے پہلے ذکر کر چکا ہوں نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس نے فوراً طرنطائی کی ہدایت پر عمل کیا چار گھوڑوں کی لگامیں انہوں نے آپس میں باندھ دیں۔ دو گھوڑوں پر وہ سوار ہو گے پھر نمیر بن حمدون نے طرنطائی کی طرف دیکھا۔

امیر طرنطائی جس بستی کا نام آپ نے بتایا ہے اس میں قیام کے بعد ہم دونوں مصر کے سلطان رکن الدین کی خدمت میں حاضر ہونگے اور اس کاروان کی حالت بھی انکے سامنے بیان کرینگے امیر طرنطائی اگر آپ نے سلطان کو کوئی پیغام دینا ہو تو کہیں۔

طرنطائی ابن حمدون اور ابن نمیس کو تھوڑی دیر بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر بول پڑا سنو میرے محترمو! جب تم سلطان رکن الدین کی خدمت میں حاضر تو تو میرا یہ پیغام دینا کہ طرنطائی دمشق میں اپنا کام مکمل کرنیکے بعد بیلفورٹ پہنچ چکا ہے اور میرے رسولؐ کی اہانت پر جو کتابیں پادری اور راہب لکھتے ہیں انکا خاتمہ کرنیکے بعد میں مصر پہنچونگا۔ سلطان سے میرا سلام کہنا اب یہاں سے کوچ کر جاؤ اسکے ساتھ ہی نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس دونوں نے بڑے شکر گزار انداز میں طرنطائی کی طرف دیکھا پھر کہا امیر طرنطائی آپ کیا اب بیلفورٹ شہر میں داخل ہونگے طرنطائی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی میرے عزیز تمہارا کہنا درست ہے میں بیلفورٹ میں داخل ہونگا اور ان پانچوں کی لاشیں اپنے ساتھ لیکر جاؤنگا اور بیلفورٹ کے حکمران برالیون پر یہ واضح کرنیکی کوشش کرونگا کہ ان پر کوئی حملہ آور ہوا تھا اور میں ان پانچوں کی لاشیں اٹھا کر یہاں لے آیا میرا خیال ہے کہ اس طرح میں بیلفورٹ کے حکمران برالیون کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤنگا اور اسکی ہمدردیاں حاصل کرنیکے بعد میں اسکے ہاں چند دن قیام کر سکوں گا اسی قیام کے دوران میں بیلفورٹ کے شیطانوں کو قتل کرنیکے بعد مصر کی طرف کوچ کرونگا اب تم اپنے گھوڑوں کو

ایڑ لگاؤ اور یہاں سے کوچ کر جاو۔ نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس نے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور دوسرے گھوڑوں کو اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے جنوب کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

امیر طرنطائی بھی اپنے گھوڑے کی باگ تھامے لکڑی کے اس جھونپڑے سے نکلا وہ اس جگہ آیا جہاں بیلفورٹ کے حکمران برالیون کے بیٹے ایرش اور اسکے محافظوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں انکے گھوڑے بھی قریب ہی کھڑے تھے چاروں لاشوں کو اٹھا کر اس نے چار گھوڑوں پر رکھا جبکہ ایرش کی لاش اس نے اسکے گھوڑے پر رکھ دی اسکے بعد وہ اپنے گھوڑے پر بیٹھنے لگا تھا کہ چونک سا پڑا اور رک گیا اپنے گھوڑے کے ساتھ بندھا ہوا آہنی عصا اس نے فوراً اتار لیا اور اسکی ٹیک لگاتے ہوئے وہ پھر ایک اپاہج راہب کی صورت اختیار کر گیا تھا اسلئے کہ اس نے دیکھا دریائے لیطانی کے چوبی پل پر چار سوار اسی سمت آرہے تھے جہاں طرنطائی کھڑا تھا۔

اپنے گھوڑے کے پاس تھوڑی دیر کھڑا رہنے کے بعد طرنطائی نے کچھ سوچا پھر آہنی عصا کو ٹیکتا اور لنگڑاتا ہوا وہ بائیں ہاتھ بڑھا اور بارش میں بھیگی ہوئی ایک چٹان پر اپنے آہنی عصا کی ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا بارش اب قدرے تھم چکی تھی تاہم آسمان پر ابھی تک گہرے بادل چھائے ہوئے تھے شاید وہ دریائے لیطانی کے پل سے آنے والوں کا انتظار کرنے لگا تھا۔

چاروں سوار طرنطائی کے قریب آکر اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے پھر وہ آگے بڑھے جب انہوں نے لاشوں کا جائزہ لیا تو وہ تڑپ اٹھے وہ چاروں بھاگتے ہوئے طرنطائی کے قریب آئے پہلے بڑے غور سے وہ طرنطائی کا حلیہ دیکھتے رہے اس دوران طرنطائی اپنے آہنی عصا کا

سہارا لیتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا لنگڑاتا ہوا وہ چند قدم آگے بڑھا تھا پھر پوچھا۔

کیا میں جان سکتا ہوں تم لوگ کون ہو تاکہ میں تمہیں کچھ تفصیل بتا سکوں اس پر ایک جوان جو انکا سرکردہ لگتا تھا بول پڑا۔

میرا نام ایلواس ہے اور میں بیلفورت کے ٹیمپلروں کا نائب سالار ہوں۔ ایلواس کا نام سنکر لمحہ بھر کیلئے طرنطائی کا چہرہ غصے میں تانبہ ہو گیا تھا اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا ایلواس وہ شخص تھا جسے طرنطائی نے اپنا نشانہ اور اپنا ہدف بنانا تھا تاہم وقت طور پر وہ سنبھل گیا اور ایلواس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے سلسلہ کلام شروع کیا۔

میرا نام لیوس ہے اور میں دمشق سے بیلفورٹ کی طرف آیا ہوں اور بیلفورٹ میں میرے آنے کا جو مقصد ہے وہ وہاں کا بشپ ہروس جانتا ہے اسلئے کہ محترم ہروس کو میرے آنیکی اطلاع پہلے مل ہی چکی ہے۔

سنو ٹیمپلرز کے نائب سالار میں دریائے لیطانی کے کنارے کنارے اس سمت آ رہا تھا کہ انکو میں نے دریا کے کنارے لت پت پایا ان میں سے جو چار تھے وہ تو دم توڑ چکے تھے لیکن ایک جس نے مجھے اپنا نام ایرش بتایا تھا وہ زندہ تھا لیکن اسکی بدقسمتی کہ میں اسکی کوئی مدد نہیں کر سکا۔ جونہی میں اسکے پاس پہنچا اپنے گھوڑے پر بندھی ہوئی چھاگل سے اسے پانی پلانا چاہا تو یہ صرف مجھے اتنا ہی بتا سکا کہ اسکا اور اسکے چاروں ساتھیوں کا قاتل مصر کے سلطان رکن الدین کا ایک سالار........

ایلواس اسکے آگے یہ ایرش کچھ نہ بتا سکا دم توڑ گیا کاش یہ اپنا جملہ مکمل کرتا اور بتا سکتا کہ اسکا اور اسکے چار ساتھیوں کا قاتل رکن الدین کا کون سا سالار ہے تو قسم یسوع مسیح کی میں بیلفورٹ کی طرف جانیکے بجائے سب سے پہلے مصر کا رخ کرتا اس قاتل کو موت کے گھاٹ اتارتا پھر بیلفورٹ آکر اسکے باپ اور بیلفورٹ کے حکمران برالیون کو اسکے بیٹے کے قاتلوں کے خاتمے کی اطلاع کرتا پر افسوس ایسا نہ ہو سکا۔

ایلواس نے تھوڑی دیر تک توصیفی انداز میں امیر طرنطائی کی طرف دیکھا پھر خوشی کے اظہار میں وہ کہنے لگا۔

مقدس باپ۔ آپکے جذبات آپکے خیالات۔ آپکے الفاظ ایسے ہیں جن کے لئے جس قدر بھی شکریئے کہ الفاظ استعمال کئے جائیں وہ کم ہیں امیر طرنطائی ایلواس کی بات

کاٹتے ہوئے پھر بول پڑا۔

ایلواس میں ان پانچوں کی لاشوں کو انکے گھوڑوں پر لاد کر بیلفورٹ کی طرف روانہ ہونے ہی والا تھا کہ اوپر سے تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگئے ہو اسطرح تم لوگوں نے میرا کام آسان کر دیا ہے اب تم لوگ ان لاشوں کو سنبھالو اور بیلفورٹ شہر کی طرف چلو۔ پر جانے سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ جس کلیسا میں بشپ ہروس نے قیام کر رکھا ہے کیا اسکے نزدیک کوئی سرائے بھی ہے۔

مقدس باپ۔ آپکو کسی سرائے میں قیام کرنیکی کیا ضرورت ہے آپ کلیسا کے بشپ ہروس کے یہاں قیام کریں اسلیئے کہ آپ خود یہ بتا چکے ہیں کہ کسی خاص مقصد کیلیئے دمشق سے بیلفورٹ کی طرف آئے ہیں اور اس مقصد سے ہروس کو پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا ہے اس نے یہ الفاظ بڑی عقید تمندی اور خلوص سے ادا کیئے تھے۔

ایلواس! تیرا کہنا درست ہے جس مقصد کیلیئے میں بیلفورٹ آیا ہوں وہ مقصد انتہائی خطرناک ہے اگر کسی مسلمان جاسوس کو یہ خبر ہو گئی کہ میں اس مقصد کے تحت بیلفورٹ کی طرف آیا ہوں تو پھر میری ہی نہیں ہروس کے علاوہ اور بہت سے لوگوں کی جانیں بھی خطرے میں پڑ جائینگی۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر کسی مسلمان جاسوس کو میرے آنے کی اطلاع ہو اور وہ میرے خلاف ہی حرکت میں آئے تو دوسروں کو کوئی نقصان نہ پہنچائے اسلیئے میں کلیسا کے بجائے کسی سرائے میں قیام کرنے کو ترجیح دونگا بڑے ناصحانہ سے انداز میں امیر طرنطائی نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ جواب میں ایلواس پھر بول پڑا۔

مقدس باپ! اگر آپ اپنے مقصد اور اپنے مشن کو سامنے رکھتے ہوئے کلیسا کے بجائے سرائے ہی میں قیام کرنیکی ٹھان چکے ہیں تو جس کلیسا میں محترم بشپ ہروس قیام کرتے ہیں وہ شہر کے شمال مشرق میں ہے اور یہ کہ اس کلیسا کے قریب ہی ایک فرلانگ کے فاصلے پر ایک عمدہ قسم کی سرائے ہے اس میں قیام کر سکتے ہیں۔

ایلواس تم نے میری ساری الجھنیں آسان کر دی ہیں میرے خیال میں اب تم ان لاشوں کو لے چلو میں جس سرائے کا تم نے ذکر کیا ہے اسی سرائے میں قیام کرونگا اور ہاں ان لوگوں کے مارے جانیکے سلسلے میں اگر بیلفورٹ کا حکمران برالیون کسی سلسلے میں مجھ سے تفصیل جاننا چاہے تو تم لوگ کسی بھی وقت مجھے سرائے سے طلب کر سکتے ہو

ناصحانہ سے انداز میں یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے امیر طرنطائی اپنا عصا زمین پر ٹیکتا ہوا اب اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا تھا۔

گھوڑے کے قریب جا کر جب لنگڑاتے ہوئے امیر طرنطائی نے اپنا عصا گھوڑے کی زین سے باندھ کر گھوڑے پر سوار ہونا چاہا تو ایلواس بھاگ کر آگے بڑھا۔

مقدس باپ۔ گھوڑے پر بیٹھنے میں میں آپکی مدد کرتا ہوں اتنی دیر تک بڑی پھرتی سے کام لیتے ہوئے طرنطائی گھوڑے پر بیٹھ گیا پھر مسکرا دیا۔

ایلواس تمہیں ایسا کرنیکی ضرورت پیش نہیں آئیگی میں گھوڑے پر بیٹھنے کا عادی ہوں میں مسلمانوں کے خلاف ایک انتہائی سخت اور ایک انتہائی اہم مشن پر نکلا ہوں اگر میں خود گھوڑے پر نہ بیٹھ سکوں تو یہ مشن میں کیسے چلاؤں گا۔ طرنطائی کے ان الفاظ سے ایلواس خوش ہو گیا تھا پھر طرنطائی نے اپنے گھوڑے کو ایک انگیخت کرنے والی ایڑ لگائی اور اسے پل کی طرف بھگا دیا تھا جبکہ ایلواس بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایرش اور اسکے ساتھیوں کی لاشیں سنبھالنے لگا تھا۔

ooo

آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس دریائے لیطانی کے کنارے کنارے گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے سوسہ کی اس سرائے کے پاس جا پہنچے تھے جسکا ذکر ان سے امیر طرنطائی نے کیا تھا جب وہ دونوں سوسہ کی سرائے کے صدر دروازے پر آئے تو انہوں نے دیکھا دروازے کے قریب ہی ایک نعل گر بیٹھا تھا اس وقت وہ ایک گھوڑے کی نعل بندی میں مصروف تھا۔

نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس دونوں اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر گئے اور سارے گھوڑوں کو انہوں نے سرائے کی دیوار کے پاس کھڑا کر دیا اور خود بھی انکے پاس کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے نعل گر نے ایک سرسری سی نگاہ ان پر ڈالی پھر دوبارہ وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

نعل گر جب اپنے کام سے فارغ ہوا اور جس گھوڑے کی وہ نعل گری کر رہا تھا اسکا مالک اس گھوڑے کو لے گیا اسے اکیلا اور فارغ دیکھتے ہوئے نمیر بن حمدون اور غسان

بن نمیس دونوں اسکے قریب گئے پھر نمیر بن حمدون اسکے قریب ترہوا اور اپنا منہ اسکے کان کے قریب لے جاتے ہوئے پوچھنے لگا اگر میں غلطی پر نہیں تو تم عمیس بن حزرون ہو۔

میں ہی عمیس بن حزرون ہوں اور اس سرائے سے باہر نعل گری کا کام کرتا ہوں کہو مجھ سے تمہیں کوئی کام ہے یا اپنے گھوڑوں کی نعل بندی کرانا چاہتے ہو عمیس بن حزرون نے بڑی نرم آواز میں نمیر بن حمدون سے پوچھا تھا۔ اس پر نمیر بن حمدون جواب دینے لگا۔

ابن حزرون کیا تو کسی ایسے شخص کو جانتا ہے جسکا نام طرنطائی ہو۔

ان الفاظ پر عمیس بن حزرون چونک ساپڑا۔ پھر اس نے سرگوشی کی۔

اجنبی! میں نہیں جانتا تم دونوں کون ہو کن سرزمینوں سے تمہارا تعلق ہے اور تم کہاں اور کدھر سے آرہے ہو لیکن اگر تمہیں امیر طرنطائی سے کوئی واسطہ ہے تو سنو وہ اپنی قوم کی خودداری و خودآگاہی کی امیدوں کا چہرہ اور ملت کے امکانوں کا پیکر ہے اپنوں کیلئے وہ شہر آشنائی اور ملت کے دشمنوں کے لئے مساموں میں اتر جانے والا زہر ہے اپنی قوم اپنی ملت کیلئے وہ بے کل جستجو کا نیا ساحل جزیرہ در جزیرہ پھیلتی زندگی کا اصل اور حیات جاوداں کی بشارت کی مانند ہے سنو اجنبی امیر طرنطائی ہمارے لئے خواب خوش رنگ، سخن شریں، روح کی گہرائی اور جذبوں کی مہک ہے۔ کہو تم اس سے متعلق کیا کہنا چاہتے ہو۔

نمیر بن حمدون ایک بار پھر اپنا منہ عمیس بن خزرون کے کان کے قریب لے گیا۔

ابن خزرون ہم امیر طرنطائی ہی کے بھیجے ہوئے ہیں ہمارے پاس چار فالتو گھوڑے ہیں ہم یہ بیچنا چاہتے ہیں امیر نے تمہارا ذکر کیا تھا کہ ابن خزرون سے کہنا وہ تمہاری مدد کریگا۔

یہ گفتگو سنتے ہی ابن خزرون اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

تم دونوں یہیں اپنے گھوڑوں کے پاس کھڑے رہو۔ کسی کے سامنے میرے ساتھ تعلق کا ذکر مت کرنا۔ نہ ہی یہاں امیر طرنطائی کا نام لینا۔ میں ابھی آتا ہوں اسکے ساتھ ہی ابن خزرون ایک طرف نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ آیا نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس کے سامنے آن رکا اسکے ساتھ ڈھلتی ہوئی عمر کا ایک شخص تھا جو شاید گھوڑوں کا تاجر تھا اسے

مخاطب کر کے ابن خزرون کہنے لگا۔

یہ جو دو بوڑھے سامنے کھڑے ہیں یہ شمال کی طرف سے آئے ہیں میرے پاس رکے ہیں اور یہ خواہش ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اپنے چار گھوڑے بیچنا چاہتے ہیں جس تاجر کو ابن خزرون لیکر آیا تھا اس نے نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس سے گفتگو شروع کی چاروں گھوڑے اس نے خرید لئے رقم موقع پر ادا کی اور چاروں گھوڑے وہاں سے لیکر چلا گیا تھا۔

جب وہ تاجر گھوڑوں کو لیکر چلا گیا تو نمیر بن حمدون پھر عمیس بن خزرون کے پاس آیا نقدی کی تھیلی جو تاجر نے اسے دی تھی وہ اس نے عمیس بن خزرون کے سامنے رکھے ایک کپڑے پر اس نے الٹ دی۔ پھر جتنے سکے تھے انہیں نمیر بن حمدون نے دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اس نے اس تھیلی میں ڈل لیا جو اسکے پاس تھی پھر وہ کھڑا ہو گیا۔

عمیس بن خزرون جو نقدی مجھے ملی ہے اس میں سے آدھی میں نے اور غسان بن نمیس نے رکھ لی ہے آدھی تمہارے پاس چھوڑتے ہیں یہ تمہارا حق ہے میں جانتا ہوں تم اس سرائے سے باہر بیٹھ کر نعل بندی کا کام کرتے ہو محنت سے روزی کماتے ہو۔ نمیر بن حمدون پھر عمیس بن خزرون کے قریب ہوا اور اسکے کان میں سرگوشی کی۔

ابن خزرون تو چونکہ امیر طرنطائی کا آدمی ہے اور قسم خداوند قدوس کی امیر طرنطائی کیلئے تو ہم اپنی جانیں نہیں اپنی روحیں جسم کی ہر شئے قربان کر سکتے ہیں ابن خزرون یہ نقدی لیتے ہوئے ہچکچانا مت یہ تمہارا حق بنتا ہے عمیس بن خزرون جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس ایک دوسرے کو اشارہ کرتے ہوئے گھوڑوں پر بیٹھے انہیں ایڑ لگائی اور وہاں سے کوچ کر گئے تھے ابن خزرون انہیں عقید تمندی سے دیکھتا رہ گیا تھا۔

OOO

امیر طرنطائی ایک روز راہب کے لباس میں اپنا آہنی عصا ٹیکتا ہوا بیلفورٹ شہر کے شمال مشرق میں جو کلیسا تھا اس میں داخل ہوا کلیسا کی عمارت کافی بڑی وسیع اور دریا کے دو متوازی کناروں کی طرح بنی ہوئی تھی اپنا عصا ٹیکتا ہوا طرنطائی کلیسا میں ایک

نوجوان پادری کے پاس رکا اور اسے مخاطب کر کے پوچھا میرے بھائی میں اس کلیسا میں اجنبی ہوں ۔یوں جانو کہ میں اس شہر بیلفورٹ میں بھی ایک ناآشنا ہوں ۔مجھے بشپ ہروس سے ملنا ہے کیا اس سلسلے میں تم میری رہنمائی کرو گے۔

وہ نوجوان تھوڑی دیر تک بڑی عقیدت سے اپنے سامنے کھڑے لنگڑے راہب کی طرف دیکھتا رہا پھر بول پڑا اگر آپ اس شہر اور اس کلیسا میں اجنبی ہیں تو آپکو فکر مند ہونیکی ضرورت نہیں ہے ۔آپ میرے ساتھ آئیں میں آپکو بشپ ہروس کے پاس لیکر چلتا ہوں اسکے ساتھ ہی وہ پادری ایک سمت چل دیا ۔امیر طرنطائی راہب کے لباس میں اپنے عصا پر لنگڑا کر چلتا ہوا اسکے پیچھے پیچھے ہو لیا تھا۔

امیر طرنطائی کے دائیں ہاتھ میں اسکا آہنی عصا تھا ۔بائیں کندھے پر اس نے ایک کافی بڑی چرمی تھیلی لٹکا رکھی تھی ۔جب وہ اس پادری کے پیچھے چلا جا رہا تھا پادری ایک کمرے کے سامنے رک گیا پھر آگے بڑھ کر اس نے اس کمرے کے دروازے پر دستک دی تھوڑی دیر بعد اڈھیر عمر کے ایک شخص نے دروازہ کھولا اسے دیکھتے ہی نوجوان پادری چونکا پھر بڑی ارادتمندی سے اسے مخاطب کیا۔

مقدس باپ! یہ میرے پیچھے جو نوجوان راہب کھڑا ہے اسکا کہنا ہے کہ یہ اس کلیسا میں ہی نہیں بلکہ اس شہر میں بھی اجنبی ہے اور آپ سے ملاقات کرنے کا خواہشمند ہے دروازہ کھولنے والا بشپ ہروس ہی تھا جس نے تھوڑی دیر تک بغور سر سے لیکر پاؤں تک امیر طرنطائی کا جائزہ لیا ۔پھر اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ بول پڑا۔

نوجوان راہب اگر میں غلطی پر نہیں اور جو کچھ حلیہ مجھے قاصد کے ذریعے بھجوایا گیا تھا وہ میرے ذہن سے اتر نہیں گیا تو تمہارا نام لیوس ہے اور تم دمشق سے آئے ہو ۔امیر طرنطائی نے سر کو کسی قدر جھکا دیا مقدس باپ آپکا اندازہ درست ہے ۔میں ہی راہب لیوس ہوں اور دمشق سے آیا ہوں اور ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں آپ سے ملاقات کا متمنی ہوں۔

امیر طرنطائی کے ان الفاظ کے بعد بشپ ہروس اپنے کمرے سے باہر نکلا بڑی عقیدت کے ساتھ اس نے طرنطائی کو اپنے گلے لگا کر اسکی پیشانی چومی پھر بڑی فراخدلی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے اپنے خیالات کا اظہار کرنا شروع کیا۔

راہب لیوس! جس کام کا بیڑہ تم نے اٹھایا ہے وہ انتہائی محترم اور مقدس ہے اس کام کے حوالے سے اور تمہارے راہب ہونیکی وجہ سے تم جب چاہو میرے کمرے میں بغیر اجازت کے آسکتے ہو تمہیں نہ میرے دروازے پر دستک دینے کی ضرورت ہے اور نہ اجازت طلب کرنیکی پھر نوجوان پادری کی طرف بشپ ہروس متوجہ ہوا۔

اب تم جاؤ تمہاری بڑی مہربانی تم نے میرے معزز مہمان کو میرے کمرے تک پہنچایا ۔اسکے ساتھ ہی بشپ ہروس امیر طرنطائی کا بازو پکڑ کر اپنے کمرے میں لے گیا تھا ۔اپنے ساتھ نشست پر امیر طرنطائی کو بٹھایا پھر پوچھنا شروع کیا۔

میرے معزز اور محترم مہمان کیا دمشق سے بیلفورٹ تک سفر کرتے ہوئے راستے میں کوئی دقت ۔دشواری یا پریشانی تو پیش نہیں آئی جواب میں امیر طرنطائی مسکرا دیا۔

مقدس باپ! میں نے یہ سفر بڑے آرام سے کیا دراصل میں کل کا آیا ہوا ہوں میں نے شہر سے باہر اور کلیسا کے نزدیک جو سرائے ہے اس میں قیام کر رکھا ہے میرے کام کی نوعیت ایسی ہے کہ میں زیادہ کھل کر آپ سے نہیں ملنا چاہتا میں آج بھی رات کے وقت اسلیئے آیا ہوں تاکہ مجھے آپکی طرف آتا ہوا کوئی دیکھ نہ سکے مجھے شک ہے کہ کوئی مسلمان جاسوس مجھے کہیں دیکھ نہ لے جب بھی میں آپ سے ملنے کیلیئے آؤنگا تو رات ہی کے وقت آؤنگا ہروس نے توصیفی انداز میں امیر طرنطائی کی طرف دیکھا۔

راہب لیوس تمہارا کہنا درست ہے تم بہت عاقل اور دانشمند انسان لگتے ہو ۔جو کام ہم نے شروع کر رکھا ہے اسکا تقاضہ ہے کہ اس میں پوری رازداری سے کام لیا جائے۔

مقدس باپ! کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں آپکے ساتھ ساتھ ان دو پادریوں سے بھی مل سکوں جنکے نام خوناس اور ابروق ہیں ۔جو مسلمانوں کے رسولؐ کے خلاف کتابچے لکھنے میں آپکی مدد کرتے ہیں اور آپکے بہترین معاون ثابت ہوتے ہیں یہ التجا امیر طرنطائی نے بڑی عاجزی سے ہروس سے کی تھی جسکے جواب میں بشپ ہروس اپنی جگہ سے اٹھا۔

میرے محترم مہمان تم تھوڑی دیر بیٹھو میں تمہاری خواہش کا احترام کرونگا میں خود ان دونوں کو بلا کر لاتا ہوں اسکے ساتھ ہی بشپ ہروس اس کمرے سے نکل گیا تھا تھوڑی دیر بعد دو جوان پادریوں کو لیکر ہروس اس کمرے میں داخل ہوا اور امیر طرنطائی کی طرف

دیکھا۔

راہب لیوس یہ جو دو جوان میرے ساتھ آئے ہیں ان میں سے جو دائیں طرف ہے یہ خوناس ہے اور بائیں طرف والا ابزوق ہے اپنے آہنی عصا کا سہارا لیتے ہوئے طرنطائی اپنی جگہ پر اٹھا ان دونوں جوان پادریوں سے اس نے باری باری مصافحہ کیا۔ اس موقع پر بشپ ہروس پھر بول پڑا۔ اور ان پادریوں سے کہنے لگا۔

یہ جو راہب تم دیکھتے ہو جو لنگڑا کر چلتا ہے جسکے ہاتھ میں آہنی عصا ہے یہ دمشق سے آیا ہے اسکا نام لیوس ہے۔ وہی لیوس جسکے متعلق میں تمہیں پہلے ہی اطلاع کر چکا ہوں لیوس کا نام سنتے ہی وہ دونوں پادری پھر ایک بار عقیدت میں آگے بڑھے ار پرجوش انداز میں انہوں نے طرنطائی سے مصافحہ کیا تھا پھر وہ بشپ ہروس کے سامنے بیٹھ گئے تھے۔

کمرے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر امیر طرنطائی کی آواز گونجی

"مقدس باپ ہروس۔ آپ کب تک مزید کتابچے میرے حوالے کر سکتے ہیں۔ تا کہ میں انہیں لے کر دمشق کی طرف روانہ ہوں اور بڑی رازداری کے ساتھ انکی تقسیم کا کام شروع کر سکوں۔

راہب لیوس۔ اس کام کیلئے تمہیں چند روز تک یہاں قیام کرنا پڑیگا۔ اس دوران ہم بڑی تیزی سے کام لیتے ہوئے تمہارے لئے مناسب تعداد میں کتابچے تیار کر لینگے پھر تم انہیں لے کر دمشق کی طرف روانہ ہو جانا۔ راہب لیوس اب تو ہمارے لئے بڑا محترم بڑا مقدس ہے اپنی دانشوری کی وجہ سے بھی اور اپنے ان فرائض کی بنا پر بھی جو تو نے اپنے ذمے لے لئے ہیں۔ جب تک تمہارا یہاں قیام ہے تم کھانا ہمارے ساتھ کھایا کرو گے اور ہاں یہاں قیام کے دوران تمہیں کسی بھی شئے کی ضرورت ہو تو مجھ سے طلب کرتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس نہ کرنا یہ الفاظ بشپ ہروس نے بڑی شفقت سے امیر طرنطائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہے تھے۔

پھر قبل اسکے کہ امیر طرنطائی بشپ ہروس کی اس گفتگو کا جواب دیتا۔ ہروس اپنی جگہ سے اٹھا اپنے کمرے کے کونے میں ایک فولادی بکس اس نے کھولا اس میں سے نقدی کی ایک بڑی تھیلی اس نے نکالی اور امیر طرنطائی کے سامنے رکھتے ہوئے مسکرایا اور کہنا شروع کیا۔

راہب لیوس۔ اس تھیلی میں کافی نقدی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر تم اسے سنبھال کر رکھو تو یہ نقدی کی تھیلی تمہاری ساری زندگی کیلئے کافی ہے یہ میری طرف سے تمہارے ان مقدس فرائض کا انعام ہے جسے تم پورا کرنے پر تلے ہوئے ہو اب کھانا کھاتے ہیں۔ اور سارے اکھٹے بیٹھ کر کھاتے ہیں اسکے بعد اگر تم چاہو تو سرائے کی طرف چلے جانا امیر طرنطائی نے بشپ ہروس کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر خوناس اور ابروق نے اٹھ کر کھانے کا انتظام کیا اسکے بعد چاروں نے ملکر اسی کمرے میں کھانا کھایا پھر امیر طرنطائی سرائے کی طرف چلا گیا تھا۔ اسطرح طرنطائی اب ہر روز بشپ ہروس اور پادری خوناس اور ابروق سے ملنے لگا تھا۔ وہ اس تاک میں تھا کہ کوئی مناسب موقع ملے اور وہ ان تینوں کو موت کے گھاٹ اتار دے۔

شام کے وقت ایک روز امیر طرنطائی بیلفورٹ شہر سے باہر کلیسا میں بشپ ہروس کے کمرے میں داخل ہوا۔اس نے دیکھا اس وقت ہروس کے علاوہ کمرے میں پادری خوناس اور ابروق بھی بیٹھے ہوئے تھے۔تینوں خاموش اداس اور فکر مند تھے۔انکی یہ حالت دیکھتے ہوئے امیر طرنطائی کے چہرے پر تفکرات پھیل گئے تاہم اپنے آہنی عصا کو ٹیکتا ہوا وہ کمرے میں داخل ہوا اور بشپ ہروس کے سامنے بیٹھ گیا۔

کمرے میں اس وقت گہری اداسی اور افسردگی چھائی ہوئی تھی۔امیر طرنطائی بولتے ہوئے اس اداسی اور افسردگی کی وجہ پوچھنا چاہتا تھا کہ بشپ ہروس نے آہستہ آہستہ اپنی گردن سیدھی کی اور امیر طرنطائی کی طرف دیکھا پھر کمرے میں اسکی آواز گونج گئی۔

راہب لیوس! میں تمہیں ایک بہت بری خبر سنانے والا ہوں اسی خبر ہی کی وجہ سے ہم تینوں اداس اور افسردہ بیٹھے ہوئے ہیں۔دیکھ لیوس! تھوڑی دیر پہلے دمشق کی طرف سے ایک قاصد آیا تھا اس نے خبر دی ہے کہ دمشق کے بشپ تغلیس کو قتل کر دیا گیا ہے۔ مسلمان حکمرانوں کو خبر ہو گئی تھی کہ انکے رسولؐ کے خلاف کتابچے تقسیم کرنے میں تغلیس کا ہاتھ تھا۔اسلئے تغلیس کے ساتھ جو پادری بھی اس کام میں ملوث تھے ان سب کی گردنیں کاٹ دی گئی ہیں۔دیکھ راہب لیوس یہ ایک انتہائی بری خبر ہے جو قاصد لیکر آیا ہے تم خوش قسمت ہو کہ تم اس حادثے سے پہلے دمشق سے نکل گئے ورنہ تمہاری بھی گردن

کاٹ دی جاتی۔

یہ خبر سنکر امیر طرنطائی بظاہر فکر مند ہو گیا تھا تھوڑی دیر تک وہ گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر بشپ ہروس کی طرف دیکھا۔

مقدس باپ دمشق سے آنے والے اس قاصد نے کیا میرے متعلق بھی کچھ کہا ہے جواب میں ہروس پھر بول پڑا۔

راہب لیوس! میں نے تمہارے متعلق اس قاصد سے جب پوچھا تو اسکا کہنا تھا کہ اسے یہ تو علم ہے کہ لیوس نام کے کسی لنگڑے راہب کو آپ اور دمشق کے درمیان رابطہ رکھنے کیلئے مقرر کیا گیا تھا لیکن قاصد کا کہنا ہے کہ وہ تمہیں شکل سے جانتا اور پہچانتا نہیں اس قاصد کو میں نے کلیسا کے مہمان خانے میں ٹھہرایا ہے میرے خیال میں ایک دو دن تک وہ واپس جانا پسند کریگا۔راہب لیوس فی الحال کتابچے تقسیم کرنے کا کام بند کیا جاتا ہے اسے کسی مناسب وقت پر اٹھا رکھنے کا عزم کیا گیا ہے۔لہذا اب تم واپس دمشق نہیں جاؤ گے۔

مقدس باپ! یہ تو بہت برا ہوا۔میری زندگی تو اجیرن ہو کر رہ جائیگی میں اب کسی بھی صورت دمشق نہیں جا سکتا اب اگر میں وہاں گیا تو مسلمان حکمران بشپ تغلیس کی طرح میری بھی گردن کاٹ کر رکھ دیں گے۔اور ان علاقوں میں کب تک کسمپرسی کی زندگی بسر کر سکونگا۔یہ الفاظ راہب لیوس نے بڑی عاجزی اور دردمندی سے ادا کئے تھے۔

امیر طرنطائی کے ان الفاظ سے ہروس بے حد متاثر ہوا۔

راہب لیوس! تم تنہا اکیلے بے بس اور لاچار نہیں ہو اسکے ساتھ ہی ہروس اپنی جگہ سے اٹھا اپنی پشت پر کمرے کے کونے میں لوہے کا ایک صندوق اس نے کھولا اس میں سے چمڑے کی ایک بڑی تھیلی اس نے نکالی اور مسکراتے ہوئے وہ تھیلی اس نے امیر طرنطائی کے سامنے رکھ دی تھی۔

طرنطائی نے بڑی بے چینی سے اس تھیلی کا منہ کھولا اس نے دیکھا تھیلی نقدی سے بھری ہوئی تھی۔پھر وہ سوالیہ انداز میں بشپ ہروس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

راہب لیوس! یہ نقدی کی دوسری تھیلی بھی تمہاری ملکیت ہے اب تمہیں فکر مند ہونیکی ضرورت نہیں اس نقدی کے علاوہ اگر تم مزید رقم کی ضرورت محسوس کرو گے تو

میں وہ بھی تمہیں مہیا کرونگا اب ان علاقوں میں میں تمہارا رہبر تمہارا نگہبان تمہارا محافظ ہوں۔ تمہاری ہر ضرورت تمہاری ہر خواہش کا خیال رکھونگا تمہیں اس سلسلے میں فکر مند ہونیکی ضرورت نہیں ہے۔

سنو راہب لیوس۔ تم اگر جس سرائے میں ٹھہرے ہوئے ہو اسی میں قیام رکھنا چاہو تب بھی تمہارے اخراجات پورے کئے جائینگے اور اگر تم وہاں سے اٹھ کر اس کلیسا میں آ کے قیام کرنا چاہو تب بھی تمہیں یہاں بہترین قیام گاہ مہیا کی جائیگی بہر حال اگر دمشق میں حالات ہمارے خلاف ہوگئے ہیں تو تمہیں فکر مند اور پریشان ہونیکی ضرورت نہیں ہے سرائے میں اس کلیسا میں یا بیلفورٹ شہر کے اندر جہاں چاہو گے تمہارا بہترین اور قابل تکریم قیام کا انتظام کیا جائیگا بس یوں جانو کہ وقتی طور پر تمہارا تعلق دمشق شہر سے ختم ہوا اب اس کلیسا اور بیلفورٹ شہر سے ہی تمہارا تعلق ہے اور یہی تمہاری قیام گاہ ہے۔

بشپ ہروس کی اس ساری گفتگو کے جوب میں امیر طرنطائی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ بشپ ہروس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔اس موقع پر پادری خوناس نے استفہامیہ سے انداز میں بشپ ہروس کی طرف دیکھا بشپ ہروس نے اسے اشارہ کیا جسکے جواب میں خوناس اٹھا اور دروازہ اس۔نے کھولا دروازہ کھلتے ہی ایک مسلح جوان کمرے میں داخل ہوا ایک قدم آگے بڑھا اپنی گردن کو خوب خم کرتے ہوئے وہ بشپ ہروس کے سامنے آداب بجا لایا پھر عقیدت میں ڈوبی ہوئی اسکی آواز سنائی دی۔

مجھے اس راہب سے ملنا ہے جسکا نام لیوس ہے جس نے آپکے یہاں قیام کر رکھا ہے میں پہلے اسکی تلاش میں اس کی سرائے کی طرف گیا تھا لیکن وہاں سے پتہ چلا کہ وہ کلیسا میں ہے اسے بیلفورٹ کے حاکم برالیون نے طلب کیا ہے۔

اس مسلح جوان کے اس انکشاف پر بشپ ہروس گردن جھکا کہ کچھ سوچتا رہا پھر اس نے گہری نگاہوں سے امیر طرنطائی کی طرف دیکھا۔

راہب لیوس کیا تم پہلے سے بیلفورٹ کے حکمران برالیون کو جانتے ہو اگر ایسا ہے تو یہ خوشی کا مقام ہے اور اگر تم اسے نہیں جانتے تو اس نے تمہیں کیوں طلب کیا ہے۔

مقدس باپ! میں برالیون کو پہلے سے نہیں جانتا امیر طفرنطائی نے بڑی انکساری سے جواب دینا شروع کیا تھا۔پر جس مقصد کے تحت اس نے مجھے بلایا ہے وہ میں

جانتا ہوں۔

اس لئے کہ جب میں دمشق سے بیلفورٹ کی طرف دریائے لیطانی کے کنارے کنارے آ رہا تھا تو میں نے دریائے لیطانی کے چوبی پل کے قریب پانچ اشخاص کو خون میں لت پت زمین پر پڑے ہوئے دیکھا میں نے انکا جائزہ لیا تو ان میں سے چار دم توڑ چکے تھے پانچواں زندہ تھا اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ برالیون کا بیٹا ایرش ہے میں ان کے قاتلوں کا نام جاننا چاہتا تھا مگر بد قسمتی سے وہ صرف یہ بتا سکا کہ۔

اسکا اور اسکے ساتھیوں کا قاتل مصر کے سلطان رکن الدین کا ایک سالار.........

بس مقدس باپ برالیون کا بیٹا ایرش اس سے زیادہ مجھے کچھ اور نہ بتا سکا اور موت نے اس پر غلبہ پا لیا ورنہ وہ اپنی بات مکمل کرتا اور بتا سکتا کہ مصر کے سلطان رکن الدین کے کس سالار نے اس پر حملہ آور ہو کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

جب ایرش پر موت چھا گئی تو میں ایرش اور اسکے ساتھیوں کی لاشوں کو انکے گھوڑوں پر لاد کر بیلفورٹ شہر کی طرف لانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ عین اسی وقت ٹیمپلرز کا نائب سالار ایلواس اپنے ساتھیوں سمیت وہاں پہنچ گیا میں نے اس حقیقت حال سے آگاہ کیا لہذا ایلواس ان لاشوں کو لیکر بیلفورٹ شہر کی طرف چلا گیا میں نے ایلواس کو بتایا تھا کہ اگر بیلفورٹ کا حکمران اس سلسلے میں میری ضرورت محسوس کرے تو میں نے کلیسا کے قریب جو سرائے ہے اس میں قیام کر رکھا ہے وہاں سے مجھے بلایا جا سکتا ہے میرے خیال میں بیلفورٹ کے حاکم برالیون نے مجھے اسی لئے طلب کیا ہوگا کہ وہ اپنے بیٹے کے مرنے کی تفصیل مجھ سے جاننا چاہتا ہوگا۔

امیر طرنطائی کے خاموش ہونے پر وہ نوجوان طرنطائی کی طرف دیکھتے ہوئے فوراً بول پڑا۔

آپ کی گفتگو سے میں نے جان لیا ہے کہ آپ ہی لیوس ہیں مقدس راہب لیوس یقیناً برالیون نے آپکو اسی لئے طلب کیا ہے کہ آپ سے اپنے بیٹے کے مرنے کی تفصیل معلوم کریں اس وقت بیلفورٹ شہر میں انطاکیہ کا شہنشاہ بوہیمان بھی اپنے بیٹے دروقہ کے ساتھ آیا ہوا ہے دراصل بوہیمان چاہتا ہے کہ اپنے بیٹے دروقہ کی نسبت برالیون کی حسین جمال بیٹی برینس سے کر دے۔

لیکن برینس کا چونکہ ان دنوں بھائی ایرش مارا گیا ہے لہذا برینس نے ان دنوں اپنی منگنی کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے اس نے یہ کہا ہے کہ جب تک وہ اپنے بھائی کا انتقام نہیں لے لیتی اس وقت تک وہ شادی کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی لہذا فی الحال یہ رسم ملتوی کر دی گئی ہے تاہم بیلفورٹ کا حکمران برالیون انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان کے بیٹے دروقہ کو اپنی بیٹی برینس کا رشتہ دینے کیلئے تیار ہے۔

مقدس راہب یوس کیا آپ ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ برالیون کے پاس جانے کیلئے تیار ہیں۔

امیر طرنطائی فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔

میرے رفیق میں ابھی اور اسی وقت تمہارے ساتھ جانیکے لئے تیار ہوں میں برالیون کو پوری تفصیل بتاؤنگا کہ کس طرح اسکے بیٹے سے میری ملاقات ہوئی اور اس نے مرنے سے پہلے کیا الفاظ کہے تھے۔ اس موقع پر بشپ ہروس فوراً بول پڑا۔

راہب یوس! تم نے چونکہ اب ان سرزمینوں میں مستقل طور پر قیام کرنا ہے اور یہاں میں تمہارا محافظ تمہارا نگہبان تمہارا پاسبان ہوں لہذا برالیون نے اگر تمہیں بلایا ہے تو میں تمہارے ساتھ جاؤنگا تا کہ اگر کوئی چیز وضاحت طلب ہو تو میں برالیون سے گفتگو کر سکوں اسکے ساتھ ہی برالیوس نے اپنے چھوٹے پادری خوناس کو اپنا گھوڑا تیار کرنیکے لئے کہا تھا یہ حکم سنتے ہی خوناس بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور گھوڑے کی تیاری کی اطلاع کی۔ اس کے بعد بشپ ہروس طرنطائی کو لیکر نکلا دونوں باری باری اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے وہ مسلح جوان جو بلانے کیلئے آیا تھا وہ بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پھر انہوں نے اپنے گھوڑوں کو مہمیز لگائی اور کلیسا سے وہ بیلفورٹ شہر کی روانہ ہو گئے تھے۔

بیلفورٹ کا حکمران برالیون اپنے قصر کے دارالعدل میں ایک بلند شہہ نشین پر بیٹھا ہوا تھا اسکے بائیں جانب شہہ نشین سے ذرا نچلے حصے پر ٹیمپلرز کا کماندار اول اور برالیون کا سپہ سالار اعلیٰ سیگر بیٹھا ہوا تھا سیگر کے پہلو میں ٹیمپلرز کا نائب کماندار ایلواس نشست سنبھالے ہوئے تھا جبکہ بیلفورٹ کے حکمران برالیون کے سامنے بائیں جانب بہت سے پادری اپنے اپنے مرتبے کے مطابق اپنی اپنی نشستیں سنبھالے ہوئے تھے۔ پادریوں کے سامنے انہی جیسی قطار کی صورت میں برالیون کے چھوٹے بڑے سالار اپنے اپنے مرتبے کے

مطابق بیٹھ چکے تھے۔

شہہ نشین کے اوپر برالیون کے دائیں جانب انطاکیہ کا شہنشاہ بوہیمان بیٹھا ہوا تھا بوہیمان کے ساتھ اسکا بیٹا دروقہ تھا۔ اور دروقہ کے پاس برالیون کی بیٹی برینس بیٹھی ہوئی تھی۔

برینس دراز قد اور انتہائی پرکشش ہونے کے ساتھ ساتھ نکہت وچاندنی میں نہائی شفق، محبت کے سبز ریشم اور تازہ سرخ پھولوں جیسی حسین۔ چاندنی کی ریزون موج در موج شادمانی اور بہاروں کی ارغوانی فصاؤں کے گیت جیسی پرکشش تھی۔ اسکے لب سرخ شعلے گال شوخ گلابی کرنیں تھیں۔ دارالعدل میں سب مردوں کے درمیان بیٹھی وہ یوں لگ رہی تھی گویا چاکلیٹی شام کی آغوش میں یادوں کے پر لگا کر تکمیل کے مرحلوں میں سے کوئی حسین پل علیحدہ آن کھڑا ہوا ہو۔ مجموعی طور پر برینس دھنک کے رنگوں میں تتلیوں کی طرح اترتے اشعار کی مانند خوبصورت رسیلے جھونکوں سے بغلگیر ہوتی پھولوں کی خوشبو جیسی حسین اور انگنت خوابوں میں اڑتے سارے راگوں کے میٹھے سروں جیسی جاذب نظر آتی تھی۔

اس موقع پر جبکہ برالیون اور انطاکیہ کا شہنشاہ بوہیمان دھیمی دھیمی آواز اور سرگوشی میں ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے تھے برالیون کا ایک چوبدار اندر آیا اپنے سر کو اس نے خوب خم کرتے ہوئے برالیون کو تعظیم پیش کی پھر وہ بول پڑا۔

آقا آپ نے لنگڑے راہب یوس کو طلب کیا تھا جو دمشق سے آیا ہے جس نے ایرش کے ساتھ اسکی موت سے چند لمحے پہلے گفتگو کی تھی اس لنگڑے راہب کے ساتھ ہمارے بشپ ہروس بھی آئے ہیں اور دونوں اس وقت باہر کھڑے ہیں۔

بشپ کا نام سنتے ہی برالیون ایک طرح سے چونکا پھر اس نے داروغہ کو ڈانٹ دینے کے انداز میں کہا۔ اگر بشپ ہروس اس لنگڑے راہب کے ساتھ ہیں تو انہیں باہر کیوں روکا گیا ہے۔ دونوں کو فی الفور اندر لایا جائے چوبدار فوراً پلٹا اور باہر نکل گیا تھوڑی ہی دیر بعد ہروس اور امیر طرنطائی اندر داخل ہوئے تھے ان کے آنے پر سارے پادری سالار حتیٰ کہ بوہیمان برالیون دروقہ اور برینس بھی اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

اسکے بعد ہاتھ کے اشارے سے برالیون نے شہہ نشین کے اوپر ایک خالی نشست

کی طرف اشارہ کیا اور ہروس کو بیٹھنے کیلئے کہا۔ اس موقع پر ہروس نے امیر طرنطائی کی طرف دیکھا۔

راہب لیوس تم بھی میرے ساتھ آؤ شہہ نشین کے اوپر بیٹھیں امیر طرنطائی کہنے لگا میرے ساتھ بیلفورٹ کا حکمران برالیون مخاطب ہوگا لہذا جب تک وہ میرے ساتھ گفتگو کرتا ہے میں یہیں سامنے کھڑا رہ کر اس سے گفتگو کرونگا جب وہ مطمئن ہو جائیگا تب میں آپکے پاس آن بیٹھونگا۔ لگتا تھا ہروس امیر طرنطائی کی گفتگو سے مطمئن ہو گیا تھا لہذا وہ شہہ نشین کے اوپر جا کر ایک خالی نشت پر بیٹھ گیا تھا۔ امیر طرنطائی تھوڑا سا آگے بڑھا۔ برالیون کے قریب ہوا اور اپنے آہنی عصا کی ٹیک لگاتے ہوئے بول پڑا۔

میں بیلفورٹ کے حکمران برالیون پر یہ انکشاف کرتا ہوں کہ میرا تعلق دمشق سے ہے میں ہی وہ لنگڑا راہب لیوس ہوں جسے آپ نے طلب کیا کہئے آپ نے مجھے کس غرض سے بلایا ہے۔

محترم راہب میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ موت سے پہلے میرے بیٹے نے تمہارے ساتھ کیا گفتگو کی تھی میں اس لحاظ سے بھی تمہارا ممنون و مشکور ہوں کہ جس وقت ایلو اس وہاں پہنچا تم میرے بیٹے اور اسکے محافظوں کی لاشیں انہیں کے گھوڑوں پر لاد کر بیلفوٹ کی طرف لانے والے تھے امیر طرنطائی کی طرف بڑے غور اور محبت بھرے انداز میں دیکھتے ہوئے برالیون نے یہ الفاظ ادا کئے تھے۔ جواب میں امیر طرنطائی بھی بول پڑا۔

برالیون میں ایک خاص مقصد کے تحت دمشق سے بیلفورٹ کی طرف آرہا تھا کہ راستے میں مجھے خون میں لت پت لوگ دکھائی دیئے ان میں سے چار دم توڑ چکے تھے ایرش زندہ تھا جب میں نے اسکا نام پوچھا تو اس نے آپکا حوالہ دیتے ہوئے اپنا نام بتایا اور یہ بھی کہا کہ اسے اور اسکے ساتھیوں کا قتل کرنے والا مصر کے سلطان کا ایک سالار ۔۔۔۔۔

برالیون! تمہارا بیٹا یہیں تک کہنے پایا تھا کہ موت نے اسے دبوچ لیا اور وہ اپنے الفاظ پورے نہ کر سکا اگر وہ قاتل کا نام بتا دیتا اور وہ مجھے مل جاتا تو میں اسے زندہ نہ چھوڑتا۔
اس موقع پر برالیون کے سپہ سالار اعلیٰ سیگر نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا اور پھر طنزیہ سے انداز میں کہا اگر ایرش اس سالار کا نام بتا بھی دیتا تو تم اسکا کیا بگاڑ لیتے کیا تمہاری یہ گفتگو غیر محل نہیں ایک راہب اور اس پر یہ کہ تم لنگڑے ہو پھر اس شخص سے کیسے انتقام لے لیتے

سیگر کی اس گفتگو کو وہاں بیٹھے ہوئے سارے پادریوں نے ناک منہ چڑھا کر نا پسند کیا یہ ایک طرح سے راہب کی تضحیک تھی لہذا انکے لئے ناپسندیدہ تھی بشپ ہروس نے بھی کھا جانے والی نگاہوں سے سیگر کی طرف دیکھا تھا اس موقع پر امیر طرنطائی بھی سیگر کی طرف دیکھتے ہوئے بول پڑا۔

قبل اس کے میں تمہارے ساتھ گفتگو کا آغاز کروں کیا میں جان سکتا ہوں کہ تم کون ہو سیگر کے بجائے برالیون بول پڑا یہ میرا سپہ سالار اعلیٰ سیگر ہے طرنطائی نے اس بڑی جرأتمندی اور عزم میں ڈوبی ہوئی آواز میں سیگر کو مخاطب کیا۔

سیگر! جس شخص نے ایرش اور اسکے ساتھیوں کو قتل کیا قسم یسوع مسیح کی اگر وہ دریائے لیطانی کے کنارے مجھے موقع پر مل جاتا تو میں مار مار کر اسکی وہ حالت کرتا کہ زمانہ دیکھتا اور اس سے ایرش اور اسکے محافظوں کے قتل کو خوب انتقام لیتا اپنے ہاتھوں سے اسکی گردن کاٹتا اور اسکا سر لا کر برالیون کے سامنے پیش کر دیتا۔

اس موقع پر سیگر نے پھر ایک قہقہہ لگایا اور طنزیہ گفتگو شروع کی۔ ایک راہب سے اور وہ بھی لنگڑا ہو ایسی گفتگو غیر مناسب اور بے محل نہیں لگتی امیر طرنطائی سیگر کی اس گفتگو کا جواب دینے ہی لگا تھا کہ بیلفورٹ کا حکمران برالیون بھی بول پڑا۔

راہب لیوس! میرے خیال مین سیگر ٹھیک کہتا ہے کیا تمہاری گفتگو کچھ غیر راہبانہ نہیں ہے! ایک راہب کا کیا کام کہ وہ ایسی گفتگو کرے اور پھر راہب کیسے اس شخص کا مقابلہ کر سکتا ہے جو اکیلا پانچ کو قتل کر کے چل دیا ہو۔ جواب میں امیر طرنطائی بھڑک اٹھا۔

برالیون! آپکا کہنا درست ہے پر کاش وہ قاتل مجھے دریائے لیطانی کے کنارے مل جاتا تو پھر میں اس سے ٹکراتا اور اس پر واضح کرتا کہ پانچ کے قاتلوں سے کس طرح انتقام لیا جاتا ہے محترم برالیون آپکے اس دارالعدل میں سیگر ایک واحد شخص ہے۔ جو میری گفتگو کو تضحیک کا نشانہ بنا رہا ہے اور ایک راہب کی حثیت سے میری ایسی گفتگو کو بے محل اور غیر راہبانہ کہتا ہے محترم برالیون آپکے علاوہ میں سیگر سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا کوئی راہب یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ ایک اچھا تیغ زن ہونے کا دعویٰ کرے یا کسی قاتل سے انتقام لینے کا عزم کر بیٹھے سیگر پھر بول پڑا۔

مقدس راہب ۔آپ کی گفتگو یقیناً نمیر راہبانہ ہے ایک راہب کا تیغ زنی سے کیا کام راہب جو دنیا کی ہر نعمت سے منہ موڑ کر اپنے آپکو مذہب کی حدود کا پابند کر لیتا ہے وہ تیغ زنی سے دور تک کا واسطہ نہیں رکھتا امیر طرنطائی پہلے سے بھی زیادہ پرجوش لہجے میں بول پڑا۔

سن سیگر! میں جانتا ہوں کہ تو برالیون کا سپہ سالار اعلیٰ اور ٹیمپلرز کا کماندار اول ہے اسکے باوجود میں اس دارلعدل میں یہ ثابت کرنیکے لئے تیار ہوں کہ راہب اور وہ بھی لنگڑا اپنے آپکو کسی بھی جگہ بہترین تیغ زن ثابت کرنیکے تیار ہے اگر میری اس گفتگو میں سیگر کو کوئی شک ہو تو وہ خود مقابلہ کر کے میرے اس دعوے کو آزما دیکھے۔

امیر طرنطائی کی اس گفتگو پر بشپ ہروس اسے شفیقانہ انداز میں دیکھ رہا تھا جبکہ دربار میں بیٹھے ہوئے سارے پادری بھی اسے ایسی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے جن میں محبت شفقت اور ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

راہب! لنگڑا ہونے کے باوجود تم میری توہین کر رہے ہو مجھے تیغ زنی کے مقابلے کی دعوت دے رہے ہو اور میں اس وقت سے ڈر رہا ہوں جب تم میرا ایک وار بھی نہ سہہ سکو گے اور لنگڑاتے ہوئے بے بسی کی حالت میں یہاں گر جاؤ گے جب تم اس قالین پر گرو گے تو پہلے یہ سوچو کہ بشپ ہروس اور دربار کے اندر بیٹھے سارے پادریوں کی نگاہوں میں تمہاری کیا وقعت اور کیا عزت رہ جائیگی کھولتے ہوئے لہجے میں سیگر نے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔

سیگر! اگر محترم بشپ ہروس اور ان پادریوں کے سامنے ناکامیوں کا منہ دیکھتے ہوئے میں بے عزتی کا باعث بن سکتا ہوں تو یہ بھی سوچو کہ اگر تم میرے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے ہار گئے تو بیلفورٹ کے حکمران برالیون انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان اور دربار میں بیٹھے ہوئے سارے چھوٹے بڑے سالاروں کی نگاہوں میں تمہاری کیا عزت و وقعت رہ جائیگی سیگر کی گفتگو کا امیر طرنطائی نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا تھا۔

امیر طرنطائی کی اس گفتگو پر سیگر فوراً بل کھاتے سانپ کی طرح اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر وہ برس پڑا۔راہب لیوس تم اپنی حدود سے بڑھ کر میرے ساتھ گفتگو کر رہے ہو اسکے بعد سیگر نے بیلفورٹ کے حاکم برالیون کی طرف دیکھا محترم برالیون اب پانی

سر سے گذر گیا ہے اس لنگڑے راہب نے مجھے تیغ زنی کے مقابلے کی دعوت دیکر میری توہین کی ہے اب مجھے ہر صورت میں اسکے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کرنا ہوگا برالیون نے اس بار بڑی ہمدردی سے طرنطائی کی طرف دیکھا محترم راہب ۔اگر تو ایسی گفتگو غصے غضب یا انتقامی جذبے کے تحت کر گیا ہے تو سب کے سامنے سیگر سے معافی مانگ لے اور معاملہ رفع دفع ہو جائیگا اور تم سیگر سے مقابلہ کرنے سے بھی بچ جاؤ گے ۔میں تمہیں بتا دوں کہ سیگر ایسا جوان ہے جو اپنے مد مقابل پر بیاض وقت کا صفحہ الٹ دینے والے طوفانوں اور روشنی کو لہو کا پیرہن پہنا دینے والے حادثوں کی طرح حملہ آور ہوتا ہے۔اور اسکی حالت لمحوں کے اندر چیخوں کی ٹوٹی طنابوں اور زوال خوخال جیسی بنا کر رکھ دیتا ہے امیر طرنطائی نے ایک گہری اور انہماک بھری نگاہ برالیون پر ڈالی۔

محترم برالیون میں زیادہ لاف زنی تو نہیں کرونگا پر اتنا ضرور کہونگا کہ میں بھی اپنے مد مقابل پر تہ گرداب سے اٹھتی دستک کی اذئیت اور ٹوٹ کر برسنے والی بارش کے سانحے کی طرح نزول کرتا ہوں اور اسکی حالت اجڑتے مناظر کی بستیوں فنا کی گھاٹیوں اور انا کی دھجیوں کے نقوش جیسی بنا کر رکھ دیتا ہوں اگر آپ کو میرے ان کہے ہوئے الفاظ پر کوئی شک وشبہ ہو تو اپنے سپہ سالار کو شہہ نشین سے اتاریئے میرے ساتھ مقابلہ کرے پھر ثابت ہو جائیگا کہ کون سچ کہتا ہے اور کون جھوٹ۔

امیر طرنطائی کے ان الفاظ سے فاتحانہ سے انداز میں بشپ ہروس کی گردن بلند ہو گئی تھی جبکہ دربار میں جسقدر پادری بیٹھے ہوئے تھے ۔انکے چہروں پر مسکراہٹ تھی شاید وہ راہب کی ایسی گفتگو سے محظوظ ہو رہے تھے دوسری جانب سیگر غصے و غضب کا شکار تھا پھر اس نے سرگوشی کے انداز میں برالیون کو مخاطب کیا۔

محترم برالیون ۔اس لنگڑے راہب نے حد کر دی ہے اب میرے اور اسکے مقابلے کا اہتمام ہونا چاہئے اور وہ بھی ابھی اور اسی وقت دارالعدل میں سیگر کے ان الفاظ پر برالیون کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے اپنا فیصلہ دیا۔

سنو سیگر تمہارا اور اس لنگڑے راہب کا مقابلہ ابھی اور اسی وقت یہیں دارالعدل میں ہوگا اب تم شہہ نشین سے نیچے اترو۔اور اس راہب کے مد مقابل جاؤ۔جب میں اشارہ دوں تب تم ایک دوسرے پر حملہ کرنیکی ابتدا کرنا۔ برالیون کے ان الفاظ پر

لوہے کے عصا کو زمین پر ٹیکے ہی ٹیکے ایک سخت جھٹکے کے ساتھ امیر طرنطائی نے اپنی تلوار بے نیام کی سب یہ منظر دیکھتے ہوئے دنگ رہ گئے تھے جس منجھے ہوئے انداز میں امیر طرنطائی نے اپنی تلوار کھنچی تھی وہ تو سب کے لئے باعث حیرت ہی تھا لیکن جب دربار میں امیر طرنطائی کی چمکتی ہوئی تلوار لوگوں کی نگاہوں کی خیرہ کر گئی تو امیر طرنطائی کو ایک راہب خیال کرتے ہوئے اسکی ان حرکات پر تعجب اور تجسس کا اظہار کر رہے تھے۔

قبل اسکے کہ برالیون کے حکم پر سیگر اپنی جگہ سے اٹھ کر امیر طرنطائی کے سامنے آتا۔ حسین وجمیل برینس کے پہلو میں بیٹھا انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان کا بیٹا دروقہ بول اٹھا

یہ بیلفورٹ کے لشکروں کے سپہ سالار اعلیٰ سیگر کی توہین اور بے عزتی ہے کہ وہ یہاں دارالعدل کے کمرے میں ایک معمولی راہب سے تیغ زنی کا مقابلہ کرے وہ راہب جو تیغ زنی کے رموز تک سے واقف نہیں سیگر کا اس سے مقابلہ کرنا میں سمجھتا ہوں سیگر کیلئے توہین اور ہتک ہے۔

دروقہ کی اس گفتگو سے امیر طرنطائی غصے اور قہرمانی کا شکار ہو گیا تھا اسکی حالت سے لگتا تھا گویا اسکے تن کے کواڑوں اور من کے در و دیوار پر درد بھرے انتقام نے دستک دی ہو۔ اس کے چہرے کی حالت کچھ ایسی ہو گئی تھی جیسے فطرت کے خواب نگر میں کھڑے ہونکتے بیابانوں کے اندر کثرت کی خواہش میں مبتلا عناصر نے نہ بجھنے والی آگ پھونک دی ہو جبکہ اسکی آنکھوں کے بازار میں آتش انتقام کی چنگاریاں فطرت کا بے رنگا پن اور موسموں کی شدتیں جوش مارنے لگی تھیں تھوڑی دیر تک وہ کھا جانے والے انداز میں دروقہ کی طرف دیکھتا رہا پھر امیر طرنطائی کی کھولتی ہوئی آواز محل کے اس کمرے میں گونج گئی تھی۔

دروقہ میں جانتا ہوں تم انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان کے بیٹے ہو لیکن جب بات مقابلے کی آتی ہے تو اس وقت چھوٹے بڑے کی تمیز ختم ہو کر رہ جاتی ہے اگر تم میرے ساتھ مقابلہ کرنے میں سیگر کی ہتک اور توہین اس بنا پر خیال کرتے ہو کہ وہ بیلفورٹ کے حکمران برالیون کا سپہ سالار اعلیٰ ہے۔ اور میں اسکے مقابلے میں ایک معمولی راہب ہوں تو پھر میری بات غور سے سنو راہب کوئی معاشرے کا اتنا کمتر اور پست انسان تو نہیں اگر وہ مذہب اور دین کی خدمت کے ساتھ ساتھ اپنے وطن کی خدمت پر اتر آئے تو اسے ہیچ و پست

خیال کیا جائے۔

سن دروقہ۔ اس سے پہلے میں نے صرف سیگر کو مقابلے کی دعوت دی تھی اب تم لوگوں کی لاف زنی پر ضرب لگانے کی خاطر میں تمہیں اور سیگر دونوں کو ایک ساتھ مقابلے کی دعوت دیتا ہوں تم دونوں شہہ نشین سے اتر کر میرے سامنے آؤ میرے ساتھ مقابلہ کرو پھر دیکھو میں تم دونوں کی اصل اکائی کے جنگل میں کیسے درد کی گھاٹیاں کھڑی کرتا ہوں اور تلخ بھری تعبیر کی طرح کیسے تمہارے باطن کے نشیب و فراز کو کھنگال کر رکھتا ہوں دروقہ اور سیگر میرے اس چیلنج کو غور سے سنو اور قبول کرو۔ اٹھو میرے سامنے آؤ اور پھر دیکھو کہ میں تم دونوں کے آدرش کے کنگرے کیسے توڑتا ہوں اور تمہاری جرأتمندی کی کہکشاں کے چمکتے راستوں پر شکست و ہزیمت کے تمغے کیسے سجاتا ہوں۔

امیر طرنطائی کی اس گفتگو پر انطاکیہ کے حکمران بوہیمان کا بیٹا دروقہ زخمی سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا اپنی جگہ پر اٹھا اور ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی اور کہہ اٹھا۔

لنگڑے راہب! تو اپنی حدود سے باہر نکل کر گفتگو کر رہا ہے۔ اب جبکہ مجھے اور سیگر کو تو ایک ساتھ مقابلہ کرنے کی دعوت دے چکا ہے تو ہم دونوں تیرے سامنے آئینگے اور تجھے بتائینگے کہ جنگجو ہونا اور راہب ہونا دو علیحدہ علیحدہ راستے ہیں اور جنگجو اور راہب میں زمین و آسمان کا فرق ہے امیر طرنطائی بھی کڑکتی ہوئی آواز میں کہنے لگا تم دونوں میرے سامنے تو آؤ پھر دیکھو کہ اس فرق کو میں کیسے اور کتنی جلدی مٹاتا ہوں۔

طرنطائی کے اس چیلنج پر انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیماں نے بشپ ہروس کی طرف دیکھتے ہوئے کسی قدر نرمی سے کہنا شروع کیا۔

مقدس باپ! اپنے اس راہب کو سمجھاؤ یہ میرے بیٹے اور سیگر کو بیک وقت مقابلے کی دعوت دیکر کیوں اپنی موت کو دعوت دے رہا ہے ہروس بھی اس موقع پر فکر مند ہو گیا تھا لہذا بیلفورٹ کے حکمران برائیلون کے بائیں جانب جو پادری بیٹھے ہوئے تھے وہ جو سب سے پہلا پادری تھا ہروس نے اسکو کوئی مخصوص اشارہ کیا اشارہ پاتے ہی وہ پادری اپنی جگہ سے اٹھا اور امیر طرنطائی کی طرف بڑھا اس موقع پر برالیون کی حسین وجمیل بیٹی برینس بھی شہہ نشین سے اتر گئی اور امیر طرنطائی کی طرف بڑھی۔

بشپ ہروس اپنا منہ برالیون اور بوہیماں کے قریب لے گیا اور ان دونوں کو امیر طرنطائی کے بیلفورٹ کی طرف آنیکے مقاصد سے آگاہ کرنے لگا تھا بڑا پادری اور برینس ایک ساتھ امیر طرنطائی کے پاس آئے پھر وہ پادری امیر طرنطائی سے مخاطب ہوا۔

مقدس راہب! میں محترم ہروس کے بعد بیلفورٹ کی حکمرانی کا سب سے بڑا پادری ہوں اور میں پادریوں کی عدالت کا سربراہ بھی ہوں میں تمہیں مخلصانہ اور برادرانہ مشورہ دونگا کہ تو اس مقابلے سے باز رہ کہ تو بیک وقت ان دو سے مقابلہ کرے اور نقصان اٹھائے اس لئے کہ تو ہماری برادری سے ہے ہمیں تم سے ہمدردی اور محبت ہے قبل اسکے کہ اس پادری کی گفتگو کا جواب امیر طرنطائی دیتا برالیون کی حسین و جمیل بیٹی بول پڑی۔

مقدس راہب آپکی ہماری آنکھوں میں بڑی عزت بڑی قدر اور بڑا احترام ہے آپ نے بیک وقت دروقہ اور سیگر کو مقابلے کی دعوت دیکر میرے خیال میں دانشمندی کا ثبوت نہیں دیا سیگر کو میں ایک عرصے سے جانتی ہوں وہ ٹیمپلرز کا سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ میرے باپ کے لشکروں کا سپہ سالار اعلیٰ بھی ہے اور یہ مقام اسے سب سے اچھا تیغ زن ہونیکی وجہ سے دیا گیا تھا۔جہاں تک انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان کے بیٹے دروقہ کا تعلق ہے تو قطع نظر اسکے کہ وہ میرا منسوب ہے میں تم پر یہ انکشاف کروں کہ وہ ایک بہترین تیغ زن جرأتمند اور ایک دلیر جوان ہے لہذا تم چند لمحے بھی اسکے سامنے نہ نکال سکو گے اس بنا پر میں تمہیں مخلصانہ مشورہ دیتی ہوں کہ اس مقابلے سے باز رہو ابھی تمہاری اس کمرے میں بے پناہ وقعت اور عزت ہے جب تم ہار جاؤ گے اور شکست خوردہ اس کمرے کے فرش پر پڑے ہو گے تو سوچو تمہاری کیا عزت کیا وقار رہ جائے گیا۔

امیر طرنطائی نے پہلی بار بڑے غور سے حسین و جمیل برینس کی طرف دیکھا بشپ نے ایک اعلیٰ اور ارفع کام کیلئے میرا انتخاب کیا تھا وہ یوں ہی نہیں کیا تھا دیکھ برالیون کی بیٹی تو مجھے اس سے تو خوفزدہ کرتی ہے کہ جب میں شکست خوردہ فرش پر پڑا ہونگا تو میری کیا عزت اور کیا وقار رہ جائیگا پر یہ بھی سوچ کہ جب میرے ہاتھوں یہ دورقہ اور سیگر دونوں اس فرش پر شکست خوردہ پڑے ہونگے تو انکے پلے کیا رہ جائے گا دیکھ برالیون کی بیٹی معاملہ برابر ہی ہے اور مجھے امید ہے کہ میں ان دونوں کو یہاں سب لوگوں کے سامنے پچھاڑنے اور

شکست خوردہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤنگا۔

میں سمجھتی تھی تم میری بات مان جاؤ گے لیکن لگتا ہے تم ایک انتہائی ضدی اور ہٹ دھرم راہب ہو میرے خیال میں تم پٹے بغیر نہیں رہو گے اب تم اس مقابلے کو ٹالنا بھی چاہو تو نہیں ٹال سکو گے اسکے ساتھ ہی برینس ہٹی شہہ نشین پر چڑھی اور اپنی نشست پر جا کر بیٹھ گئی تھی بڑا پادری جو پادریوں کی عدالت کا سربراہ بھی تھا وہ بھی اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔اس موقع پر بیلفورٹ کے حکمران برالیون کی آواز اس کمرے میں گونج گئی تھی۔

راہب لیوس! بشپ ہروس مجھے تمہارے متعلق تفصیل سے بتا چکے ہیں کہ کس مقصد کے تحت تم دمشق سے بیلفورٹ کی طرف آئے ہو تمہاری ذات بھی ہمارے لئے بڑی تقدیس کی حامل ہے اور جس مقصد کے تحت تم نے دمشق سے بیلفورٹ کی طرف سفر کیا ہے تمہارا وہ ہر کام بھی انتہائی مقدس اور محترم ہے اس لحاظ سے تمہاری ذات ہمارے لئے انتہا درجہ قابل احترام ہے۔میں آخری بار تمہیں اس مقابلے سے دست بردار ہونیکے لئے کہتا ہوں اور اگر تم نہ مانے تو پھر اس مقابلے کی ابتدا کر دی جائیگی۔یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کرنا مقدس راہب اسلئے کہ تمہارا مقابلہ دو جنگجوؤں سے ہوگا ایک میرا سپہ سالار اعلیٰ ہے اور دوسرا انطاکیہ کے شہنشاہ بوہمیان کا بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ انطاکیہ کا عمدہ اور بہترین تیغ زن ہے۔

برالیون یہیں تک کہنے پایا تھا کہ امیر طرنطائی بھی فوراً بول اٹھا۔میں بیلفورٹ کے حکمران برالیون سے یہ گزارش کرونگا کہ فیصلہ ہو چکا میں راہب ہونیکے باوجود کسی بھی طور پسپائی اختیار نہیں کرونگا۔اور میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ اس مقابلے میں اپنے سارے ان بھائی بند پادریوں بشپ اور آپکو لوگوں کو مایوس نہیں کرونگا۔امیر طرنطائی کا یہ جواب سنکر برالیون کے چہرے پر ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اس نے سیگر اور دروقہ دونوں کو شہہ نشین سے اتر کا مقابلہ کرنیکا حکم دیدیا تھا۔

سیگر اور انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان کا بیٹا دروقہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے شہہ نشین سے اترے۔ شہہ نشین کے قریب ہی کھڑے ہو کر وہ آپس میں صلاح و مشورہ اور کھسر پھسر کرتے رہے پھر دونوں امیر طرنطائی کے سامنے آن رکے تھے دروقہ نے قہر بھرے انداز میں امیر طرنطائی کو مخاطب کیا۔

لنگڑے راہب! تو نے ایک ساتھ مجھے اور سیگر کو مقابلے کی دعوت دیکر دونوں کی انتہا درجے کی توہین اور اہانت کی ہے اب دیکھنا کہ اس کمرے میں تیری حالت فکر کی سوکھی کھیتی بوند بوند کو ترستے صحرا اور خشک سالی کی ستم ظریفی کی سی بنا کر رکھونگا دروقہ کی لاف زنی کے جواب میں طرنطائی کچھ جواب دینے ہی والا تھا کہ سیگر بول پڑا۔

لنگڑے راہب! تجھے کسی نے دھوکے اور فریب میں ڈالدیا ہے پر یہاں اس کمرے میں تو یقیناً میرے ہاتھوں بے گیان ہونیکے دکھ، بے یقینی کے موسم اور کم فہم راستوں کی تھکن کا شکار ہو کر رہیگا۔

سنو۔ مجھ سے مقابلہ کرنے والو۔ مجھے لفظوں کی بازیگری کے کھیل میں مت الجھاؤ آگے بڑھ کر مجھ سے ٹکراو پھر دیکھو کیسے میں لنگڑا راہب نارسائی کی لکیروں، تلاش رائیگاں اور چپہ چپہ چھانتی پاگل ہواؤں کو تمہارا مقدر کرتا ہوں ہچکچاؤ مت میرے سامنے آؤ مقابلے کی ابتدا کرو پھر دیکھو تم دونوں کی عمر کے صحرا میں کیسے شکست کے گھنے اندھیرے طاری کرتا ہوں اور تم دونوں کی ذات کی مٹی میں کیسے کھلی سفاکیوں کی کہانیاں تحریر کرتا

ہوں طرنطائی نے انتہائی کھولتے ہوئے لہجے میں ان دونوں کو مخاطب کیا تھا۔ جواب میں اس دفعہ دروقہ بول پڑا۔

لنگڑے راہب! تو ہم دونوں کا کیا مقابلہ کریگا ابھی کھڑے کھڑے تجھے ایک دھکا دوں تو تو دور جا گرے گا۔ دروقہ کے ان الفاظ پر امیر طرنطائی کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا پھر وہ بول پڑا۔

دروقہ تو اپنا یہ وہم دور کر لے میں اپنا عصا زمین پر رکھ دیتا ہوں تو ذرا مجھے دھکہ تو دے کر دیکھ تا کہ تیرا کوئی وہم و گمان نہ رہے تجھے یہ غلط فہمی نہ رہے کہ میں نے تیرے دھکے کے جواب میں عصا کا سہارا لے لیا تھا طرنطائی نے اپنا آہنی عصا ایک طرف رکھا پھر وہ سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا تھا دروقہ نے اس لمحے سے پورا فائدہ اٹھانا چاہا لیکن دروقہ کی حیرت کی انتہا نہ رہی امیر طرنطائی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا تھا وہ وہیں کھڑا رہا تھا عین اس وقت امیر طرنطائی حرکت میں آیا اپنے دونوں ہاتھ اس نے آگے بڑھائے اور دروقہ کو ایسا زور دار دھکا دیا کہ دروقہ ایک طرح سے ہوا میں اچھلتا ہوا لاچارگی میں بائیں جانب قطار میں بیٹھے پادریوں کے پاؤں کے پاس جا گرا تھا۔

اس موقع پر بیلفورٹ کے حکمران برالیون نے مخاطب ہو کر امیر طرنطائی سے پوچھا۔

مقدس راہب کیا تم لنگڑے نہیں ہو۔ یہ جو تم نے اپنا عصا رکھ دیا ہے اور دروقہ کے دھکا دینے کے جواب میں تم ٹس سے مس نہیں ہوئے تو تمہارے اس رد عمل نے مجھے حیرت زدہ کر کے رکھدیا ہے اور تمہارا ایک ہی دھکہ دینے پر دروقہ ہوا میں اچھلتا ہوا پادریوں کے پاؤں کے پاس جا گرا ہے۔

محترم برالیون! میں لنگڑا ضرور ہوں پر ایسا بھی نہیں کہ اس عصا کے بغیر کھڑا بھی نہ ہو سکوں۔ مجھے صرف چلتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے میری بائیں ٹانگ بچپن ہی میں خراب تھی گو میں اس عصا کے بغیر بھی تھوڑا بہت چل سکتا ہوں لیکن تکلیف اور شدت محسوس کرتا ہوں لہذا اس عصا کا مجھے سہار لینا پڑتا ہے امیر طرنطائی کا جواب سن کر برالیون ایک طرح سے مطمئن ہو گیا تھا۔

جس وقت دروقہ پادریوں کے پاؤں کے پاس جا کر بے بسی میں گرا تھا تو

پادریوں کے چہروں پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اور وہ انتہائی توصیفی انداز میں اپنی برادری کے راہب لیوس کی طرف دیکھنے لگے تھے شہہ نشین پر بیٹھا بشپ ہروس بھی اطمینان اور خوشی محسوس کر رہا تھا۔

امیر طرنطائی کے یوں دھکا دینے پر جہاں دروقہ بیچ پا ہوا تھا وہاں سیگر کے چہرے پر بھی کسی قدر پریشانی کے آثار نمودار ہوئے تھے زمین پر گرنے کے بعد دروقہ حرکت میں آیا ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی پھر وہ آگے بڑھ کر امیر طرنطائی پر حملہ آور ہونا ہی چاہتا تھا کہ کمرے میں برالیون کی آواز گونج گئی۔

ٹھہرو۔یوں اندھا دھند مقابلے کی ابتدا نہ کرو جب تک میں نہ کہوں یہ مقابلہ شروع نہیں ہوگا پھر اپنے قریب ہی بیٹھے ٹیمپلرز کے نائب سالار ایلواس کی طرف دیکھتے ہوئے برالیون کہہ اٹھا

سن ایلواس! اس وقت دروقہ اور سیگر کے پاس اپنی اپنی تلوار ہے راہب کے پاس بھی اپنی تلوار ہے تو جلدی سے تین ڈھالوں کا انتظام کر۔اس کے ساتھ ہی ایلواس اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایلواس اندر آیا وہ تین ڈھالیں اٹھائے ہوئے تھا اسے دیکھتے ہی برالیون نے تحکمانہ انداز میں تینوں ڈھالیں ان تینوں میں بانٹ دو۔ایلواس نے پہلے ایک ڈھال سیگر کو دی پھر دروقہ کو پھر جب وہ امیر طرنطائی کے پاس آیا اور ڈھال اسے دینا چاہی تو امیر طرنطائی نے ڈھال لینے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا تب ایلواس نے بڑی عاجزی اور انکساری میں کہنا شروع کیا۔

محترم اور مکرم راہب۔یہ ڈھال لے لیں یہ آپکا حق بنتا ہے مقابلے میں دو ہیں آپ اکیلے ہیں لہذا آپ کا یہ ڈھال رکھنا ضروری ہے جواب میں طرنطائی کی آواز کمرے میں گونجی۔

ایلواس میں سمجھتا ہوں کہ ان دو کے مقابلے میں میں ڈھال کی ضرورت محسوس نہیں کرتا یہ ڈھال تو لے کے شہ نشین پر اپنی نشست پر جا بیٹھ دیکھ میں کیسے ان کا مقابلہ کرتا ہوں اس موقع پر دروقہ کا باپ اور انطاکیہ کا شہنشاہ بوہیمان۔برالیون اور ہروس کی طرف دیکھتے ہوئے بول پڑا۔

یہ لنگڑا راہب کچھ زیادہ ہی اپنی جراتمندی۔طاقت اور دلیری کے گھمنڈ میں مبتلا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں دروقہ اور سیگر مار مار کر اس کا کچھ زیادہ ہی حلیہ بگاڑ کر نہ رکھ دیں اس نے ڈھال نہ لے کر میں سمجھتا ہوں انتہا درجے کی بے وقوفی اور حماقت کا مظاہرہ کیا ہے برالیون یا بشپ ہروس میں سے کسی نے بھی بوہیمان کی گفتگو کا جواب نہ دیا اتنی دیر تک اپنے ہاتھوں میں ڈھال لئے ایلواس شہہ نشین پر آکر بیٹھ گیا تھا پھر حملہ آور ہونے کے لئے دروقہ اور سیگر ایک ساتھ آگے بڑھے تھے امیر طرنطائی بھی اس وقت تک زمین پر رکھا ہوا اپنا عصا اٹھا چکا تھا تلوار اس کے ہاتھ میں تھی جس پر اس کی گرفت مضبوط ہو چکی تھی اپنے آہنی عصا کا وہ حصہ جو ایک طرف بڑھا ہوا تھا جسے امیر طرنطائی قبضے کے طور پر استعمال کرتا تھا اس پر امیر طرنطائی کی گرفت کافی مضبوط اور سخت ہو چکی تھی۔

امیر طرنطائی نے پوری طاقت سے اپنی تلوار کا دستہ بائیں طرف سے ہوتے ہوئے سیگر کی گردن پر دے مارا تھا۔دستہ لگنے سے درد کی شدت کے باعث سیگر بوجھ لادے جانیوالے اونٹ کی طرح بلبلا اٹھا تھا۔

طرنطائی کی اس جوابی کاروائی سے پادری اور بشپ ہروس انتہا درجے کے خوش اور مطمئن دکھائی دے رہے تھے امیر طرنطائی کی اس کاروائی سے جہاں انطاکیہ کا شہنشاہ بوہیمان اور بیلفورٹ کا حکمران برالیون حیرت زدہ تھے وہاں حسین و جمیل برینس بھی ایک طرح کی خوشی اور مسرت محسوس کر رہی تھی۔

اس قدر کاروائی کرنے کے بعد امیر طرنطائی اپنے عصا کو بڑی تیزی سے ٹیکتا ہوا ایک طرف ہٹ گیا تھا سیگر اور دروقہ زخمی ہو جانے والے سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے آگے بڑھے اور امیر طرنطائی پر حملہ آور ہوئے تھے طرنطائی نے پھر ان دونوں کی تلواروں کو اپنے آہنی عصا پر روکا تھا اس موقع پر سیگر چاہتا تھا کہ اپنی ڈھال پوری قوت اور طاقت سے امیر طرنطائی کے منہ پر دے مارے پر امیر طرنطائی بھی بڑا مستعد تھا۔ایک جھٹکے میں اس نے اپنا عصا علیحدہ کیا اسکی نوک اس زور سے سیگر کی ران پر ماری کہ سیگر ایک طرح سے زخمی ہو کر زمین پر گر گیا امیر طرنطائی فوراً پیچھے ہٹا اپنا عصا ایک بار پھر حرکت میں لایا اور زور سے اس نے زمین پر گرے ہوئے سیگر کے ہاتھوں پر مارا کہ اسکے ہاتھوں سے اسکی تلوار اور ڈھال چھوٹ کر دور جا گری تھی اسکے ساتھ ہی اپنے آہنی عصا کا سہارا لیتے ہوئے تین چار

پاؤں کی ٹھوکریں امیر طرنطائی نے سیگر کو دے ماری تھیں سیگر بری طرح کراہ اٹھا تھا۔اتنی دیر تک دروقہ امیر طرنطائی پر حملہ آور ہونیکے لئے آگے بڑھ چکا تھا۔

دروقہ کے حملے کو فی الفور امیر طرنطائی نے اپنی تلوار پر روکا پھر اس نے جوابی حملہ شروع کر دیا تھا پے در پے طرنطائی اپنی تلوار دروقہ پر برسانے لگا تھا تھوڑی دیر تک دونوں جم کر لڑتے رہے اس دوران تک سیگر اٹھ کھڑا ہوا تھا امیر طرنطائی نے یہ صورتحال دیکھتے ہوئے اپنے حملوں میں ایسی تیزی پیدا کی اکہ اسکے سامنے سے دروقہ لٹے پاؤں ہٹنے لگا تھا پھر امیر طرنطائی اس تیزی سے مڑا کہ سب دنگ رہ گئے پوری قوت سے اپنا عصا ایک بار پھر اس نے سیگر کی ران پر دے مارا تھا سیگر درد کی وجہ سے چلا اٹھا تھا اور زمین پر گر گیا تھا طرنطائی مڑا اور زخمی سانپ کی طرح ایک بار پھر دروقہ پر حملہ آور ہوا اپنے تیز حملوں میں وہ دروقہ کو لٹے پاؤں دھکیلتا ہوا شہہ نشین کے قریب لے گیا تھا اس موقع پر جب دروقہ نے زور دار حملہ طرنطائی پر کیا تو اسکے حملے کو طرنطائی نے اپنی تلوار پر روکا اور پھر اسکے کے ساتھ ہی ایسے زور دار انداز میں اپنا عصا امیر طرنطائی نے دروقہ کے گھٹنے پر مارا تھا کہ دررقہ شہہ نشین کے قریب گر گیا۔ سیگر کی طرح امیر طرنطائی نے درقہ کے ہاتھ پر اپنا آہنی عصا مارا کہ اسکے ہاتھوں سے بھی اسکی ڈھال اور تلوار چھوٹ کے دور جا گری تھی۔

اسکے بعد امیر طرنطائی بڑی تیزی سے حرکت میں آیا اس وقت سیگر اپنی جگہ سے اٹھ رہا تھا آگے بڑھ کر امیر طرنطائی نے اسکے پیٹ میں پاؤں کی ایک زبردست ضرب لگائی اور جونہی وہ زمین پر گرنے لگا اسے ہاتھ سے پکڑ کر تقریباً گھسیٹتا ہوا امیر طرنطائی اس جگہ لایا جہاں دروقہ زمین پر گرا ہوا تھا پھر اپنی تلوار امیر طرنطائی نے فضا میں بلند کی اور چلا اٹھا۔

اس کمرے میں بیٹھے سب لوگوں کے سامنے بلند آواز میں میرے ہاتھوں شکست قبول کرو ورنہ یاد رکھو میں یہ تلوار گراؤنگا اور تم دونوں کو زخمی کئے بغیر نہیں رہونگا یہ صورتحال دیکھتے ہوئے زمین پر پڑے ہوئے سیگر اور درقہ نے اپنے ہاتھ جوڑ دیئے اور بلند آواز میں انہوں نے اپنی شکست کو قبول کر لیا تھا امیر طرنطائی نے اب تلوار فضا میں بلند رہنے دی ۔ پھر انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان اور بیلفورٹ کے حاکم برالیون کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

انطاکیہ اور بیلفورٹ کے محترم حکمرانوں تم نے ان دونوں کیساتھ میرے

مقابلے کو دیکھا انصاف کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ دینا کیا میں ان دونوں سے یہ مقابلہ احسن طریقے سے جیت نہیں چکا برالیون سے پہلے انطاکیہ کا شہنشاہ بوہیمان بول پڑا۔

محترم اور مقدس راہب گو یہ مقابلہ میرے بیٹے سے تھا لیکن میں انصاف سے کام لونگا اپنے بیٹے کی طرف داری نہیں کرونگا تو دونوں سے یہ مقابلہ بڑی آسانی سے جیت چکا اور میں یہ کہتے ہوئے بھی عار محسوس نہیں کرونگا کہ تو طاقت قوت جرائتمندی دلیری اور تیغ زنی کے فن میں سیگر اور میرے بیٹے دروقہ سے کہیں زیادہ اعلیٰ ارفع اور قابل احترام ہے میں تیری اس جرائتمندی اور اس کامیابی کو سلام کرتا ہوں تجھے یہ مقابلہ جتنے پر مبارکباد دیتا ہوں

سیگر اور دروقہ دونوں شہہ نشین پر اپنی نشستوں پر جا کر بیٹھ گئے تھے بیلفورٹ کا حکمران برالیون تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں امیر طرنطائی کی طرف دیکھتا رہا پھر جب انطاکیہ کا شہنشاہ بوہیمان خاموش ہوا تو برالیون بول پڑا۔

راہب لیوس قسم یسوع مسیح کی میں نے آج تک تیرے جیسا زہریلا۔

یہاں تک کہتے کہتے برالیون کو رک جانا پڑا اسلئے کہ اسکی بات کاٹتے ہوئے برینس فوراً بول پڑی اور کہہ اٹھی۔

میرے باپ صرف زہریلا ہی نہیں بلکہ سجیلا بھی۔

اپنی بیٹی کی اس گفتگو پر برالیون کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

پھر وہ دوبارہ کہتا چلا گیا ہاں لیوس تو میں کہہ رہا تھا کہ میں نے تمہارے جیسا زہریلا اور بقول میری بیٹی کے آج تک سجیلا راہب نہیں دیکھا میری نگاہوں اور میرے تجربے میں آج تک ایسا راہب نہیں آیا جو تم جیسا دلیر جرائتمند اور تیغ زنی میں مہارت رکھنے والا ہو

یہاں تک کہنے کے بعد برالیون کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اسلئے کہ اسکے سامنے لمبی قطار میں بیٹھے ہوئے پادری سارے کے سارے اٹھ کھڑے ہوئے باری باری وہ آگے بڑھے انہوں نے بڑی عقیدتمندی اور ارادتمندی کے ساتھ باری باری امیر طرنطائی کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے اسکے ہاتھ چومے اسے مقابلہ جیتنے پر مبارکباد دی اور دوبارہ اپنی نشستوں پر بیٹھتے چلے گئے تھے جبتک پادری امیر طرنطائی سے مصافحہ کرتے رہے اسکے ہاتھ

چومتے رہے اس دوران برالیون انطاکیہ کے شہنشاہ کے ساتھ بڑی راز داری کے ساتھ کوئی صلاح و مشورہ کرتا رہا جب سب اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تب برالیون کی آواز کمرے میں گونج گئی تھی۔

اس نے وہ مجلس ختم کرنیکا اعلان کیا تھا اس کے اعلان کے ساتھ ہی سارے پادری اور انکے سامنے بیٹھے ہوئے لشکر کے سالار اٹھ کر کمرے سے نکل گئے تھے انکے جانے کے بعد برالیون پھر بول پڑا۔

سیگر ایلواس اور دروقہ تم تینوں بھی جاسکتے ہو اسلئے کہ اپنے محترم بوہیمان کی موجودگی میں میں اس راہب لیوس سے انتہائی اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں میں نہیں پسند کرتا کہ اس موقعہ پر تم تینوں بھی رہو۔

برالیون کے ان الفاظ کے ساتھ ہی سیگر اور ایلواس کمرے سے نکل گئے دروقہ بھی بادل نخواستہ اٹھا اور اپنے قریب بیٹھی ہوئی حسین وجمیل برینس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا آؤ چلیں برینس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا میں اس گفتگو میں شامل ہونا چاہتی ہوں جو میرے باپ اس راہب سے کرینگے دروقہ نے ناپسندیدگی غصے کا اظہار کرتے ہوئے اور پاؤں پٹختے ہوئے اس کمرے سے چلا گیا تھا برینس اپنی جگہ سے اٹھی اور بالکل اپنے باپ کے پہلو میں جا بیٹھی تھی اب اس کمرے میں انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان کے علاوہ برالیون امیر طرنطائی بشپ ہروس اور برینس کے سوا کوئی اور نہ رہا تھا تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی اسکے بعد برالیون بول پڑا۔

محترم اور مقدس تمہارے حالات مجھے بشپ ہروس تفصیل کے ساتھ بتا چکے ہیں۔جس مقدس کام کے تحت تم دمشق سے بیلفورٹ کی طرف آئے وہ مقصد نہایت نیک اور قابل احترام تھا لیکن دمشق میں دمشق کے بشپ اور دوسرے پادریوں کے مارے جانیکی وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ فی الحال تمہارا یہ مقدس کام التوا میں چلا گیا ہے تم جب تک چاہو بیلفورٹ میں قیام کرسکتے ہو اس دوران اگر تم میرا ایک کام کرو تو میں سمجھونگا کہ وہ تمہارا مجھ پر احسان ہوگا۔

برالیون جب خاموش ہوا تو امیر طرنطائی تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اُسکی طرف دیکھتا رہا اسکے لب پھر حرکت میں آئے۔

محترم برالیون۔اگر میں آپکو سمجھنے میں غلطی نہیں کر رہا تو جو کام آپ مجھے سونپنا چاہتے ہیں اسکی نوعیت میں جان چکا ہوں برالیون نے فوراً پوچھ لیا۔

مقدس راہب! اگر آپ جان ہی چکے ہیں تو بتائیں میں آپکو کونسا کام سونپنے والا ہوں امیر طرنطائی نے فوراً جواب دینا شروع کیا۔

میرے خیال میں آپ مجھے یہ کام سونپنا چاہتے ہیں کہ میں مصر کی طرف جاوں اسلئے کہ ایک راہب کی حیثیت سے کوئی مجھ پر شک نہیں کریگا اور آپ یہ چاہیں گے کہ میں یہ جانوں کہ آپکے بیٹے کا قاتل کون ہے؟

امیر طرنطائی کی اس گفتگو پر برالیون کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

مقدس راہب۔تمہارا اندازہ واقعی درست ہے قسم یسوع مسیح کی میں تم سے یہی چاہتا تھا تم میرا یہ کام کرو تمہارے علاوہ نہ کوئی اس کام کو ہاتھ ڈالے گا نہ کر سکتا ہے اسلئے کہ تم جفاکش ہو محنتی ہو بہترین تیغ زن ہونیکے ساتھ ساتھ عجیب وغریب جراتمندی اور شجاعت کے مالک ہو سب سے بڑھ کر تم ایک راہب ہو اگر تم میرے بیٹے کے قاتلوں کا سر کو تلاش کر کے ان سے انتقام لیتے ہو تو تم پر کوئی شک بھی نہیں کریگا اگر تم میرا یہ کام کر گزرو تو اسکی جو قیمت تم مانگو گے اس سے دوگنی دونگا۔

محترم برالیون میں یہ کام اپنا فرض جان کر کرونگا اور اسکے لئے آپ سے کوئی معاوضہ بھی وصول نہیں کرونگا ایک راہب کی حثیت سے میری ضروریات انتہائی کم اور مختصر ہے میں چند دن مزید یہاں کام کرونگا اور پھر مصر کا رخ کرونگا اور آپکے بیٹے ایرش کے قاتلوں کو تلاش کرنیکی کوشش کرونگا اگر میں ایسا کرنے میں کامیاب ہونگا تب میں آپ کے بیٹے کے قاتل کی گردن کاٹ کر آپکے پاس لاؤنگا اور اگر میں اسے تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہوا تب میں اپنے کچھ آدمی وہاں چھوڑ کر آؤنگا جن کا تعلق مصر کے کلیساؤں سے ہو وہ اندر ہی اندر کام کرتے رہیں گے۔مصر کے بادشاہ رکن الدین کے اس سالار کو تلاش کرنیکی کوشس کرینگے جس نے ایرش اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کیا ہے اور جب وہ تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئے تب ایک بار پھر میں مصر کا رخ کرونگا اور آپکے بیٹے کے قاتل کا سر کاٹ کر رہونگا۔قبل اسکے کہ برالیون امیر طرنطائی کی گفتگو کا جواب دیتا اس سے پہلے ہی حسین وجمیل برینس بول پڑی۔

محترم راہب! اگر تو میرے بھائی کے قاتلوں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے یا ان سے انتقام لے تو سن میرے محترم میرے عزیز دنیا میں ہمیں تم سے زیادہ کوئی قیمتی متاع اور کوئی قابل احترام شخصیت نہ ہوگی گو میرے باپ نے مجھے انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان کے بیٹے دروقہ کے ساتھ منسوب کر دیا ہے پر میں نے عہد کر رکھا ہے کہ جب تک میں اپنے بھائی کے قاتلوں سے انتقام نہیں لے لیتی اس وقت تک شادی نہیں کرونگی یہ میرا عہد ہے اور اس میں میں کسی بھی قسم کی تبدیلی پسند نہیں کرونگی مقرب راہب اگر تم ہمارا ساتھ دو تو میرے خیال میں ہم بہت جلد قاتلوں کی گردن تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

امیر طرنطائی نے لحہ بھر کیلئے برینس کی طرف بڑے غور اور توجہ سے دیکھا برالیون کی بیٹی جو الفاظ تم نے میرے لئے ادا کئے ہیں انکے لئے میں تمہارا شکر گزار ہوں اور تم سے عہد کرتا ہوں کہ تمہارے بھائی کے قاتلوں کی تلاش میں میں اپنی ساری قوت صرف کر کے رہوں گا امیر طرنطائی نے بڑے غور سے اور انہماک سے برینس کی طرف دیکھتے ہوئے نہایت نرمی میں یہ الفاظ ادا کئے تھے۔

محترم راہب کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ سرائے کے بجائے ہمارے اس محل میں قیام کریں برالیون نے بڑی نرمی اور شفقت میں امیر طرنطائی کو پیش کش کی تھی مقرب راہب آپکے سرائے کے بجائے میرے محل میں رہنے سے نہ صرف یہ کہ آپکو آپکے مرتبے کے مطابق مقام ملے گا بلکہ اس میں ہماری بھی عزت افزائی ہوگی کہ ہم نے ایک ایسے جری اور محترم راہب کو اپنے ہاں قیام کیلئے جگہ دی جس جیسا راہب آج تک نہ پیدا ہوا اور نہ ہم نے دیکھا جواب میں امیر طرنطائی کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ کہہ اٹھا۔

محترم برالیون میں آپکی اس پیشکش کا شکر گزار ہوں میں محل میں قیام تو نہیں کرونگا میں اپنے لئے سرائے کے قیام ہی کو ترجیح دیتا ہوں پر میں آپ سے عہد کرتا ہوں کبھی کبھی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہونگا ویسے بھی یہاں میرا قیام چند روز ہی ہے اسکے بعد میں مصر کی طرف کوچ کرونگا میں جہاں کہیں بھی ہوا آپ لوگوں کی خدمت میں گاہے گاہے حاضر ہوتا رہونگا۔ اب آپ مجھے اجازت دیجئے میں رخصت ہونگا۔

امیر طرنطائی کی اس گفتگو کے جواب میں بوہیمان برالیون برینس اور بشپ ہروس چاروں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے امیر طرنطائی نے آگے بڑھ کر باری باری بوہیمان برالیون اور بشپ ہروس سے مصافحہ کیا اور ایک الوداعی سی نگاہ اس نے برینس پر ڈالی پھر وہ اپنا آہنی عصا ٹیکتا ہوا وہ محل کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

امیر طرنطائی کے جانے کے بعد برالیون، بوہیمان بشپ ہروس اور برینس پھر اپنی نشتوں پر بیٹھ گئے اور امیر طرنطائی سے متعلق ہی گفتگو کرنے لگے تھے۔ باہر شام اب رات میں ڈھل گئی تھی اور گہری تاریکی چاروں طرف پھیل گئی تھی یہاں تک کہ بشپ ہروس اپنی جگہ سے اٹھا باری باری بوہیمان اور برالیون سے اس نے اجازت لی پھر وہ محل کے اس کمرے سے باہر آیا بشپ ہروس کو دیکھتے ہی محل کا ایک محافظ اصطبل کی طرف بھاگا اور وہاں سے وہ بشپ ہروس کا گھوڑا لے آیا تھا بشپ ہروس نے بڑے سنجیدہ انداز میں رکاب میں پاؤں جمایا اور گھوڑے پر بیٹھا اس وقت تک وہ محافظ بشپ کے گھوڑے کی باگ پکڑے رہا جب بشپ گھوڑے پر بیٹھ گیا تب گھوڑے کی لگام گردن کے دونوں طرف لے جاتے ہوئے اس نے بشپ ہروس کو تھمادی تھی بشپ ہروس نے شکر گزار انداز میں اس محافظ کی طرف دیکھا۔ گھوڑے کو ایڑ لگائی پھر محل سے وہ باہر نکل گیا تھا۔

اپنے گھوڑے کو درمیانہ روی سے ہانکتا ہوا بشپ ہروس بیلفورٹ کے محل سے اپنے کلیسا کی طرف جا رہا تھا جب وہ بیلفورٹ شہر اور کلیسا کے درمیان کوہستانی سلسلے میں سے بل کھاتے ہوئے راستے پر جا رہا تھا اچانک ایک بہت بڑی اور بلند چٹان کے اوپر سے کسی نے ہروس کے اوپر چھلانگ لگا دی تھی۔

رات کی تاریکی اور اندھیرا ہونے کی وجہ سے اور پھر دوسرے یہ کہ چھلانگ لگانے والے نے اپنے چہرے کو ڈھانپ رکھا تھا اسلئے ہروس اسے پہچان نہ سکا تھا چھلانگ لگانے والے نے آناً فاناً گھوڑے کے اوپر ہروس کو دبوچ لیا اور اس کے پیچھے بیٹھ گیا تھا اپنا ایک ہاتھ اس نے ہروس کے منہ پر رکھا دوسرے ہاتھ سے اس نے اسکے گھوڑے کی لگام اس سے چھین لی اور پھر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

بشپ ہروس بڑا پریشان اور فکر مند تھا یہ سب کچھ آن کی آن میں ہو گیا تھا اور وہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ اسکے ساتھ کیا پیش آیا ہے۔ مزید یہ کہ جس شخص نے اسے دبوچا تھا اسکی

گرفت ایسی مضبوط اور زوردار تھی کہ اسکی گرفت میں ہروس بے بس اور مجبور پرندے کی طرح پھڑپھڑا کے رہ گیا تھا اس پر قابو پانے والا گھوڑے کو ایڑ لگائے دوڑاتے چلا جارہا تھا۔

بشپ ہروس کا خیال تھا کہ شاید وہ اسے کلیسا کی طرف لے کر جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا جہاں اس راستے سے کلیسا کی طرف جانے والا راستہ مڑتا تھا اس پر گھوڑے کو ڈالنے کے بجائے بشپ ہروس پر قابو پانے والے نے گھوڑے کو اس راستے پر ڈال دیا تھا جو کلیسا کے بجائے سیدھا آگے دریائے لیطانی کی طرف جاتا تھا۔

گھوڑے کو ایڑ پر ایڑ لگائے وہ دریائے لیطانی کے کنارے آیا پہلے خود نیچے اترا پھر ایک ہاتھ اس نے بشپ ہروس کی گردن پر ڈالا اور اسے کسی بے بس پرندے کی طرح اچک کر گھوڑے سے دریائے لیطانی کے کنارے گیلی ریت پر پھینک دیا تھا اسکے بعد اس نے ایک جھٹکے سے اپنی تلوار بے نیام کی ساتھ ہی اس نے منہ سے نقاب ہٹا دیا تھا۔ وہ امیر طرنطائی تھا۔

امیر طرنطائی کو دیکھتے ہوئے بشپ ہروس دنگ رہ گیا تھا اسکے حلق سے کپکپاتی ہوئی آواز نکلی راہب لیوس یہ تم ہو جس نے مجھے چٹانوں کے اندر دبوچا اور میرے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا یہاں لے آیا امیر طرنطائی اسکے قریب ہوا اور اپنی تلوار کی نوک اس نے ہروس کی گردن پر رکھ دی تھی پھر وہ دھاڑتی ہوئی آواز میں بول پڑا تھا۔

سن ہروس یہ میں ہی ہوں جو تجھے چٹانوں سے دبوچ کر یہاں لایا ہوں امیر طرنطائی اپنی بات مکمل نہ کر پایا کہ درمیان میں بشپ ہروس غضبناک آواز میں بول پڑا۔

لیوس کیا تیرا لب و لہجہ اور انداز تخاطب قابل اعتراض نہیں ہے طرنطائی نے ایک قہقہہ لگایا۔

اسلئے قابل اعتراض ہے کہ میں تمہیں بشپ ہروس کہنے کے بجائے صرف ہروس کہہ رہا ہوں سنو تم اس کے قابل نہیں ہو دریائے لیطانی کے کنارے اگر میں تمہیں کتا کہہ کر مخاطب کروں تو زیادہ مناسب ہوگا دیکھ ہروس میں نہ راہب ہوں نہ لیوس ہوں ۔ میرا نام طرنطائی ہے اور میں مصر کے سلطان رکن الدین کے لشکروں کا سالار اول ہوں میں نے ہی دمشق کے بشپ تغلیس اور اسکے ساتھی پادریوں کا خاتمہ کیا تھا اور ایک لنگڑے راہب کے بھیس میں ادھر آیا سن تمہارے حکمران برالیون کے بیٹے ایرش کو بھی میں نے ہلاک کیا

ابھی کچھ اور ہیں جو میرے ہاتھوں ہلاک ہونگے تمہیں بھی میں ہلاک کرنیکے لئے دریائے لیطانی کے کنارے لایا ہوں ۔

سن ہروس تو ہی سب سے بڑا بدمعاش گناہگار اور بدی کا محرک ہے کہ یہاں اپنے کلیسا سے تو میرے رسولؐ میرے آقا کے خلاف کتابچے لکھ لکھ کر دمشق بھجواتا رہا تاکہ مسلمانوں کے اندر غلط فہمیاں پیدا کرے اور ہمارے رسولؐ کی اہانت کا باعث بنے سن ہروس یہ ایسا جرم ایسا گناہ ہے جسکی کوئی معافی جسکی کوئی بازگشت نہیں ہے سن ہروس میں اپنی قوم کی بیداری کا جلال اور غم خوار ہوں میں راہب لیوس نہیں ہوں الحمداللہ مسلمان ہوں اور ان سارے لوگوں کا کام تمام کرنیکے لئے نکلا ہوں جو تمہاری طرح میرے رسولؐ کی اہانت کا باعث بنتے رہے ہیں۔ سن ہروس اگر تم لوگ اس زمین کی سات پوروں کے اندر بھی اتر جاتے تو قسم خداوند قدوس کی میں تمہیں وہاں سے بھی ڈھونڈ نکالتا تم گناہگاروں کے جسموں کے جھوٹ کو روح کی سچائی تک گھسیٹتا چلا جاتا۔

میں وہ زہر ہوں جو امر بیل کی صورت دھیرے دھیرے جسم اور خون میں پھیلتا چلا جاتا ہے امیر طرنطائی کی اس گفتگو پر بشپ ہروس مکروں کے بتگریم یم گوشوں ازل سے بھٹکتی روح اور جاگتی آنکھوں کے ہیولوں کی طرح اداس اور ویران ہو گیا تھا تھوڑی دیر بعد امیر طرنطائی کی آواز گونج اٹھی۔

سن ہروس تم اور تمہارے ساتھی لفظوں میں آگ بستیوں میں زہر بھرنے والے جھوٹ نگر کے باسی اور کڑواہٹ کے موسم ہو تم لوگ وہ ذلت بھرا لمحہ ہو جو ہر وقت کسی خونی انقلاب کا منتظر رہتا ہے سن ہروس صدائے کن کی دھن پر رقصاں اس کائنات میں میری قوم عناصر کے توازن جیسی ذروں کے دھڑکتے سینے کی طرح بیدار قسمت کے سفر اور پائیدار لوح میزآن کی عبادت کی طرح ناقابل تبدیل ہے ہم لوگ اعزاض کو ایثار کی خوشبو ظلمت کو ضیاء کی خیرات سفر بے سمت کو لمحہ لیجاب ارادوں کی جستجو اور فکر عمل کو دعائے خیر کی امید دینے والے لوگ ہیں دیکھ ہروس عقل شہ امکان کے در مخفی کا دربان ہے لیکن تو نے اس سے کام نہ لیا حکمت واحساس رہبر توانائی ہے لیکن تو اسے بھی اپنے کام میں نہ لایا اور اپنے آپ کو بدی گناہ اور ناقابل معافی جرم میں مبتلا کر لیا۔

سن ہروس مسلمان بنیادی طور پر اسیری کی نفرت کو بکھرتے جمال سحر سلگتی

زمین کو حجلہ شب وصال اور ببول کی جھولی کو گلابوں کے دامن میں بدل دیتے والے ہیں لیکن مسلمانوں کی یہ صفات تمہاری سمجھ میں نہیں آئینگی پھر یہ کہ تم نے میرے رسولؑ کی اہانت کی ہے تم نے ایساجرم کیاہے جسکی کوئی معافی نہیں تم جرائم کی کتاب میں گناہ در گناہ کا دائرہ ہو لہذا میں دریائے لیطانی کے اس کنارے تمہارے لئے جلتی عذاب کی راہ اور زمین کی اندھی کالی گلیوں جیسا ثابت ہونگا ہروس تیرے بعد تیرے ان دو پادریوں کا بھی نمبر آئیگا جو تجھے میرے رسولؑ کی اہانت آمیز کتابچے لکھ لکھ کر مہیا کرتے ہیں دریائے لیطانی کے کنارے تیرا خاتمہ کرنکے بعد میں تیرے کلیسا میں داخل ہونگا اور تیرے ان نائب پادریوں کا بھی خاتمہ کرکے رہونگا اسکے ساتھ ہی امیر طرنطائی زمین پر بیٹھ گیا اور دائیں ہاتھ سے اس نے ہروس کی گردن پکڑلی تھی پھر اسکا حلقوم اس زور سے دبایا کہ تھوڑی ہی دیر بعد ہروس سانس رک جانے کی وجہ سے دم توڑ گیا تھا۔

اسکے بعد امیر طرنطائی نے مردہ ہروس کی لاش کو اٹھا کر اسکے گھوڑے پرر کھا اور پھر گھوڑے کو اس نے دریائے لیطانی میں ہانگ دیا تھا امیر طرنطائی کے یوں زور دار انداز میں ہانکنے کے باعث گھوڑا بڑی تیزی سے رات کی تاریکی میں دریا عبور کرنے لگا تھا طرنطائی نے لاش کو اس انداز میں رکھا تھا کہ گھوڑا جب گہرے پانی میں جائے تو لاش پانی میں گر کر کہیں دور نکل جائے۔

اس کام سے فارغ ہونیکے بعد امیر طرنطائی نے لپنے پاؤں سے جوتے اتار لئے اور انہیں اپنی کمر پر باندھ لیا پھر وہ پانی کے اندر کھڑا ہوا اور کنارے پر پانی پھینک پھینک کر اس نے لپنے پاؤں کے علاوہ گھوڑے کے سموں کے نشانات بھی مٹا کر رکھ دیئے تھے پھر وہ سخت تاریک رات میں دریائے کے کنارے پانی میں بھاگتا ہوا دریا کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ نیچے جارہا تھا۔

لگ بھگ ایک فرلانگ تک امیر طرنطائی کنارے کے ساتھ ساتھ پانی کے اندر بھاگتا رہا پھر جب بڑی چٹانوں کا سلسلہ شروع ہوا تو وہ رک گیا لپنے پاوں صاف کرکے اس نے جوتا پہنا پھر وہ چٹانوں کے اندر ہی اندر بل کھاتا ہوا بڑی تیزی سے وہاں جارہا تھا جہاں اس نے بشپ ہروس پر چھلانگ لگا کر اسے دبوچا تھا۔

طرنطائی ایک چٹان کی اوٹ میں آیا وہاں اسکا لوہے کا عصا اور کپڑوں کی ایک

گھڑی پڑی ہوئی تھی اپنی گھڑی اس نے لپنے شانے سے لٹکائی اور اپنا آہنی عصا اٹھایا اور اسکے سہارے وہ بڑی تیزی سے بشپ ہروس کے کلیسا کی طرف جارہا تھا۔

ادھر ادھر دیکھتے ہوئے رات کی تاریکی میں چھپتا چھپاتا امیر طرنطائی کلیسا میں داخل ہوا اندھیرے کی اوٹ میں برآمدے کے اندر ہوتا ہوا وہ پہلے اس کمرے کے سامنے رکا جس میں خوناس رہتا تھا پہلے اس نے کندھے کے ساتھ جو کپڑوں کی پوٹلی لٹکا رکھی تھی اس میں سے ایک رسی نکالی اس رسی کو اپنی مٹھی میں اس نے دبایا دروازے پر اس نے ہلکی سی دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا دروازہ کھولنے والا خود خوناس تھا۔ قبل اسکے کہ خوناس کچھ کہتا امیر طرنطائی اسے پیچھے ہٹاتا ہوا بڑی راز داری سے کمرے میں داخل ہوا ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے کمرہ بند کردیا خوناس ابھی طرنطائی کی اس بدحواسی کا جائزہ ہی لے رہا تھا کہ امیر طرنطائی ایکدم حرکت میں آیا رسی اس نے خوناس کے گلے میں لپیٹ کر فی الفور ایسے کھینچی کہ خوناس سانس بند ہونے سے دم توڑ گیا۔

امیر طرنطائی نے اپنا ہاتھ میں پکڑا ہوا عصا ایک دیوار کی ٹیک سے لگایا خوناس کی لاش کو اٹھا کر اس نے بستر پر لٹایا اس پر چادر ڈالدی تھی پھر وہ اپنا عصا لیکر کمرے سے نکلا دائیں بائیں دیکھا کوئی بھی نہیں تھا۔

پھر آہستہ آہستہ وہ آگے کمرے کی طرف گیا رسی اسی طرح اس نے مٹھی میں بند رکھی دروازے پر پہلے کی طرح اس نے ہلکی سی دستک دی تھی۔

دستک پر کوئی رد عمل نہ ہوا تھا لہذا امیر طرنطائی نے دوسری دستک دی یہاںتک کہ دروازہ کھلا جسطرح خوناس کو ہٹاتا ہوا امیر طرنطائی کمرے میں گھسا تھا ایسے ہی اس نے ابروق کے ساتھ بھی معاملہ کیا ابروق فوراً پوچھ پڑا۔ راہب لیوس خیریت تو ہے تم اس وقت بدحواس سے لگتے ہوا اندر داخل ہوتے ہوئے امیر طرنطائی نے سرگوشی کی میں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں تمہارے پاس آیا ہوں پہلے دروازہ بند کرو۔ ابروق نے فوراً آگے بڑھ کر دروازہ بند کردیا جیسے ہی وہ مڑا امیر طرنطائی حرکت میں آچکا تھا اپنی رسی اس نے ابروق کے گلے میں لپیٹی اور اس زور سے کھنچی کہ ابروق دم توڑ گیا اسکی لاش کو بھی اٹھا کر امیر طرنطائی نے اسکے بستر پر لٹایا اور اوپر چادر ڈالدی پھر وہ باہر نکلا پہلے برآمدے میں تھوڑی

دیر کھڑے ہو کر اس نے ادھر ادھر کا جائزہ لیا چاروں طرف تاریکی تھی خاموشی اور ہو کا عالم تھا لہذا اپنے آہنی عصا کو زمین پر ٹیکے بغیر دبے قدموں وہ کلیسا کے صدر دروازے پر آیا پیچھے مڑ کر دیکھا ہر طرف خاموشی تھی پھر وہ کلیسا کے دروازے سے نکل کر چند قدم بائیں جانب گیا پھر وہ پوری رفتار سے سرائے کی طرف بھاگ رہا تھا۔

سرائے میں داخل ہونے کے بعد امیر طرنطائی جب اپنے کمرے میں داخل ہوا تو دنگ رہ گیا اس نے دیکھا کہ ٹیمپلرز کا نائب سالار ایلواس بیٹھا ہوا تھا اسے اپنے کمرے میں دیکھتے ہی امیر طرنطائی کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی شاید اس بات پر کہ قدرت اسکے سارے ہی کام سیدھے کر رہی تھی ایرش بشپ ہروس پادری خوناس اور ابروق کا خاتمہ کرنے کے بعد ایلواس ہی ایسا شخص رہتا تھا جسکا اس نے خاتمہ کرنا تھا اور اب وہ آپ سے اسکے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔

امیر طرنطائی جب اپنے کمرے میں داخل ہوا تو ایلواس فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور معذرت طلب انداز میں بول پڑا محترم راہب لیوس میں معذرت خواہ ہوں کہ میں آپکے کمرے میں آیا میں نے سرائے کے مالک سے آپکے کمرے کی چابی طلب کی قفل کھول کر یہاں بیٹھا سرائے کا مالک میرا جاننے والا ہے میں دراصل ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں اس سلسلے میں میں مکمل رازداری کا خواہاں ہوں۔

جواب میں امیر طرنطائی نے تھوڑی دیر بڑے غور سے ایلواس کا جائزہ لیا پھر پوچھا جو گفتگو تم کرنا چاہتے ہو کیا وہ کسی کے خلاف ہے۔

راہب لیوس آپکا اندازہ درست ہے جو گفتگو میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں وہ ہمارے سپہ سالار اعلیٰ سگیر کے خلاف ہے ایلواس نے یہ انکشاف ایک لحاظ سے ڈرتے ڈرتے کیا تھا۔

ایلواس کے اس انکشاف پر امیر طرنطائی خوش ہوا تھا۔

ایلواس اگر تو سگیر کے کسی معاملے پر میرے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا ہے تو یہ جگہ ایسی گفتگو کے لیئے مناسب نہیں میرے خیال میں ہمیں سرائے سے باہر کسی جگہ بیٹھ کر یہ گفتگو کرنا چاہیئے اور اگر جو گفتگو تم کرنا چاہتے ہو اسکی کسی کو بھنک بھی پڑ گئی تو یاد رکھنا تیرے ساتھ ساتھ میری بھی خیریت نہیں رہیگی طرنطائی نے بڑی ہمدردی میں ایلواس کو یہ

مشورہ دیا تھا ایلواس نے فوراً امیر طرنطائی کی اس تجویز کو پسند کیا اور اٹھ گیا۔

مقرب راہب میں آپکی اس تجویز سے یقیناً اتفاق کرتا ہوں مگر اسکے لیئے آپ کون سی جگہ مناسب سمجھتے ہیں امیر طرنطائی نے فوراً کچھ سوچا پھر بول پڑا۔

ایلواس میرے خیال میں بیلفورٹ شہر اور سرائے کے درمیان چٹانوں کا ایک سلسلہ ہے اور ان چٹانوں میں بیٹھ کر باہم گفتگو کرتے ہیں اس طرح کسی کو خبر بھی نہ ہوگی اور جو معاملہ ہم دونوں نے طے کرنا ہے تو احسن طریقے سے مکمل ہو جائیگا اگر تم میری اس تجویز پر رضامند ہو تو پہلے تم سرائے سے نکلو تمہارے نکلنے کے تھوڑی بعد میں بھی سرائے سے نکلونگا پھر دونوں ملکر رازداری میں گفتگو کرتے ہیں۔

ایلواس فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا مقرب راہب میں آپکی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں میں سرائے میں سے نکلتا ہوں اور بیلفورٹ کی طرف جانے والے راستے پر ذرا دور چل کر آپکا انتظار کرتا ہوں اسکے ساتھ ہی ایلواس امیر طرنطائی کے کمرے سے نکل گیا تھا۔

ایلواس کے جانیکے بعد امیر طرنطائی اپنے بستر پر بیٹھ گیا گردن جھکا کر وہ کچھ دیر سوچتا رہا تھا اس لمحہ اسکے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی شاید اس بات پر کہ کامیابیاں آپ سے آپ بھاگتی ہوئی دامن چوم رہی تھیں تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح بستر پر بیٹھا رہا کوئی آخری فیصلہ کرنیکے بعد اس نے اپنے کمرے کے اندر جلتی ہوئی مشعل کو بجھا دیا کمرے کا دروازہ اس نے بند کیا پھر سرائے کے صدر دروازے کی طرف جانیکے بجائے پشتی حصے سے اس نے دیوار پھلانگی اور سرائے سے باہر نکل گیا تھا تھوڑی دیر تک وہ اپنے عصا کا سہارا لیئے بغیر بڑی تیزی سے شاہراہ پر چلتا رہا پھر جب اپنے سامنے اسے ایلواس کا ہیولہ دکھائی دیا تب وہ عصا کا سہار لیکر لنگڑاتے ہوئے چلنے لگا تھا چند قدم آگے جا کر وہ رک گیا اسلیئے کہ ایلواس سامنے کھڑا تھا اسکے قریب جا کر امیر طرنطائی نے سرگوشی کی۔

ایلواس میرے محترم آؤ شاہراہ کے دائیں جانب وہ جو بڑی بڑی چٹانیں ہیں وہاں بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں اس گفتگو کے اختتام کے بعد تم بیلفورٹ کی طرف چلے جانا میں سرائے کی طرف چلا جاؤنگا ایلواس نے پہلے امیر طرنطائی کا شکریہ ادا کیا پھر وہ چپ چاپ ان چٹانوں کی طرف ہو لیا تھا شاہراہ سے تھوڑی دور جا کر دونوں چٹانوں کے اوپر جا کر بیٹھ گئے تھے اسکے بعد ایلواس نے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا

مقرب راہب! میں پہلے تو آپکو مبارکباد دیتا ہوں کہ بیلفوزٹ کے حکمران اور انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان کے سامنے آپ نے بوہیمان کے بیٹے دروقہ اور سیگر کو بیک وقت تیغ زنی میں بدترین شکست دی آپکی یہ فتح یقیناً میری خوشی کا باعث ہے اب میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سیگر اور دروقہ دونوں کو شکست دینے کے بعد آپ اگر چاہیں تو میرا ایک کام کر سکتے ہیں جس کے لئے میں عمر بھر آپکا ممنون اور شکر گزار رہونگا۔

کیسا کام امیر طرنطائی نے تیز نگاہوں سے ایلواس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

مقرب راہب! سیگر کو شکست دینے کے بعد میں چاہتا ہوں کہ میں برالیون سے یہ گزارش کروں کہ میں راہب لیوس سے تیغ زنی کا مقابلہ کر کے اس سے سیگر اور دروقہ کی شکست کا انتقام لینا چاہتا ہوں اور اسے اپنے سامنے زیر کر کے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ ٹیمپلرز تیغ زنی میں کسی سے کم نہیں ہیں ظاہر ہے کہ برالیون اور انطاکیہ کا شہنشاہ بوہیمان دونوں میری اس تجویز سے اتفاق کرینگے اور یہ امید رکھیں گے کہ میں کسی نہ کسی طرح مقابلے میں آپکو زیر کر دوں لہذا برالیون فوراً مقابلے کا وقت مقرر کر دے گا۔

میری آپ سے گذارش ہے کہ اس مقابلے کے دوران آپ مجھ سے جان بوجھ کر ہار جائیں آپکے ایسا کرنے سے آپکا تو کچھ نہیں جائیگا میری زندگی سنور جائیگی وہ اسطرح کہ جب میں مقابلے میں آپ کے سامنے فتح مند رہونگا تو برالیون سیگر کو ہٹا کر مجھے اپنے لشکروں کا سالار اعلیٰ بنا دیگا اور یہ ایک ایسا عہدہ اور مقام ہے جسکے لئے ہر کوئی طالب رہتا ہے مجھے امید ہے کہ آپ میرا یہ معمولی سا کام کرنے پر رضامند ہو جائینگے اسلئے کہ آپ راہب ہیں اگر آپ یہ مقابلہ ہار بھی گئے تو آپ پر کوئی حرف گیری نہیں آئیگی اور میری زندگی سنور کر رہ جائیگی۔

اپنی تلوار کے دستے پر ہاتھ لے جاتے ہوئے امیر طرنطائی نے طنزیہ انداز میں کہنا شروع کیا۔

ایلواس تجھے اب مقابلہ جیتنے سے کیا حاصل ہوگا اسلئے کہ آجکی رات تیری زندگی کی آخری رات ہے اور یہ کہ تیری زندگی کے دن تمام ہو چکے ہیں جواب میں ایلواس بوکھلا سا گیا۔

مقرب راہب آپ یہ کیسی اور کس طرح کی گفتگو کر رہے ہیں کیا آپکو کشف ہوا ہے کہ میری زندگی کے دن ختم ہو چکے ہیں جواب میں امیر طرنطائی نے بڑی بے پروائی کا سا اظہار کیا۔

ایلواس کشف تو نہیں ہوا پر میں ایک راہب کی حیثیت سے مناظر کے پس پردہ زمانے کی صد رنگ و بو کی لوح پر اپنی عشق آگہی کی تیز متلاشی آنکھوں کے ذریعے سب کچھ دیکھ سکتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وقت کی لوح پر ترے لیئے مدحت و توصیف نہیں بلکہ آتش رنگ گم ہوتا ہوا افق ہے دیکھ ایلواس تو نے پرائی آگ میں خود کو جلا کر موت کی گہری نیند سو جانے کا خود اہتمام کیا اور یہ کہ چند لمحوں بعد تمہیں مرگ بے مداوا زخم دیکر تمہارے سانسوں کی آخری اوس چاٹ لے گی دیکھ ایلواس زمین پر یہ لہلہاتا وقت تیری روح میں سفر کرتے ایام کے رنگ کو مٹا چکا ہے۔

راہب لیوس میں تمہاری ان باتوں پر اعتبار نہیں کرتا اسلئے کہ ابھی تو میری ترقی کے سورج کو نصف النہار پر چمکنا ہے۔ ابھی تو میں نے سیگر کو پیچ کر کے اسکے مقدر کو نفرت بانٹنی ہے ابھی تو میں نے ترقی کی انگنت ساعتوں سے لطف اندوز ہونا ہے دیکھ راہب لیوس میری موت ابھی مجھ پر وارد نہیں ہو سکتی اسلئے کہ ابھی میں نے آسمان کے سرد آنگن تلے تو عمر ہتھیلیوں کو چھو کر رات بھر اپنی آس کے آنچل اتار کر خوشی کے ہنگاموں سے لطف اندوز ہونا ہے ایلواس نے یہ باتیں بڑی آس بڑی امید میں راہب لیوس سے کہی تھیں جواب میں راہب لیوس پھر بول پڑا۔

سن ایلواس! جس وقت تو مجھے دریائے لیطانی کے کنارے ملا تھا تو میری نگاہ تیرے ہاتھ پر پڑی تھی تیرے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھتے ہی میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ تیری زندگی محفوظ راستوں سے ہٹ کر سپنوں کی اڑتی دھول سراب رنگ نکہت کے تعاقب میں نکلنے والی ہے تیری ہست اب باعث شرم اور بجھتی مشعل کی طرح ہے اور عنقریب فانی زمانوں کو کوچ کرنے والی ہے۔

امیر طرنطائی کی اس بے باکانہ گفتگو کو شاید ایلواس نے ناپسند کیا تھا بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور برس پڑا۔

راہب لیوس میں تمہاری اس گفتگو کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔ میرے سامنے کسی

کو اسطرح کی مجال خودسری نہیں جسکا اظہار تم نے رات کے وقت کیا ہے میں تو وہ شخص ہوں جو وقت کی چھلنیوں سے انوکھی تاویل بن کر گذر جاتا ہوں طرنطائی بھی بے پناہ غصے کا اظہار کرتے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی اور لپنے بائیں ہاتھ کی گرفت اس نے لپنے آہنی عصا پر مضبوط کر لی تھی پھر کہا دیکھ ایلواس تو بکتا ہے میں خود راہب لیوس تیرے لئے اس رات کی تاریکی میں خواب راستوں کی تلخی بھری تعبیر تیرے جرائم کے خلاف سزا در جزا کا دائرہ تیرے سیاہ خونی جبر کے آگے تلخ اور کڑوے کسیلے رواجوں کے الجھے حلقے کے جیسی صورت اختیار کرتے ہوئے تیری روح کے لئے سوتی موت کی حدت اور خونی دھند بھری کہانی بن جاؤنگا امیر طرنطائی اس گفتگو کے درمیان کھولتے ہوئے لہجے میں ہروس پڑا تھا۔

راہب لیوس تم میری اہانت میری بے عزتی کا باعث بن رہے ہو۔ جس طرح کی تم مجھ سے گفتگو کر رہے ہو ایسی گفتگو میں سننے کا عادی نہیں ہوں ایلواس نے بڑی برہمی اور بیزای کا اظہار کیا تھا۔

امیر طرنطائی نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دینا شروع کیا۔ سنو ایلواس میں ایسے ہی جواب دینے کا عادی ہوں سن آج کی شب تیری زندگی کی آخری شب ہے یوں جانو تیری زندگی کی اس آخری رات کے مقدر میں سحر نہیں ہے میں ان چٹانوں میں تمہیں قتل کرونگا اور کسی کو کانو کان خبر تک نہ ہوگی کہ بیلفورٹ شہر اور سرائے کے درمیان تم میرے ہاتھوں مارے گئے جواب میں ایلواس ہکلاتے ہوئے پوچھنے لگا تھا۔

راہب لیوس میری تمہاری کیا دشمنی ہے کہ تم میری جان کے درپئے ہونے لگے ہو امیر طرنطائی آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑا۔

سن ایلواس تم وہ بد بخت وہ کمینے ہو جسکی کمانداری میں دریائے لیطانی کے کنارے مسلمانوں کے ایک کاروان کا قتل عام کیا گیا اور ابھی تک مسلمانوں کی لاشیں دریا کے کنارے بکھرے پڑی ہیں کیا تم اس جرم میں ملوث نہیں ہو اور کیا تمہیں اس جرم کی سزا نہیں ملنا چاہیئے۔ اسکے ساتھ ہی امیر طرنطائی نے اپنی تلوار ایلواس پر حملہ کرنیکے لیئے بلند کی تھی امیر طرنطائی نے تلوار بلند کر کے گرائی ایلواس نے اسکی تلوار کو فوراً اپنی تلوار پر روک لیا تھا پر اسی لمحہ امیر طرنطائی لپنے آہنی عصا کو حرکت میں لا چکا تھا اور وہ حصہ جس پر وہ

بغل کو ٹیکتا تھا اس نے ایلواس کے منہ پر دے مارا تھا ایلواس کے یہ چوٹ ایسی لگی کہ وہ چکرا کر زمین پر گرا اسی لمحہ امیر طرنطائی نے تلوار گرائی اور ایلواس کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

ایلواس کا خاتمہ کرنیکے بعد امیر طرنطائی نے اسکی تلاشی لی اسکے پاس جو نقدی تھی وہ اس نے نکال لی۔ پھر وہ پتھروں پر پھلانگتا ہوا ایک سمت بڑھتا رہا تا کہ کوئی اسکے قدموں کے نشانات نہ دیکھ سکے کافی دور جانیکے بعد وہ چٹانوں سے نکلا بھاگتا ہوا وہ اس راستے پر آیا جو بیلفورٹ سے سرائے کی طرف جاتا تھا۔

سرائے کی پشتی دیوار پھلانگ کر امیر طرنطائی سعرائے کے احاطے میں داخل ہوا اور لپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے چونک سا پڑا اس نے دیکھا کہ بھٹیار خانے کی قریب ہی جہاں سرائے کا مالک بیٹھتا تھا سیگر اور انطاکیہ کہ شہنشاہ بوہیمان کا بیٹیا دونوں کھڑے تھے اور وہ سرائے کے مالک سے راز داری کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے امیر طرنطائی کو کچھ شک گذرا اندھرے کی اوٹ میں دیوار کے ساتھ چپکتے ہوئے وہ انکے نزدیک جا کر کھڑا ہوا اور انکی راز دارانہ گفتگو سننے لگا۔

امیر طرنطائی کے کانوں میں سرائے کے مالک کی آواز پڑی۔

سیگر تم میرے لئے بڑے محترم ہو اور تمہارا ہر کام میرے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ لیکن میں کہوں وہ بہرحال راہب ہے اور اگر ہم نے اسکی جان لینے کی کوشش کی تو سن رکھو کہ ہروس کے علاوہ سارے پادری اور راہب ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہونگے اور پادریوں کی عدالت میں ہمیں لے جا کر مصلوب کرنے کا حکم نامہ حاصل کر لیں گے۔

تم اس قدر فکر مند نہ ہو پادریوں کی عدالت میں ہمیں جب لے جایا جائیگا جب لیوس کی موت کی کسی کو خبر ہوگی ہم لیوس کا خاتمہ ایسے طریقے سے کرینگے کہ کسی کو کانوں کان اسکے مرنے کی خبر نہیں ہوگی ہم لیوس کے کمرے میں داخل ہونگے ہمیں امید ہے کہ وہ اس وقت گہری نیند سو رہا ہوگا سوتے میں ہم اسکا گلا گھونٹ دینگے پھر اسکی لاش کو اٹھا کر دریائے لیطانی میں پھینک دیں گے کسی کو کچھ خبر نہ ہوگی کہ اسے کس نے قتل کیا اور وہ کہاں گیا دریا میں اگر کہیں اسکی لاش مل بھی گئی تو قاتلوں کا تو کوئی سراغ نہ مل سکے گا سیگر نے ایک طرح سے سرائے کے مالک کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے یہ الفاظ ادا کئے تھے اسکے جواب

میں سرائے کا مالک بول پڑا۔

سیگر میرے محترم اگر راہب لیوس کو ختم کرنے میں تمہاری بہتری اور بھلائی ہے تو جاؤ جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو کرو اس معاملے میں میں مکمل طور پر تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہارا راز راز رہے گا۔ اگر لیوس کی موت تمہارے لئے باعث منفعت ہے تو میں تمہاری اس منفعت تمہارے اس فائدے میں تمہارا شریک کار بنتا ہوں سرائے کے مالک کی اس گفتگو پر سیگر اور دروقہ دوں خوش ہو گئے تھے پھر دنوں نے ایک ساتھ اپنی تلواریں بے نیام کی اور پیچھے ہٹ گئے تھے۔

سیگر اور دروقہ کو وہاں سے ہٹتے دیکھ کر امیر طرنطائی فوراً وہاں سے پلٹا اور اپنے کمرے کی طرف بھاگا اپنے کمرے کے قریب جا کو وہ ایک دیوار کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا تھا تھوڑی دیر بعد سیگر اور دروقہ دونوں امیر طرنطائی کے کمرے کے سامنے نمودار ہوئے انہوں نے دیکھا دروازہ بند تھا اور کمرے میں مشعل نہیں جل رہی تھی اس موقع پر سیگر نے دروقہ سے سرگوشی کی۔

لگتا ہے یہ راہب اندھیرے کا بڑا خواہشمند ہے کمرے میں جلتی مشعل بجھا کر گہری نیند سو رہا ہے اور یہ رات یقیناً اسکی زندگی کی آخری رات ہی ہو گی آؤ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوں اور اسکا کام تمام کر کے اسکی لاش کو اٹھا کر رات کی تاریکی میں دریائے لیطانی میں پھینک دیں۔

جوں ہی دونوں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئے پیچھے سے اچانک امیر طرنطائی نمودار ہوا پہلے اس نے اپنی تلوار کا دستہ اس زور سے سیگر کی گردن پر مارا کہ سیگر بے سدھ سا ہوتا ہوا زمین پر گر گیا تھا اسکی اس حالت پر دروقہ فوراً سنبھلا لیکن اس وقت تک امیر طرنطائی دوبارہ حرکت میں آچکا تھا اور اپنا عصا اس زور سے امیر طرنطائی نے دروقہ کے ہاتھ پر مارا کہ اسکے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر زمین پر گر گئی اپنے عصا کی دوسری ضرب امیر طرنطائی نے دروقہ کے گھٹنے پر ماری اور دروقہ بھی بل کھا کر زمین پر گر گیا تھا۔

اس صورتحال سے امیر طرنطائی نے فوراً فائدہ اٹھایا کپڑوں کی وہ پوٹلی جو اسکے کندھے سے لٹک رہی تھی اس میں سے رسیاں نکالیں پھر بڑی تیزی سے اس نے دروقہ اور سیگر کے ہاتھ کس کر انکی پشت پر باندھ دیئے تھے۔

اسکے بعد اس نے مزید رسیاں نکالتے ہوئے انکے پاؤں بھی رسیوں میں جکڑ دیئے تھے اور منہ پر کس کر کپڑا باندھ کر دونوں کو اپنے کمرے کے ایک کونے میں ڈالدیا تھا۔

اسکے بعد وہ رات امیر طرنطائی نے ان دونوں پر پہرہ دیتے ہوئے جاگ کر گزاری تھی دوسرے روز جب سورج طلوع ہوا تو امیر طرنطائی نے اپنے کمرے کو باہر سے قفل لگایا پھر وہ اس جگہ آیا جہاں سرائے کا مالک بیٹھتا تھا سرائے کا مالک امیر طرنطائی کو دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں امیر طرنطائی اپنا منہ سرائے کے مالک کے کان تک لے گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رات کے پہلے حصے میں تو نے سیگر اور دروقہ کے ساتھ ملکر میری موت کا سامان کیا تھا زندگی اور موت خداوند کے ہاتھ میں ہے وہ جب چاہے زندگی دیتا ہے اور جب چاہے یہ امانت چھین لیتا ہے تو سیگر اور دروقہ ملکر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

امیر طرنطائی یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اسے خاموش ہو جانا پڑا اسلئے کہ سرائے کا مالک فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اپنے آپکو اس نے امیر طرنطائی کے پاؤں پر گرا دیا اور دونوں ہاتھوں سے امیر طرنطائی کے پاؤں پکڑتے ہوئے وہ منت کرنے لگا۔

راہب لیوس آپ مجھے معاف کر دیں دراصل میں کسی بھی صورت آپکے قتل آپکی موت میں ملوث نہیں ہونا چاہتا تھا لیکن اس سیگر نے مجھ سے دھمکی آمیز لہجہ اختیار کیا مجھے موت کا خوف دلایا اور آپکے قتل میں مجھے اپنا رازدار بنانا چاہا شروع میں میں نے انکار کیا پھر اسکے مجبور کرنے پر میں بھی خاموش ہو رہا اس سے وعدہ کر لیا کہ اگر وہ آپکو قتل کرتا ہے تو میں اس موت کو راز ہی رکھونگا راہب لیوس میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں آپ سے معافی مانگتا ہوں اور آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ میری اس غلطی کو راز ہی میں رہنے دیجئے گا اور کسی پر عیاں نہ کیجئے گا اگر کسی کو پتہ چل گیا تو بشپ ہروس کے علاوہ بڑے پادری مجھے کھینچ کر پادریوں کی عدالت میں لے جائینگے اور ہر صورت میں مجھے مصلوب کر کے رہینگے آپکو میری موت سے کیا حاصل ہوگا میں تہہ دل سے آپ سے اپنے رویے کی معافی مانگتا ہوں۔

جواب میں امیر طرنطائی مسکرا دیا۔ چلو میں تمہیں معاف کرتا ہوں میں کسی پر یہ ظاہر نہیں کرونگا کہ سیگر اور دروقہ نے مجھ پر حملہ آور ہونے کی جو کوشش کی تھی اس میں

تم بھی شامل ہو پہلے مجھے کھانا کھلاؤ اور سنو دروقہ اور سیگر دونوں کو میں نے گرفتار کر لیا تھا جس وقت انہوں نے مجھ پر حملہ آور ہو کر مجھے موت کے گھاٹ اتارنا چاہا میں نے انکے ہاتھ پاؤں باندھے ہوئے ہیں اور انہیں اپنے کمرے میں بند کیا ہوا ہے اور ابھی میں انہیں اپنے گھوڑے پر ڈال کے بیلفورٹ کے حکمران برالیون اور انطاکیہ کے حکمران بوہیمان کے پاس لیکر جاؤنگا۔

امیر طرنطائی کا یہ جواب سن کر سرائے کا مالک خوش ہو گیا تھا پھر جلدی جلدی اس نے امیر طرنطائی کو کھانا پیش کیا امیر طرنطائی نے کھانا کھایا دوبارہ اپنے کمرے میں آیا دونوں کو اس نے کندھوں پر لادا اپنے آہنی عصا کو ٹیکتا ہوا وہ اصطبل میں گیا دونوں کو اس نے پہلے زمین پر ڈالا اپنے گھوڑے پر زین کسی اسے لگام چڑھائی دونوں کو اس نے زین کے آگے ڈالا اور گھوڑے پر سوا ہوا گھوڑے کو اصطبل سے نکلنے کے بعد ایڑ لگائی اور صدر دروازے سے نکلتا ہوا وہ بیلفورٹ شہر کی طرف جا رہا تھا۔

بیلفورٹ شہر کے قصر کے صدر دروازے کے قریب ہی امیر طرنطائی رکا اور اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ صدر دروازے پر جو محل کے محافظ تھے ان میں سے ایک بھاگا بھاگا طرنطائی کے قریب آیا اور بڑے مودب لہجے میں پوچھا۔

محترم راہب کیا آپ کسی سے ملاقات کرنے کے خواہشمند ہیں امیر طرنطائی کے جواب کا انتظار کئے بغیر جب اس محافظ کی نگاہ گھوڑے پر لدے سیگر اور دروقہ پر پڑی تو وہ دنگ رہ گیا اس نے دیکھا ان دونوں کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے تھوڑی دیر تک وہ محافظ تذبذب اور حیرت کا شکار رہا اسکے بعد دوبارہ اس نے امیر طرنطائی کو مخاطب کیا۔

مقرب راہب یہ گھوڑے پر بیلفورٹ کا سالار اعلیٰ سیگر اور انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان کا بیٹا دروقہ ہے انکی یہ حالت کس نے بنائی ہے امیر طرنطائی تھوڑی دیر تک اس محافظ کو بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اسکی تحکمانہ سی آواز سنائی دی۔

تم یہ تحقیق مت کرو کہ یہ سیگر اور دروقہ کی حالت کس نے بنائی ہے تم محل کے اندر جاؤ اور بیلفورٹ کے حاکم برالیون انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان اور برالیون کی بیٹی برینس سے کہو کہ محل کے صدر دروازے پر راہب لیوس آپ سے ملاقات کرنیکا خواہاں ہے اور اسکے گھوڑے پر سیگر اور دروقہ لدے ہوئے ہیں انکی جو کیفیت ہے وہ بھی تفصیل کے

ساتھ کہنا۔ جاؤ اب میرے ساتھ کوئی مزید گفتگو نہ کرو امیر طرنطائی کے ان الفاظ پر وہ محافظ سہم سا گیا تھا پھر وہ مڑا اور تقریباً بھاگتا ہوا محل کے اندر چلا گیا تھا۔

امیر طرنطائی کو محل کے صدر دروازے پر کچھ زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا تھا جلدی ہی محل کے سکونتی حصے سے برالیون بوہیمان اور حسین وجمیل برینس نمودار ہوئے انکے ساتھ انکے محافظ بھی تھے پھر وہ بڑی تیزی سے صدر دروازے کی طرف بڑھے تھے۔

صدر دروازے کے قریب آ کر بوہیمان برالیون اور برینس امیر طرنطائی کے سامنے رکے تھوڑی دیر تک وہ گھوڑے پر لدے سیگر اور دروقہ کی طرف دیکھتے رہے پھر انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے امیر طرنطائی کی طرف دیکھا۔

راہب لیوس کیا تم یہ بتانے کی زحمت گوارہ کرو گے کہ یہ سیگر اور میرا بیٹا دروقہ تمہارے گھوڑے پر کیوں لدے ہیں اور ان دونوں کے ہاتھ اور پاؤں رسیوں سے کس نے جکڑ رکھے ہیں۔

انطاکیہ کے شہنشاہ جب تمہارا بیٹا دروقہ اور برالیون کا سپہ سالار اعلیٰ سیگر دونوں میرے گھوڑے پر لدے ہیں اور میں ہی انکو لیکر آیا ہوں تو ظاہر ہے انکی یہ حالت بھی میں نے ہی کی ہے۔ دراصل تم نے غلط سوال کیا تمہیں مجھ سے یہ پوچھنا چاہئے تھا کہ انکی کیا خطا ہے انکا کیا جرم ہے جس کی انہیں یہ سزا دی گئی ہے طرنطائی نے بھی کس قدر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ الفاظ ادا کئے تھے اس بار برینس آگے بڑھی ہمدردی سے اس نے امیر طرنطائی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنا شروع کیا۔

راہب لیوس آپکی بہادری آپکی شجاعت اور جوانمردی تو پہلے ہی ان دونوں پر ثابت ہو گئی ہے میں جانتی ہوں ان دونوں کی یہ حالت آپ بلاوجہ نہیں کر سکتے کہئے انکا کیا جرم ہے امیر طرنطائی کے جواب دینے سے پہلے برالیون بھی بول پڑا مقرب راہب لیوس تفصیل سے کہیں آپ نے انہیں اس اذیت میں کیوں مبتلا کیا ہے جواب میں امیر طرنطائی نے ایک سرسری نگاہ پہلے برینس اسکے بعد برالیون پر ڈالی پھر اسکی آواز بلند ہوئی۔

تو سنو! برالیون کی بیٹی برینس انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان اور بیلفورٹ کے حکمران برالیون آج میں سرائے میں اپنے کمرے کے اندر استراحت کر گیا تھا کہ اچانک

میرے اندر کی طاقتوں نے مجھے چوکنا کر دیا میں جب اپنے کمرے کے صدر دروازے گیا پر وہاں چونکہ بڑی مشعلیں رات بھر جلتی رہتی ہیں لہذا میں ان دونوں کو سرائے میں داخل ہوتے دیکھ کر پہچان گیا تھا۔ اس وقت رات کافی گزر چکی تھی لہذا انکے اس وقت سرائے میں داخل ہونے پر میں نے خطرہ محسوس کیا دونوں سیدھے سرائے کے مالک کے پاس گئے میں بھی اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے انکے نزدیک ہو کر انکی گفتگو سننے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

یہ دونوں سرائے کے مالک کے پاس گئے اس سے بڑی رازدارانہ گفتگو کی اور یہ ساری گفتگو میرے قتل سے متعلق تھی سرائے کے مالک نے انہیں بڑا منع کیا کہ راہب لیوس کو قتل مت کرنا اسکے قتل سے یہاں کے راہب اور پادری ایک شور ایک انقلاب برپا کر دینگے لیکن ان دونوں نے کہا کہ لیوس کے قتل کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی اسطرح دھمکی آمیز لہجہ اختیار کرتے ہوئے انہوں نے سرائے کے مالک کو اپنی بات منوانے پر مجبور کر دیا اس کے بعد کہ میرے قتل کیلئے میرے کمرے کی طرف بڑھے تھے۔

انکی یہ ساری گفتگو سنکر میں پہلے ہی چوکنا ہو گیا تھا لہذا اپنے کمرے کے قریب ہی ایک دیوار کی اوٹ میں چلا گیا جب یہ میرے کمرے میں داخل ہونے لگے تو سیگر پر پہلے میں نے اپنی تلوار کا دستہ آزمایا ایک سخت ضرب اسکی گردن پر لگائی اسے ادھ موا سا کر دیا اسکے بعد میں دروقہ کے خلاف حرکت میں آیا یہاں تک کہ میں نے ان دونوں کو قابو کر لیا انکے ہاتھ پاؤں باندھ کر ساری رات میں نے انہیں اپنے کمرے کے ایک کونے میں ڈال دیا صبح اپنے گھوڑے پر بٹھ کر انہیں یہاں لے آیا ہوں اب میں انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان اور بیلفورٹ کے حاکم برالیون سے گزارش کروں گا کہ یہ دونوں میرے خیال میں انتہا درجے کے مجرم ہیں لہذا انکی سزا تجویز کی جائے میں چاہتا تو رات جس وقت یہ مجھ پر حملہ کرنے گئے تھے اس وقت ہی ان دونوں کی گردنیں کاٹ کے اپنا معاملہ پادریوں کی عدالت میں پیش کر دیتا تو برالیون یاد رکھو تمہاری اپنی حکمرانی خطرے میں پڑجاتی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا میں نے بڑی رازداری سے کام لیا اور ان دونوں کو ہاتھ پاؤں باندھ کر تمہارے پاس لے آیا ہوں اس وقت کسی پادری کسی راہب کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ رات یہ دونوں مجھ پر حملہ آور ہوئے تھے اگر یہ خبر بشپ ہروس یا دوسرے پادریوں کو ہو گئی تو یاد

رکھنا بیلفورٹ شہر میں کسی وقت ایک ہنگامہ اٹھ کھڑا ہو گا برالیون اپنی ایمانداری سے کہو جو کچھ میں نے کہا ہے سچ ہے یا جھوٹ برالیون تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا اسکی گردن جھکی رہی پھر عجیب مایوسی اور لاچارگی میں امیر طرنطائی کی طرف دیکھا۔

راہب لیوس تمہارا کہنا درست ہے اگر یہاں کے بشپ ہروس اور دیگر پادریوں کو علم ہو گیا کہ ان دونوں نے رات کے وقت آپ پر حملہ آور ہونیکی کوشش کی ہے تو انکا معاملہ پادریوں کی عدالت میں پیش کر دیا جائیگا اور مجھے امید ہے کہ پادریوں کی عدالت ان دونوں کو مصلوب کرنے کا حکم دیدے گی اسلئے کہ پادری پہلے ہی راہب لیوس آپ سے بے حد خوش اور ان دونوں کے خلاف ہیں اسلئے انہوں نے میرے محل کے اندر مقابلے دوران رہبانیت اور تمہارے راہب ہونیکے خلاف زہر افشانی کی تھی اسے پادریوں نے انتہا درجے ناپسند کیا تھا راہب لیوس چونکہ تم نے ان دونوں سے مقابلہ جیتا تھا لہذا پادری اور رہب تمہیں اب اپنی پسندیدہ شخصیت خیال کرنے لگے ہیں اور اگر یہ معاملہ انکی عدالت میں پیش کر دیا گیا تو مجھے سو فیصد یقین ہے کہ سیگر اور دروقہ دونوں کو وہ مصلوب کرنیکا حکم دیدینگے راہب لیوس میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے یہ معاملہ پادریوں کی عدالت میں نہیں پیش کیا بلکہ میرے پاس لے آئے ہو راہب لیوس تمہارے سامنے ہی میں ان دونوں کا فیصلہ کرتا ہوں سیگر کے متعلق میرا فیصلہ یہ ہے کہ میں اسے سپہ سالار اعلیٰ کے عہدے سے ہٹا کر نائب سالار مقرر کرتا ہوں اور نائب سالار ایلواس کو اپنے لشکروں کا سالار مقرر کرتا ہوں انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان کے بیٹے دروقہ سے متعلق میرا فیلصہ یہ کہ میں اسے اپنی بیٹی برینس کا رشتہ دینے سے انکار کرتا ہوں اور اس سے ہر طرح کا تعلق منقطع کرنیکا اعلان کرتا ہوں۔

کچھ دیر تک خاموشی طاری رہی اس کے بعد بیلفورٹ کے حکمران برالیون نے اپنی حسین و جمیل بیٹی برینس کی طرف دیکھا۔

برینس میری بیٹی میں نے جو فیصلہ دیا ہے اسکے متعلق تمہارا کیا خیال ہے برینس کچھ دیر تک سوچوں میں کھوئی رہی اسکے بعد امیر طرنطائی کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بول پڑی۔

اے میرے باپ سیگر کے متعلق جو آپ نے فیصلہ کیا ہے وہ یقیناً مناسب ہے

لیکن دروقہ سے متعلق جو آپ نے فیصلہ کیا ہے وہ مناسب نہیں ہے میں سمجھتی ہوں کہ اسکی سزا صرف یہ نہیں ہونی چاہیئے کہ میرا رشتہ اسے نہ دیا جائے بلکہ اسکے باپ بوہیمان سے پوچھ کر اسکے لئے کڑی سے کڑی کوئی سزا تجویز کی جانی چاہیئے اسلئے کہ میرا خیال ہے کہ سگر یہ گھٹیا اور کمتر بلکہ پست کام نہیں کر سکتا اس کام پر یقیناً دروقہ نے ہی اسے مجبور کیا ہوگا اے میرے باپ پہلے ان دونوں کو گھوڑوں سے اتروائے انکے ہاتھ پاؤں جو بندھے ہوئے ہیں کھلوائے منہ پر سے کپڑے اترولیئے ان سے حقیقت حال پوچھنی چاہیئے اسکے بعد میں آپ کو اپنا فیصلہ دونگی۔

برینس کی اس تجویز کو برالیون نے پسند کیا اس نے اپنے محافظوں کو سگر اور دروقہ کو گھوڑے سے اتارنے کا حکم دیا محافظ فوراً حرکت میں آئے سگر اور دروقہ دنوں کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے گئے اور انکے منہ سے کپڑے ہٹا دیئے گئے ان دونوں کو برالیون اور بوہیمان کے سامنے کھڑا کر دیا گیا مجرموں کی طرح وہ دونوں شانے سے شانہ ملائے گردنیں جھکا کر کھڑے ہوگئے تھے۔

ان دونوں کی یہ حالت دیکھتے ہوئے بوہیمان برالیون اور برینس انتہائی برہمی کا شکار ہوگئے تھے برالیون کچھ دیر تک دونوں کو کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر وہ اپنے سپہ سالار سگر سے مخاطب ہوا۔

سگر تم نے رات کی تاریکی میں سرائے کے کمرے میں ایک بے ضرر راہب پر حملہ آور ہونیکی جسارت کیسے کی تم نے یہ جرم اسلئے کیا کہ وہ راہب ہوتے ہوئے تمہیں اور دروقہ دونوں کو تیغ زنی کے مقابلے میں بدترین شکست دے چکا تھا کیا اسکا جرم یہ تھا کہ تم سے وہ زیادہ دلیر شجاع بہادر اور طاقتور اور بہتر اور اعلیٰ تیغ زن ہے تم خود ہی بتاؤ تم نے یہ جرم کیوں کیا اور اسکی تمہارے لئے کیا سزا تجویز کی جانی چاہیئے۔

برالیون کے اس استفسار کے جواب میں سگر تھوڑی دیر تک گردن جھکائے کھڑا رہا پھر آہستہ آہستہ اس نے برالیون کیطرف دیکھا۔

محترم برالیون میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ یہ جرم واقعی مجھ سے سرزد ہوا میں اور دروقہ واقعی رات کی تاریکی میں راہب لیوس پر حملہ آور ہوئے اور اسے ہم نے قتل کرنیکی ٹھانی تھی۔ پر محترم الیون مجھے اس کام کیلئے دروقہ نے مجبور کیا تھا میں نے اسکے ساتھ

جانے سے انکار کر دیا تھا لیکن اس نے مجھے طرح طرح کی دھمکیاں دیں مجھے برے نتائج کے انجام سے ڈرایا لہذا اسکی دھمکی میں آکر میں اس کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوگیا اسکا کہنا تھا کہ ایک راہب نے بھرے دربار میں ہم دونوں کو تیغ زنی میں شکست دیکر ہماری بدترین بے عزتی کی ہے لہذا ایسے راہب کا زندہ رہنا مناسب نہیں بس اسکے خوف اور اسکی دھمکیوں میں آکر میں راہب لیوس کے خاتمے پر آمادہ ہوگیا ورنہ محترم برالیون آپ جانتے ہیں کہ میں پادریوں اور راہبوں کی دل سے قدر کرنے والا انسان ہوں۔

سگر جب خاموش ہوا تب برینس کھولتی ہوئے لہجے میں بول پڑی۔

دروقہ اب تک تمہارے ساتھ میرا ایک تعلق تھا اسلئے کہ میرے باپ نے بوہیمان کی طلب پر مجھے تم سے منسوب کرنے کا ارادہ کر لیا تھا حالانکہ جب تمہارے سلسلے میں میرے باپ نے مجھ سے بات کی تھی تو میں نے تمہاری رفیقہ زندگی بننے سے انکار کر دیا تھا اس لئے کہ میں اپنی زندگی کا ساتھی اپنی سلطنت ہی کے کسی فرد کو چننا چاہتی تھی لیکن اپنے باپ کے زور دینے پر میں نے تمہاری رفاقت کو قبول کر لیا تھا۔

دروقہ اس عالم اسباب و حرص میں کوئی بھی شخص وارئے جرم نہیں لیکن تو نے رات کی تاریکی میں سگر کو خوفزدہ کر کے اسکے بعد راہب لیوس پر چوروں کی طرح حملہ آور ہو کر اپنے آپ کو انتہا درجے کا گھٹیا انسان بدترین مجرم اور ناقابل معافی گناہگار ثابت کر دیا ہے دیکھ دروقہ اس سے پہلے میں تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی خیال کرنے لگی تھی لیکن اب میں اپنے خیالات کا رخ تبدیل کرتی ہوں میں تمہیں دھتکارتی ہوں تم سے سارے رشتے منقطع کرتی ہوں اور میں یہ اعلان کرتی ہوں کہ تو اس قابل ہی نہیں کہ میں تجھے اپنی زندگی کا ساتھی بناؤں۔ راہب لیوس پر حملہ آور ہو کر تو نے میری نگاہوں میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ اب تو میرے لئے ٹوٹا خواب پھوٹا نصیب گزرے موسم کی غلیظ نشانی اور شاخوں میں الجھے ہوئے چیتھڑے کی مانند ہے۔

سن دروقہ جرأت ہمت شرافت اور طاقت مرد کا جوہر اعظم ہوتے ہیں۔ تو ان سب سے محروم ہو چکا ہے تو انسانیت کے تن کا سیم و تھور ہے میری نگاہوں میں اب تیری حیثیت کسی اکھڑے پودے کسی خشک چشمے سے زیادہ نہیں ہے دیکھ دروقہ تیری اور سگر کی خوش قسمتی ہے کہ تم موت کے منہ سے بچ نکلے ہو ورنہ جس وقت تم محترم لیوس پر حملہ

اور ہوئے تھے تو مجھے یقین ہے کہ یوس اگر رات کی تاریکی میں تم دونوں سے ٹکراتا تو موت کا آہنی پنجہ درد کے ہزار گھاؤ اور رگ و جان میں زہر بھر جانے والے عناصر کی طرح تم پر چھاتے ہوئے تم دونوں کا کام تمام کر دیتا لیکن میں سمجھتی ہوں کہ یہ راہب یوس کی شرافت جرائمندی شجاعت اور فراخدلی ہے کہ تم دونوں کا معاملہ ہمارے سامنے پیش کر دیا اور اگر یہ معاملہ وہ پادریوں کی عدالت میں لے جاتا تو سنو اب تک پادری تم دونوں کی مصلوب کرنیکا فیصلہ دے چکے ہوتے۔

دروقہ سے نگاہیں ہٹا کر برینس نے انطاکیہ کے شہنشاہ بوہیمان کی طرف دیکھا

محترم بوہیمان آپکے اور میرے باپ برالیون کے زور دینے پر میں نے دروقہ سے زندگی بھر کے رشتے کو قبول کر لیا تھا اب میں اس رشتے کو ختم کرتی ہوں میں دروقہ سے ایسی نفرت کرنے لگی ہوں جسکا کوئی مداوا اور حل نہیں ہے میرے خیال میں اسے ابھی اور اسی وقت ہمارے محل اور سلطنت سے کوچ کر جانا چاہیئے مجھے خدشہ ہے کہ اس نے اگر مزید یہاں قیام کیا اور پادریوں کے کانوں میں یہ بھنک پڑ گئی کہ انکے ساتھی راہب یوس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ تو پادری اپنی عدالت میں اسکا مقدمہ نہ لیجائینگے تو خفیہ طریقے سے اس کا خاتمہ کر کے رکھ دینگے برینس کی اس گفتگو سے بوہیمان ایک طرح کا خوفزدہ ہو گیا تھا وہ فوراً بول پڑا۔

برینس میری بیٹی اس میں کوئی شک نہیں کہ میرے بیٹے دروقہ نے ایک گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا ہے اور اس کے لئے اسکی اتنی سزا کافی ہے کہ تم نے اس سے سارے رشتے منقطع کر لئے ہیں میں آج اور اسی وقت اسے یہاں سے لیکر کوچ کر جاؤنگا میں جاتا ہوں اور اپنے رخصت ہونیکی تیاریاں کرتا ہوں اسکے ساتھ ہی بوہیمان نے دروقہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے محل کے اندرنی حصے کی طرف لے گیا تھا برالیون کے اشارہ کرنے پر چند محافظ انکے ساتھ ہو لئے تھے۔

بوہیمان اور درقہ کے جانیکے بعد برالیون نے اپنی بیٹی برینس کی طرف دیکھا۔

برینس میری بیٹی آؤ ہم دونوں بھی چلیں اور انہیں انکی تیاری میں مدد دیں!

برینس نے خفگی کا اظہار کیا۔

نہیں میرے باپ ایسا نہیں ہو گا ان ددنوں کو تیاری کرنے دیجئے جب یہ کوچ

کرنیکے لئے تیار ہو جائینگے تو میں انہیں آخری سلام کرنیکے لئے اصطبل تک ضرور آجاؤنگی اس سے زیادہ میں ان دونوں کیلیئے کچھ نہیں کر سکتی برینس کے اس فیصلے پر برالیون مجبور اور بت سا بنا وہیں کھڑا رہ گیا تھا برینس تھوڑی دیر تک اپنے سامنے کھڑے ہوئے امیر طرنطائی کو بڑے غور اور جستجو جیسے انداز میں دیکھتی رہی پھر اسکی آواز گونجی۔

محترم یوس! آپ ایک عظیم انسان اور پہلے راہب ہیں جسے میں نے جرائمندی فراخ دلی میں بے مثل دیکھا ہے میری نگاہوں سے آج تک کوئی ایسا راہب نہیں گذرا جو آپ جیسا لاجواب تیغ زن اور انتہا درجے کا طاقتور ہو آپکی تیغ زنی کا مظاہرہ تو میں سیگر اور دروقہ کے ساتھ مقابلے ہی میں دیکھ چکی تھی آپ نے دونوں کو بیک وقت شکست دے کر ثابت کر دیا تھا کہ تیغ زنی کے کے فن میں آپ یکتا اور ناقابل تسخیر ہیں جہاںتک آپکی جسمانی طاقت اور قوت کا اندازہ لگانا ہے تو جس وقت دربار میں دروقہ کو دھکا دیکر آپ نے پادریوں کے پاؤں میں گرا دیا تھا تو اس وقت میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر دروقہ اور سیگر دونوں کی جسمانی طاقت یکجا کر دی جائے تب بھی وہ آپکی جسمانی طاقت سے کم رہنگے۔

محترم راہب آپ نے سیگر اور دروقہ پر ہاتھ نہ اٹھا کر اور انہیں ہمارے پاس لا کریوں جانیں کہ ہم پر بھی احسان کیا ہے میں جانتی ہوں سیگر ایک اچھا اور شریف انسان ہے میں اسے اپنے باپ کی جگہ سمجھتی ہوں اسلئے کہ وہ عمر میں میرے باپ کے لگ بھگ ہی ہے۔

گفتگو کرتے ہوئے برینس تھوڑی دیر کیلیئے رکی پھر دوبارہ بول پڑی۔

راہب یوس جس وقت ہمارے دربار میں تم سیگر اور دروقہ دونوں کو بیک وقت مقابلے کی دعوت دے رہے تھے اس وقت تم مجھے احمق اور بے وقوف لگے تھے لیکن جس وقت تم نے ان دونوں کو مقابلے میں پچھاڑ دیا تھا اس وقت تم مجھے دنیا کی سب سے زیادہ قیمتی متاع کیطرح عزیز اور قیمتی محسوس ہو رہے تھے دیکھ راہب یوس آپ جانتے ہیں کہ میرا ایک ہی بھائی تھا جو قتل ہو چکا ہے اب میں آپکی ذات پر انحصار کرتی ہوں آپکی شجاعت دلیری اور طاقت کو دیکھتے ہوئے میں امید کرتی ہوں کہ آپ میرے بھائی ایرش کے قاتلوں کو تلاش کر کے ان سے انتقام ضرور لیں گے۔

برینس میں تمہیں مایوس نہیں کرونگا میں تمہیں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں

تمہارے بھائی کے قاتلوں کو تلاش کرونگا اور اس سلسلے میں میں مصر کی طرف جاؤنگا میں سمجھتا ہوں جس کام کیلئے میں دمشق سے یہاں آیا تھا اسے چونکہ التواء میں ڈال دیا گیا ہے لہذا میرا یہاں رکنا اب مناسب نہیں ہے میں آج ہی یہاں سے مصر کا رخ کرونگا۔ اور مصر میں قیام کے دوران میں تمہارے بھائی ایرش کے قاتلوں کے تلاش کرنے میں پورا زور صرف کر دونگا اور مجھے امید ہے کہ میں انہیں تلاش کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤنگا دیکھ برینس مجھے امید ہے کہ میں تمہیں مایوس نہیں کرونگا میں پہلے ہی تمہیں وعدہ دے چکا ہوں کہ میں تمہارے بھائی کے قاتلوں سے انتقام ضرور لونگا امیر طرنطائی کے ان الفاظ پر برینس کے چہرے پر بڑی خوبصورت اور خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی وہ اپنا منہ امیر طرنطائی کے کان کے قریب لے گئی اور سرگوشی کی۔

محترم و مقرب راہب آپکی ذات ایسی کشش اور آپکی شخصیت ایسی جذب کی حامل ہے کہ آپکی جرائتمندی دلیری اور طاقت کی وجہ سے ہر کوئی آپکی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ ان حالات میں مقرب راہب کسی موقع پر اگر میں آپکی ذات سے دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے آپ سے یہ گزارش کروں کہ آپ رہبانیت چھوڑ کے میرے ساتھ ایک عام شخص کی سی زندگی بسر کریں تو آپ کیا میری اس التجا کو قبول کر لیں گے۔

برینس کے ان الفاظ سے امیر طرنطائی کے لبوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ کہہ اٹھا دیکھ برینس میں بنیادی طور پر ایک راہب ہوں اور راہب عموماً دیناوی جھمیلوں میں نہیں پڑتے اگر کبھی کوئی ایسا موقع آیا کہ میں نے رہبانیت چھوڑ دی تو دیکھ میں سب سے پہلے اپنے ہمسفر کے طور پر تیرا ہی انتخاب کرونگا یوس کے اس جواب پر برینس خوش ہو گئی تھی برالیون بھی چونکہ انکی گفتگو کا مطلب سمجھ چکا تھا لہذا اسکے چہرے پر بھی ہلکی ہلکی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ برینس نے اس بار بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے قدرے بلند آواز میں کہا۔

راہب یوس میں اس وقت کا بڑی بے چینی سے انتظار کروں گی جب تم رہبانیت ترک کر کے مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے پر تیار ہو جاؤ گے قبل اسکے کہ امیر طرنطائی برینس کی اس گفتگو کا جواب دیتا قریب ہی کھڑا ہوا سیگر فوراً حرکت میں آیا نیچے جھکا پھر اس نے بڑی عاجزی اور انکساری میں امیر طرنطائی کے پاؤں پکڑ لئے تھے۔

مقرب راہب یوس! میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں میں نے جو آپ پر حملہ آور ہونیکا گناہ سرزد کیا یہ سب دروقہ کے اکسانے اور اسکا دھمکی آمیز لہجہ اختیار کرنے کی وجہ سے تھا ورنہ قسم یسوع مسیح کی میرے دل میں آپکے خلاف نہ کوئی دشمنی ہے نہ عداوت نہ میں آپ سے انتقام لینے کا خواہش مند ہوں میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے کہیں زیادہ بہتر اور تجربہ کار تیغ زن ہیں میں آپکی شجاعت آپکی پامردی اور آپکی فراخدلی کو سلام کرتا ہوں آپ چاہتے تو سرائے کے اس کمرے میں میرے اور دروقہ دونوں کی گردنیں کاٹ سکتے تھے مقرب راہب میں آپ سے اپنے غلط رویئے کی معافی مانگتا ہوں۔

امیر طرنطائی نے سیگر کو اسکے شانوں پر پکڑ کر اوپر اٹھایا۔

سیگر میں تمہیں پہلے ہی معاف کر چکا ہوں اب تمہیں مجھ سے مزید معافی طلب کرنے کی ضرورت نہیں اسکے بعد امیر طرنطائی نے بیلفورٹ کے حکمران برالیون کی طرف دیکھا۔

محترم برالیون کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ بھی سیگر کی خطا کو معاف کرتے ہوئے اسے اپنے لشکریوں کے سپہ سالار کے عہدے پر قائم و دائم رہنے دیں امیر طرنطائی کے ان الفاظ پر جہاں برینس مسکرا دی تھی وہاں برالیون بھی بیحد خوشی کا اظہار کرنے لگا تھا

محترم راہب میں آپکی اس بات کو ٹالوں گا نہیں اب جبکہ میری بیٹی برینس تم سے اپنی محبت اور چاہت کا اظہار کر چکی ہے تو اب میرا تمہارا رشتہ صرف بیلفورٹ کے حکمران اور ایک معزز و مقرب راہب ہی کا نہیں اب تم میرے بیٹوں کی جگہ ہو لہذا میں تمہارے کہنے پر سیگر کو اپنے لشکروں کا سپہ سالار اعلیٰ بحال رکھتا ہوں برالیون نے بڑی دلچسپی اور بڑی شفقت میں امیر طرنطائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

برالیون کا یہ جواب برینس پہلے کی نسبت اور زیادہ خوش ہو گئی تھی اسکے بعد برالیون نے سیگر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا دیکھ سیگر اب تو جا کر آرام کر تو نے راہب یوس سے اپنے رویئے کی معافی مانگ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم دل سے اس برے کام میں ملوث ہونا نہیں چاہتے تھے برا ہو اس دروقہ کا جس نے تمہیں اس کام میں ملوث کرنے کی کوشش کی ہے۔

سیگر کے جانے کے بعد لمحہ بھر کیلئے باری باری امیر طرنطائی نے برالیون اور برینس کی طرف دیکھا پھر اس نے برالیون کو مخاطب کیا۔

برالیون میرے محترم اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ دونوں پر ایک ایسے راز کا انکشاف کرتا ہوں جو اب تک میں نے آپ دونوں ہی سے نہیں تقریباً سبھی لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہوا ہے یہ راز میں اسلئے تم دونوں پر انکشاف کرنا چاہتا ہوں کہ برینس مجھ سے اظہار دلچسپی اور اپنی محبت کا اعلان کر چکی ہے اور آپ مجھے اپنا بیٹا کہہ کر پکار چکے ہیں لہذا جو راز میری ذات سے وابستہ ہے اس میں میں آپ دونوں کو بھی حصہ دار بنانا چاہتا ہوں۔

امیر طرنطائی کے ان الفاظ پر برینس کچھ فکر مند اور پریشان ہو گئی تھی۔

آپکی ذات سے کیا راز وابستہ ہے دیکھئے کوئی ایسی بات نہ کیجئے جس سے میرا دل ٹوٹے اور میں آپ سے متعلق فکر مند یا بد گمان سی ہو جاؤں امیر طرنطائی نے ایک بار بڑے غور اور انہماک سے برینس کی طرف دیکھا۔ پھر اس کی گفتگو کا جواب دینا شروع کیا۔

برینس جو بات میں کہنے لگا ہوں وہ اتنی بری نہیں کہ تم میری ذات سے پریشان یا بد گمان ہو جاؤ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ دراصل میں لنگڑا نہیں ہوں بلکہ لنگڑا بنا ہوا ہوں میری ٹانگ بالکل ٹھیک ہے اور میں صحتمند اور تندرست ہوں بس جو کام مجھے دمشق کے بشپ نے سونپا تھا اس کام کا تقاضہ تھا کہ میں ایک لنگڑا راہب بنکر اس کام کو انجام دوں اب جبکہ یہ کام التوا میں ڈال دیا گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اب مجھے یہ راز تم دونوں پر عیاں کر دینا چاہئے مزید یہ کہ میں لنگڑا راہب بنا تھا یہ اپنی ذات کو مسلمان جاسوسوں سے پوشیدہ رکھنے کے لئے تھا اب بھی میں جو مصر کا رخ کرونگا تو ایک لنگڑے راہب ہی کی حیثیت سے کرونگا تاکہ ایک راہب کی حثیت سے کوئی مجھ پر شک وشبہ نہ کرے میں اپنا کام آزادی کے ساتھ سرانجام دے سکوں۔

امیر طرنطائی کے اس نئے انکشاف پر برینس غنچوں میں سمٹتی خوشبو دف سر بکف سرِبام دختر صحرا اور چاہت سے بھرے موتیوں کی جھیل کی طرح مسکرا اٹھی تھی۔ لگتا تھا امیر طرنطائی کے اس انکشاف نے اسکے روپ کے جادو اسکی چشم نوشیں اور مشام ذہن کو عنبر اور مشک سے بھر کر رکھ دیا ہو۔ تھوڑی دیر تک وہ دھیمی دھیمی رم جھم پھوار میں بھیگی بھیگی سیلانی ہواؤں اور قرمزی شال میں چھپتے. گذرتے حسین مناظر کی طرح اس خبر سے لطف

اندوز ہوتی رہی پھر نہ جانے اسے کیا ہوا بھاگ کر وہ آگے بڑھی اور اپنے باپ برالیون کی موجودگی کی پرواہ کئے بغیر وہ امیر طرنطائی سے بغلگیر ہو گئی اور اسکی پیشانی گال اور منہ اسنے بڑی تیزی سے چوم لیا تھا پھر وہ پیچھے ہٹی اور اسکے ساتھ ہی اسکی مسکراتی اور گنگناتی آواز بلند ہوئی تھی۔

اب میں آپکو راہب کہہ کر نہیں پکاروں گی آپکے اس انکشاف سے میں سمجھ گئی ہوں کہ آپ حقیقی معنوں میں راہب نہیں تھے بلکہ بنائے گئے ہیں اور اب آج سے آپ میری زندگی کے ساتھی اور میری زیست کی منزل ہیں آپ نے یہ نیا انکشاف کر کے گویا میری سانسوں کے جنگل میں ایک بے ساختہ احساس میری یادوں کے آنگن میں بہاروں میں اڑتے پھول خوش رنگ کلیاں اور محبت کے وعدے بھر کر رکھ دیئے ہیں آپ وہ پہلے مرد ہیں جس نے میری اجنبیت کو شناسائی کے سنہری لمحوں میں ڈال کر رکھ دیا ہے محترم لیوس آج کے بعد آپ میری روح کا راز میرے دل کی شادابی میری کائینات کے اسرار کی گہر کشائی میری تمناؤں کی دھنک اور میری امیدوں کی دھنک ہیں آپ کے مصر جانیکے بعد میں آپکی فرقت اور آپکے ہجر میں سایوں میں الجھتے ہوے بڑی بے چینی سے آپکی واپسی کا انتظار کرونگی۔

میرے محترم اب میں یہ کہتے ہوئے عار اور شرم محسوس نہیں کرتی کہ جس وقت آپ نے ہمارے قصر میں بہ یک وقت سیگر اور دروقہ کو تیغ زنی کے مقابلے میں بدترین شکست دی تھی دھو کہ دیکر. دروقہ کو دھنکی ہوئی روئی کی طرح پادریوں کے قدموں میں گرا دیا تھا۔ حقیقی طور پر اسی وقت ہی میں آپ کی طرف کھنچتی چلی گئی تھی اور میں نے باطنی طور پر کئی بار اپنے دل میں اس بات کا خیال کیا تھا کہ کاش آپ راہب نہ ہوتے کاش آپ راہب نہ ہوتے تو میں اعلانیہ طور پر آپکو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا اعلان کرتی اور سب کے سامنے دروقہ سے اپنی لاتعلقی اور نفرت کا اظہار کر دیتی۔

میں سمجھتی ہوں کہ میں آپ کے لئے ہی پیدا ہوئے ہیں اور میری زندگی کا ساتھی بننا صرف آپ ہی کو زیب دیتا ہے اب جبکہ آپ آج مصر جانیکا ارادہ کر چکے ہیں تو میں گزارش کرونگی کہ اگر آپ میرے بھائی کے قاتل کا کھوج لگاے میں کامیاب ہوں یا نہ ہوں آپ جلدی ہی بیلفورٹ کی طرف لوٹیئے گا میں بڑی بے چینی سے آپکا انتظار کرونگی اگر آپ قاتلوں کو تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو پھر میں آپکا ساتھ دونگی ہم دونوں ملکر اپنے بھائی کے

قاتلوں کو تلاش کرینگے مجھے امید ہے کہ ہم دونوں شانے سے شانہ ملا کر اپنے کام کی ابتدا کرینگے تو کامیابیاں ضرور ہمارے قدم چومیں گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد برینس جب خاموش ہوئی تو اسکا باپ برالیون تھوڑی دیر تک ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کبھی برینس کی طرف دیکھتا کبھی اسکی نگاہیں امیر طرنطائی پر جم جاتیں پھر اس نے گویا اپنا فیصلہ دیا۔

برینس اور لیوس میں انتہا درجے کا خوش ہوں کہ تم دونوں ایک دوسرے کو پسند کر چکے ہو اور ایک دوسرے کو اپنی زندگی کا ساتھی چن چکے ہو خصوصیت کے ساتھ تمہارے اس انکشاف پر کہ تم حقیقی معنوں میں لنگڑے نہیں ہو میں بے پناہ خوشی اور مسرت محسوس کر رہا ہوں کیا میں یہ بھی سمجھ لوں کہ تم بنیادی طور پر راہب نہیں ہو برالیون کے اس سوال پر برینس بھی چونک کر امیر طرنطائی کی طرف دیکھنے لگی تھی اسی دوران امیر طرنطائی کی آواز سنائی دی۔

محترم برالیون آپکا کہنا درست ہے میں بنیادی طور پر ایک راہب نہیں بلکہ ایک عمدہ قسم کا تیغ زن ہوں اسی بنا پر دمشق کے بشپ نے میرا اس کام کے لئے انتخاب کیا تھا اسلئے کہ کتابچے یہاں سے دمشق لے جانا جان جوکھوں کا کام تھا اور یہ ایک سادہ قسم کا راہب نہیں کر سکتا تھا بس مجھ جیسے تیغ زن کو لنگڑے راہب کا روپ دیا گیا اور اس کام پر مقرر کیا گیا میرے اس راز سے آپکا بشپ ہروس بھی پوری طرح واقف اور آگاہ ہے اور اسکے پاس دو پادری جو کتابچوں کی کتابت کرنے پر مامور ہیں وہ بھی میرے اس راز سے واقف ہیں

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اسکے بعد برالیون پھر بول پڑا۔

لیوس اب جبکہ زندگی کے ہر راز سے تم نے مجھے آگاہ کر دیا ہے تو ایک راز سے تمہیں میں بھی آگاہ کرتا ہوں اور اس راز کے سلسلے میں میں تم سے مدد کی بھی درخواست کرونگا مجھے امید ہے کہ اس سلسلے میں تم ضرور میری مدد اور حمایت کرو گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد برالیون لمحہ بھر کیلئے رکا اسکے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

لیوس میرے بیٹے اب میں تجھے راہب کے بجائے بیٹا کہہ کر پکار رہا ہوں میں بے حد خوش ہوں کہ تم اور برینس ایک دوسرے کو اپنی زندگی کے ساتھی کے طور پر پسند کر چکے ہو دیکھ لیوس میرے بیٹے جو بات میں تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ دریائے لیطانی کے کنارے تھوڑا سا جنوب کی طرف جائیں تو ایک بستی ہے اسکا نام سوسہ ہے۔امیر طرنطائی درمیان میں فوراً بول پڑا میں اس بستی کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں اور چند روز اس میں قیام بھی کر چکا ہوں آپ کہیں کیا کہنا چاہتے ہیں برالیون نے پھر سلسلہ شروع کیا۔

لیوس سوسہ نام کی اس بستی میں ایک یہودی ہے اسکا نام آموص ہے ویسے تو سوسہ میں زیادہ تر یہودی آباد ہیں بہت کم وہاں نصرانی اور مسلمان رہتے ہیں اور سوسہ کی بستی کے یہ یہودی انتہا درجے کے امیر اور صاحب ثروت ہیں ان سب یہودیوں میں امیر اور صاحب ثروت آموص ہے اور یہ اس بستی کا ایک طرح سے سرکردہ اور سردار بھی ہے۔

اس آموص کی ایک بیٹی ہے اسکا نام رودہ ہے میں نے اپنی زندگی میں اس جیسی خوبصورت لڑکی آجتک نہیں دیکھی دیکھ لیوس میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جو میں استعمال کر کے رودہ کی خوبصوتی اسکے شباب اسکے قد کاٹھ اور خدوخال کی تعرف کر سکوں بہر حال میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ لڑکی نو عمر ہونیکے ساتھ ساتھ اب اپنی جوانی اپنے شباب اور اپنی خوبصورتی اور اپنے حسن میں بے مثال اور لاجواب ہے لیوس رودہ نام کی اس لڑکی کو میں پسند کر چکا ہوں اور اسے اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا ہوں لیکن رودہ اسکے لئے تیار نہیں ہے۔

میں نے رودہ اور اسکے باپ آموص کو طرح طرح کا لالچ اور لوبھ دے رکھا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح رودہ کو میرے ساتھ شادی پر آمادہ کرے۔ لیکن ابھی تک رودہ اس پر تیار نہیں ہے میں نے رودہ اور اسکے باپ پر نگاہ رکھنے کیلئے کچھ مسلح جوان بھی سوسہ نام کی بستی میں متعین کر رکھے ہیں تا کہ رودہ بستی سے بھاگ کر کہیں جانے نہ پائے مجھے شک ہے کہ وہ میرے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہتی اور سوسہ سے نکل کر اپنے کسی رشتے دار کے یہاں روپوش ہو جائیگی جبکہ میں نہیں چاہتا کہ وہ سوسہ سے بھاگے میں ہر صورت میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔

لیوس اس سے پہلے میری دو بیویاں تھیں ایک برینس کی ماں اور ایک میری دوسری بیوی تھی دونوں ہی مر چکی ہیں۔میں زندگی کے ساتھ کی ضرورت محسوس کرتا ہوں

اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے رودہ سے بڑھ کر کوئی اور لڑکی ہو ہی نہیں سکتی۔

لیوس میرے بیٹے تو جب آج یہاں سے مصر کی طرف جائے تو میری خاطر راستے میں یہودیوں کی اس بستی میں قیام کرنا جسکا نام میں نے تمہیں سوسہ بتایا ہے۔ وہاں تم آموص سے ضرور ملنا اور اسے التجا کرنا کہ وہ ہر صورت میں اپنی بیٹی رودہ کو میرے ساتھ بیاہ کرنے پر آمادہ کرے میں اب مزید انتظار نہیں کرونگا اور رودہ میرے ساتھ شادی پر آمادہ نہ ہوئی تو میری طرف سے تم آموص کو دھمکی دینا کہ اسکی ساری جائیداد سارے باغات ضبط کر لئے جائینگے اور دونوں باپ بیٹی کو دریائے لیطانی کے کنارے مصلوب کر دیا جائیگا۔

برالیون جب خاموش ہوا تو امیر طرنطائی نے بڑی ہمدردی اور نرمی میں کہنا شروع کیا۔

برالیون اس سلسلے میں بالکل بے فکر رہیں مجھے امید ہے کہ میں آپکا کام ضرور کر کے رہونگا میں یہودی رئیس آموص سے بھی ملونگا اسکی بیٹی رودہ سے بھی ملاقات کرنیکی کوشش کرونگا اور مجھے امید ہے کہ میں باپ اور بیٹی دونوں کو اپکی خواہش پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤنگا مجھے امید ہے کہ رودہ آپکے ساتھ شادی کرنے پر تیار ہو جائیگی امیر طرنطائی کی اس گفتگو پر برالیون آگے بڑھا پوری شدت سے اس نے امیر طرنطائی کو اپنے ساتھ لپٹالیا اور اسکی پیشانی چومی دیکھ لیوس اگر تو میرا یہ کام کر گزرے تو میں سمجھتا ہوں تم سے بڑھ کر اس دنیا میں مجھے کوئی عزیز ہی نہیں ہوگا یہاں تک کہتے کہتے برالیون رک جانا پڑا اسلئے کہ اس نے دیکھا کہ انطاکیہ کا شہنشاہ بوہیمان اور اسکا بیٹا دروقہ اپنے ذاتی محافظوں کے نرغے میں قصر کے اصطبل کے قریب نمودار ہوئے تھے اس پر برالیون نے چونکتے ہوئے برینس کی طرف دیکھا۔

برینس میری بیٹی آؤ۔ بوہیمان اور اسکے بیٹے دروقہ کو رخصت کریں برینس نے لاتعلقی جیسا اظہار کیا اے میرے باپ اب میرا دروقہ سے کوئی تعلق نہیں نہ کبھی میں نے اسے پسند کیا نہ کبھی میں نے اس پر اپنی چاہت نچھاور کی نہ ہی میرا بوہیمان سے کوئی واسطہ ہے آپ اکیلے جائیں اور ان دونوں کو رخصت کر آئیں اے میرے باپ میں نے اپنی منزل پالی ہے اب میں اپنی منزل چھوڑ کر ادھر ادھر نہیں ہٹ سکتی برینس کے اس جواب پر برالیون کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ محل کے اندر چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد برالیون بوہیمان اور دروقہ کو انکے محافظوں کے ساتھ محل کے صدر دروازے کے اس جگہ لایا جہاں امیر طرنطائی اور برینس کھڑے تھے۔ اس موقع پر دروقہ نے عجیب سے انداز میں برینس کی طرف دیکھا لیکن برینس اسکی طرف پیٹھ کئے کھڑی رہی ناچار جب بوہیمان اور دروقہ کو برالیون نے الوداع کہا تو دونوں باپ بیٹا اپنے محافظوں کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

بوہیمان اور دروقہ کے جانیکے بعد برینس نے اپنے باپ برالیون کو مخاطب کیا۔

اے میرے باپ میں لیوس کو اپنے ذاتی کمرے میں لے جا رہی ہوں چونکہ انہوں نے آج مصر کی طرف رخصت ہو جانا ہے لہذا میں اپنے مستقبل کے متعلق ان سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں برینس کی اس گفتگو کا جواب مسکراتے اور سر ہلاتے ہوئے برالیون نے دیا تھا جواب میں برینس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ آگے بڑھی بڑے پیارے انداز میں امیر طرنطائی کا ہاتھ اس نے اپنے حسین اور گداز ہاتھ میں لیا پھر اس نے چہکتی ہوئی آواز میں کہا آیئے میرے ساتھ۔

امیر طرنطائی جب عصا کے سہارے لنگڑا کر چلنے لگا تو برینس نے کسی قدر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا آپ اس عصا کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے سیدھا ہو کر چلئے تا کہ میں یہ جانوں کہ میرے مستقبل کا اور میری زندگی کا جو ساتھی اور رفیق ہے اس میں کسی طرح کا کوئی عیب نہیں ہے جواب میں امیر طرنطائی فوراً بول پڑا۔

برینس یہ بھی ایک بھید ہے میرا یوں لنگڑے راہب کی حثیت سے رہنا ہی بہتر اور اچھا ہے اسی میں میری حفاظت پنہاں ہے اور پھر یہ کہ تم جانتی ہو کہ میں آج ہی مصر کی طرف کوچ کر رہا ہوں اور وہاں مجھے ایک لنگڑے راہب کے بھیس میں رہ کر اپنے کام کی ابتدا کرنا ہوگی اور اگر میں نے ایسا نہ کیا تو وہاں میرے لئے مشکلات کھڑی ہو سکتی ہیں۔

امیر طرنطائی کے اس جواب سے برینس خوش ہو گئی تھی پھر وہ اسے قصر کے اندر اپنے ذاتی کمرے میں لے گئی تھی۔ دونوں ایک ہی نشست پر پہلو سے پہلو ملا کر بیٹھ گئے تھے برینس نے امیر طرنطائی کو مخاطب کیا۔

لیوس میرے حبیب جو کام میرے باپ نے تمہیں سونپا ہے اسے ہرگز پایہ تکمیل کو نہیں پہنچانا میں نہیں چاہتی کہ میرا باپ آموص نام کے یہودی رئیس کی حسین و

جمیل بیٹی رودہ سے شادی کرے اسطرح جب رودہ یہاں آئیگی تو وہ میری زندگی تلخ بنا کر رکھ دیگی اسکے آنے سے میرے لئے دو طرح کی تلخیاں اٹھیں گی پہلی یہ کہ وہ مجھ سے بھی زیادہ حسین پر جمال اور پر شاداب ہے پھر میں اسے سوتیلی ماں کے روپ میں کیسے برداشت اور پسند کرونگی دوسری بات یہ کہ جو سوتیلی ماں آئیگی تو یقیناً میرے ساتھ ناپسندیدگی کا اظہار کریگی اسلئے کہ میں خود اسے ناپسند کرونگی اور اس بنا پر میرے اور اسکے درمیان تلخی بڑھے گی اور اس تلخی میں میرا باپ برالیون بھی ملوث ہوگا۔ وہ چونکہ رودہ کو بے حد چاہتا ہے لہذا میری طرفداری کی بجائے وہ رودہ کی طرف داری کریگا اس بنا پر بیلفورٹ شہر میں میری زندگی اجیرن ہو کر رہ جائیگی لہذا میری آپ سے التماس ہے کہ آپ اس سلسلے میں ہرگز ہوی رئیس آموص اور اسکی بیٹی رودہ سے گفتگو مت کرنا میں نہیں چاہتی کہ میرا باپ آموص کی بیٹی رودہ کو اپنے حرم میں داخل کرے۔

میرے حبیب میرے باپ کی پہلے دو شادیاں تھیں۔ میری ماں کو فوت ہوئے ابھی چند ماہ ہی ہوئے ہیں میرے باپ کی دوسری بیوی میری ماں سے بڑی تھی وہ کچھ عرصہ پہلے ہی اس سے کوچ کر چکی تھی اسکے بطن سے بھی ایک بیٹی تھی جو نجانے کہاں چلی گئی اور کھو گئی ہے اب تک اسکا کوئی پتہ نہیں چلا۔ امید ہے کہ میری اس التجا کو قبول کرتے ہوئے آموص اور رودہ کو شادی پر آمادہ نہیں کرینگے۔

برینس جب خاموش ہوئی تو امیر طرنطائی اسے تسلی دیتے ہوئے کہنے لگا برینس تمہیں فکر مند اور پریشان ہونیکی ضرورت نہیں ہے میں سوسہ کے راستے ضرور جاونگا۔ وہاں قیام بھی کرونگا اس لئے کہ وہاں ایک نعل گر ہے جو میرا پرانا جاننے والا ہے۔ سوسہ کی سرائے سے باہر بیٹھ کر وہ گھوڑوں کی نعل گری کا کام کرتا ہے میں اسکے یہاں کچھ دن قیام ضرور کرونگا اسکے بعد مصر کی طرف کوچ کر جاؤنگا بہر حال تم مطمئن رہو میں آموص اور رودہ سے ملنے کی کوشش ہی نہیں کرونگا مجھے امید ہے کہ میرے جواب سے تم مطمئن ہو گئی ہوگی۔

امیر طرنطائی کی اس گفتگو سے برینس ایک طرح سے باغ باغ ہو کر رہ گئی تھی ایک بار پھر اس نے اپنا ریشمی گداز ہاتھ آگے بڑھایا امیر طرنطائی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اس سہلانے لگی تھی وہ کچھ کہنا بھی چاہ رہی تھی کہ اس موقع پر برینس کا باپ برالیون

بڑی تیزی سے اندر آیا۔ اسے دیکھتے امیر طرنطائی اور برینس دونوں کھڑے ہوگئے انہوں نے دیکھا برالیون بدحواسی اور فکر مندی میں تھا اسکی یہ حالت دیکھتے ہوئے برینس کچھ پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ برالیون خود ہی بول پڑا۔

میں تم دونوں کیلئے ایک انتہائی بری خبر لیکر آیا ہوں بلکہ یوں جانو کہ یہ خبر چھوٹی چھوٹی کئی خبروں پر مشتمل ہے پہلی بری خبر یہ ہے کہ بیلفورٹ کے بشپ ہروس کو کسی نے ہلاک کر کے دریائے لیطانی میں پھینک دیا تھا اسکا گلا گھونٹ کر اسے مارا گیا تھا تھوڑا سا آگے جا کر اسکی لاش کہیں کنارے پر لگی تھی اسے وہاں سے کچھ جاننے والے اٹھا کر کلیسا میں لے آئے ہیں دوسری بری خبر یہ ہے کہ بشپ ہروس کے ساتھ کلیسا میں خوناس اور ابروق نام کے وہ راہب جو بشپ ہروس کیلئے کتابچے لکھا کرتے تھے وہ بھی اپنے اپنے کمروں کے اندر مردہ پائے گئے ہیں۔

لیوس میرے بیٹے سب سے بڑی بات یہ کہ ٹیمپلرز کا نائب سالار ایلواس بھی بیلفورٹ شہر کے مشرقی جانب جو چٹانوں کا سلسلہ ہے انکے اندر مردہ پایا گیا ہے لگتا ہے یہ ایک بہت بڑی سازش ہے جو ایک ہی رات میں ان چاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے برالیون یہیں تک کہنے پایا تھا کہ امیر طرنطائی فوراً بول اٹھا۔

محترم برالیون میرا اندازہ ہے کہ یہ وہی قاتل ہے جو اس سے پہلے آپ کے بیٹے ایرش اور اسکے محافظوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے بہر حال میں ابھی تھوڑی دیر تک مصر کی طرف روانہ ہونگا اور اس قاتل کا ضرور پتہ لگانیکی کوشش کرونگا اس خبر پر جہاں برالیون غمزدہ اور پریشان تھا وہاں برینس بھی بے حد مغموم ہو کر رہ گئی تھی خود امیر طرنطائی بھی مصنوعی پریشانی کا اظہار کر رہا تھا اس موقع پر برالیون پھر بول پڑا۔

لیوس میرے بیٹے تم دونوں میرے ساتھ آؤ تا کہ انکی تجہیز و تکفین میں شرکت کی جائے امیر طرنطائی اور برینس چپ چاپ برالیون کے ساتھ ہو لئے تھے امیر طرنطائی نے سب کی تجہیز و تکفین میں سرگرم حصہ لیا اسکے بعد وہ سرائے میں اپنا ذاتی سامان لیکر مصر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

مصر کا سلطان رکن الدین ایک روز قاہرہ کے قصر میں اپنی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کئے ہوئے تھا جس بڑے کمرے میں یہ اجلاس ہو رہا تھا اسکے سامنے والے حصے میں ایک بلند شہ نشین تھی جسکے اوپر خود سلطان رکن الدین بیٹھا ہوا تھا اور اسکے سامنے دو قطاروں میں مجلس شوریٰ کے ارکان تھے۔

دائیں جانب سلطان رکن الدین کے لشکروں کا سپہ سالار اعلیٰ سے سیف الدین بیٹھا ہوا تھا سیف الدین کے ساتھ ایک نشست خالی تھی جو امیر طرنطائی کی تھی جو سلطان کے لشکروں کا سالار اول تھا اور اسکے ساتھ سالار دوئم حسام الدین لاچین بیٹھا ہوا تھا۔ حسام الدین کے ساتھ سلطان کا مشہور جرنیل آقسنقر تھا۔ اسکے ساتھ سپہ سالار کا بیٹا صلاح الدین ایوب بیٹھا ہوا تھا اسکے بعد دیگر سالار اور جرنیل اپنے مرتبے کے مطابق بڑی ترتیب اور تنظیم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انکے ساتھ قاضی تاج الدین پھر قاضی بدر الدین سحتاری اسکے بعد قاضی صدر الدین بن سلیمان انکے بعد مشہور زمانہ محدث امام نووی اور انکے بعد صاحب دیوان فخر الدین نعمان اور انکے بعد دیگر مراتب کے لوگ نشست درنشست اپنے مراتب کے لحاظ سے بیٹھے ہوئے تھے۔

سلطان اپنے ان سارے مشیروں کے ساتھ گفتگو میں محو تھے کہ سلطان کا حاجب اندر آیا۔ سلطان کو اس نے تعظیم دی پھر مجلس میں اسکی آواز گونجی۔

سلطان محترم آپکے لئے دو ملاقاتی ہیں پہلے تو معرۃ النعمان کے دو عالم ہیں وہ آپ

سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں ان میں سے ایک کا نام نمیر بن حمدون اور دوسرے کا نام غسان بن نمیس ہے۔ سلطان محترم یہ دونوں عالم آپکے سامنے کوئی نالش کوئی شکایت پیش کرنا چاہتے ہیں اور دوسرا شخص جو آپ سے ملاقات کرنیکا خواہشمند ہے وہ شمالی علاقوں کا ہمارا جاسوس ہے جو اپنی کارگزاری پیش کرنا چاہتا ہے۔

حاجب کی اس اطلاع پر سلطان نے مجلس شوریٰ کے ساتھ اپنی گفتگو بند کی پھر اپنے حاجب کی طرف دیکھا سب سے معرۃ النعمان کے ان عالموں کو بلاؤ جنکے نام تم نے نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس بتائے ہیں وہ کوئی نالش اور شکایت میرے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں ان دونوں کے بعد پھر شمالی علاقوں کی خبر رکھنے والے جاسوس کو میرے سامنے پیش کرنا۔ سلطان رکن الدین کا یہ حکم سنکر حاجب مڑا اور اس بڑے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد اس بڑے کمرے میں دونوں عالم نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس داخل ہوئے کمرے کے وسط میں سلطان رکن الدین کے سامنے آکر ان دونوں نے بلند آواز میں سلام کہا۔ سلطان کے علاوہ جس قدر لوگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بھی ان جیسی بلند آواز میں بڑے پرجوش انداز میں ان کے سلام کا جواب دیا تھا۔ پھر سلطان نے ان دونوں عالموں کو مخاطب کیا۔

مجھے تم دونوں کے نام نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس بتائے گئے ہیں مجھ پر یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ تم کوئی نالش یا شکایت رکھتے ہو کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس پر نمیر بن حمدون بول پڑا۔

سلطان محترم میرا نام نمیر بن حمدون ہے اور میرے ساتھی کا نام غسان بن نمیس ہے ہم دونوں کا تعلق معرۃ النعمان سے ہے سلطان محترم ہم دونوں عالم ہیں سلطان محترم ہم دونوں آپ سے آنسوؤں کے سمندر میں بھیگی ریت کی کہانی سوچوں کی مٹی پھانکتے لمحوں کی داستان زیست کی لہروں میں صف بہ صف ماتم کے قصے جگہ جگہ چور چور بکھری لاشوں کی بات زمین کے سینے پر جلتے قہرمانیت کے الاؤ کی سرگزشت کہنا چاہتے ہیں۔

سلطان محترم ہم آپ سے ان لوگوں کا ماجرہ کہنا چاہتے ہیں جو گذرے سوہنا جو آن پڑے سونہانا کے قصے کی طرح گمشدہ موسموں کی طرح کھو گئے سلطان محترم ہم دونوں

آپکو نئے پرندوں کے آشیانوں کی وہ روداد سنانا چاہتے ہیں جو خون بھری سوچوں کی لہروں کا شکار ہو گئے سلطان محترم ہم آپکو ان لوگوں کی پیتا کہنا چاہتے ہیں جنکی آنکھوں میں امڈتی بارش اور لبوں پر نمکین آنسوؤں کے ذائقے کو کسی نے نہ دیکھا سلطان محترم ہم دونوں آپ سے ان لوگوں کی کتھا کہنا چاہتے ہیں جو آندھیوں کا پیش خیمہ بن کر اڑتے پرندوں اور بچونکے خوابوں جیسے معصوم تھے انکو لت پت کر دیا گیا ہے۔

نمیر بن حمدون کے ان الفاظ پر سلطان رکن الدین چونک سا پڑا تھا پھر کمرے میں سلطان کی آواز گونجی۔

نمیر بن حمدون مجھے پہیلیاں مت بجھاؤ جو کہنا ہے کھل کر کہو جسکی بھی تم شکایت کرو گے یاد رکھو تمہارے ساتھ انصاف کیا جائیگا اگر کسی نے تمہارے ساتھ ظلم کیا ہے زیادتی کی ہے تو وہ ظلم و زیادتی کرنے والا کیسا بھی صاحب حیثیت کیوں نہ ہو اس سے تمہیں انصاف ضرور دلایا جائیگا کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو نمیر بن حمدون پھر بول پڑا تھا۔

سلطان محترم میں آپ سے مسلمانو کے ایک ایسے کاروان کی کہانی کہنا چاہتا ہوں جو معرۃ النعمان سے مصر کی طرف آرہا تھا پر راستے میں لٹ گیا سلطان محترم سنہرے ابر جیسا مسلمانوں کا یہ کاروان جس وقت بیلفورٹ شہر کے سامنے دریائے لیطانی کے کنارے پہنچا تو بیلفورٹ کے ٹیمپلرز نے ان پر حملہ کر دیا وہ رات بڑی سرد اور بارش والی تھی سلطان محترم مسلمانوں کا بے دردی سے قتل کیا گیا ہم دونوں بھی اس کاروان میں شامل تھے ہم دونوں نے اپنے آپکو ایک چٹان کی اوٹ میں گرا دیا تو ہم بچ گئے۔

سلطان محترم لٹتے پیٹتے قتل ہوتے ہوئے اس کاروان کے اندر ہم نے دیکھا ماؤں کی کھلی قبائیں گرد سفر بن کر اڑتی تھیں خدائے لم یزل کی اس زمین پر بہنوں کے پاکیزہ آنچل جھلمل لہروں کی طرح ادھر ادھر پیلے پتوں کی طرح اڑتے پھرتے تھے بچوں کی پھول آنکھیں شیر جان کی گلیوں کو دیکھتی رہ گئی تھیں بوڑھے خود اپنی صلیب اٹھائے تعبیر کے سائبانوں تلے کٹتے رہے سفر کے سنگ میل سے مناظر دھوپ کے جنگل جیسے کڑئیل اور یادوں کی بہتی روانی جیسے زور آور جوان بھولے چہروں کے عکس کی طرح بے بس کر دیئے گئے حملہ آوروں نے ان پر حملہ آور ہو کر انہیں سچائیوں کے دھواں ہوتے سورج بے نسب گمانوں کی طرح لاچار کر کے رکھ دیا تھا سلطان محترم مسلمانوں کے اس کاروان کے افراد کی

آنکھوں کے دروازوں سے خون بہتا رہا دھند میں لپٹے چہروں کا جمال منتشر ہوتا رہا ذکر مسلسل جیسی دھڑکنوں کا تسلسل زرد پتیوں کی طرح کٹتا رہا پر کوئی انکی مدد کرنے والا کوئی انکی اعانت کرنے والا نہ تھا۔

اتنا کہتے کہتے نمیر بن حمدون خاموش ہو گیا اس نے دیکھا اسکے ان الفاظ سے سلطان رکن الدین کی حالت عجیب ہو گئی تھی اسکی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے تھے یہی حالت انکے سالاروں قاضیوں اور علماء کی بھی تھی نمیر بن حمدون تھوڑی دیر تک سلطان رکن الدین کا بغور جائزہ لیتا رہا اس نے دیکھا۔

سلطان رکن الدین کا قد خاصہ طویل تھا اسکے آعضاء نہایت قوی اور مضبوط تھے نہایت خوش رو اور خوس وضع تھا اسکے چہرے سے رعب اور وقار ٹپکتا تھا۔
رنگ سرخ و سفید تھا بال سرخ اور آنکھیں نیلی تھیں۔ سلطان رکن الدین کا جائزہ لینے کے بعد نمیر بن حمدون پھر بول پڑا۔

سلطان محترم جس وقت نصرانی ٹیمپلرز دریائے لیطانی کے کنارے مسلمانوں کے اس کاروان کا قتل عام کر رہے تھے اس وقت رات کا سماں تھا خاموشی کا زہر اداسی کی مہیب کرسنگی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی سرد ہواؤں میں سونے منظر برہنہ پیڑوں اور بے لباس ٹہنیوں جیسے تھی۔ اس ماحول میں جس وقت مسلمانو کے کارواں کو قتل کیا جارہا تھا تو سلطان محترم کاروان کے اندر جو بوڑھے بچے اور عورتیں تھیں وہ اپنے رب کو مدد کیلئے پکارنے کے ساتھ ساتھ آپکو اپنی مدد کیلئے پکارتے تھے۔

نمیر بن حمدون کا یہ کہنا تھا کہ سلطان کی حالت عجیب ہو گئی تھی اسکی آنکھیں سرخ ہو گئیں تھی ایک دم غصے میں سلطان نے جو اپنے سر کو جھٹکا دیا تو انکی آنکھوں میں امڈے ہوئے آنسو اسکے دامن میں گر گئے تھے نمیر بن حمدون کے ان الفاظ سے سلطان کی حالت بڑی عجیب و غریب ہو رہی تھی اس سے سلطان کی آنکھوں میں آندھیوں کا برہم مزاج اسکے چہرے پر بھڑکتی چنگاریوں کی سی کیفیت طاری تھی تھوڑی دیر تک خاموش رہتے ہوئے سلطان اپنے آپ کو ضبط کرتا رہا اسکے بعد سلطان کی آواز کھولتے ہوئے لہجے قہر مانیت برساتے ہوئے انداز میں بلند ہوئی تھی۔

بحیرہ روم کے ساتھ آباد صلیبی یہ خیال کرتے ہیں کہ ہماری فتوحات کا زرنگار

سورج اب غروب ہو چکا ہے تو یہ انکی بھول ہے اگر یہ لوگ اپنی خوب زار آنکھوں دوست لمحوں میں سنوار پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ تو یہ انہی کیلئے نقصان دہ ہوگا اگر وہ اپنے لئے مہتاب کی نرم آمیزی کو کڑوی دھوپ کا راستہ دکھانا چاہتے ہیں تو ہم اسکے لئے بھی تیار ہیں سنو دونوں محترم عالمو! مسلمانوں کے کاروان کو دریائے لیطانی کے کنارے لہولہو خون کر کے بحیرہ روم کے ان صلیبیوں نے خود اپنی موت کو دعوت دی ہے کیا وہ بھول گئے ہیں کہ میں ہی رکن الدین ہوں جس نے فرانس کے شہنشاہ لوئی کو منصورہ کے شہر کے باہر بدترین شکست دی اور اسے اپنا ایک حقیر و ذلیل قیدی بنا کے رکھا تھا کیا وہ بھول چکے ہیں کہ میں نے ہی ہلاکو کے لشکر کے قدم مصر کیطرف بڑھتے ہوئے روکے تھے اور ان پر ایسی قہرمانگی طاری کی تھی کہ انکی فتوحات کے ریلے کو دائمی شکست میں بدلا اور انہیں الٹے پاوں بھاگنے پر مجبور کر دیا سنو میری قوم کے فرزندو میں تم دونوں کو یقین دلاتا ہوں کہ جب میں بحیرہ روم کے ان صلیبیوں پر سنگ گراں سے اڑتی آبشاروں کی صداؤں زمین کیلئے مچلتی سورج کی کرنوں جسموں کو ریزہ ریزہ کرنے والے کرخت سرخ لمحوں اور لہو کی بارش کی طرح جب نزول کرونگا تو انکے چہرے مکروہ دل کو مجروح زیست کو ویران بنا کر رکھونگا اور میرے سامنے وہ اپنے آپکو تنہائیوں کا اٹھتا ہوا لمحہ محسوس کرینگے۔

مسلمانوں کے کارواں کا قتل عام کر کے ان صلیبیوں نے خود مجھے دعوت مبارزت اور جنگ کی اکساہٹ دی ہے او میں ان کی اس دعوت جنگ اور انکی اس اکساہٹ کو قبول کرتا ہوں عنقریب آپ لوگ دیکھیں گے جب میں انتقام لینے کیلئے ان پر وارد ہونگا تو ان لوگوں کو شور مچاتی پاگل رفاقت۔ روز و شب کی یکساں ذلت۔ اداسی اور معذوری کی لعنت اور پسماندگی کے زہر میں مبتلا کر کے رکھونگا سنو میری قوم میری ملت کے دونوں عالموں میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ عنقریب میں اپنے قتل ہونے والے کاروان کے انتقام کے طور پر ان صلیبیوں کے دلوں پر دستک دونگا انکے جسموں کو گذری ہوئی باتوں کا مدفن بناونگا۔ اور جو کانٹے انہوں نے ہمارے لئے پھیلائے ہیں یہ کانٹے انہیں اپنی ہی پلکوں سے چننا پڑینگے۔

اتنا کہنے کے بعد سلطان رکن الدین تھوڑی دیر کیلئے رکا اس نے شیخ الاسلام عزیز الدین کی طرف دیکھا پھر نرم اور دھیمے لہجے میں کہا عزیز الدین میرے محترم آپ وقتی طور پر ان

دونوں کی قیام کا انتظام شاہی مہمان خانے میں کرائیں اسکے بعد انکی مستقل رہائش کا بندو بست کریں اسکے بعد ایک بار پھر سلطان رکن الدین نے نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا معزز مہمانوں یہ جو علما کی قطاریں خالی نشستیں ہیں ان پر فی الحال بیٹھ جاؤ جب یہ اجلاس ختم ہوتا ہے تو شیخ الاسلام عزیز الدین تمہیں اپنے ساتھ لیکر جائینگے اور تمہارے قیام اور تمہارے طعام کا بھی بہترین انتظام کرینگے اس موقع پر نمیر بن حمدون پھر بول پڑا۔

سلطان محترم اگر میں غلطی پر نہیں تو آپکی افواج کے لشکریوں کے سپہ سالار اعظم امیر سیف الدین اور آپ کے لشکریوں کے سالار دوئم کے درمیان جو خالی نشست ہے یہ یقیناً آپکے لشکریوں کے سار اول امیر طرنطائی کیلئے ہے اور چونکہ وہ قاہرہ سے باہر ہیں اسلئے انکی نشست کو خالی رکھا گیا ہے۔

نمیر بن حمدون کی اس گفتگو سے سلطان رکن الدین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا پھر سلطان نے پوچھا معزز مہمان تم نے امیر طرنطائی کے متعلق کیسے جانا تمہارا اندازہ تو درست ہے کہ خالی نشست ہمارے لشکریوں کے سالار اول امیر طرنطائی کی ہے لیکن تم اسے کیسے جانتے ہو جواب میں نمیر بن حمدون نے لنگڑے راہب کی صورت میں امیر طرنطائی سے ملاقات کی پوری تفصیل اور صلیبیوں کے ہلاک کرنیکے واقعات پوری بست و کشاد کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔

نمیر بن حمدون کے اس انکشاف پر تھوڑی دیر تک سلطان رکن الدین ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں ان واقعات سے الطف اندوز ہوتے رہے جو نمیر بن حمدون نے سنائے تھے اسکے بعد فیصلہ دینے کے انداز میں سلطان رکن الدین بول پڑا۔

میرے معزز مہمانوں مجھے اب طرنطائی کی آمد ہی کا انتظار ہے جونہی وہ قاہرہ میں داخل ہوگا اسے چند دن آرام کرنے اور سستانے کا موقع فراہم کیا جائیگا اسکے بعد اپنے لشکر کے ساتھ ہم قاہرہ سے نکلیں گے اور بحیرہ روم کے کنارے کنارے ان صلیبی ریاستوں پر حملہ آور ہونگے جو آئے دن مسلمانوں کے کاروانوں پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کا خون بہانے اور انکے قتل عام کو اپنے لئے ذریعہ نجات خیال کرتے ہیں مجھے امید ہے کہ انہیں انکی زیست انکی زندگیوں سے ہی نجات دلاتا چلا جاؤنگا اب تم بیٹھو میرا ایک مخبر آیا ہے میں

دیکھوں وہ کیا خبر دیتا ہے سلطان کے کہنے پر نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس علما کی قطار میں جو خالی نشستیں تھیں ان پر بیٹھ گئے اسکے بعد سلطان رکن الدین نے اپنے حاجب کا حکم دیا کہ وہ شمال کی طرف سے خبریں لانے والے جاسوس کو پیش کرے۔

تھوڑی ہی دیر بعد سلطان رکن الدین کا حاجب سلطان کے طلایہ گر اور مخبر کو لیکر اندر داخل ہوا بلند آوز میں اس طلایہ گرنے سلام کہا جسکے جواب میں سب نے بڑے جوش کے انداز میں اسکے سلام کا جواب دیا تھا۔اسکے بعد اس طلایہ گرنے سلطان رکن الدین کا مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم میں آپکے لئے دو خبریں لے کر آیا ہوں ایک خبر بری دوسری اچھی پہلے بری خبر کہتا ہوں اسکے بعد اچھی خبر کہونگا۔سلطان تھوڑا سا مسکرایا کہو جس ترتیب سے تم کہنا چاہتے ہو اسی ترتیب سے کہو جواب میں طلایہ گر پھر بول پڑا۔

سلطان محترم جو بری خبر ہے وہ یہ کہ تاتاری اور عیسائی دنیا اپنی ماضی کی شکستوں کا انتقام لینے کے لئے ہمارے خلاف ایک بہت خطرناک اور بڑا اتحاد کرنیکے درپے ہیں اس اتحاد کا مرکزی کردار ہلاکو خاں کا بیٹا اباقاخان ہے اباقاخان بڑی تیزی سے دریائے روم کے کنارے کنارے عیسائی ریاستوں کے حکمرانوں کے علاوہ مسلمانوں کے بدترین دشمن یعنی ٹیمپلرز کے ساتھ بھی روابط قائم کئے ہوئے ہے اور یہ ساری نصرانی قوتیں ہمیں اپنے سامنے زیر کرنیکے لئے اباقاخاں کے ساتھ اتحاد اور تعاون کرنے پر آمادہ ہیں اباقاخان کے قاصد ان سارے حکمرانوں سے مل چکے ہیں اور سب اسکے ساتھ ملکر مسلمانوں کو اپنے سامنے زیر کرنیکا تہیہ کر چکے ہیں۔

سلطان محترم بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی کہ اباقاخان کے تعاون کی امید میں بحیرہ روم کی عیسائی ریاستوں کے حکمران مسلمانوں کے خلاف متحرک ہو گئے ہیں یہاں تک کہ انطاکیہ کا حکمران بوہیمان بھی مختلف ریاستوں کے دورے کر رہا ہے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف متحرک ہونے اور انہیں اباقا کے ساتھ تعاون کرنے کی تلقین میں مصروف ہے اسکے علاوہ ہلاکو خان کا بیٹا اباقاخان یورپ کے حکمرانوں کے ساتھ بھی ساز باز کر رہا ہے وہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں پر ایسی ضرب لگائی جائے کہ مسلمان انکے مقابلے میں ٹھہر نہ سکیں اور انکے سارے مقدس مقامات پر نصرانیوں کا قبضہ کرا دیا جائے یہ سارا

اہتمام اسلئے ہو رہا ہے کہ ہلاکو خان کا بیٹا اباقاخان اور اسکی بیوی دونوں ہی نصرانی ہیں اور نصرانیت کے فروغ کیلئے تن من دھن کی بازی لگائے ہوئے ہیں اباقاخان کے مرکزی شہر مراغہ میں ان دنوں جنگ کی تیاریاں انتہائی عروج پر دیکھی جا سکتی ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکن الدین کا وہ طلایہ گر جب خاموش ہوا تو سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

میرے عزیز ماضی میں بھی ایسے کتے ہم پر بھونکتے رہے ہیں لیکن وہ ہمارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے اس سے پہلے اباقاخان کا باپ ہلاکو بھی ہمارے خلاف حرکت میں آیا تھا لیکن ہم نے اسکے لشکروں کو بدترین شکست دیکر شمال کی طرف سمٹ جانے پر مجبور کر دیا اب اگر اباقا نے ہمارے لئے سنگ راہ بننے کی کوشش کی تو اسکی حالت اسکے باپ سے مختلف نہیں ہو گی اسلئے کہ ایسے باولے کتے ماضی میں میں بھی گئی رتوں کی دھول ہمارے خلاف اڑاتے رہے ہیں اور وقت کی ساعتوں کو ہمارے خلاف جوڑتے رہے ہیں پر ہم نے ان کے ہر جوڑ کو ہلا کر رکھ دیا اور اپنی سرزمینوں کی حفاظت کی اور آنے والے دنوں میں بھی میرے خداوند نے چاہا تو ایسا ہی ہو گا اب تم دوسری خبر کہو جسے تم اچھی خبر قرار دیتے ہو۔

سلطان محترم خبر یقیناً اچھی اور حوصلہ افزا ہے۔سلطان محترم ہلاکو خان کا ایک دوسرا بیٹا ہے جو اباقاخان سے چھوٹا ہے اسکا نام تکودار ہے جسطرح اباقاخان نصرانی ہے اسطرح بچپن میں تکودار نے بھی نصرانیت قبول کر لی تھی اور عیسائی تنظیموں نے اسے باقاعدہ بپتسما دیا تھا لیکن سلطان محترم انہیں علاقوں میں مسلم مبلغ بھی اپنے کام میں مصروف تھے ان میں دو مسلم مبلغ انتہائی نمایاں اور اہم ہیں ایک کا نام قطب الدین شیرازی اور دوسرا اتابک بہاؤالدین ہے ان دونوں کی تبلیغ پر اباقاخان کے بھائی تکودار نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

سلطان محترم میں یہ بھی کہتا چلوں کہ عیسائیت قبول کرنیکے بعد عیسائی مبلغوں نے تکودار کا نام نکولس رکھا تھا لیکن اب وہ اسلام قبول کر چکا ہے اور مسلم مبلغ نے اسکا نام احمد رکھا ہے یہ تکودار جسکا نام اب احمد ہے بڑی تیزی سے اسلام پھیلانے کے کام میں مصروف ہے۔

سلطان محترم اس احمد کی ابھی تک کوئی طاقت او قوت تو نہیں اسکا بڑا بھائی جو

تاتاریوں کا حکمران ہے وہ بہر حال نصرانی ہے اب احمد بھی تاتاریوں کے مرکزی شہر مراغہ میں قیام کئے ہوئے ہے اور وہ کبھی کبھی تین تین چار چار ماہ تک مراغہ شہر سے باہر رہتا ہے اور مسلم مبلغوں کے ساتھ ملکر وہ بڑی تیزی سے اسلام پھیلانے کا کام سرانجام دے رہا ہے

سلطان محترم میں احمد سے ملکر آیا ہوں وہ آپکی ذات آپکی شخصیت سے بے حد متاثر ہے اس نے آپکے نام مجھے ایک پیغام دیا تھا کہ جسطرح ہلاکو کے خلاف باتو خان کے بھائی برقائی خان نے اسلام قبول کرنیکے بعد آپ کی مدد کی تھی اسطرح احمد کا کہنا ہے کہ اگر اسکے بھائی اباقا خان نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنیکی ابتدا کی تو وہ لپنے ساتھیوں کے ساتھ آپکی مدد کرنیکی پوری پوری کوشش کریگا حالانکہ فی الحال وہ اس حالت میں نہیں ہے بحر حال جس تیزی اور تندہی سے وہ اسلام کی تشہیر کرنے میں مصروف ہے میرے خیال میں عنقریب وہ لپنے اردگرد ایک خاصی بڑی جمعیت بنانے میں کامیاب ہو جائے گا سلطان محترم یہ احمد بڑا بیباک اور جراتمند ہے اس نے لپنے اسلام لانے کو خفیہ نہیں رکھا بلکہ اسکے بڑے بھائی اباقا خان جو اس وقت تاتاریوں کا حکمران ہے خبر ہے کہ اسکے بھائی تکودار نے اسلام قبول کر لیا ہے او تکودار کے بجائے اب اسکا نام احمد ہے لیکن اباقا اسکے خلاف کوئی کاروائی نہیں کر سکتا اسلئے کہ احمد کے ساتھ ساتھ کچھ بڑے سردار بھی اسلام قبول کر چکے ہیں اور اباقا خان ڈرتا ہے کہ اگر اس نے ایسے لوگوں کے خلاف کاروائی کی تو منگولوں کے اندر بغاوت بھی کھڑی ہو سکتی ہے لہذا خوشخبری یہ ہے کہ احمد بڑی تیزی سے منگولوں کے اندر ایک مسلم قوت فراہم کرتا چلا جا رہا ہے۔

طلایہ گر کے اس انکشاف پر سلطان رکن الدین نے اطمینان کا اظہار کیا اسکے بعد شوریٰ کی وہ مجلس سلطان نے برخاست کر دی تھی۔

○○○

جس وقت مصر کے شیخ الاسلام علامہ عزیزالدین نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس کو شاہی مہمان خانے کی طرف لے جا رہے تھے تو نمیر بن حمدون علامہ عزیزالدین کے قریب آیا اور بڑی عاجزی میں انہیں مخاطب کیا۔

میرے محترم آپ جانتے ہیں کہ میں اور میرا ساتھی دونوں مصر میں اجنبی ہیں

ہمارا تعلق معرہ النعمان سے ہے کہ ایسا ممکن نہیں کہ آپ ہمیں سلطان رکن الدین کے علاوہ انکے لشکروں کے سپہ سالار اعلیٰ سیف الدین اور سالار اول امیر طرنطائی کے متعلق کچھ تفصیل سے بتائیں اور اپنی قوم کے ان عظیم فرزندوں کے مختصر حالات زندگی سے ہم واقفیت حاصل کر سکیں۔

نمیر بن حمدون کے اس سوال پر علامہ عزیزالدین بڑی انکساری میں کہنے لگے دیکھو میرے بھائیوں میں تمہیں اختصار کے ساتھ ان تینوں ہستیوں کے حالات سناتا ہوں

جہاں تک سلطان رکن الدین کا تعلق ہے تو سلطان وسط ایشیاء کے دشت قپچاق میں پیدا ہوا سلطان کی ولادت سے کئی سال پہلے بخارا اور ثمرقند وغیرہ کے مسلمان تاجروں کی تبلیغ کی بدولت دشت قپچاق میں اسلام پھیل چکا تھا سلطان رکن الدین ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا۔ اسکا نام محمود رکھا گیا تھا۔

سلطان رکن الدین کا باپ خوارزم شاہی سلطنت کے ایک معزز عہدے پر فائز تھا پر بدقسمتی سے وقت کے حکمرانوں سے کسی بات پر اسکے اختلافات ہو گئے اور اسے زندان میں ڈال دیا گیا اسطرح یہ خوشحال خاندان گردش زمانہ کا شکار ہو کر رہ گیا تھا۔

دشت قپچاق اور اس سے ملحقہ علاقوں کو منگولوں نے حملہ آور ہو کر خوب پامال کیا تو وہاں کے بیشمار بچوں اور نوجوانوں کو پکڑا کو منگول لپنے ہمراہ لے گئے اور انہیں بردہ فروشوں کی مختلف منڈیوں میں فروخت کر دیا ان ہی بچوں میں وہ محمود بھی شامل تھا جو آجکل مصر کا سلطان ہے اور جسے ہم لوگ رکن الدین کہہ کر پکارتے ہیں محمود بھی منگولوں کے ہاتھوں غلام بنکر دمشق کی منڈی میں بیس دینار سرخ کے عوض فروخت ہو گیا۔

موجودہ سلطان رکن الدین کو جس شخص نے خریدا وہ ایک مصری امیر تھا جسکا نام علی ابن الدرقر تھا وہ ایک مصری کا مقروض تھا اس نے اس قرض کے عوض محمود کو لپنے اس قرض خواہ کو دیدیا۔

جس مصری نے محمود کو خریدا تھا اس نے محمود کو اپنی صغیر سن لڑکی کی خدمت پر مامور کر دیا ایک دن محمود سے کوئی لغزش ہو گئی اس پر اسکی مالکہ نے اسے بڑی بری طرح پیٹا اس موقع پر اس امیر کی بہن جسکا نام فاطمہ تھا وہ بھی موجود تھی اسے محمود پر بڑا رحم آیا اس

نے اپنی بھاوج سے گزارش کی کہ اگر تم اس غلام کے کام سے خوش نہیں ہو تو اسے میرے سپرد کر دو۔

وہ خاتون رضامند ہو گئی اور فاطمہ اسکو اپنے ساتھ دمشق لے گئی جہاں اسکا گھر تھا دراصل اس فاطمہ کا ایک فرزند تھا جسکا نام بیبرس تھا جو فوت ہو گیا تھا حسن اتفاق سے محمود کی شکل و صورت اسکے مرنے والے بیٹے بیبرس سے ملتی جلتی تھی چنانچہ اپنے بیٹے کی یاد میں فاطمہ محمود کو بیبرس کہہ کر پکارنے لگی۔

فاطمہ محمود کے ساتھ مادرانہ شفقت سے پیش آتی تھی اور فاطمہ کا ایک بھائی ان دنوں مصر کے حکمران الملک الصالح نجم الدین ایوب کے دربار میں ایک معزز عہدے پر فائز تھا وہ ایک دفعہ اپنی بہن سے ملنے دمشق آیا تو وہاں اس نے جب محمود کو دیکھا اور محمود کے عادات و اطوار اسے اسقدر پسند آئے کہ اس نے اپنی بہن فاطمہ سے محمود کو مانگ لیا اور اسے اپنے ساتھ قاہرہ لے گیا وہاں اس نے محمود یعنی بیبرس کو مصر کے حکمران ملک صالح کی نظر کر دیا۔

مصر کے حکمران الملک الصالح نے مصر میں بہت سے غلاموں کو جمع کر رکھا تھا انکی تعلیم و تربیت کیلئے خاص انتظام کیا تھا محمود یعنی بیبرس بھی ملک صالح کی سرپرستی میں کتابی علوم اور حربی فنون میں بھی اعلیٰ درجے کی مہارت حاصل کی اور حسب دستور مصر کے لشکر میں بھرتی ہو گیا۔

اپنی غیر معمولی جسمانی قوت ذہانت اور وجاہت کی بدولت وہ بہت جلد لشکر کے ایک دستے کا افسر بن گیا اور اس نے ابھی تک کوئی خاص شہرت حاصل نہ کی تھی۔

اتفاق سے اسی زمانے میں ساتویں صلیبی جنگ چھڑ گئی فرانس کے شہنشاہ لوئی نے مصر پر حملہ کر دیا اس جنگ کے دوران میں منصورہ کا فیصلہ کن معرکہ پیش آیا جس میں نوجوان بیبرس نے حیرت انگیز عسکری صلاحیت کا مظاہرہ کیا اور دفعتاً شہرت اور ناموری کی انتہائی بلندیوں تک پہنچ گیا۔

اسکے بعد اس نے کئی اور لڑائیوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے چند سال کے اندر اندر نہ صرف فوج بلکہ سیاست میں بھی اسکو ایک مقتدر شخصیت تسلیم کیا جانے لگا

منگولوں کے خلاف معرکہ جالوت میں بیبرس نے عظیم الشان فتح حاصل کرنیکے بعد مصر اور شام میں مقبولیت کے لحاظ سے ہر شخصیت کو مات کر کے رکھ دیا تھا اب مصر اور شام میں کوئی ایسا نہ تھا جو اس کی جرائتمندی بہادری دلیری اور دانشمندی و عقلمندی کی برابری کر سکتا یہ سارے منازل طے کرتے ہوئے محمود یعنی بیبرس مصری افواج کا سپہ سالار اعلیٰ بنا اسکے بعد اپنی اوج پر پہنچا جس اوج پر تم دیکھتے ہو وہی کل کا غلام جسے جگہ جگہ بیچا گیا تھا سلطان رکن الدین کی حثیت سے مصر کا فرمانروائے اعلیٰ ہے۔

میرے معزز مہمانوں یہ تو تھے سلطان رکن الدین کی زندگی کے مختصر سے حالات سلطان کے لشکریوں کے سپہ سالار اعلیٰ سیف الدین اور امیر طرنطائی کا بھی جہاں تک تعلق ہے تو یہ بھی سلطان رکن الدین کی طرح وسط ایشیا کے شہر قپچاق ہی میں پیدا ہوئے سلطان رکن الدین ہی کی طرح یہ مصر کے حکمران الصالح نجم الدین ایوب کی پناہ میں آئے سیف الدین کو چونکہ ایک ہزار دینار میں خریدا گیا تھا اور ہزار کو چونکہ عربی میں الف کہتے ہیں اس ایک ہزار دینار کی نسبت سے سیف الدین کو الفی بھی کہنے لگے تھے الملک الصالح نے سیف الدین کی قابلیت جرائتمندی دیکھتے ہوئے اسے آزاد کر دیا تھا امیر طرنطائی ان دنوں چونکہ بچہ تھا اور امیر سیف الدین کی زیر تربیت تھا جب یہ تربیت مکمل کر چکا علمی اور حربی لحاظ سے اس نے اپنے آپ کو بے مثل ثابت کیا تب سیف الدین نے اسے آزاد کر دیا اور آج تم دونوں دیکھتے ہو کہ اپنی محنت اور قابلیت کی وجہ سے امیر سیف الدین مصر کے لشکریوں کے سالار اعلیٰ اور امیر طرنطائی سالار اول ہیں۔

یہاں تک کہتے کہتے علامہ عزیز الدین خاموش ہو گئے اسلئے کہ اپنے سامنے ایک عمارت کے قریب رک گئے پھر نمیر بن حمدون کو مخاطب کر کے کہا۔

یہی عمارت شاہی مہمان خانہ ہے وقتی طور پر تم دونوں کا اسی میں قیام ہو گا اسکے بعد میں تمہاری مستقل قیام گاہ کا بندوبست کرونگا اب آؤ میرے ساتھ میں تمہارے طعام اور قیام کا انتظام کرتا ہوں نمیر بن حمدون اور غسان بن نمیس دونوں چپ چاپ شیخ الاسلام عزیز الدین کے پیچھے پیچھے عمارت میں داخل ہو گئے تھے۔

سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔امیر طرنطائی آہستہ آہستہ اپنے گھوڑے کو ہانکتا ہوا دریائے لیطاقی کے کنارے سوسہ نام کی بستی کی سرائے کے صدر دروازے کے پاس آیا اسے دیکھتے ہی سرائے کے صدر دروازے کے پاس عمیس بن خزرون نام کا جو نعل گر بیٹھتا تھا وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا بھاگ کر وہ آگے بڑھا اور امیر طرنطائی کے گھوڑے کی باگ اس نے پکڑ لی تھی۔

عمیس بن خزرون کو دیکھتے ہوئے امیر طرنطائی فوراً اپنے گھوڑے سے اتر گیا پہلے اس نے آگے بڑھ کر عمیس بن خزرون کو گلے لگایا پھر اس سے پرجوش مصافحہ کیا امیر طرنطائی اس کی خیریت پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ نعل گر اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے جاتے ہوئے بڑی رازداری میں بول پڑا۔

امیر طرنطائی قسم خدائے لم یزل کی آپ بڑے وقت پر آئے ہیں میں ان دنوں دو مصیبتوں میں مبتلا ہوں اور آپ کے آنے سے میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں مصیبتوں سے مجھے نجات مل جائے گی امیر طرنطائی نے اس موقع پر بڑی پریشانی اور فکر مندی سے عمیس بن خزرون کی طرف دیکھا۔

ابن خزرون تم کیسی مصیبت میں مبتلا ہو کیا تمہیں اس بستی میں کوئی تنگ کرتا ہے کیا یہودی تمہارے درپئے ہیں یا نصرانی تمہیں اپنا ہدف بنانا چاہتے ہیں کہو ایسا معاملہ ہے تو جو بھی تمہارے درپئے ہے آنے والی رات اس کی زندگی کی آخری رات ہو گی

جواب میں عمیس بن خزرون نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

نہیں امیر طرنطائی ایسی بات نہیں میری دوکان بند کرنے کا وقت ہو گیا ہے میں پہلے سامان سمیٹتا ہوں اس کے بعد آپ کے پاس بیٹھ کر گفتگو کرتا ہوں میں چاہتا ہوں آج آپ میرے گھر میں قیام کریں امیر طرنطائی نے عمیس بن خزرون کا شانہ تھپتپاتے ہوئے کہا۔

ابن خزرون تمہاری بڑی مہربانی۔میں جانتا ہوں تمہیں مجھ سے کس قدر خلوص شفقت اور محبت ہے لیکن قیام میں سرائے میں ہی کروں گا۔تم دوکان سمیٹو میں اتنی دیر تک گھوڑا سرائے کے اصطبل میں بندھوا کر اس کے دانے چارے کا بندوبست کرتا ہوں اور قیام کے لئے کمرہ حاصل کرتا ہوں اس کے بعد پھر تم سے پرسکون ماحول میں گفتگو کریں گے اور سنو آج شام کا کھانا تم میرے ساتھ کھاؤ۔عمیس بن خزرون کچھ کہنا ہی چاہتا تھا پر امیر طرنطائی اپنے گھوڑے کی باگ تھامے سرائے میں داخل ہو گیا تھا اس وقت وہ راہب کے لباس میں نہیں تھا اور نہ ہی اپنا عصا لے کر چل رہا تھا بلکہ اپنے لباس اور حلیئے سے وہ ایک بہترین تیغ زن اور گھڑ سوار لگتا تھا۔

سرائے میں داخل ہونے کے بعد امیر طرنطائی نے پہلے اپنے لئے کمرہ حاصل کیا اصطبل کے ملازم کو کہہ کر اس نے اپنا گھوڑا اصطبل میں بندھوایا اور اس کے دانے چارے کا انتظام کیا اتنی دیر تک عمیس بن خزرون بھی اپنی دوکان کا سامان سمیٹ چکا تھا پھر عمیس بن خزرون کو لے کر امیر طرنطائی سرائے کے اس کمرے میں داخل ہوا جو اس نے اپنے قیام کے لئے حاصل کیا تھا۔

کمرے میں لگی نشستوں پر دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے پھر امیر طرنطائی نے ایک سکھ کا لمبا سانس لیتے ہوئے پوچھا۔

ابن خزرون ۔میرے عزیز۔میرے محترم اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو جواب میں دھیمی آواز اور رازدارانہ سے انداز میں عمیس بن خزرون نے کہنا شروع کیا۔

امیر طرنطائی۔میں نے آپ سے گذارش کی تھی کہ ان دنوں میں دو مصائب کا شکار ہوں پہلی مصیبت یہ ہے کہ آپ جانتے ہیں یہ بستی زیادہ تر یہودیوں کی ہے اور یہاں کے یہودی زیادہ تر خوشحال ہیں باغات اور کھیتوں کے مالک ہیں ان یہودیوں کا سردار اموص

ہے جو بڑا صاحب ثروت انسان ہے اس کی ایک بیٹی ہے جس کا نام رودہ ہے اپنے حسن و جمال میں یہ لڑکی بے مثال ہے کہتے ہیں ان سرزمینوں میں اس جیسی حسین و خوبصورت لڑکی پیدا ہی نہیں ہوئی اس کے حسن اس کی خوبصورتی کی وجہ سے بیلفورٹ کا حکمران برالیون اس پر فریفتہ ہو چکا ہے اور اس سے شادی کا خواہشمند ہے پر رودہ اسے ناپسند کرتی ہے اور اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی اپنی بیٹی کے خیالات کی وجہ سے یہودی سردار آموص بھی اس حق میں نہیں کہ اپنی نو عمر بیٹی کو وہ بڑی عمر کے برالیون سے بیاہ دے۔

آپ جانتے ہوں گے کہ بیلفورٹ کا حکمران خاصی عمر کا ہے اور کہتے ہیں کہ اس کی بیٹی عمر میں آموص کی بیٹی رودہ سے بھی بڑی ہے ساتھ ساتھ میں آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ رودہ کے ننہال قاہرہ میں رہتے ہیں اس رودہ کی پرورش زیادہ تر قاہرہ میں ہوئی اس لئے یہ مُسلمانوں کے اطوار سے بے حد متاثر ہے مسلمانوں ہی کے انداز میں یہ گفتگو کرتی ہے اور مسلمانوں کو بے حد پسند کرتی ہے رودہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر اس نے شادی کسی غیر یہودی سے ہی کرنی ہے تو وہ اپنی زندگی کے ساتھی کے لئے مسلمان کو ہی ترجیح دے گی۔

امیرِ طرنطائی یہودی سردار آموص اپنی بیٹی رودہ کو یہاں سے نکال کر مصر کی طرف روانہ ہونا چاہتا ہے خود بھی یہاں سے چلا جانا چاہتا ہے تا کہ اپنی بیٹی کی شادی برالیون کیساتھ کرنے سے بچ جائے لیکن وہ یہاں سے نکل نہیں سکا برالیون کو کہیں خبر ہو چکی ہے لہذا اس نے مسلح پہریدار بٹھا دیئے ہیں اور انہیں سختی سے حکم دے رکھا ہے کہ آموص اور اس کی بیٹی پر کڑی نگاہ رکھی جائے اور انہیں بستی سے نکل کر کہیں بھی جانے نہ دیا جائے وہ ایک طرح سے اپنی حویلی میں نظر بندی اور اسیری کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

میں یہاں پر یہ بھی انکشاف کروں کہ یہودی سردار آموص سوسہ نام کی بستی کے مسلمانوں پر بڑا مہربان ہے اور اکثر و بیشتر ان کی مالی امداد بھی کرتا رہتا ہے مجھ پر بھی وہ بڑا مہربان ہے اکثر اوقات اس نے میری مالی امداد کی ہے دوسرے وہ اپنا ہر راز مجھ سے کہہ دیتا ہے۔ ایک طرح سے وہ مجھے اپنے پر اعتماد اور بھروسے کا آدمی خیال کرتا ہے اس نے چند روز پہلے مجھے بلا کر بڑی منت اور سماجت کے انداز میں کہا تھا کہ کسی ایسے مسلمان کو تیار کرو جو ہمیں بحفاظت قاہرہ تک پہنچا دے میں نے اس سے کہا تھا کہ میں چند روز تک تمہیں بتاؤں گا در اصل مجھے امید تھی کہ آپ اس سمت آئیں گے اور پھر میں آپ سے گذارش کروں

گا کہ آپ آموص اور اس کی بیٹی کو یہاں سے نکال کر اپنے ساتھ قاہرہ لیجائیں میں نے یونہی ایک روز آموص سے کہہ بھی دیا تھا کہ میرا ایک جاننے والا ہے جو غلام ہے جو اپنے آقا کے کسی کام کے سلسلے میں شمال کی طرف گیا ہوا ہے عنقریب وہ لوٹے گا اور اس کے ساتھ میں تمہیں قاہرہ کی طرف بھجوا دوں گا۔ میں نے آموص یہ بھی کہا تھا کہ وہ غلام بے پناہ طاقت اور قوت کا مالک ہے اور تیغ زنی میں اپنا جواب نہیں رکھتا وہ ہر صورت میں تم لوگوں کو قاہرہ پہنچا دے گا اب کہیں اس سلسلے میں آپ میری کیا مدد کر سکتے ہیں یوں جانئے یہ میرا پہلا مسئلہ ہے۔

جواب میں امیرِ طرنطائی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن خزرون اب یہ تمہارا مسئلہ نہیں میرا مسئلہ ہے اگر تم آموص سے یہ کہہ چکے ہو کہ تمہارا ایک غلام جاننے والا ہے اور تیغ زنی میں خوب مہارت رکھتا ہے طاقتور اور دلیر ہے اور وہ انہیں سوسہ سے نکال کر قاہرہ پہنچا سکتا ہے۔ تو یوں جانو کہ اب وہ غلام میں ہی ہوں تم میرا ان سے تعارف غلام ہی کی حیثیت سے کرانا۔ میرا نام ان سے کسی بھی صورت طرنطائی مت بتانا بلکہ کہنا کہ میرا نام لیوس ہے میں نصرانی ہوں۔ میرا تعلق قاہرہ سے ہے اور میں انہیں بحفاظت سوسہ سے قاہرہ پہنچا سکتا ہوں تمہارا ایک مسئلہ تو حل ہوا اب دوسرا مسئلہ بھی بیان کرو ابن خزرون خوشی میں جذبات سے بے قابو ہوا اور آگے بڑھ کر اس نے امیرِ طرنطائی کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

امیرِ طرنطائی۔ قسم خداوند قدوس کی آپ ایک عظیم انسان ہیں آپ نے حقیقت میں میرا ایک مسئلہ تو حل کر دیا اب میں آپ سے دوسرا مسئلہ بیان کرتا ہوں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے یہاں چند دن سے ایک لڑکی اور اس کے ساتھی نوجوان نے قیام کر رکھا ہے میرے یہاں قیام کئے انہیں پندرہ بیس یوم ہو چکے ہیں لڑکی بتاتی ہے کہ وہ بیلفورٹ کے حکمران برالیون کی بیٹی ہے کہتے ہیں برالیون کی دو بیویاں تھیں دونوں سے ایک ایک بیٹی ہے پہلی بیوی مرجانے کے بعد دوسری بیوی نے پہلی بیوی کی بیٹی پر ظلم و ستم شروع کئے اسے اپنے لئے ایک مصیبت جانا پھر اسماعیلیوں سے ساز باز کر کے اس بچی کے اغوا کا منصوبہ بنایا اس منصوبے میں وہ کامیاب رہی اور یہ اسماعیلی اسے اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے تا کہ اپنے فدائین کے لئے ایک حور کی طرح اسے پیش کریں۔

اس لڑکی کی خوش قسمتی کہ اس کی ملاقات وہاں ایک ایسے نوجوان سے ہو گئی جو مسلمان تھا اور اسے بھی فدائیوں نے اغواء کیا تھا اور وہ فدائیوں کے چنگل سے نجات چاہتا تھا بس اسے موقع مل گیا اور وہ اس لڑکی کو اپنے ساتھ لے کر فدائیوں کے چنگل سے بھاگ نکلا لیکن کہتے ہیں کہ فدائی ان کے پیچھے تھے تا کہ انہیں پکڑ کر پھر اپنا اسیر بنا سکیں رات کی تاریکی میں وہ لڑکی اور نوجوان یہاں پہنچے اور میرے گھر کے دروازے پر دستک دی مجھ سے سارے حالات بیان کئے اور مجھ سے پناہ مانگی ان کی حالت دیکھتے ہوئے میں نے انہیں اپنے یہاں پناہ دے دی اور وہ دونوں میرے یہاں قیام کئے ہوئے ہیں ۔لڑکی اسلام قبول کر چکی ہے اور پابند صوم وصلوۃ ہے ۔

جو نوجوان اسے اپنے ساتھ فدائیوں کے چنگل سے نکال کر لایا تھا اس کے ساتھ اس نے شادی کر لی ہے اب وہ دونوں میاں بیوی ہیں اس پر امیر طرنطائی فوراً بول پڑا ۔

اگر وہ لڑکی اسلام قبول کر چکی ہے اور اس نوجوان سے اس نے شادی بھی کر لی ہے تو پھر تمہارے لئے کیا مسئلہ رہ جاتا ہے ہاں دیکھنا یہ ہو گا کہ واقعی بیلفورٹ کے حکمران برالیون کی بیٹی ہے یا یونہی وہ تمہیں چکر دے رہی ہیں اس پر ابن خزرون فوراً بول پڑا ۔

امیر طرنطائی ۔اس کے علاوہ بھی ایک بات دیکھنی ہو گی اور وہ بات میرے لئے مسئلہ بنی ہوئی ہے وہ کچھ یوں ہے کہ یہودی سردار آموص کے یہاں بھی ایک لڑکی اور ایک جوان نے پناہ لی ہوئی ہے ان دونوں کا کہنا ہے کہ وہ یہودی ہیں ان کا ایک غلام اور ایک لونڈی بھاگے ہوئے ہیں اور وہ انہی کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور انہیں پتہ چلا ہے کہ وہ بھاگنے والی لونڈی اور غلام سوسہ شہر کی بستی کے کسی مکان میں پناہ لئے ہوئے ہیں ۔انہوں نے آموص سے گذارش کی کہ وہ چند یوم اس کے یہاں قیام کر کے اس غلام اور لونڈی کو تلاش کریں گے اور پھر جب وہ مل گئے تو وہ انہیں اپنے ساتھ مصر کی طرف لے جائیں گے ۔
اب پتہ نہیں وہ جھوٹ کہتے ہیں یا جس لڑکی اور نوجوان نے میرے یہاں پناہ لے لی ہے وہ دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں تاہم ایک بار میں لڑکی سے کہا تھا کہ اگر وہ بیلفورٹ کے حکمران برالیون کی بیٹی ہے تو پھر میں اسے ان پہریداروں کے پاس لے جاتا ہوں جو ان دنوں یہودی سردار آموس کی حویلی کے ارد گرد پہرہ دے رہے ہیں لہذا وہ اسے پہچان جائیں گے اور ان دونوں کی حفاظت کریں گے ۔

پر وہ لڑکی منتیں کرتی ہے کہ اسے ان پہریداروں کے پاس نہ لے جایا جائے وہ اسے پکڑ کر اسے باپ کے پاس لے جائیں گے اور ایک بار پھر اسے بیلفورٹ میں کرب کی زندگی بسر کرنا ہو گی لہذا مجھے آپ ہی کی واپسی کا انتظار تھا ۔اب میں یہ دونوں معاملے آپ کے سپرد کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ ان دونوں مسائل سے آپ مجھے نجات دیں گے ۔

امیر طرنطائی فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا ۔

ابن خزرون ۔تم اطمینان سے بیٹھو میں ابھی آتا ہوں اس کے ساتھ بڑی تیزی سے طرنطائی باہر نکل گیا تھا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور ابن خزرون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا ۔

میرے عزیز بھائی ۔میں نے کھانا منگوایا ہے پہلے ہم دونوں یہاں بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں اس کے بعد میں تمہارے ساتھ گھر چلوں گا اور اس لڑکی اور اس کے ساتھی سے ملنا پسند کروں گا اس کے بعد ہی میں کوئی فیصلہ دے سکوں گا ۔ابن خزرون نے طرنطائی کی اس تجویز سے اتفاق کیا ۔تھوڑی دیر بعد سرائے کا ایک خادم کھانا لے آیا دونوں نے کھانا کھایا ۔پھر طرنطائی ابن خزرون کے ساتھ ہو لیا تھا ۔

ابن خزرون نے اپنے گھر کے دروازے پر دستک دی تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان نے دروازہ کھولا اور اس نوجوان کے ساتھ ایک انتہائی خوبصورت اور نوعمر لڑکی بھی تھی ابن خزرون کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ امیر طرنطائی نے اسکے کان میں سرگوشی کی دیکھ ابن خزرون میرا ان سے تعارف لیوس کی حیثیت سے ہی کرانا ابن خزرون کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ امیر طرنطائی سے مخاطب ہوا ۔

لیوس ۔تم جانتے ہو میری کوئی اولاد نہیں میری بیوی مر چکی ہے اور میں اپنے گھر میں اکیلا رہتا ہوں یہ نوجوان جس نے دروازہ کھولا ہے اس کا نام قدغان ہے اور یہ جو اس کے پہلو میں لڑکی کھڑی ہے یہ ارزون ہے اور یہ دونوں میاں بیوی ہیں میں اب انہیں اپنی اولاد کی طرح سمجھتا ہوں اور یہ خیال کرنے لگا ہوں کہ چونکہ خداوند کریم نے مجھے اولاد سے نہیں نوازا یہی میری بیٹی اور بیٹا ہے ۔

امیر طرنطائی اندر داخل ہوا ۔ابن خزرون بھی اس کے پیچھے پیچھے مکان میں داخل ہوا ۔دروازے کو اس نے زنجیر لگا دی ۔دروازے کے قریب امیر طرنطائی رک گیا اور تھوڑی

دیر تک وہ بڑے غور سے ارزون کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ کچھ خوفزدہ ہو گئی تھی اور اپنے شوہر قدغان کے پیچھے کھڑی ہو گئی تھی۔ اس موقع پر مسکراتے ہوئے طرنطائی عمیس بن خزرون سے کہنے لگا۔

ابن خزرون ۔ خداوند جھوٹ نہ بلوائے یہ لڑکی جس کا تعارف تم نے مجھے ارزون کے نام سے کرایا ہے ۔ یہ مجھے بیلفورٹ کے حکمران برالیون کی بیٹی لگتی ہے امیر طرنطائی کے اس انکشاف پر ارزون اور قدغان دونوں چونک پڑے تھے عمیس بن خزرون بھی عجیب طرح سے امیر طرنطائی کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ یہاں تک کہ طرنطائی کی آواز پھر سنائی دی۔

ابن خزرون ۔ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اگر یہ ارزون کہتی ہے کہ وہ بیلفورٹ کے حکمران برالیون کی بیٹی ہے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ واقعی اس کی بیٹی ہے اس لئے کہ برالیون کی ایک اور بیٹی بھی ہے جس کا نام برینس ہے برینس اور اس کی شکل آپس میں کافی حد تک ملتی ہے لہذا میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ ارزون برالیون کی بیٹی ہے اس کے بعد امیر طرنطائی براہ راست ارزون سے مخاطب ہوا۔

ارزون میری بہن میرا نام لیوس ہے ۔ میں بیلفورٹ کے حکمران برالیون اور اس کی بیٹی برینس کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں اگر تو زحمت محسوس نہ کرے تو مجھے ذرا اپنے باپ اور بہن کا حلیہ تو بتا اس موقع پر ارزون بیچاری جواب طلب نگاہوں سے قدغان کی طرف دیکھنے لگی تھی قدغان نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔

کہو اس میں ہچکچانے کی کیا ضرورت ہے تم بلا جھجک ان سے اپنے باپ اور بہن کا حلیہ بتاؤ جواب میں ارزون سنبھلی پھر اس نے باپ اور بہن کا حلیہ بتا دیا اس کی ساری گفتگو سننے کے بعد طرنطائی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

عمیس بن خزرون ۔ اب تم مطمئن ہو جاؤ ۔ یہ ارزون برالیون کی بیٹی ہے اس نے جو حلیہ بتایا ہے اس میں ذرہ برابر شک نہیں ۔ اس پر خوفزدہ سے لہجے میں عمیس بن خزرون نے پوچھا۔

لیوس میرے عزیز میرے محترم ۔ میں تمہاری اس بات کو تسلیم کر لیتا ہوں کہ ارزون برالیون کی بیٹی ہے پر وہ نوجوان اور لڑکی جو یہودی سردار آموص کے گھر میں قیام کئے

ہوئے ہیں اور جو ان دونوں کو لونڈی اور غلام سمجھتے ہیں اور انہیں گرفتار کرنے کے درپے ہیں وہ کون ہیں امیر طرنطائی نے فیصلہ کن انداز میں کہا ان دونوں کا تعلق اسماعیلیوں سے ہے اور وہ دونوں شیخ الجبل کے آدمی ہیں اور انہیں گرفتار کر کے واپس اپنے پھندے کی طرف لے جانا چاہتے ہیں پر میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔

ابن خزرون ۔ تو ابھی میرے ساتھ یہودی رئیس آموص کی حویلی میں چل ۔ وہ دونوں نوجوان اور لڑکی جو اپنے آپ کو یہودی ظاہر کرتے ہیں اور ان کی تلاش میں ہیں اور انہیں اپنا غلام اور لونڈی کہتے ہیں میں ان سے ملوں گا جب تک ان دونوں کا خاتمہ نہیں کر دیا جاتا اس وقت تک ارزون اور قدغان تمہارے یہاں بیٹی اور بیٹے کی حیثیت سے پرسکون زندگی بسر نہیں کر سکتے ۔ لہذا آج ہی رات میں ان دونوں کا خاتمہ کر کے رہوں گا اس پر ارزون چونک پڑی ۔

میرے محسن ۔ ایسا کرنا کوئی آسان نہیں ۔ میں آپ کو اپنا محسن اس لئے کہہ رہی ہوں کہ آپ نے میری شناخت کا صحیح فیصلہ دیا اور محترم ابن خزرون کو یہ یقین دلایا کہ میں واقعی بیلفورٹ کے حکمران برالیون کی بیٹی ہوں ۔ سن میرے محسن ان اسماعیلیوں سے نپٹنا کوئی اتنا آسان کام نہیں ہے شاید آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ اپنے دشمنوں کو راستے ہٹانے کے لئے عجیب وغریب حیلے اور بہانے استعمال کرتے ہیں شاید آپ بھی جانتے ہوں گے کہ ان فدائیوں یعنی اسماعیلیوں کی تلواریں اور خنجر ہر وقت زہر میں بجھے رہتے ہیں ۔ اور یہ لمحوں کے اندر اپنے دشمنوں کا خاتمہ کر کے رکھ دیتے ہیں ارزون کی اس گفتگو کے جواب میں امیر طرنطائی مسکرانے لگا تھا۔

ارزون ۔ میری بہن تیرا کہنا درست ہے اسماعیلی واقعی اپنے دشمنوں کا خاتمہ کرنے کے لئے اپنے ہتھیاروں کو زہر میں بجھا کر رکھتے ہیں مگر ان کے ایسا کرنے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ وہ نوجوان اور لڑکی جو اپنے آپ کو یہودی رئیس ظاہر کر کے تم دونوں کو لونڈی اور غلام کہتے ہیں اور تمہارے تعاقب میں ہیں مجھے یقین ہو چکا ہے کہ وہ اسماعیلی ہیں پر دیکھنا میری بہن میں ان دونوں کا خاتمہ کیسے کرتا ہوں اگر وہ دونوں اپنے پاس زہر میں بجھے ہوئے خنجر اور تلوار رکھتے ہیں تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں خود زہر میں بجھا ہوا ایک انسان ہوں جو میرے سامنے آتا ہے ۔ اس پر ایسا زہر بن کر چھاتا ہوں ۔ کہ زندگ

اس کی تمام کر کے رکھ دیتا ہوں اب تم دونوں میاں بیوی آرام کرو۔ میں ابن خزرون کو اپنے ساتھ لے کر جارہا ہوں تھوڑی دیر بعد تم خبر سنو گے کہ تمہارے دونوں تعاقب کرنے والے اسماعیلیوں کا میں نے خاتمہ کر دیا ہے اس کے ساتھ ہی امیر طرنطائی عمیس بن خزرون کو لے کر اس کے گھر سے نکل گیا تھا۔

OOOO

ابن خزرون کے ساتھ امیر طرنطائی جب یہودی رئیس آموص کی حویلی کے پاس گیا تو اس نے دیکھا حویلی کے چاروں طرف مسلح پہریدار تھے۔ شاید وہ بیلفورٹ کے حکمران برالیون کے آدمی تھے جو آموص اور اس کی بیٹی کی نگرانی پر مقرر کئے گئے تھے۔ حویلی کے صدر دروازے کے پاس آکر ابن خزرون رک گیا اور امیر طرنطائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے عزیز۔ تم یہیں رکو۔ میں اندر جا کر آموص سے گفتگو کرتا ہوں۔ اس کے بعد میں تمہیں اندر لے کر جاتا ہوں۔ ساتھ ہی ابن خزرون نے خاص انداز میں امیر طرنطائی کا ہاتھ دبا دیا تھا تا کہ وہ کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کرے اور منہ سے کچھ جواب نہ دے تا کہ وہاں پہرہ دینے والے ان کی گفتگو سن کر مشکوک نہ ہو جائیں جواب میں امیر طرنطائی خاموش رہا اور ابن خزرون حویلی کے اندر چلا گیا تھا۔

امیر طرنطائی کو زیادہ دیر تک آموص کی حویلی کے دروازے پر انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ابن خزرون لوٹا اور امیر طرنطائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

لیوس میرے محترم۔ میرے ساتھ آؤ آموص نے تمہیں طلب کیا ہے وہ تم سے ملنا چاہتا ہے ابن خزرون نے اس سے زیادہ کچھ نہ کہا جواب میں امیر طرنطائی بھی کچھ نہ بولا اور چپ چاپ وہ ابن خزرون کے ساتھ ہو لیا تھا۔ دونوں حویلی کے سکونتی حصے کی طرف بڑھے تھے۔

امیر طرنطائی کو لے کر ابن خزرون حویلی کے دیوان خانے میں داخل ہوا۔ اس وقت دیوان خانے میں تین افراد بیٹھے ہوئے تھے ایک ڈھلی ہوئی عمر کا شخص۔ ایک لڑکا اور ایک نو خیز لڑکی۔ دیوان خانے میں داخل ہو کر ابن خزرون نے ان کا تعارف کرایا۔ میرے عزیز یہ جو سامنے بیٹھے ہیں یہی یہودی سردار آموص ہیں ان کے سامنے ان کا بارہ سالہ بیٹا سمیر ہے۔ اور سمیر کے پاس سمیر کی بڑی بہن رودہ بیٹھی ہوئی ہے محترم آموص میں اس جوان کے

متعلق پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ یہ لیوس ہے امیر طرنطائی آگے بڑھا۔ باری باری اس نے یہودی سردار آموص اور اس کے بیٹے سمیر سے مصافحہ کیا پھر اس کی نگاہیں رودہ پر جم گئیں تھیں۔

اس نے دیکھا رودہ کا حسن خوش رنگ نکہت بیز۔ پھولوں شفق کے پیکر رنگوں کے خزینے اور ستاروں کے حسین آنچل جیسا تھا۔ اس کا شباب نغموں کے شراروں سے بیتے افسانوں کے سحر۔ شعلوں کے ملبوس میں رقصاں دریا کے اتصال کو ترستی ندی کی مانند تھا جب کہ اس کا جسم طلسمات کے ساحلوں میں آرزوؤں کے الاؤ، تال و سر کے پیمانے اور سر سوتی کے افسانوں جیسا سماں پیش کر رہا تھا تھوڑی دیر تک امیر طرنطائی اس کے چاند چہرے زلف گھٹا۔ گلابی گال۔ نیلی آنکھوں دہکتے جسم کی کشش۔ لب و عارض کے سنورتے منظر اور آئینہ و علوم جیسی مخفی اور گہری آنکھوں میں کھو سا گیا تھا پھر جلد ہی وہ چونک سا پڑا اور رودہ سے اس نے نگاہیں ہٹا لیں اس لئے کہ یہودی سردار آموص نے اسے مخاطب کیا تھا

دیکھ محترم نوجوان۔ تیرا نام میرے عزیز ابن خزرون نے لیوس بتایا ہے جس کام کا ابن خزرون نے تم سے ذکر کیا ہے اگر تم اس کی تکمیل کر دو تو یوں جانو میں تمہارا یہ احسان ساری زندگی فراموش نہیں کروں گا آموص کی اس گفتگو کا جواب دینے کے بجائے امیر طرنطائی اپنا منہ ابن خزرون کے قریب لے گیا اور کچھ سرگوشی کی۔ جسے سن کر ابن خزرون کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ آگے بڑھا اور آموص کے کان میں بڑی رازداری سے کچھ کھسر پھسر کرنے لگا تھا۔

اس کے بعد آموص اپنی جگہ سے اٹھا امیر طرنطائی کا بازو پکڑ کر اس نے اپنے پاس بٹھایا اس قدر دھیمی آواز میں اس سے مخاطب ہوا کہ اس کی بیٹی اور بیٹا نہ سن سکے۔ وہ کہہ رہا تھا۔

میرے ہونے والے محسن۔ تو نے یہ انکشاف کر کے کہ جس نوجوان اور جس لڑکی نے میرے یہاں قیام کیا ہوا ہے وہ یہودی نہیں بلکہ اسماعیلی اور شیخ الجبل کے آدمی ہیں میرے پاؤں تلے سے زمین نکال کر رکھ دی ہے یہ بڑے زہریلے لوگ ہوتے ہیں اور کسی بھی لمحہ یہ میرا ہی نہیں میرے بیٹے اور بیٹی کا بھی خاتمہ کر کے یہاں سے جا سکتے ہیں اس پر

طرنطائی نے بھی اسی جیسے انداز میں سرگوشی کی۔

آموص۔ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں یہاں ہوں ان سے میں تمہاری ہی نہیں تمہارے بیٹے اور بیٹی کی بھی حفاظت کروں گا اب تو مجھے اس کمرے میں لے چل جس میں ان دونوں نے قیام کیا ہوا ہے پھر دیکھو میں ان کا کیا انجام کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی آموص اٹھ کھڑا ہوا امیر طرنطائی ابن غزرون بھی اٹھے پھر وہ آموص کے پیچھے پیچھے ہو لئے تھے حسین وجمیل رودہ اور اس کا بھائی سمیر بھی اپنی نشستوں سے اٹھے اور وہ بھی ان کے ساتھ ہو لئے تھے۔

دو تین کمروں کے پاس سے گذرنے کے بعد آموص ایک کمرے کے سامنے رکا پھر سرگوشی میں اس نے امیر طرنطائی سے کہا دیکھ یوس یہ ہے وہ کمرہ جس میں ان دونوں نے قیام کر رکھا ہے امیر طرنطائی نے پہلے دروازہ پر دستک دی پھر دستک کے جواب کا انتظار کئے بغیر ایک جھٹکے سے اس نے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوا تھا اس نے دیکھا کمرے کے وسط میں ایک نوجوان اور اس کے قریب ہی ایک نوخیز لڑکی ڈس لینے والے سانپ کی طرح مستعد اور تیار کھڑے تھے ان دونوں سے مخاطب ہونے سے قبل امیر طرنطائی نے مڑ کر دیکھا اور سب کو مخاطب کیا تم سب دروازے پر ہی کھڑے رہو میں اکیلا ہی ان سے گفتگو کرتا ہوں پھر امیر طرنطائی ان دونوں سے مخاطب ہوا۔

میں نے سنا ہے کہ تم دونوں یہودی ہو آموص کے یہاں تم نے گذشتہ چند دن سے قیام کر رکھا ہے اور تمہیں ایک غلام اور ایک لونڈی کی تلاش ہے جو تمہارے یہاں سے بھاگ چکے ہیں اور تمہیں شک ہے کہ انہوں نے اس بستی میں قیام کر رکھا ہے تم انہیں حاصل کر کے واپس لے جانا چاہتے ہو اس پر نوجوان جھٹ بول پڑا۔

نوجوان میں نہیں جانتا تو کون ہے پر جو کچھ تو نے کہا ہے یہ سچ ہے اسی غلام اور لونڈی کو حاصل کرنے کے لئے اس بستی کے سردار آموص کے یہاں ہم نے قیام کر رکھا ہے اور ہمیں پورا یقین ہے کہ ان دونوں نے اس بستی کے کسی گھر میں قیام کر رکھا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ ہم بستی کے ایک ایک گھر پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ ہم بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔

امیر طرنطائی نے بڑے طنزیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا پھر کمرے میں اس کی

آواز بلند ہوئی۔ سنو اس بستی کے رئیس اور اس کے اہل خانہ کو دھوکہ دینے والو اب تمہاری دھوکہ دہی زیادہ دن نہیں چلے گی۔ نہ تم اس لڑکی کو تلاش کر سکو گے جس کا نام ارزون ہے اور نہ اس جوان کو جسے وہ پسند کرتی ہے جس کا نام قدغان ہے اور اب وہ اس کا شوہر ہے یوں جانو تم دونوں کی سعیٔ ختم ہوئی میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم دونوں یہودی نہیں ہو۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ دونوں میاں بیوی لونڈی اور غلام نہیں ہیں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اسماعیلی ہوں اور شیخ الجبل کے فدائیوں میں سے ہو۔

امیر طرنطائی کے اس انکشاف پر ان دونوں نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلواریں سونت لی تھیں اور اپنے رویئے سے وہ بھوکے بھیڑیوں جیسے لگنے لگے تھے اس موقع پر امیر طرنطائی نے پھر انہیں مخاطب کیا سنو کسی وہم کسی دھوکے اور فریب میں مت رہنا یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہارے سامنے بغیر تجربے کا کوئی انسان کھڑا ہوں اس کمرے میں میں تم دونوں کو بے آب لمحوں، بے جان بوسوں کے مٹے ہوئے نشانوں اور لو کی آغوش میں لپے غبار جیسا بنا کر رکھ دوں گا اس کمرے میں تم اپنے لئے کالے بادلوں کا کھیل، بجلی کا رقص اور اشکوں سے تردیدہ دامن دیکھو گے امیر طرنطائی کی اس گفتگو کے جواب میں وہ نوجوان بول پڑا۔

تم بکواس کرتے ہو۔ ہم لوگ روز وشب کے اس تسلسل میں تمہارے سامنے صلیب کی صورت کھڑے ہو جائیں گے اس کمرے میں ہم دونوں کے سامنے تمہاری حالت ختم ہو جانے والی روشنی گر جانے والے ستون، ڈھل جانے والے سائے جیسی ہو گی اور ہم تو تمہارے دل کا دروازے کھولتے ہوئے تمہارا خاتمہ کریں گے اور تمہارا خاتمہ کرنے کے بعد اس آموص کے اہل خانہ کا بھی کام تمام کر کے رہیں گے اب یاد رکھو اس حویلی میں تم میں سے بچ کر کوئی بھاگ نہ سکے گا۔

اس کے ساتھ ہی وہ دونوں انا روندتے جبر، گناہوں کے سنورتے طوفان اور رزم گاہوں کے غبار کی طرح آگے بڑھے اور امیر طرنطائی پر حملہ آور ہوئے تھے امیر طرنطائی بھی بڑا چوکس اور چوکنا تھا۔ لڑکی کی تلوار کو اس نے اپنی ڈھال پر روکا اس نوجوان کی تلوار کو اپنی تلوار پر لیا اور اس زور سے پاؤں کی ٹھوکر اس نوجوان کے پیٹ میں ماری کہ وہ ہوا میں اچھلتا ہوا کمرے کے کونے میں دیوار سے بری طرح ٹکرایا تھا اسی لمحہ امیر طرنطائی نے

اپنی تلوار لڑکی پر برسائی تھی لڑکی نے اپنی تلوار امیر طرنطائی کی ڈھال سے علیحدہ کر لی اور اپنی تلوار پر امیر طرنطائی کی تلوار کو روکا اس کے ساتھ امیر طرنطائی اپنی ڈھال کو حرکت میں لا چکا تھا اور ڈھال خوب زور سے لڑکی کی کنپٹی پر اس نے دے ماری تھی لڑکی ڈھال کی ضرب کھانے کے بعد اپنا توازن کھو بیٹھی وہ بائیں طرف ہٹی تھی کہ اتنی دیر تک امیر طرنطائی کی تلوار بلند ہو کے گری اور اس لڑکی کو کاٹتی چلی گئی تھی۔

لمحہ بھر کے لئے کمرے میں اس لڑکی کی سسکی بلند ہوئی تھی پھر دم توڑ گئی تھی امیر طرنطائی نے اس کے ساتھی کی طرف دیکھا۔

میں نے تمہیں کہا نہ تھا کہ میں تمہارے سامنے کوئی ناتجربہ کار اور معمولی انسان نہیں، ہوں مجھ سے ٹکرانا اتنا آسان نہیں اس کے ساتھ ہی امیر طرنطائی اس نوجوان پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا پر وہ بھی بڑا مکار تھا بڑی تیزی سے وہ بھاگا اور امیر طرنطائی پر اس نے ایک اونچی اور تیز جست لگادی تھی امیر طرنطائی بھی چوکس تھا وہ بائیں طرف ہٹ گیا تھا اور جب اس کے پاس سے فضا میں بلند ہوتا ہوا وہ نوجوان آگے گرنے لگا تو پشت کی جانب سے اس انداز میں امیر طرنطائی نے اس پر اپنی تلوار گرائی کہ امیر طرنطائی کی تلوار اس کی گردن کاٹتی ہوئی نکل گئی تھی۔ نوجوان بھی فرش پر گر کر ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

ان دونوں کا کام تمام کرنے کے بعد یہودی سردار آموص مسکراتا ہوا آگے بڑھا تھا امیر طرنطائی کو اس نے گلے لگالیا۔

لیوس جس وقت ابن خزرون نے مجھ پر یہ انکشاف کیا تھا کہ میرے یہاں جس لڑکے اور لڑکی نے قیام کر رکھا ہے وہ یہودی نہیں بلکہ در حقیقت وہ اسماعیلیوں کے فدائی ہیں تو یقین جانو میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی تھی میں نہیں چاہتا تھا کہ اس وقت اس کا ذکر اپنے بیٹے اور بیٹی سے کروں اس لئے کہ یہ فدائیوں سے واقف ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ کس طرح یہ اپنے دشمن کو قتل کرنے کے لئے نئے نئے حیلے اور حربے استعمال کرتے ہیں دیکھ لیوس میں تیرا انتہا درجے کا شکر گزار ہوں کہ تو نے ان دونوں کا خاتمہ کیا اس دوران حسین و پرشباب رودہ بھی آگے بڑھی اور پہلی بار اس نے امیر طرنطائی کو مخاطب کیا۔

لیوس اگر تم میں دو خامیاں نہ ہوں تو تم ایک ایسے نوجوان ہو جسے میں نے

آج تک اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تم جیسا شجاع، بہادر، دلیر نوجوان یوں جانو میری نگاہ سے نہیں گذرا امیر طرنطائی نے غور سے رودہ کی طرف دیکھا۔

کیا تم نشاندہی کرو گی کہ مجھ میں کون سی دو خامیاں ہیں رودہ نے دل موہ لینے والے تبسم میں کہنا شروع کیا پہلی خامی یہ کہ تم نصرانی ہوں اور دوسری یہ کہ تم غلام ہوں اگر یہ دونوں خامیاں تم میں نہ ہوتی تو میری نگاہوں میں ایسے نوجوان ہوتے جیسا کوئی اور نوجوان دنیا کے آخری کونے تک تلاش کرنے سے نہ ملے گا۔

رودہ کی اس گفتگو کو نظر انداز کرتے ہوئے امیر طرنطائی نے یہودی رئیس آموص کو مخاطب کیا۔

آموص ۔ میرے محترم ان دونوں کا تو خاتمہ ہو چکا ان کی لاشوں کو آپ بعد میں ٹھکانے لگاتے رہیئے گا پہلے میں آپ سے یہ کہوں کہ کل صبح کے وقت آپ یہاں سے اپنی بیٹی اور بیٹے کے ساتھ مصر کی طرف جانے کے لئے تیار رہیئے گا کیا آپ لوگوں کے پاس کوئی بگھی ہے جس میں آپ چاروں بیٹھ کر مصر کی طرف سفر کر سکیں گے اس پر آموص فوراً آموص بول پڑا۔

جہاں تک بگھی کا تعلق ہے میرے پاس دو گھوڑوں کی ایک عمدہ بگھی ہے اس میں سفر کیا جا سکتا ہے لیکن ہم یہاں سے نکلیں گے کیسے شاید ابن خزرون نے تمہیں بتایا ہو گا کہ میری حویلی کے ارد گرد بیلفورٹ کے حکمران کے مسلح جوان پہرہ دیتے ہیں اور مجھے حویلی سے باہر تک نکلنے نہیں دیتے پھر میں کیسے اپنے بیٹے اور بیٹی کے ساتھ بگھی میں بیٹھ کر یہاں سے مصر کی طرف روانہ ہو سکتا ہوں۔

امیر طرنطائی اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

محترم آموص ۔ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ایسا ممکن ہے تم کل صبح تک یہاں سے کوچ کر سکو گے میرے ساتھ دیوان خانے میں آو ۔ میں تمہارے کوچ کے لئے وہاں تفصیل سے تمہارے ساتھ گفتگو کرتا ہوں کس طرح اس حویلی سے میں تمہیں نکالوں گا اور مصر کی طرف لے جاؤں گا۔ امیر طرنطائی کی اس گفتگو سے آموص ہی نہیں ابن خزرون ۔ رودہ اور اس کا بھائی سمیر تینوں ایک طرح کی جستجو کا شکار ہو گئے تھے لہذا وہ چپ چاپ دیوان خانے کی طرف جانے کے لئے امیر طرنطائی کے ساتھ ہو لئے تھے ۔

جب سب افراد نشستوں پر بیٹھ گئے تب یہودی سردار آموص تھوڑی دیر تک عجیب سے عالم میں امیر طرنطائی کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے امیدوں بھرے لہجے میں امیر کو مخاطب کیا۔

لیوس ۔ گو میری بیٹی رودہ نے تمہارے نصرانی اور غلام ہونے کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے لیکن مجھ پر ان باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا چاہے تم نصرانی ہو یا کسی کے غلام ہو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے اب تم میرے محسن ہو اس لئے کہ تم نے مجھے اور میری بیٹی اور بیٹے کو دو انتہائی خطرناک اسماعیلی فدائیوں سے نجات دی ہے لہذا میری آنکھوں میں اب تمہارے لئے بڑی عزت تمہارے لئے بڑا وقار ہے اب یہ بتاؤ تم مجھے اور میرے بیٹے بیٹی کو یہاں سے نکال کر مصر کی طرف کیسے لے جاؤ گے دیکھ لیوس میں تمہیں یہ بھی بتادوں کہ میری اولاد صرف ایک بیٹا اور بیٹی ہے اور یہ دونوں اس وقت تمہارے سامنے بیٹھے ہیں میری بیٹی کا نام رودہ ہے اور بیٹے کا نام سمیر ہے کچھ عرصہ ہوا میری بیوی فوت ہو گئی تھی میری بیوی مصر میں قاہرہ کی رہنے والی تھی اس کے ماں باپ اب بھی زندہ ہیں اور وہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی اس کا کوئی بھائی نہیں تھا اسی بنا پر میری بیٹی رودہ نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ قاہرہ ہیں میں اپنے نانا اور نانی کے پاس بسر کیا بس یوں جانو میری بدقسمتی کہ یہ مصر سے یہاں آئی اور بیلفورٹ کے حکمران برایون کی اس پر نگاہ پڑ گئی ان دنوں برایون شکار کے لئے یہاں ان علاقوں میں آیا ہوا تھا اس کا میری بیٹی کو دیکھنا تھا

کہ وہ اس پر فدا ہو گیا اور اسے اپنی بیوی بنانے کا تہیہ کر لیا۔ لیکن میری بیٹی اسے ناپسند کر چکی ہے میں بھی اس رشتے کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ کسی نہ کسی طریقے سے میری بیٹی اور میرا بیٹا یہاں سے نکل کر مصر چلے جائیں میری بیٹی کا نانا اور نانی دونوں زندہ ہیں ہم اب وہیں رہیں گے جب تک حالات ہمارے حق میں پلٹا نہیں کھاتے تاہم میرے کچھ لوگ یہاں ہیں جو میرے باغات اور میری زمین کی نگرانی کرتے رہیں گے اب تم یہ بتاؤ کہ تم کیسے اور کس طرح ہمیں یہاں سے نکالو گے۔

یہودی سردار آموص کے اس استفسار کے جواب میں امیر طرنطائی کی گردن تھوڑی دیر تک جھکی رہی پھر اس نے آموص کی طرف دیکھا۔ ساتھ ہی دیوان خانے میں اس کی رازدارانہ آواز بھی سنائی دی تھی۔

آموص ۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری حویلی کے اردگرد برایون کے مسلح جوانوں کا پہرہ ہے لہذا میں تیرے ساتھ گفتگو رازدارانہ اور دھیمے انداز میں کروں گا مجھے غور سے سننے کی کوشش کرنا۔

محترم آموص ۔ میں ابھی تھوڑی دیر بعد یہاں سے واپس سرائے کی طرف چلا جاؤں گا جہاں میں نے قیام کیا ہے میرے جانے کے بعد جو تمہاری حویلی کے اردگرد پہرہ دینیوالے مسلح جوان ہیں ان کے سرخیل سے تم ملنا اسے کہنا کہ میں گذشتہ کئی ہفتوں سے اپنی بیٹی رودہ کو سمجھانے بجھانے پر لگا ہوا تھا لہذا اب وہ تمہارے حکمران برایون کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند ہو گئی ہے۔

محترم آموص ۔ تمہارے انکشاف پر وہ سب لوگ مطمئن اور خوش ہو جائیں گے اس لئے کہ وہ یہاں پہرہ دیتے دیتے تنگ پڑ چکے ہوں گے۔ تم ان پر یہ بھی انکشاف کرنا کہ کل صبح تم اپنی بگھی میں بیٹی اور بیٹے کے ساتھ بیلفورٹ جانے کے لئے کوچ کرو گے اور یہ کہ تم چاہتے ہو کہ بیلفورٹ پہنچ کر تم اپنی بیٹی رودہ کو بیلفورٹ کے حکمران برایون کے حرم میں داخل کر دو تم ان سے یہ بھی کہنا کہ تم سب مسلح جوان بھی میرے ساتھ بیلفورٹ کی طرف چلو اور وہ ایسا کرنے پر فی الفور تیار ہو جائیں گے۔

جیسا کہ تم مجھے پہلے ہی بتا چکے ہو کہ تمہارے پاس دو گھوڑوں کی ایک بگھی ہے اس میں تم لوگ سفر کرنا خود گھوڑوں کو ہانکنا اپنے بیٹے اور بیٹی کو بگھی میں بٹھائے رکھنا

مسلح جوان یقیناً تمہارے ساتھ ہوں گے اس شاہراہ پر سفر کرنا جو دریائے لیطانی کے کنارے کے ساتھ ساتھ لکڑی کے اس پل کی طرف جاتی ہے جسے عبور کرکے بیلفورٹ شہر کی طرف جایا جاسکتا ہے اس کے بعد کیا ہوگا یہ میرا کام ہے۔

امیر طرنطائی کی اس تجویز کے جواب میں پرکشش اور جاذب نگاہ رودہ فوراً بول پڑی۔

یوس۔ تمہاری اس ادھوری تجویز نے کم از کم مجھے مطمئن نہیں کیا ایک تو بگھی میں ہم تینوں کا بیلفورٹ کی طرف سفر کرنا انتہائی خطرناک ہی نہیں قابل نفرت بھی ہے دوسرے یہ کہ یہ مسلح جوان اگر مجھے زبردستی پکڑ کر بیلفورٹ لے گئے اور زبردستی کرتے ہوئے برالیون نے مجھے اپنے حرم میں داخل کرلیا تو اس کا کیا انجام ہوگا اور مجھے اس جہنم اور دوزخ سے بچانے کے لئے تمہارے پاس کیا ضمانت ہوگی جواب میں میں امیر طرنطائی رودہ کی اس گفتگو پر مسکرا دیا تھا۔

آموص کی بیٹی! اس میں شک نہیں کہ میں ایک غلام ہوں پر میری تجویز غلامانہ نہیں ہے میں جو تجویز پیش کررہا ہوں یہ آزاد انسانوں جیسی ہے اس پر عمل کرکے یقیناً میں تم لوگوں کو بحفاظت مصر پہنچا سکتا ہوں سن آموص کی بیٹی جس وقت تم تینوں بگھی میں سفر کرکے بیلفورٹ کی طرف جارہے ہوگے تو مسلح جوان تم لوگوں کے ساتھ اور آگے پیچھے ہوں گے تم لوگوں کے کوچ کرنے سے قبل ہی میں بیلفورٹ جانے والی شاہراہ پر دریائے لیطانی کے کنارے کسی مناسب جگہ گھات میں بیٹھ جاؤں گا پھر میں ان مسلح جوانوں پر حملہ آور ہوں گا اور تم دیکھنا میں کیسے ان کا خاتمہ کرتا ہوں پھر تمہاری بگھی کا رخ موڑ کر تم لوگوں کو کیسے بیلفورٹ کے بجائے قاہرہ کی طرف لے جاتا ہوں اگر تم غلام سمجھ کر مجھ سے نفرت آمیز سلوک کرنے کے ساتھ ساتھ میری اس تجویز کو بھی ٹھکرانے کا عزم رکھتی ہو تو پھر میں جاتا ہوں اس لئے کہ ایسی صورت میں تمہارے لئے میں کسی کام کا انسان ثابت نہیں ہوں گا۔ اور اگر تم لوگ میری اس تجویز کو کوئی اہمیت دیتے ہو تو پھر جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرو میں تمہیں سو فیصد یقین دلاتا ہوں کہ میں تمہیں قاہرہ پہنچا کر رہوں گا اس کے ساتھ ہی امیر طرنطائی کھڑا ہو گیا۔

اب میں جاتا ہوں میرے پاس مزید کہنے کو کچھ نہیں گفتگو بڑھا کر میں اپنا اور

تمہارا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا اس موقع پر یہودی سردار آموص اور اس کی بیٹی رودہ مزید کچھ پوچھنا چاہتے تھے کہ امیر طرنطائی ابن خزرون کو لے کر دیوان خانے سے نکل گیا پھر تھوڑی دیر بعد وہ یہودی سردار آموص کی حویلی سے نکل کر سرائے کی جارہا تھا۔

امیر طرنطائی اور عمیس بن خزرون کے جانے کے بعد دیوان خانے میں تھوری دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد اپنے باپ آموص کی طرف دیکھتے ہوئے رودہ بول پڑی۔

گولیوس نام کا یہ شخص غلام ہے پر میں نے اندازہ لگایا ہے اس کی گفتگو اس کی تجویز میں ایک طرح کا خلوص اور جانثاری ہے میرا دل کہتا ہے کہ یہ شخص ہمیں اس جہنم سے نکال کر قاہرہ پہنچانے میں ضرور کامیاب ہو جائے گا اے میرے باپ میں اور سمیر دونوں دیوان خانے میں بیٹھتے ہیں آپ جائیں اور برالیون کے محافظوں کے سرخیل سے اس تجویز کے مطابق گفتگو کریں جو لیوس نے پیش کی ہے۔

جواب میں آموص کے چہرے پر بھی ہلکی ہلکی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

میری بیٹی! تو ٹھیک کہتی ہے لیوس بے شک غلام ہی سہی اس کی تجویز بڑی کار آمد بڑی قیمتی اور اہم ہے اور میں اس پر عمل کرنے کا عزم کرچکا ہوں آموص اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تم دونوں بہن بھائی بیٹھو میں اس گفتگو کا آغاز کرتا ہوں اس کیساتھ ہی وہ دیوان خانے سے نکل گیا تھا۔

آموص بڑی تیزی سے اپنی حویلی کے صدر دروازے کی پاس آیا۔ جہاں محافظوں کا سرخیل بیٹھتا تھا وہ اس کو دیکھتے ہی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اس نے اسے اشارے سے بیٹھنے کو کہاں خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا پھر آموص نے اسے مخاطب کیا۔

میرے عزیز! شاید تم جانتے ہوگے کہ میں گذشتہ کئی ہفتوں سے اپنی بیٹی کو سمجھانے میں لگا ہوا تھا کہ وہ بیلفورٹ کے حکمران برالیون سے شادی پر آمادہ ہو جائے اسی میں اس کی بہتری اور بھلائی ہے میرے عزیز میں زیادہ دیر تک نہ تو برالیون کی دشمنی کا مقابلہ کرسکتا ہوں نہ میں اس سے ٹکراؤ چاہتا ہوں لہذا میرے مسلسل سمجھانے سے میری بیٹی رودہ اپنے آپ کو بیلفورٹ کے حکمران برالیون کے حرم میں داخل ہونے پر رضامند ہو گئی ہے۔

آموص کے منہ سے یہ الفاظ نکلنے تھے کہ وہ سرخیل آگے بڑھا اور بری طرح

آموص سے لپٹتے ہوئے اس نے آموص کی پیشانی چومی پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔

محترم آموص ۔ تو نے ہماری ساری ہی مشکلیں حل کر دی ہیں میں اور میرے ساتھی یہاں پہرہ دیتے دیتے ایک طرح سے تنگ نہیں بلکہ یوں جانو اپنی زندگیوں سے بھی بے زار ہوتے جا رہے تھے تم نے ایک طرح سے ہمیں زندان جیسی زندگی گذارنے سے نجات دے دی اب مزید کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو آموص بول پڑا۔

میرے عزیز۔ اب میں چاہتا ہوں کہ کل صبح ہی صبح ہم یہاں سے بیلفورٹ کی طرف جائیں میرے پاس دو گھوڑوں کی بگھی ہے اسی میں میرا بیٹا بیٹی اور میں سفر کریں گے میں چاہتا ہوں تم بھی میرے ساتھ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیلفورٹ کی طرف سفر کرو ہم بیلفورٹ جائیں گے وہاں ہم بیلفورٹ کے شاہی قصر میں قیام کریں گے اور اپنی بیٹی کو برالیون کے حرم میں داخل کرنے کے بعد واپس اپنی اس بستی آجائیں گے کیا تم میری تجویز سے اتفاق کرتے ہو پہریداروں کے اس سرخیل نے ایک بار پھر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

محترم آموص ۔ تمہاری اس تجویز سے کیوں اتفاق نہیں کریں گے قسم یسوع مسیح کی تم نے تو ہمارے ساری مشکلیں حل کر دی ہیں اب تم جا کر آرام کرو کل صبح جب یہاں سے بیلفورٹ کی طرف کوچ کرنا چاہو گے میں اور میرے ساتھی تمہارے ساتھ بیلفورٹ جائیں گے اور راستے میں تمہارے حفاظت کا کام بھی سرانجام دیں گے۔

اس سرخیل کی اس گفتگو سے آموص مطمئن ہو گیا تھا وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور دیوان خانے میں گیا رودہ اور سمیر بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے آموص نے ان دونوں کو ساری گفتگو سے آگاہ کیا وہ تینوں اٹھ کر اپنی خوابگاہوں کی طرف چلے گئے تھے اپنے ایک خادم کے ذریعے آموص نے اس فیصلے سے ابن خزرون کو آگاہ کر دیا تھا۔

دوسرے روز صبح ہی صبح اپنے خدام اور جاننے والوں کو اپنے باغات اور زمین سے متعلق ہدایات دینے کے بعد یہودی سردار آموص دو گھوڑوں کی بگھی میں اپنی بیٹی رودہ اور بیٹے سمیر کیساتھ روانہ ہوا تھا بیلفورٹ کے حکمران برالیون کے مسلح جوان جو تعداد میں دس تھے وہ ان کے ساتھ تھے اور بگھی کے آگے پیچھے اس شاہراہ پر سفر کر رہے تھے جو دریائے لیطانی کے کنارے کنارے شمال میں لکڑی کے اس پل کی طرف جاتی تھی جسے عبور کر کے بیلفورٹ شہر کی طرف جایا جاتا تھا۔

سوسہ نام کی اس بستی سے بگھی ابھی تھوڑا سا ہی آگے گئی ہو گی کہ کوہستانی سلسلے کے اندر ایک انقلاب نمودار ہو گیا بگھی اس وقت دریائے لیطانی کے کنارے کنارے ایسی جگہ سے گذر رہی تھی جہاں ایک طرف تو بلند کوہستانی سلسلہ تھا اور دوسری طرف دریائے لیطانی اپنی پوری آب و تاب سے بہہ رہا تھا۔

اچانک تیروں کی تیز بوچھاڑ آئی اور بگھی سے آگے آگے جو چار محافظ تھے وہ چھد کر اپنے گھوڑوں سے نیچے گر گئے تھے بگھی کے پیچھے جو چھ مسلح سوار تھے وہ اپنے ساتھیوں کو یوں گرتے دیکھ کر چوکنے ہو گئے تھے اور اپنے گھوڑوں سے اترنے لگے تھے ان کے اترتے اترتے ایک بار پھر تیروں کی بوچھاڑ آئی اور تین کو موت کے گھاٹ اتار گئی تھی اب دس مسلح جوانوں میں سے تین رہ گئے تھے جنہوں نے دریائے لیطانی کے کنارے پتھروں کی اوٹ میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا تھا۔

اسی لمحہ دریائے لیطانی کی مخالف سمت کوہستانی سلسلے کی ایک بڑی چٹان کی اوٹ سے امیر طرنطائی نمودار ہوا چٹان کے اوپر وہ کھڑا ہوا کھولتے لہجے میں اس کی آواز دریائے لیطانی کے کنارے گذرنے والے راستے کی اطراف میں گونج گئی تھی۔

سنو امن کی دھجیاں اڑانے والے زمین خور لوگو۔ اپنے آپ کو غیر مسلح کر کے چپ چاپ میرے حوالے کر دو ۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھنا میں تمہیں کھڑکھڑاہٹوں کی ناگزیدہ آہٹوں ، کتابوں میں لکھی علامتوں لفظوں کے رنگوں کی طرح معدوم کر کے رکھ دوں گا میں وہ شخص ہوں جو دشمنوں کو خواب خواب، اور روشنی کے گمان سے بے نیاز نیند کر کے موت کے انتظار کے داغ لگانے کا فن جانتا ہوں اور سن رکھو اگر تم نے میری بات نہ مانی تو دریائے لیطانی کے کنارے عجیب رن پڑے گا انوکھا معرکہ برپا ہو گا

امیر طرنطائی جب خاموش ہوا تب وہ تینوں پتھروں کی اوٹ سے باہر آئے پھر ان میں سے ایک بول پڑا۔

سن ہمارے دشمن بد نہاد ۔ پہلے تو یہ بتا کہ تو ہے کون اور تو نے ہم پر حملہ آور ہونے کی جرأت اور جسارت کیسے کی اور وہ بھی ہماری ہی سرزمینوں کے اندر جواب میں امیر طرنطائی پھر کھولتے ہوئے لہجے میں بول پڑا۔

میرے متعلق تم لوگوں کو جاننے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں تمناؤں کی دھنک اڑا دینے والا بارانی طوفان پیاسے صحرا کا نوحہ اور ویرانی کا کرب ہوں بس قبل اس کے کہ میں تم پر حملہ آور ہو کر تمہارے جسموں کو لہولہو کروں اپنے آپ کو میرے حوالے کردو ان تینوں میں سے ایک بول پڑا۔

بدی کے گماشتے! تو نے جو کچھ کرنا تھا وہ کر بیٹھا چٹان کی اوٹ میں رہ کر تو نے ہمارے ساتھیوں پر تیر اندازی کی جو فائدہ تو نے اٹھانا تھا وہ اٹھا چکا اب تو ہم تینوں کے مقابلے میں اکیلا ہے اگر تو نے یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تو ہم تمہیں بھاگنے نہیں دیں گے تیرے جسم کو کاٹیں گے تیری خوب طریقے سے تکا بوٹی کریں گے دیکھ ہمیں نقصان پہنچانے والے ہم تیرے سامنے کوئی بے بس اور لاچار نہیں ہم تم پر حملہ آور ہوں گے تقدیر رقم کرنیوالے عناصر کی طرح تم پر ضرب لگائیں گے تمہیں زیست کے دکھ میں مبتلا کریں گے تیرا بخت نگوں سار اور تیرا مقدر گریہ شبنم جیسا بنا کر رکھیں گے۔

فضاؤں میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد امیر طرنطائی کی آواز پھر سنائی دی۔

سنو۔ گناہگار بندگان خدا۔ دنیا فانی عبرت سرا ہے اس دریائے لیطانی کے کنارے تھوڑی دیر بعد تم منزل آخرت کی طرف کوچ کرو گے تمہارے لئے یوں جانو بازگشت اور توبہ کا موقع ختم ہو گیا ہے گرفت خدا تم پر وارد ہونے والی ہے اور موت کا طوق تمہارا گلو گیر ہو کر تمہیں کرم خوردہ میت میں تبدیل کرنے والا ہے میں تین تک گنوں گا اگر تم نے ہتھیار ڈال کر اپنے آپ کو میرے حوالے کر دیا تب ٹھیک ورنہ میں حملہ آور ہوں گا اور تمہارا انجام تمہارے مرنیوالے ساتھیوں سے بھی برا کروں گا اس بار ان تینوں میں ایک نے امیر طرنطائی کو جواب دیا۔ اجنبی تو بکتا ہے چٹان سے نیچے اتر کر ہمارے سامنے تو آ پھر دیکھ تیرے جسم پر ہم اپنی ضربوں کے کیسے کیسے داغ لگاتے ہیں امیر طرنطائی نے جواب میں کچھ نہ کہا اور ایک زہریلی اور لمبی جست لگا کر چٹان سے نیچے اترا اپنی تلوار اور ڈھال سنبھالتا ہوا وہ بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھا اور بڑھتے ہی ان پر حملہ کر دیا تھا۔

وہ تینوں یہ خیال کر رہے تھے کہ ان کے مقابلے میں وہ اکیلا ہے اور وہ تین ہیں لہذا وہ جلد اس پر قابو پا کر اسے گرفتار کر لیں گے اور اپنے ساتھ بیلفورٹ اپنے حکمران

برالیون کے پاس لے کر جائیں گے لیکن ان کی ساری امیدیں رائیگاں ہوتی دکھائی دے رہی تھیں امیر طرنطائی جہاں ان تینوں کے حملوں کو بڑے احسن طریقے سے روک رہا تھا وہاں جارحانہ انداز اختیار کرتے ہوئے وہ ان پر جان لیوا حملے بھی کر رہا تھا اور وہ کسی بھی وقت امیر طرنطائی کا شکار ہونے کے خدشے کے باعث مقابلہ کرنے کے دوران لرز کانپ بھی رہے تھے اچانک چٹانوں میں ایک ہولناک چیخ بلند ہوئی اور ان تین میں سے ایک امیر طرنطائی کی تلوار کا شکار ہوتا ہوا زمین پر گر کر ختم ہو گیا تھا۔

اس موقع پر ان دونوں سے ٹکراتے ہوئے امیر طرنطائی کے چہرے پر بڑی عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی یہ اس کی فتح، کامیابی اور کامرانی کی مسکراہٹ تھی اس نے پہلے کی نسبت اپنے حملوں میں اور زیادہ تیزی پیدا کر دی تھی ان دونوں کو وہ بری طرح پیچھے دھکیلنے لگا تھا ایک بار اچانک امیر طرنطائی نے ان دونوں کی تلواروں کو اپنی ڈھال پر روکا پھر اپنی تلوار وہ بالکل نیچے لے گیا اور ایک کے جسم کو بیچ میں سے کاٹ کر رکھ دیا تھا دوسرا بھاگ کھڑا ہوا پر عین اسی موقع پر امیر طرنطائی نے اپنی چرمی پیٹی کے اندر سے خنجر نکال کر جو تاک کر مارا تو اس کا بھاری پھل کا خنجر پشت کی طرف سے اس کے دل کو چیرتا ہوا نکل گیا تھا

ان تمام سپاہیوں کا خاتمہ کرنے کے بعد امیر طرنطائی نے اپنا خنجر اور تلوار صاف کر کے دریائے لیطانی میں دھولئے اور پھر انہیں میانوں میں ڈالنے کے بعد وہ لاشوں کی طرف متوجہ ہوا لاشوں کی اس نے تلاشی لی اور جو ضرورت کی چیزیں ملیں وہ اس نے محفوظ کر لیں پھر باری باری ساری لاشوں کو گھسیٹ کر اس نے دریائے لیطانی میں پھینک دیا تھا ادھر ادھر کھڑے مرنیوالوں کے گھوڑوں کو پکڑ کر وہ ایک دوسرے کے ساتھ باندھنے لگا تھا اس دوران بگھی کے اندر بیٹھی ہوئی حسین و پر جمال رودہ نے بگھی کا چہرے پردہ ہٹا کر اپنا سر باہر نکالا اور بگھی کے اگلے حصے میں بیٹھے اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے رازداری میں کہا۔

اے میرے باپ جس طرح اس لیوس نے ان دس کے دس محافظوں پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کیا ہے اور جس قسم کی اس نے ان سے گفتگو کی ہے اس سے میرے باپ میں نے دو اندازے لگائے ہیں آموص نے مسکراتے ہوئے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا۔

میری بیٹی ۔ تو نے اس یوس کے متعلق کیا اندازے لگائے ہیں جواب میں روده نے کچھ سوچا پھر وہ بول پڑی ۔

میرے باپ ۔ میرا پہلا اندازہ یہ ہے کہ یہ یوس نصرانی نہیں ہے اور اس کا نام بھی یوس نہیں ہے یہ اندازہ میں نے اس کی گفتگو سے لگایا ہے اس لئے کہ اس کی گفتگو کا انداز خالصتاً مسلمانوں جیسا ہے اے میرے باپ دوسری بات جس کا میں نے اندازہ لگایا ہے کہ یہ غلام نہیں ہے آزاد اور لاجواب قسم کا تیغ زن ہے میرے باپ ایسا تیغ زن میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا بہترین تیغ زن ہونے کے ساتھ انتہا درجے کا جراتمند، دلیر اور طاقتور بھی ہے اے میرے باپ اس شخص کی حقیقت تو اب جاننا ہی پڑے گی اس کا نام یوس ہی ہے تو یہ بہترین بہادر شجاع اور طاقتور ہونے کیساتھ ساتھ پھر انتہا درجے کا بدقسمت بھی ہے کہ نصرانی غلام ہے۔یہاں تک کہنے کے بعد روده خاموش ہو گئی اس لئے کہ مرنیوالوں کے گھوڑوں کو ایک دوسرے سے باندھنے کے بعد امیر طرنطائی بگھی کی طرف آیا تھا۔

جونہی امیر طرنطائی بگھی کے قریب آیا۔یہودی سردار آموص نے فوراً اسے مخاطب کیا۔

یوس ۔ تو نے برالیون کے ان سارے جوانوں کا صفایا کر کے ایک طرح سے مجھے میری بیٹی اور میرے بیٹے کو برالیون کے عذاب سے محفوظ کر دیا ہے اب بتا ہمیں کیا کرنا چاہیئے اس موقع پر پرکشش روده بھی بگھی کا پردہ ہٹا کر امیر طرنطائی سے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ امیر طرنطائی بول پڑا۔

جو کچھ میں نے کیا ہے یہ کوئی حیرت انگیز یا خلاف عادت کوئی واقعہ نہیں ہے قسم خدائے واحدہ لاشریک کی اگر یہ مسلح جوان اس سے دوگنے ہوتے تب بھی میں ان کا صفایا کر کے وعدے کے مطابق آپ تینوں کو مصر پہنچانے کا اہتمام ضرور کرتا اب اپنی بگھی کے گھوڑوں کو موڑو اور ان کا رخ جنوب کی طرف کرو اور انہیں سرپٹ دوڑا دو ۔ اب ہمیں وقت ضائع کئے بغیر مصر کی طرف روانہ ہو جانا چاہیئے اس کے ساتھ ہی امیر طرنطائی پیچھے ہٹا اور گھوڑے کی طرف بھاگا تھا روده جو کچھ کہنا چاہتی تھی وہ اس کے دل ہی میں رہ گیا تھا اس نے بگھی کا پردہ گرا دیا تھا اتنی دیر تک آموص نے بگھی کے گھوڑوں کو موڑ کر انہیں ایڑ لگا دی

تھی اب وہ مصر کی طرف جانے والی شاہراہ پر بگھی کے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہا تھا اس کے پیچھے پیچھے امیر طرنطائی بھی مرنیوالوں کے گھوڑوں کو اپنے آگے ہانکتا ہوا بڑی تیزی سے ساتھ دینے لگا تھا۔

OOOO

آموص کی بگھی جس وقت مصری حدود میں داخل ہوئی تو اچانک روده نے بگھی کا پردہ ہٹایا اور اپنے باپ کو مخاطب کیا۔

اے میرے باپ آپ نے اس غلام کی طرف دیکھا جس کا نام یوس ہے ۔ اور جس نے ہمیں سوسہ سے قاہرہ تک پہنچانے کا وعدہ کیا تھا۔ دیکھ میرے باپ اس نے اپنا وعدہ تو پورا کر دیا ہے اس وقت ہم مصر کی حدود میں داخل ہو کر ایک طرح سے محفوظ اور مامون ہو چکے ہیں میرے باپ تو اس یوس نام کے غلام کی طرف تو دیکھ اس نے اپنے گلے سے سنہری صلیب اتار دی ہے اور تو یہ بھی دیکھ میرے باپ کہ اس نے اپنے سر پر عمامہ باندھ لیا ہے اور عمامے کے ایک پلو سے اس نے اپنا چہرہ بھی ڈھانپ لیا ہے دیکھ میرے باپ اس کی اس حالت سے میں خوفزدہ ہوں لگتا ہے یہ اپنا چہرہ چھپا رہا ہے کہیں یہ کوئی جرائم پیشہ شخص تو نہیں ہے۔

اپنی بیٹی روده کے اس انکشاف پر لمحہ بھر کے لئے آموص نے چونک کر بگھی کے پشتی حصے میں امیر طرنطائی کو دیکھا طرنطائی نے واقعی اپنے گلے سے سنہری صلیب اتار دی تھی سر پر عمامہ باندھ رکھا تھا اور عمامے کے پلو سے اس نے اپنا چہرہ بھی ڈھانپ لیا تھا تھوڑی دیر تک مایوسانہ سے انداز میں آموص امیر طرنطائی کی طرف دیکھتا رہا پھر اپنی بیٹی کا حوصلہ بڑھانے کے لئے کہنے لگا۔

میری بیٹی ۔ یہ شریف انسان ہے غلام ہے یا کوئی اوباش اور جرائم پیشہ ہمیں اس سے کیا غرض ۔ اس نے ہمیں سوسہ سے نکال کر قاہرہ پہنچانے کا وعدہ کیا تھا اور تو دیکھتی ہے میرے خیال میں یہ اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے اس لئے کہ ہم مصری حدود میں داخل ہو چکے ہیں اگر یہ جرائم پیشہ ہے تو ابھی تک اس نے ہمیں کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی اور مجھے امید ہے کہ یہ ایسا کرے گا بھی نہیں یہ شکل سے مجھے کوئی جرائم پیشہ نہیں بلکہ انتہائی معزز اور اعلیٰ وارفع شخص لگتا ہے اگر یہ غلام ہے تو یوں جان میری بیٹی

یہ اس کی بدقسمتی ہے۔

اپنے باپ کی اس گفتگو سے رودہ مطمئن ہو گئی تھی پھر سفر خاموشی سے جاری رہا یہاں تک کہ وہ قاہرہ شہر میں داخل ہوئے آموص بگھی کو ہانکتا ہوا جفت سازوں کے بازار میں داخل ہوا تھا پھر ایک حویلی کے سامنے بگھی کے گھوڑوں کو روک دیا تھا اس کے بعد وہ نیچے اترا اور امیر طرنطائی کے قریب آیا اور سرگوشی کے انداز میں اس سے مخاطب ہوا اتنی دیر تک رودہ اور اس کا بھائی سمیر بھی بگھی سے اتر کر اس کے قریب آکھڑے ہوئے تھے

میرے محسن۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ تو غلام ہے اور تیرا نام لیوس ہے اور تو نصرانی ہے تو نے سوسہ سے ہمیں قاہرہ پہنچانے کا وعدہ پورا کر دیا ہے اس لحاظ سے تو ہمارا محسن اور مربی ہے پھر اس کے ساتھ ہی آموص مڑا بگھی کے اندر سے نقدی کی ایک تھیلی اس نے نکالی دوبارہ وہ امیر طرنطائی کے قریب آیا اور نقدی کی تھیلی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا دیکھ لیوس جو تو نے اپنا عہد ایمانداری سے پورا کیا ہے یہ تمہاری ایمانداری جفاکشی اور جرأتمندی کا انعام ہے۔

آموص کی اس گفتگو کے جواب میں ایک اچٹتی ہوئی نگاہ امیر طرنطائی نے آموص رودہ اور سمیر پر ڈالی اس نے ابھی تک اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا پھر اس نے اپنے گھوڑے کو موڑا اور مرنیوالوں کے گھوڑوں کو وہ بڑی تیزی سے ہانکتا ہوا ایک طرف چلا گیا تھا آموص۔ رودہ اور سمیر اسے دیکھتے رہ گئے تھے اس کے جانے کے بعد رودہ نے اپنے باپ آموص کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

اے میرے باپ یہ کیسا بے غرض انسان ہے نہ جانے یہ کون ہے اپنے چہرے اپنے حلیئے اپنی شخصیت اپنے جسم کی ساخت سے مجھے غلام نہیں لگتا اور میرا دل کہتا ہے یہ نصرانی بھی نہیں ہے یہ قاہرہ شہر سے خوب شناسا ہے اور یہاں کا رہنے والا ہے ابھی آپ نے دیکھا کس تیزی سے اپنے گھوڑے کو موڑا اور سارے گھوڑوں کو ہانکتا ہوا بڑی بے باکی سے ایک طرف چلا گیا تھا اے میرے باپ اس شخص کی ذات سے کوئی راز وابستہ ضرور ہے بوڑھا آموص اپنی بیٹی رودہ کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ جفت سازوں کے اس بازار میں جس حویلی کے سامنے انہوں نے بگھی کو روکا تھا اس حویلی کے سامنے جو جفت

سازی کی دوکان تھی اس سے ایک بوڑھا نکلا اور بڑی تیزی سے بگھی کی طرف بڑھا تھا اسے دیکھتے ہی آموص اپنی بیٹی رودہ کی گفتگو کا جواب دینے کے بجائے اس کی طرف لپکا پھر اسکے قریب جا کر بڑی گرمجوشی سے اسے مصافحہ کیا اور تنہائی اور ارادتمندی میں پوچھا بزرگ اولیاس آپ کیسے ہیں قبل اس کے وہ بوڑھا یہودی سردار آموص کے اس سوال کا جواب دیتا رودہ اور اس کا بھائی سمیر ایک ساتھ بھاگے اور نانا پکارتے ہوئے اس بوڑھے سے لپٹ گئے تھے جسے آموص نے اولیاس کہہ کر پکارا تھا۔

بوڑھا اولیاس تھوڑی دیر تک رودہ اور سمیر کو اپنے ساتھ لپٹا کر انہیں والہانہ پیار کرتا رہا اس کے بعد وہ زور زور سے پکارنے لگا سفتونہ۔ سفتونہ جلدی سے باہر آؤ دیکھو کون آیا ہے اولیاس کی اس پکار پر رودہ اور سمیر دونوں بہن بھائی الگ ہو کر کھڑے ہو گئے تھے اتنی دیر تک حویلی کے اندر سے ایک بوڑھی خاتون نکلی جس کا نام سفتونہ پکارا گیا تھا اسے دیکھتے ہی رودہ اور سمیر دونوں بہن بھائی بھاگے اور نانی پکارتے ہوئے اس سے لپٹ گئے تھے اس بوڑھی خاتون نے بھی بری طرح ان دونوں بہن بھائی کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر وہ عجیب سے انداز میں ان کے چہرے ان کی پیشانیاں ان کے منہ بڑی تیزی سے چومتے ہوئے انہیں پیار کرنے لگی تھی۔

اتنی دیر تک آموص بھی اس خاتون کے قریب آیا اور بڑی عقیدت میں پوچھا مادر محترم تم کیسی ہو جواب میں سفتونہ بڑی شفقت میں کہا۔

آموص۔ میرے بیٹے تم بڑے اچھے وقت میں آئے میں روز رودہ اور سمیر کو یاد کرتی تھی اور یہ خواہش کرتی تھی کہ یہ دونوں بہن بھائی یہاں میرے پاس آکر رہیں میں تنہائی میں بڑی الجھن محسوس کرتی ہوں اس پر آموص کہنے لگا۔

مادر محترم۔ اب رودہ اور سمیر دونوں بہن بھائی تمہارے پاس ہی رہیں گے بلکہ میں بھی یہیں قیام کروں گا ہماری بستی سوسہ میں ہم تینوں پر ایک مصیبت آن پڑی تھی اس کی وجہ سے اب ہم بستی سے نکل آئے ہیں قبل اس کے کہ سفتونہ کچھ کہتی اولیاس نے پوچھ لیا۔

آموص تم تینوں بگھی کے پاس پریشان اور الجھے الجھے کیوں کھڑے تھے اس پر آموص کے بجائے رودہ نے جواب دیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

نانا۔ یہ بات تو آپ کو بابا بعد میں بتائیں گے کہ ہم نے اپنی بستی کو کیوں چھوڑا پر اس بستی سے نکلنے والا ہمارا ایک محسن ہے جو غلام ہے اسی نے بڑی جانفشانی سے کام لیتے ہوئے ہمیں سوسہ کی بستی سے نکالا اور ہمیں یہاں لے کر آیا ہم چاہتے تھے کہ وہ ہمارے ساتھ اس حویلی میں داخل ہو اس لئے کہ اس نے ہم پر بڑا احسان کیا لیکن وہ ایسا بے غرض شخص نکلا بس ہمیں یہاں تک چھوڑنے کے بعد اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا یہاں سے چلا گیا اس نے اپنے آپ کو غلام ظاہر کیا تھا اور اپنا نام لیوس بتایا تھا نانا کیا آپ قاہرہ میں کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو غلام اور نام اس کا لیوس ہو اس پر اولیاس نے قہقہ لگایا۔

رودہ میری بیٹی تو بھی بھولی ہے اس شہر میں کتنے ہی غلام ہوں گے میں کس کس کو جانوں گا رودہ پھر بول پڑی۔

نانا وہ شخص غلام نہیں لگتا تھا۔ اس کی شخصیت اس کی بول چال کا انداز اس کی شجاعت، اس کی بہادری اس کا مردانہ وار دشمنوں سے ٹکرا جانا اس بات کی غمازی کرتا تھا کہ وہ ہرگز غلام نہیں آزاد ہے۔ بلکہ ایسا تیغ زن ہے جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا میرا دل کہتا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ہم سے چھپا کر رکھا ہے ورنہ وہ قاہرہ کی کوئی بہت ارفع و اعلیٰ شخصیت ہے اس پر اولیاس آگے بڑھا اور رودہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

میری بیٹی میری بچی تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ کوئی بھی ہے اگر ہمیں کبھی مل گیا تو اس کے احسان کا تیرا نانا بدلہ ضرور چکائے گا اب تم سب حویلی کے اندر چلو اور آرام کرو اس کے ساتھ ہی سمیر نے آگے بڑھ کر حویلی کا بڑا پھاٹک کھول دیا تھا پھر آموص بگھی میں سوار ہوا اور گھوڑوں کو ہانکتا ہوا وہ بگھی کو حویلی کے اندر لے گیا تھا اس کے ساتھ ہی سب حویلی میں داخل ہو گئے تھے۔

بگھی کو ایک طرف کھڑا کرنے اور گھوڑوں کو اصطبل میں باندھنے کے بعد سب دیوان خانے میں بیٹھ گئے تب اولیاس نے پوچھا دیکھ آموص اب بتا تو اپنی بستی سے کیوں نکلا جواب میں رودہ کے ساتھ پیش آنیوالا حادثہ اولیاس کو آموص نے تفصیل کے ساتھ سنا دیا تھا اولیاس اور اس کی بیوی سفتونہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر سفتونہ کی آواز دیوان خانے میں بلند ہوئی۔

یہ بیلفورٹ کا حکمران برالیون بڑا بے غیرت انسان نکلا جس کے یہاں کسی کی

بیٹیوں کا احترام تک نہیں ہے آموص میرے بیٹے تم نے اچھا کیا جو رودہ اور سمیر کو لے کر یہاں آ گئے ہو یہ یہاں سے اب نہیں جائیں گے بلکہ تم بھی مستقلاً یہاں قیام کرو گے اس پر اولیاس بول پڑا ہاں آموص سفتونہ ٹھیک کہتی ہے اب تو میری جفت سازی کی دوکان میں میرے ساتھ بیٹھا کر۔ اور اگر تو قاہرہ میں کوئی علیحدہ کام کرنا چاہے تو اس کے لئے میں تمہیں مناسب جگہ پر دوکان بھی لے دے سکتا ہوں۔ آموص کہنے لگا۔

بزرگ اولیاس۔ فی الحال تو میں آپ کے ساتھ ہی کام کروں گا بہر حال میں اپنا سارا سرمایہ اپنے ساتھ ہی لے کر آیا ہوں اور بڑے احسن طریقے سے میں قاہرہ میں اپنا کاروبار کر سکتا ہوں۔ اولیاس نے اس بار سفتونہ کی طرف دیکھا۔

سفتونہ تو رودہ کے ساتھ مل کر کھانا تیار کر۔ میں سمیر اور آموص دوکان کی طرف جاتے ہیں جب کھانا تیار ہو جائے تو رودہ کو بھیج کر ہمیں بلا لینا اس پر سب اٹھ کھڑے ہوئے سفتونہ اور رودہ دونوں مطبخ کی طرف چلی گئیں تھی جبکہ اولیاس آموص اور سمیر حویلی کے سامنے دوکان کی طرف جا رہے تھے۔

قاہرہ کے قصر شاہی میں سلطان رکن الدین کی مجلس مشاورت کے سارے ارکان اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ چکے تھے کہ اتنے میں قصر کے اس حصے میں سلطان رکن الدین کی آمد کی نوید پکاری گئی تھوڑی ہی دیر بعد پشتی دروازے سے سلطان رکن الدین قصر کے اس کمرے میں داخل ہوئے اسے دیکھتے ہی مجلس شوریٰ کے سارے ارکان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے سلطان نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو بیٹھنے کے لئے کہا خود بھی وہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا تھا تھوڑی دیر تک ایوان کے اس کمرے میں خاموشی رہی پھر سلطان کی آواز گونجی۔

میرے عزیزو۔ میرے رفیقو۔ میں تم سے یہ خوشخبری کہوں کہ امیر طرنطائی اپنی مہم سے لوٹ چکا ہے اور مجھ سے ملاقات کر چکا ہے میں نے اسے بلوا بھیجا ہے تھوڑی دیر تک وہ ایوان میں حاضر ہوگا اور اپنی کارگزاری سے سب کو آگاہ کریگا اور آج ہی فیصلہ بھی ہوگا کہ ہم نے بحیرہ روم کے ساحل کے ساتھ ساتھ نصرانیوں نے جو مسلمانوں کیلئے صلیبی بھنور بنائے ہیں ان پر حملوں کی ابتدا کب کرنی ہے یہاں تک کہتے کہتے سلطان رکن الدین خاموش ہو گیا تھا اس لئے کہ ایوان میں امیر طرنطائی داخل ہوا تھا۔ امیر طرنطائی نے ایوان میں داخل ہونیکے بعد سب سے پہلے سلطان رکن الدین سے مصافحہ کے علاوہ سلطان رکن الدین نے امیر طرنطائی کو اپنے ساتھ لپٹایا اسکی پیشانی چومی اسکے بعد سپہ سالار اعلیٰ سیف الدین نے امیر طرنطائی کو اپنے ساتھ لپٹایا اسکے بعد حسام الدین سے مصافحہ ہوا بعد میں باری باری امیر

طرنطائی نے سب سے مصافحہ کیا اسکے بعد وہ اس خالی نشست پر بیٹھ گیا تھا جو مصر کے لشکریوں کے سالار اعلیٰ سیف الدین اور سالار دوئم حسام الدین کے درمیان تھی۔ اسلئے کہ امیر طرنطائی مصر کے لشکریوں کا سالار اول تھا۔

ایوان میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اسکے بعد سلطان نے امیر طرنطائی کو مخاطب کیا۔

طرنطائی میرے بیٹے پہلے ایوان میں اپنی کارگزاری پیش کرو اسکے بعد ہم فیصلہ کرینگے کہ اپنی مہم کی ابتدا ہم نے کب کرنی ہے اس پر امیر طرنطائی فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے تفصیل کے ساتھ دمشق کے بشپ کے علاوہ حضور کے متعلق کتابچے پھیلانے والے پادریوں کے خاتمے اور پھر وہاں سے لنگڑے راہب کے بھیس میں بیلفورٹ کے شہر جانے وہاں کے بشپ پادریوں اور مسلمانوں کے کاروان پر حملہ آور ہونے والے برائیون کے بیٹے ایرش اور ٹیمپلرز کے سالار ایلواس کے قتل کی روداد پوری تفصیل کے ساتھ سنا ڈالی تھی۔

امیر طانطائی جب خاموش ہوا تو سارے چھوٹے بڑے سالار علما. قاضی اور شوریٰ کے دیگر ارکان باری باری اپنی جگہوں پر کھڑے ہو کر امیر طرنطائی کو اس مہم کی کامیابی پر مبارکباد دینے لگے تھے۔ تھوڑی دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر امیر طرنطائی اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اسکے بعد ایوان میں سلطان رکن الدین کی فیصلہ کن آواز گونجی۔

طرنطائی تمہاری غیر موجودگی میں معرۃ النعمان کے دو علما. اس ایوان میں داخل ہوئے تھے اور انہوں نے مسلمانوں کے اس کاروان کی تباہی کی روداد سنائی تھی جو بیلفورٹ کے ٹیمپلروں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوئے وہ روداد سننے کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ بحیرہ روم کے ساحل کے ساتھ ساتھ ان نصرانیوں نے مسلمانوں کیلئے جو صلیب کے بھنور بنا رکھے ہیں میں انہیں نیست و نابود کر کے رہونگا مجھے صرف تمہاری واپسی کا انتظار تھا اب جبکہ تم لوٹ آئے ہو تو میں تم سبکو مطلع کرتا ہوں کہ آنے والے جمعہ کو نماز جمعہ کے بعد لشکر قاہرہ سے کوچ کریگا اور دشمن کی قلعہ بندیوں پر حملہ آور ہونیکی ابتدا کریگا اسی سلسلے میں تم میں سے کوئی کچھ کہنا چاہتا ہو تو کہے۔

جواب میں سب خاموش رہے اس خاموشی پر سلطان رکن الدین کے چہرے پر

مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اسکی آواز دوبارہ گونجی۔

اسکا مطلب ہے کہ تم سب میرے اس فیصلے سے متفق ہو سنو سیف الدین طرنطائی اور حسام الدین تم تینوں چونکہ بالترتیب لشکریوں کے سالار اعلیٰ سالار اول اور سالار دوئم ہو لہذا اس ایک ہفتے کے دوران تم اپنے لشکریوں کی کوچ کی تیاریاں مکمل کر لو اس سلسلے میں جس چیز کی ضرورت تم محسوس کرتے ہو وہ مجھ سے کہو تا کہ اسکا انتظام کیا جائے میں ان قلعہ بندیوں کو جو مسلمانوں کے قتل عام میں ملوث ہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتا ہوں پس آج کا یہ اجلاس امیر طرنطائی کی روداد سنانے اور جنگ کی ابتدا کرنیکے متعلق حتمی فیصلے کے سلسلے میں کیا گیا تھا لہذا آج کی یہ مجلس برخاست کی جاتی ہے۔ اسکے ساتھ ہی سلطان رکن الدین اٹھا اور پشتی دروازے سے محل کے سکونتی حصے کی طرف چلا گیا تھا اسکے سارے ارکان بھی اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے تھے۔

OOO

روده کا نانا اولیاس بڑی تیزی سے حویلی میں داخل ہوا تھا اس وقت روده اسکا بھائی سمیر باپ آموص اور نانی سفتونہ حویلی کے دیوان خانے میں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے اولیاس جب بڑی تیزی سے دیوان خانے میں داخل ہوا تو اسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہو گئے۔ دیوان خانے میں داخل ہوتے ہی اولیاس نے روده کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

روده میری بیٹی اپنی نانی سفتونہ کو ساتھ لو اور گھر میں جس قدر سیسے کانسی اور تانبے کے قرابے اور گلاس ہیں۔ وہ سارے حویلی کے صدر دروازے کے قریب جمع کر لو۔

اولیاس یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اسکی بیوی سفتونہ بول پڑی۔

آج تم کیسی گفتگو کر رہے ہو خیریت تو ہے یہ سارے قرابے اور گلاس حویلی کے صدر دروازے کے پاس جمع کرنیکی آخر کیا ضرورت آن پڑی ہے کیا محلے میں کسی کی شادی ہے اور وہ ان برتنوں کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اس پر اولیاس آموص کے قریب بیٹھ گیا اور ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔

سفتونہ ایسی بات نہیں بلکہ سلطان رکن الدین آج اپنے لشکر کے ساتھ مصر سے نکل کر بحیرہ روم کے کنارے جو نصرانی ریاستیں اور حکومتیں ہیں ان پر حملہ آور ہونیکے لئے نکلنے لگے ہیں اولیاس یہیں تک کہنے پایا تھا کہ آموص فوراً بول پڑا۔

بزرگ اولیاس یہ تو آپ نے بہت اچھی خبر سنائی اگر مصر کے سلطان رکن الدین ایسا کرنا چاہتے ہیں تو میرے خیال میں ہمارے سب سے بد ترین دشمن بیلفورٹ کے حکمران برالیون پر بھی سلطان رکن الدین حملہ آور ہونگے اور اسکا خاتمہ بھی کر کے رہیں گے۔ اگر ایسا ہو جائے تو ہم خیر و عافیت سے اپنی بستی سوسہ واپس جا کر اپنے باغات اپنی زمین کی دیکھ بھال کر سکیں گے پر سلطان کب تک اپنی اس مہم کی طرف روانہ ہونے والے ہیں۔

اولیاس پھر بول پڑا۔

آموص آج جمعہ ہے۔ اور آج ہی تھوڑی دیر بعد یعنی جمعہ کی نماز کے بعد سلطان رکن الدین اپنے لشکروں کے ساتھ بحیرہ روم کی نصرانی ریاستوں کی طرف کوچ کرینگے۔ سلطان اپنے لشکروں کے ساتھ جفت سازوں کے بازار سے ہی گزریں گے۔ لہذا اس بازار میں جس قدر دوکاندار یا مکین ہیں انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جس وقت سلطان کا لشکر اس بازار سے گزرے تو سلطان کے لشکر کی شربت اور کھانے پینے کی دوسری اشیا سے تواضع کی جائے میں صبح سے اسی سلسلے میں بازار محلے کے لوگوں کے ساتھ مصروف تھا شربت کیلئے میں نے اپنی طرف سے دس خچروں کا بوجھ انار مہیا کئے ہیں اسکے علاوہ کھانے پینے کی دیگر اشیاء کے علاوہ تازہ اور خشک پھل کا بھی میں نے اہتمام کیا ہے یہ ساری چیزیں ایک جگہ جمع ہیں اور انکے چھوٹے چھوٹے پیکٹ بنائے جا رہے ہیں دیگر لوگوں نے بھی شربت کیلئے اناروں کی خریداری کی ہے یہ سارے انار ایک جگہ جمع کئے گئے ہیں اور بازار ہی میں ایک کولہو سے ان کا رس نکالا جا رہا ہے تھوڑی دیر تک رس کے بھرے ہوئے مٹکے ہر گھر میں پہنچا دیئے جائیں گے تا کہ لشکر جب گزرے تو گھروں کے مکین لشکریوں کی تواضع اپنے اپنے گھر میں رہ کر کر سکیں تا کہ کم وقت میں زیادہ سے زیادہ لشکریوں کی تواضع ہو سکے

یہاں تک کہنے کے بعد اولیاس جب خاموش ہوا تب حسین روده بول پڑی

نانا یہ تو آپ بہت اچھا کام کیا ہے اولیاس مسکرا دیا۔

بیٹی اگر یہ اچھا کام ہے تو اپنی نانی سفتونہ کے ساتھ اٹھ اور جو کچھ میں نے کہا ہے ویسا ہی کر اولیاس کے کہنے پر روده اور سفتونہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور گھر میں جس قدر شیشے تانبے اور کانسی کے قرابے اور گلاس تھے وہ سب نکال نکال کر گھر کے صدر دروازے کے

پاس جمع کرنے لگیں تھیں۔

تھوڑی ہی دیر بعد کچھ لوگ انار کے رس کے بھرے ہوئے مٹکے اور سامان کی بڑی بڑی گانٹھیں لے کر حویلی میں داخل ہوئے تھے اور اولیاس نے انہیں وہ ساری چیزیں صدر دروازے کے پاس ہی رکھنے کا حکم دیا تھا اور وہ سب چیزیں رکھ کر واپس چلے گئے تھے اس موقع پر رودہ نے اپنے نانا اولیاس کو مخاطب کیا۔

نانا جہاں تک میرا اندازہ ہے یہ جو مٹکے رکھ کر گئے ہیں ان میں یقیناً شربت ہو گا مگر یہ جو بہت بڑی بڑی گانٹھیں رکھی ہیں ان میں کیا ہے اولیاس مسکراتے ہوئے بول پڑا۔

میری بیٹی تیرا اندازہ درست ہے ان مٹکوں میں یقیناً انار کا رس ہے اور یہ جو گانٹھیں ہیں انہیں تم خود ہی کھول کر دیکھ لو کہ ان میں کیا ہے رودہ فوراً آگے بڑھی باری باری ساری گانٹھیں اس نے کھول کر دیکھیں ساری گانٹھیں کھلنے پر اس نے دیکھا ان گانٹھوں کے اندر چھوٹی چھوٹی کپڑے کی تھیلیاں تھیں تھوڑی دیر تک وہ ان تھیلیوں کا جائزہ لیتی رہی پھر اس نے مختلف تھیلیاں کھولیں اس نے دیکھا تھیلیوں میں مختلف اشیاء تھیں کسی میں خشک پھل کسی میں شکر ملے ستو کسی میں کھجوریں کسی میں کھانے پینے کی دیگر اشیاء تھیں وہ ساری چیزیں دیکھنے کے بعد رودہ جب پیچھے ہٹی تو اولیاس نے پوچھا۔

رودہ میری بیٹی تھوڑی دیر کے بعد سلطان رکن الدین کا لشکر جب یہاں سے گذرے گا تو یہ ساری چیزیں لشکریوں میں تقسیم کی جائیں گے تقسیم کا کام ہم سب مل کر کریں گے اور ایک ایک لشکری کو کئی کئی تھیلیاں بانٹی جائیں گی ساتھ ہی انہیں یہ انار کا رس بھی پلایا جائے گا اب تم سب مل کر ایسا کرو کہ جس قدر گانٹھوں کے اندر تھیلیاں ہیں وہ صدر دروازے کے پاس جمع کر لو اور شربت کے مٹکے بھی اٹھا کر صدر دروازے کے باہر رکھ لو تاکہ آسانی کے ساتھ یہ ساری اشیاء سلطان کے لشکریوں میں بانٹی جاسکیں اولیاس کے کہنے پر آموص سمیر رودہ اور سفتونہ حرکت میں آئے اور وہ چیزیں اٹھا کر اپنی حویلی کے صدر دروازے کے باہر رکھنے لگے تھے۔

رودہ جب حویلی کے صدر دروازے کے باہر آئی تو اس نے دیکھا کہ جفت سازوں کے اس بازار اور محلے کوچے میں سب لوگوں نے سامان اپنے اپنے گھروں کے باہر لگا رکھا تھا تاکہ جب لشکر وہاں سے گذرے تو انہیں سامان تیزی سے تقسیم کیا جاسکے بہرحال

وہ سب وہاں کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد اولیاس چونک سا پڑا اس لئے کہ جفت سازوں کے بازار میں یکبارگی کئی دفیں بجنے کی آواز سنائی دی تھی دفوں کی آواز سنتے ہی اولیاس بول پڑا۔

اب مستعد ہو کر اپنے اپنے سامان کے پاس کھڑے ہو جاؤ یہ جو دفیں بج رہی ہیں یہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ سلطان رکن الدین کا لشکر جفت سازوں کے بازار سے گذرتا ہوا ادھر ہی آرہا ہے اولیاس کے کہنے پر سب نے اپنے اپنے ہاتھوں میں کئی تھیلیاں اٹھالی تھیں جبکہ دوسرے ہاتھوں میں انہوں نے شربت سے بھرے ہوئے گلاس اور قرابے بھی تھام لئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد سلطان رکن الدین کا لشکر دکھائی دیا لشکر بڑا آہستہ آہستہ جفت سازوں کے بازار سے گذرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اس لئے کہ لوگ بڑی تیزی سے لشکریوں کو شربت پلانے کے ساتھ ساتھ انہیں کھانے پینے کی چیزیں بھی تقسیم کر رہے تھے اس بناء پر لشکر کی رفتار بہت دھیمی اور آہستہ ہو کر رہ گئی تھی لشکر جب نزدیک آیا تو آموص نے چونکتے ہوئے اپنی بیٹی رودہ کو مخاطب کیا۔

رودہ میری بیٹی سامنے دیکھ رودہ سامنے دیکھنے لگی تھی اس موقع پر آموص کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اولیاس بول پڑا

کیوں سامنے کیا ہے لشکر ہی تو آرہا ہے آموص نے پوچھا یہ جو درمیان میں سے یہ کون ہے اولیاس کہنے لگا یہ خود سلطان رکن الدین ہے اس پر رودہ چونک کر بولی

اے میرے باپ سلطان کے بائیں جانب آپ نے دیکھا کون ہے یہ تو وہی غلام لیوس ہے جو ہمیں ہماری بستی سوسہ سے بحفاظت نکال کر یہاں لایا تھا جب ہم نے اس کی اس خدمت کا معاوضہ دینا چاہا تو یہ فوراً اپنے گھوڑے کو ہانک کر چلا گیا تھا اس کے بعد اس نے ہم سے ملنے کی کوشش ہی نہیں کی۔

رودہ کی اس گفتگو کے جواب میں رودہ کے نانا اولیاس نے ایک طرح سے اسے جھڑک دیا۔

رودہ میری بیٹی یہ تم کیسی گفتگو کر رہی ہو لشکر کے آگے وسط میں خود سلطان رکن الدین ہی ان کے دائیں جانب سلطان کے لشکریوں کے سپہ سالار اعلیٰ سیف الدین،

باَئیں جانب لشکریوں کے سپہ سالار اول امیر طرنطائی ہیں اس پر رودہ نے کسی قدر بلند آواز میں کہا نانا یہ وہی یوس نام کا غلام ہے جو ہمیں سوسہ سے نکال کر لایا تھا اولیاس نے پھر سخت آواز میں کہا دیکھ بیٹی یہ یوس نہیں ہے نہ غلام ہے۔ یہ بڑی صاحب عزت شخصیت ہے لہذا اسے آئندہ غلام یا یوس کہہ کر مت پکارنا میں جانوں ایسا کہنا امیر طرنطائی کی توہین ہے

رودہ نے ایک بھر تیز نگاہوں سے اپنے باپ آموص کی طرف دیکھا۔

اے میرے باپ اگر یہ سلطان رکن الدین کے لشکریوں کا سالار اول امیر طرنطائی ہے تو پھر اس نے ہمیں اپنا تعارف یوس اور غلام کی حیثیت سے کیوں کرایا اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ سوسہ کے نعل گر ابن خزرون نے بھی اسے غلام اور یوس بتایا تھا اس پر آموص نے پشیمان سے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

بیٹی یہ شخص ہے تو وہی جو ہمیں سوسہ سے نکال کر قاہرہ لایا میرے خیال میں ابن خزرون نے جو اس کا تعارف ہم سے غلام اور یوس کی حیثیت سے کرایا ہو سکتا ہے اس میں بھی کوئی بہتری اور مصلحت ہو گی اور یہ امیر طرنطائی سلطان رکن الدین کی طرف سے کسی اہم مہم پر ہو اور اپنا آپ ظاہر نہ کرنا چاہتا ہو رودہ نے اس بار توصیفی انداز میں اپنے باپ کی طرف دیکھا۔

اے میرے باپ آپکا اندازہ درست ہے اگر یہ امیر طرنطائی ہے اور سلطان رکن الدین کے لشکریوں کا سالار اول ہے تو یقیناً ان علاقوں میں یہ سلطان رکن الدین کی طرف سے اہم مہم پر ہو گا اسی بنا پر اس نے ہمیں یوس اور غلام بتایا اے میرے باپ ایک غلام اور نصرانی کی حیثیت سے میں نے اس شخص کو ناپسند کیا تھا لیکن اس کی وہ دونوں خامیاں جاتی رہی ہیں اب یہ صرف خوبیوں کا مالک ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ چونکہ یہ ہمارا محسن ہے لہذا سب سے پہلے میں خود اس کی تواضع کروں گی اس کے ساتھ ہی رودہ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی خشک پھلوں کی تھیلیاں رکھ دیں اور شیشے کا ایک شربت بھرا قرابہ اور دو گلاس اس نے اٹھائے اور جونہی لشکر نزدیک آیا بھاگتی ہوئی وہ آگے بڑھی شربت کا ایک گلاس بھر کے وہ پہلے سلطان کو پیش کرنا چاہتی تھی کہ اسی دوران اس کا نانا ایک قرابہ اور گلاس لئے پہنچا اور اس سے پہلے ہی سلطان کو شربت کا ایک گلاس پیش کیا سلطان نے شکر گذار انداز

میں اولیاس کی طرف دیکھا اولیاس شاید سلطان کا جاننے والا تھا انار کا رس پینے کے بعد سلطان نے اولیاس کا شکریہ ادا کیا جواب میں بڑی عقیدت کے ساتھ اولیاس نے اپنی گردن خم کر دی تھی اتنی دیر تک شربت کا گلاس لئے رودہ امیر طرنطائی کے پاس آئی اور بڑی میٹھی بڑی شہد بھری اور پیار سے بھرپور آواز میں اس نے پوچھا۔

اس وقت میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا کہ میں آپ کو غلام یوس یا امیر طرنطائی کہہ کر مخاطب کروں آپ کی شخصیت نے میرے دل میرے ذہن میں ایک خلجان اور ہیجان برپا کر کے رکھ دیا ہے ساتھ ہی شربت بھرا گلاس رودہ نے آگے بڑھایا امیر طرنطائی نے گلاس لے کر پی لیا پھر دھیمی سی آواز میں کہا دیکھ آموص کی بیٹی تو جس نام سے چاہے مجھے مخاطب کرے میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا پر دیکھ آموص کی بیٹی مجھ سے یہ مت پوچھنا کہ سوسہ سے قاہرہ کی طرف سفر کرتے ہوئے میرا تعارف تم سے یوس اور ایک غلام کی حیثیت سے کیوں کرایا گیا تھا یوں جانو وہ ایک مجبوری تھی جس کے تحت یہ سارا کام انجام دیا گیا تھا یہاں تک کہتے کہتے امیر طرنطائی رک گیا اور سلطان رکن الدین کی طرف دیکھنے لگا اس لئے کہ لشکر اب جفت سازوں کے بازار میں پوری طرح پھیل گیا تھا اور بازار کے لوگ اور مکین ایک طرح سے لشکر کی تواضع کرنے کے لیے لشکریوں پر ٹوٹ پڑے تھے لہذا اپنا ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے سلطان نے لشکر کو روک دیا تھا تاکہ لشکری جفت سازوں کے مکینوں کی تواضع سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں لشکر جب رک گیا تو رودہ کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اس کے بعد اس نے رس برساتی آواز میں امیر طرنطائی کو مخاطب کیا۔

امیر طرنطائی کیا میں یہ سمجھ لوں کہ یہ سوسہ سے قاہرہ کی طرف آتے ہوئے جو آپ نے اپنا نام یوس بتایا اور اپنے آپ کو غلام ظاہر کیا تو کیا ایسا آپ نے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے لئے کیا جواب میں امیر طرنطائی مسکرا دیا دیکھ آموص کی بیٹی تیرا اندازہ درست ہے۔

اتنی دیر تک خود آموص اور اس کا بیٹا سمیر بھی رودہ کے قریب آگئے تھے انہیں دیکھتے ہوئے امیر طرنطائی اپنے گھوڑے سے اتر پڑا آگے بڑھ کر اس نے ان دونوں سے باری باری مصافحہ کیا پھر آموص نے امیر طرنطائی کو مخاطب کیا۔

امیر طرنطائی میں تو حقیقت میں ہی آپ کو نصرانی اور لیوس نام کا غلام خیال کرنے لگا تھا لیکن بھلا ہو رودہ کے نانا اولیاس کا جس وقت آپ اپنے لشکر کے آگے آگے اس سمت آئے تو اس نے مجھے بتا دیا کہ آپ سلطان رکن الدین کے لشکریوں کے سالار اول ہیں اور آپ کا نام طرنطائی ہے اور لوگ آپ کو امیر طرنطائی کہہ کر پکارتے ہیں امیر طرنطائی آپ کو غلام اور نصرانی سمجھتے ہوئے جو ناروا اور کمتر سلوک میں میری بیٹی میرے بیٹے نے سوسہ سے قاہرہ کے سفر کے دوران کیا اس کے لئے میں معافی اور معذرت کا خواستگار ہوں۔

جس وقت آپ ہمیں لے کر قاہرہ پہنچے تھے تو میں چاہتا تھا کہ آپ کو انعام سے ...وازوں پر آپ اپنے گھوڑے کو ہانکتے ہوئے چلے گئے تھے مجھے بڑا افسوس ہوا تھا رودہ نے بھی ...ہا تھا کہ یہ غلام کیسا بے غرض ہے کہ ہم سے کچھ لئے بغیر گھوڑوں کو ہانکتا ہوا یہاں سے چلا ...یا امیر طرنطائی اب آپ بتائیں سوسہ سے یہاں تک جو آپ نے مجھے میری بیٹی اور سمیر کو ...حفاظت پہنچایا اس کیلئے میں آپ کی کیا خدمت کروں۔

امیر طرنطائی نے اس موقع پر ایک گہری نگاہ رودہ پر ڈالی اس کے بعد آموص کو ...اطب کیا۔

بزرگ آموص یوں جانو سوسہ سے آپ لوگوں کو یہاں پہنچا کر میں نے ایک ...طرح سے اپنے قرض کی ادائیگی کا اہتمام کیا ہے رودہ کا نانا اولیاس میرا پرانا جاننے والا ہے اور ...ن سے میرے گہرے تعلقات ہیں لہذا اولیاس کے حوالے سے آپ تینوں کو یہاں پہنچا کر ...یں نے اپنا قرض ادا کیا ہے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ اتنی دیر تک اولیاس بھی وہاں آگیا ...لیاس کی بیوی اور رودہ کی نانی سفقونہ بھی حویلی کے صدر دروازے سے آگے بڑھ کر ان ...کے قریب آکھڑی ہوئی تھی سفقونہ بھی شاید امیر طرنطائی کی جاننے والی تھی اس لئے کہ جونہی ...سفقونہ قریب آئی بڑے مؤدب انداز میں امیر طرنطائی نے اسے سلام کیا جواب میں امیر ...طرنطائی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سفقونہ نے امیر طرنطائی کا سر نیچے جھکا کر اس کی پیشانی ...م لی تھی اس موقع پر اولیاس نے امیر طرنطائی کو مخاطب کیا۔

امیر طرنطائی میں سب سے پہلے آپ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں بلکہ یوں ...تیں میں تہہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری نواسی رودہ میرے نواسے

سمیر اور میرے داماد آموص کو سوسہ سے یہاں پہنچایا یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ یہ کام کرنیوالا لیوس نام کا کوئی نصرانی غلام ہے اور وہ ہمیں یہاں پہنچا کر یوں چلتا بنا جیسے وہ ہم سے بڑا بیزار تھا پر رودہ اپنی گفتگو کے دوران اکثر آپ کا ذکر کرتے ہوئے مجھے بتاتی تھی کہ وہ شخص غلام لگتا نہیں کیونکہ اس کی گفتگو بڑی بے غرضانہ تھی۔ اور یہ کہ اس کی شخصیت اور جسمانی ساخت سے پتا لگتا تھا کہ وہ غلام نہیں ہے اب آپ جس وقت اپنے لشکر کے آگے آگے آرہے تھے انہوں نے مجھ پر انکشاف کیا کہ ان کو یہاں پہنچانے والا غلام یہی ہے تب میں نے انہیں کہا کہ یہ غلام نہیں بلکہ امیر طرنطائی ہے اور مصری حکومت کے لشکریوں کا سالار اول ہے اگر جنگ کے سلسلے میں کسی چیز کی ضرورت ہو تو کہو میں تمہاری ہر خواہش پوری کرنے کے لئے تیار ہوں۔

اولیاس جب خاموش ہوا تو آموص نے ایک بار پھر امیر طرنطائی کو مخاطب کیا

امیر طرنطائی آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا امیر طرنطائی نے چونک کر آموص کی طرف دیکھا پھر پوچھا کیسا سوال جواب میں آموص مسکرا دیا۔

امیر طرنطائی میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ جس وقت آپ نے مجھے میری بیٹی اور میرے بیٹے کو بحفاظت سوسہ سے یہاں پہنچایا جس وقت آپ ہمیں یہاں لے کر پہنچے تھے اس وقت میں نے آپ کو معقول معاوضہ دینے کا تہیہ کیا تھا لیکن اب جبکہ نصرانی غلام کے بجائے آپ امیر طرنطائی ثابت ہوئے ہیں تو اب میں آپ سے پوچھتا ہوں مجھے آپ کی کیا خدمت کرنی چاہیئے۔

امیر طرنطائی تھوڑی دیر تک بغور آموص کو دیکھتا رہا پھر اسکی آواز سنائی دی

بزرگ آموص اگر آپ میرے اس کام کے سلسلے میں میری کچھ خدمت ہی کرنا چاہتے ہیں تو یہ کریں کہ میرے لئے دعا کریں کہ جس مہم پر میں جا رہا ہوں اس میں ہم کامیاب اور کامران لوٹیں اس بار آموص کی بجائے رودہ جھٹ بول پڑی۔

امیر طرنطائی اس کے لئے آپ کہیں یا نہ کہیں دعا تو ہم سب آپ کے لئے کرتے رہیں گے آپ کی سلامتی اور فتحمندی ہی نہیں بلکہ باحفاظت آپ کی واپسی کی بھی ہم دعا کرتے رہیں گے رودہ کے اس جواب سے امیر طرنطائی کے لبوں پر خوشگوار مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

روده کی اس گفتگو کے جواب میں امیر طرنطائی کچھ کہنا چاہتا تھا پر وہ چونک سا پڑا
ی تیزی سے اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا اس لئے کہ اپنا ہاتھ فضا میں بلند کرتے
ئے سلطان رکن الدین نے لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا تھا اس کے ساتھ ہی لشکر نے
بڑھنا شروع کر دیا تھا روده، سمیر، آموص، اولیاس اور سفتونہ کو الوداع کہنے کے لے امیر
ائی نے اپنا ہاتھ فضا میں ہرا دیا تھا پھر وہ اپنے لشکر کے آگے آگے سلطان کے ساتھ جفت
وں کے بازار سے نکل کر شہر کے صدر دروازے کی طرف جا رہا تھا اولیاس، سفتونہ، سمیر
وں نے جلدی جلدی کھانے پینے کا سارا سامان اور انار کا رس لشکریوں میں تقسیم کر دیا
روده اس وقت تک دروازے کے قریب کھڑے ہو کر امیر طرنطائی کو دیکھتی رہی جب
وہ اسے دکھائی دیتا رہا جب وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تب وہ نہ جانے کیوں
کائے افسردہ اور اداس حویلی کے اندر چلی گئی تھی۔

اپنے لشکر کے ساتھ سلطان رکن الدین نے نصرانیوں کے مضبوط قلعے الکرک کا رخ کیا تھا یہ قدیم اور مستحکم قلعہ تھا اور اس پر نہایت کمینہ خصلت صلیبی قابض تھے انہوں نے مسلم آزاری اور غارت گری کو اپنا پیشہ بنا رکھا تھا۔

مصر سے حجاز جانے والے حاجیوں کے قافلے ان کی خون آشامیوں کا خاص ہدف تھے مصر سے حجاز کو جانے والا راستہ الکرک کے قریب سے گذرتا تھا جونہی حجاج کا کوئی قافلہ الکرک کے نواح میں پہنچتا الکرک کے شریر النفس صلیبی اس قافلے پر بھوکے بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑتے حاجیوں کو شہید کر دیتے اور ان کا مال و اسباب لوٹ لیتے اسی بناء پر سلطان رکن الدین نے بحیرہ روم اور اس سے ہٹ کر پٹی میں جس قدر نصرانیوں کے قلعے تھے ان پر ضرب لگانے کے لئے اسی قلعے سے ابتدا کی تھی۔

اپنے لشکر کے ساتھ سلطان رکن الدین الکرک نام کے اس قلعے سے ذرا فاصلے پر ہی تھا کہ سامنے کی طرف سے چند سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے دکھائی دیئے قریب آکر ان سواروں نے اپنے گھوڑوں کی رفتار کم کر دی تھی جب وہ مزید نزدیک آئے تو سلطان رکن الدین لشکر کے سالار اعلیٰ سیف الدین، سالار اول امیر طرنطائی اور اس کے پہلو میں سالار دوئم حسام الدین کے چہروں پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اس لئے کہ آنے والے وہ چار سوار سلطان رکن الدین کے طلایہ گردستوں کے رکن تھے انہیں دیکھتے ہی سلطان نے اپنی تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دیا تھا

سلطان کا اشارہ پاتے ہی لشکری جہاں تھے وہیں رک گئے اور لشکر کے پیچھے جو بار برداری کا سامان تھا اس کے جانوروں کو بھی روک دیا گیا تھا چاروں سوار سلطان کے قریب آئے تھے پھر ایک سلطان کو مخاطب کر کے بول پڑا۔

سلطان محترم۔ ہم چاروں ایک انتہائی اہم خبر لے کر آئے ہیں الکرک کے علاوہ بحیرہ روم کے کنارے نصرانیوں کے جس قدر مضبوط قلعہ جات اور شہر ہیں ان سب کے حکمرانوں کو خبر ہو چکی ہے کہ مصر کے سلطان رکن الدین نے ان پر ضرب لگانے کے لئے مصر سے کوچ کیا ہے اور انہیں یہ بھی شک پڑ چکا ہے کہ سلطان اپنی پہلی ضرب الکرک قلعے پر لگائیں گے لہٰذا الکرک کی حفاظت کے لئے انہوں نے خاطر خواہ انتظامات کئے ہیں اس طلایہ گر کی یہ گفتگو سن کر سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر سلطان نے پوچھنا شروع کیا۔

میرے عزیز۔ کیا تو دشمن کے ان انتظامات پر بھی روشنی ڈال سکے گا جو اس نے ہماری راہ روکنے کے لئے کئے ہیں طلایہ گر پھر بول پڑا۔

سلطان محترم انہوں نے جو ہماری راہ روکنے یا کوئی کاروائی کرنے کے لئے جو انتظامات کئے ہیں وہ میں تفصیل کیساتھ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

سلطان محترم۔ الکرک میں پہلے ہی الکرک کے حکمران کا ایک بہت بڑا لشکر موجود ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ اس کی مدد کے لئے مختلف قوتیں پہنچ چکی ہیں سب بڑی دو قوتیں تو خود ہاسپٹلرز اور ٹیمپلرز ہیں یہ سر پر کفن باندھ کر الکرک پہنچ چکے ہیں اور انہوں نے اپنی مقدس کتاب انجیل پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی ہے کہ جنگ میں یا تو کٹ مریں گے یا مسلمانوں کو پسپا کر کے رہیں گے انطاکیہ کے حکمران بوہیمان نے بھی الکرک کی حفاظت کے لئے ایک لشکر روانہ کیا ہے اس کے علاوہ دو اور بڑی قوتیں بھی ہمارے مقابل ہیں ایک منگول دوسرے اسماعیلی۔

سلطان محترم۔ جہاں تک منگولوں کا تعلق ہے ان کا خاقان ان دنوں ہلاکو خان کا بیٹا اباقا خان ہے اس نے اپنے ایک خونخوار سپہ سالار کو ایک خاصہ بڑا لشکر دے کر الکرک کی مدد کے لئے روانہ کیا ہے۔

سلطان محترم۔ اسماعیلی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی ہمارے

خلاف منگولوں اور نصرانیوں سے اتحاد کر چکے ہیں سلطان محترم۔ ان اسماعیلیوں یعنی باطنیوں نے اپنے ماضی سے کوئی سبق نہیں سیکھا انہوں نے منگولوں اور نصرانیوں سے اتحاد کیا ہے حالانکہ ماضی میں منگولوں کا سربراہ ہلاکو خان ہی ان کی تباہی و بربادی کا باعث بنا تھا ہلاکو خان سیل بلا کی طرح باطنیوں کے مرکز قلعہ الموت پر حملہ آور ہوا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی اس وقت باطنیوں کا حکمران رکن الدین خورشاہ تھا ہلاکو نے باطنیوں کے تقریباً 100 دوسرے قلعے بھی برباد کر دیئے اور بارہ ہزار باطنیوں کو قتل کیا لیکن اس کے باوجود باطنی اپنی تباہی اور بربادی کا باعث بننے والے منگولوں سے اتحاد کر رہے ہیں۔

سلطان محترم۔ ہو سکتا ہے ہلاکو خان باطنیوں کے جو شام میں قلعے تھے ان کو بھی برباد کر دیتا لیکن اس دوران ہلاکو آپ سے ٹکرایا اور اسے آپ نے بدترین شکست دے کر شام سے بھاگنے پر مجبور کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان باطنیوں کا ہلاکو خان کے ہاتھوں کلیتاً خاتمہ نہ ہو سکا اور باطنیوں کے جو قلعے شام میں تھے اپنی ساری طاقت اور قوت کو انہوں نے انہی قلعوں کے اندر جمع کر لیا ہے ہلاکو کے ساتھ جنگ کے دوران جو باطنی بچ رہے تھے وہ اپنے سارے قلعوں سے نکل کر شام کی طرف گئے اب شام میں ان کے تقریباً چار ایسے قلعے ہیں جو ناقابل تسخیر خیال کئے جاتے ہیں اور لوگوں کا خیال ہے کہ اگر سارے منگول مل کر بھی ان پر حملہ آور ہو جائیں تو ان قلعوں کو فتح نہیں کر سکتے ان چار قلعوں کے نام بانیاس، مصیاد، کہف اور خوابی ہیں۔

سلطان محترم۔ اپنے آخری حاکم اور جبل شیخ رکن الدین خورشاہ کے مرنے کے بعد ان باطنیوں نے اپنے لئے ایک نئے شیخ الجبل کا انتخاب کر لیا ہے اور اپنی ساری قوت کو انہوں نے شام کے انہی چاروں قلعوں میں منتقل کر دیا ہے یہ قلعے پہاڑی علاقوں میں نہایت محفوظ مقام پر بنائے گئے ہیں ان کے دفاع کے لئے اب ہزاروں حشیشی جنگجو ہمہ وقت کمر بستہ رہتے ہیں سلطان محترم۔ ان باطنیوں نے اپنی سابقہ قوت کی بربادی سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے اسلام دشمن گروہ سے ساز باز کر لی ہے۔

سلطان محترم۔ ان باطنیوں نے منگولوں کے ساتھ اتحاد کرنے کے ساتھ ساتھ شام و لبنان میں ٹیمپلرز اور ہاسپٹلرز کے ساتھ بھی جنگی معاہدے کر لئے ہیں جو مسلمانوں

کے بدترین دشمن خیال کئے جاتے ہیں اس کے علاوہ بحیرہ روم کے اندر جس قدر عیسائی قوتیں ہیں ان سے بھی ان کے روابط ہیں یہیں تک نہیں سلطان محترم انہوں نے اب یورپ کے عیسائی حکمرانوں سے بھی دوستی کی پینگیں بڑھانی شروع کر دی ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ وہ ایسا کرنے کے بعد اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کریں اور اپنے حلیفوں کی تعداد بڑھائیں اور پھر اس کے بعد آپ کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے ہوئے اطراف واکناف کے مسلمانوں کو اپنی وہشت گردیوں کا نشانہ بنا کر اپنے محبوب مشغلے کی ابتدا کریں۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ طلایہ گر جب خاموش ہوا تو تھوڑی دیر کے لئے سلطان رکن الدین کے چہرے پر مسکراہٹ کھیلتی رہی پھر اس کی آواز سنائی دی۔

میرے عزیزو۔ ہمارے دشمن چاہے ایک دوسرے سے کتنا بھی اتحاد کر لیں پر خداوند نے چاہا تو میں ان کے سارے ارادوں کو وہموں اور خوابوں میں تبدیل کر دوں گا جب یہ ہم سے ٹکرائیں گے تو اپنے خداوند کی نصرت کے سہارے ان سب کی حالت میں انشاء اللہ خشک پیڑ کی برہنہ شاخوں، حسرت برگ وبار، دہکتے سورج تلے غبار آلود افق اور زمین کے سینے پر رینگتے مخفی راستوں جیسی بنا کے رکھوں گا یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکن الدین جب خاموش ہوا تو وہ طلایہ گر پھر بول پڑا۔

سلطان محترم۔ دشمن کی ان ساری قوتوں نے اپنے آپ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے الکرک کا لشکر اور انطاکیہ کے حکمران بوہیمان کا لشکر الکرک شہر سے باہر پڑاؤ کئے ہوئے ہیں جبکہ ایک اور لشکر جس میں منگول، باطنی، ہاسپٹلرز اور ٹیمپلرز شامل ہیں وہ الکرک سے چند میل شمال میں قیام کئے ہوئے ہیں۔

سلطان محترم۔ دشمن کا یہ خیال ہے کہ جب آپ الکرک پر حملہ آور ہوں گے تو الکرک اور بوہیمان کے لشکر آپ کو اپنے ساتھ الجھائے رکھیں گے اسی الجھاؤ کے دوران منگولوں، باطنیوں، ہاسپٹلروں اور ٹیمپلروں کا متحدہ لشکر پشت کی طرف سے آپ پر حملہ آور ہو کر آپ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچائے گا اور مصر کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کرے گا سلطان رکن الدین پھر بول پڑا۔

میرے عزیز۔ یہ فیصلہ تو میرا خداوند ہی کرے گا کہ الکرک کے نواح میں ہونے والی اس متوقع جنگ میں کون بھاگتا ہے اور کون تعاقب کرتا ہے کون زیر رہتا ہے

کون زبر، کون فاتح ہوتا ہے اور کون مغلوب بن کر سامنے آتا ہے اب تم جاؤ اور دشمن پر کڑی نگاہ رکھو میں تمہارا شکر گذار ہوں کہ تم نے دشمن کے متعلق اس قدر تفصیل کے ساتھ معلومات فراہم کیں سلطان کا حکم ملتے ہی وہ چاروں طلایہ گر وہاں سے ہٹ گئے تھے سلطان نے پھر اپنے لشکر کو پیش قدمی کا حکم دے دیا تھا۔

سلطان نے پیش قدمی کرتے ہوئے اب اپنا راستہ تبدیل کیا الکرک شہر سے ہٹ کر وہ تھوڑا شمال کی طرف بڑھ گیا اپنے جاسوس روانہ کر کے سلطان نے اندازہ لگا لیا کہ وہ لشکر جو منگولوں باطنیوں، ہاسپٹلرز اور ٹیمپلرز پر مشتمل ہے وہاں گھات لگائے ہوئے ہے اس کے بعد سلطان شمال سے جنوب کی طرف مڑا۔ اور الکرک کے قریب اس نے پڑاؤ کیا تھا اس کے قریب ہی الکرک اور انطاکیہ کے حکمران بوہیمان کے لشکر پڑاؤ کئے ہوئے تھے اور دونوں لشکر اپنے پڑاؤ میں ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔

سلطان رکن الدین نے ابھی اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہی تھا کہ پشت کی جانب سے منگول، باطنی، ہاسپٹلرز اور ٹیمپلرز بھی نمودار ہوئے اور انہوں نے بھی کچھ فاصلے پر اپنے متحدہ لشکر کا پڑاؤ کیا تھا یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان رکن الدین نے سیف الدین طرنطائی اور حسام الدین کو طلب کیا جب وہ تینوں سلطان کے پاس آئے تو سلطان نے ان تینوں کو مخاطب کیا۔

میرے عزیزو۔ تم دیکھتے ہوئے کہ ہماری دونوں جانب دشمن پڑاؤ کر چکا ہے الکرک کی جانب خود الکرک اور انطاکیہ کے حکمران بوہیمان کا لشکر ہے۔ ہمارے پیچھے یعنی شمال کی جانب منگولوں، ہاسپٹلرز، ٹیمپلرز اور باطنیوں کا لشکر پڑاؤ کر چکا ہے سنو میرے عزیزو صورتحال سے نپٹنے کے لئے میں نے ایک لائحہ عمل تیار کیا ہے مجھے امید ہے کہ میری اس تجویز سے تم تینوں اتفاق کرو گے۔

میرا ارادہ یہ ہے کہ جنگ فی الفور شروع کر دی جائے اگر ہم نے جنگ کی ابتدا نہ کی تو دشمن ہم پر حملہ آور ہونے میں دیر نہیں لگائے گا اس لئے کہ وہ جانتے ہیں ہم لگاتار سفر کرتے ہوئے تھکے ہوئے ہیں لہذا وہ ہماری تھکاوٹ سے فائدہ اٹھائیں گے ان کے فائدہ اٹھانے سے پہلے ہمیں ضرب لگا دینی چاہئیے

میرے عزیزو۔ لشکر کو میں چار حصوں میں تقسیم کرتا ہوں اور یہ چاروں ہم

چاروں کی کمانداری میں ہوں گے میں اور سیف الدین اپنے سامنے الکرک کے نواح میں پڑاؤ کرنیوالے الکرک اور بوہیمان کے لشکر پر ضرب لگائیں گے جبکہ طرنطائی اور حسام الدین دونوں منگولوں، باطنیوں ہاسپٹلرز اور ٹیمپلروں کے لشکر پر ضرب لگائیں گے مجھے امید ہے کہ ہم اپنے خداوند کی نصرت کے سہارے ان دونوں لشکروں کو روندتے ہوئے نکل جائیں گے۔

سلطان رکن الدین جب خاموش ہوا تو سیف الدین بول پڑا۔

سلطان محترم۔ میں آپ کی اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ طرنطائی اور حسام الدین دونوں ایسا ہی کریں گے اس موقع پر طرنطائی بول پڑا۔

محترم امیر سیف الدین۔ آپ نے صحیح کہا میں اور حسام الدین دونوں بھی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہیں میرے خیال میں ہمیں حملے کی ابتدا کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔

طرنطائی میرے بیٹے تم ٹھیک کہتے ہو ہمیں فی الفور دشمن پر ضرب لگانی چاہیئے اور دشمن کے خلاف اپنی برتری ثابت کرنی چاہیئے سلطان رکن الدین نے امیر طرنطائی کی تائید کی تھی۔

اس کے بعد سلطان رکن الدین فوراً حرکت میں آیا اپنے لشکر کو اس نے چار حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اپنے پاس رکھا دوسرا سیف الدین تیسرا طرنطائی اور چوتھا حسام الدین کی کمانداری میں دے دیا گیا تھا پھر خود سلطان رکن الدین اپنے سپہ سالار اعلیٰ سیف الدین کے ساتھ اپنے لشکر کے دو حصوں کو لے کر آگے بڑھا تھا تاکہ الکرک کے لشکر اور بوہیمان کے لشکر پر ضرب لگا سکیں۔

سلطان رکن الدین اور سپہ سالار اعلیٰ سیف الدین دونوں کروٹیں بدلتی رات میں صبح کے متلاشی ستاروں یادوں کے سنگم میں کرب کے بھونچال کی طرح آگے بڑھے پھر اوس میں رنگ جماتی سورج کی پوروں، دل کی گلیوں میں زندگی کے انمول سکوں کی کھنک، برف سے ڈھکی وادیوں میں وقت کے بدترین گلیشئیر اور اڑتے لمحوں کی رفتار میں بشارتوں کے موسم کی طرح وہ حملہ آور ہوئے تھے جواب میں الکرک اور بوہیمان کے متحدہ لشکر نے بھی گرد سے اٹی ساعت گریزاں، دھوپ کے زہر میں بجھی رت اور زرد بستیوں کی بہری

سوچوں کی طرح سلطان رکن الدین اور سالار اعلیٰ سیف الدین کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا الکرک شہر سے باہر گھمسان کی جنگ کی ابتدا ہو گئی تھی۔

جس وقت سلطان رکن الدین اور سیف الدین حملے کی ابتدا کر رہے تھے امیر طرنطائی اور حسام الدین اپنے حصے کے لشکریوں کو لے کر علیحدہ ہوئے پھر طرنطائی نے حسام الدین کو مخاطب کیا۔

حسام الدین میرے بھائی دیکھ جس لشکر سے ہم نے ٹکرانا ہے وہ ایک طرح سے دو حصوں میں تقسیم ہے ایک حصے میں منگول ہیں دوسرے حصے میں ہاسپٹلرز ٹیمپلرز اور باطنی ہیں اب میں یہ تم پر چھوڑتا ہوں کہ تم کس حصے پر ضرب لگانا پسند کرو گے۔

جواب میں حسام الدین تھوڑی دیر تک بڑی عقیدت سے طرنطائی کی طرف دیکھتا رہا پھر بول پڑا۔

امیر طرنطائی میں جانتا ہوں کہ آپ مجھ سے کہیں بہتر جنگ کا تجربہ رکھتے ہیں مجھے منگولوں سے ٹکرانے اور ان پر ضرب لگانے کا خاصہ تجربہ ہے لہذا میں آپ سے گزارش کروں گا کہ مجھے منگولوں پر حملہ آور ہونے کا موقعہ دیں۔ میں ہاسپٹلرز، ٹیمپلرز اور باطنیوں کے طریقہ جنگ سے واقف نہیں ہوں لہذا دشمن کے اس حصے کو میں آپ کے رحم و کرم پر چھوڑتا ہوں اس موقعہ پر امیر طرنطائی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر حسام الدین کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

سن حسام الدین۔ مجھے امید ہے کہ ہم دونوں اس متحدہ لشکر کے سامنے سے سرخ رو ہو کر نکلیں گے آؤ جنگ کی ابتدا کریں اس کے ساتھ ہی سب سے پہلے امیر طرنطائی اپنے حصے کے لشکر کیساتھ اجنبی شام میں کف کوزہ گر، پیچ در پیچ سلسلہ قہر و ابتلاء اور خواب در خواب عذابوں کے تنے بار گراں کی طرح حرکت میں آیا پھر اس نے ہاسپٹلرز، ٹیمپلرز اور باطنیوں کے متحدہ لشکر پر بھیگی ہواؤں میں دائرے بنتی ولولوں کی ہلکی نیلگوں چادر، جذبوں کو مہمیز لگاتی مشق المناک اور لہو رنگ مناظر کھڑے کرتے جبر کے طوفان کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

امیر طرنطائی کے ساتھ حسام الدین بھی دست قضا کے قہر، نوک سنان کے رقص فنا اور امیدوں کے در بند کر دینے والے دشت بلا کی طرح منگولوں کے لشکر پر ٹوٹ

پڑا تھا۔ جواب میں منگول بھی بدیوں کے مہیب رقص، دریا کی پیاس، صحرا کے آشوب، حباب شعلہ آسا کی طرح حسام الدین پر حملہ آور ہوگئے تھے دوسری جانب ہاسپٹلرز، ٹیمپلرز اور باطنی بھی امیر طرنطائی کے سامنے جمتے ہوئے ہر جامۂ تدبیر کو ادھیڑتے ہوئے وحشتوں کے حساب، آنکھوں میں بے صدا سوالوں کی بھرمار کرتے جفا کے رنگوں کی طرح امیر طرنطائی کے حملوں کو روکنے لگے تھے۔

سلطان رکن الدین کے لشکر کے چاروں حصے اب بری طرح دشمن سے ٹکرا گئے تھے میدان کارزار پوری طرح گرم ہوگیا تھا۔ جنگ کی بھٹی بھڑک کر اپنے عروج پر آگئی تھی عین اس موقع پر جبکہ فضائیں ہر آہٹ پر کان لگائے اور کسی کی دستک سننے کو بے چین تھیں امیر رکن الدین نے بلند آوازوں میں تکبیریں پڑھنی شروع کیں اس کے جواب میں اس کے لشکری بھی سچے جذبوں کے جوہر کی طرح آس کے دامن تھامے فضاؤں میں پرجوش انداز میں تکبیریں بلند کرنے لگے تھے دوسری جانب ایسی ہی کیفیت حسام الدین اور اس کے لشکریوں کی بھی تھی پھر انہی تکبیروں میں ڈوبے جذبوں کے ساتھ امیر طرنطائی اور حسام الدین نے اپنے سامنے آنے والے دشمن پر ناقابل برداشت تکبیر آمیز نئے حملوں سے دشمنوں کی حالت ٹوٹے خواب، بکھری تعبیروں یادوں سے خالی دل ہجر کی پلکوں میں اندوہ نہاں کی طرح ہونے لگی تھی۔

ادھر سلطان رکن الدین اور ان کے سپہ سالار اعلیٰ سیف الدین نے بھی دشمن پر زور دار حملے کرتے ہوئے میدان جنگ کی حالت بستیوں میں بھرتے اس بارود، ذہنوں میں جمائے اس کیمیائی مادے اور راہ منزل کو ایسے آتش گیر کثافت جیسا بنا کر رکھ دیا تھا جسے آگ دکھا کر بھک سے اڑا دینے کا وقت آگیا ہو سلطان رکن الدین اور سیف الدین دشمن کے لشکر کی اگلی صفوں میں جس سمت کا بھی رخ کرتے اس جانب دشمن کے لشکر کی حالت دلدل بنتے گلی کوچۂ و بازار اشک تردیدہ و دامن، اعمال کے دھبوں اور اپنے گم گشتہ ماہ وصال کی مٹی اٹھائے آخر شب کے گردن جھکائے ستاروں جیسی بنا کر رکھ دیتے تھے۔

امیر طرنطائی اور حسام الدین سے مقابلہ کرنیوالے منگولوں، باطنیوں ہاسپٹلرز اور ٹیمپلرز نے جب دیکھا کہ امیر طرنطائی اور حسام الدین لمحہ بہ لمحہ ان کے متحد لشکر کی حالت زخموں سے چور چھلنی بدن وسعت کے بے رنگ خلا کی اداسی، درد کے

ہزاروں گھاؤ اور بھٹکتی خیرہ خیالی جیسی بنا کر رکھ رہے ہیں تو انہوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کیا پھر ایک دم انہوں نے عملی قدم اٹھایا وہ امیر طرنطائی اور حسام الدین کے سامنے سے بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک چکر کاٹتے ہوئے اس سمت بڑھے جہاں سلطان رکن الدین اور سیف الدین الکرک قلعہ سے باہر دشمن سے نبرد آزما تھے

منگولوں، باطنیوں، ہاسپٹلرز اور ٹیمپلرز کا یہ ارادہ تھا کہ وہ ایک دم پشت کی جانب سے سلطان رکن الدین اور سیف الدین پر حملہ کر کے ان کا صفایا کر دیں اس کے بعد طرنطائی اور حسام الدین سے نمٹنا سہل ہو جائے گا امیر طرنطائی بھی دشمن کے ارادوں کو بھانپ چکا تھا لہذا حسام الدین کے ساتھ وہ بھی منگولوں، باطنیوں ہاسپٹلرز اور ٹیمپلرز کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

ادھر سلطان رکن الدین اور سیف الدین نے بھی دیکھ لیا تھا کہ دشمن کے لشکر کا دوسرا حصہ امیر طرنطائی اور حسام الدین کے سامنے سے بھاگ کر ان کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہونا چاہتا ہے لہذا سلطان نے فوراً سیف الدین کو حکم دیا کہ وہ اپنا رخ پھیر کر پشت کی جانب سے حملہ آور ہونے والے دشمن کو روکے جبکہ خود سلطان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ قلعہ الکرک سے باہر نبرد آزما دشمن پر بڑی تیز اور زور آور ضربیں لگانے لگے تھے۔

منگولوں، باطنیوں، ہاسپٹلرز اور ٹیمپلرز کا خیال تھا کہ سلطان رکن الدین اور سیف الدین کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر وہ اپنے لئے فوائد حاصل کریں گے لیکن ان کے سارے ارادوں کو خاک میں ملا دیا گیا اس لئے کہ امیر سیف الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مڑا پھر وہ ولولوں کی جوش مارتی آندھیوں، سرد و مستی میں رقص کرتے طوفانوں، بساط دل پر یادوں کے مہکتے کاشانوں میں چراغوں کو گل کرتے اندھے موسم کے بگولوں کی طرح پشت کی طرف سے حملہ آور ہونے والے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا امیر سیف الدین کا یہ حملہ ایسا زور دار اور جان لیوا تھا کہ منگولوں، ہاسپٹلرز ٹیمپلرز کے متحدہ لشکر کو امیر سیف الدین نے اپنے سامنے رک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

اسی لمحہ ایک انقلاب، ایک طوفان برپا ہوا، امیر طرنطائی اور حسام الدین جو آگے پیچھے دشمن کے تعاقب میں لگے ہوئے تھے وہ بھی نزدیک پہنچ گئے سب سے پہلے امیر طرنطائی برف باری میں چیختے سناٹے، زندگی کے ماہ و [illegible] میں پیوست ہو جانے والے لمحوں

کی طرح امیر سیف کے لشکر سے ٹکرانے والے دشمن کے لشکر کی پشت پر نمودار ہوا پھر اس نے ان کی پشت کی طرف سے یادوں کے خوابوں سے بیدار ہوتے پرسوز نالوں، جوانی کی یادوں میں گم سردیوں کی سیاہ رات اور گردش دہر میں جسموں کو خستہ کردینیوالے فرزانوں کے نعروں کی طرح حملہ کردیا تھا یہ حملہ ایسا زوردار تھا کہ امیر طرنطائی اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کے لشکر میں تیز اور نوکیلے خنجر کی طرح دور تک گھستا چلا گیا تھا۔

عین امیر طرنطائی کے حملہ آور ہونے کے بعد امیر طرنطائی سے ذرا ہٹ کر دائیں جانب حسام الدین بھی اپنے سامنے سے بھاگ کر ادھر آنیوالے لشکر کی پشت پر جسم و جان کے سفر میں رسوائیوں کے موسم، قدیم تہذیب کے نقوش پر دکھی انسانوں کے نوحوں اور خوابوں کی کرچیاں کردینے والے انمول جواہر کی طرح حملہ آور ہو چکا تھا صورتحال یہ تھی کہ امیر طرنطائی اور حسام الدین کے سامنے سے جو لشکر بھاگ کر آیا تھا اس پر سامنے کی طرف سے سیف الدین پشت کی جانب سے امیر طرنطائی حسام، الدین حملہ آور ہو چکے تھے اور وہ لمحہ بہ لمحہ اس لشکر کا قتل عام کرتے ہوئے بڑی تیزی سے اس کی تعداد کم کرنے لگے تھے۔

جس وقت جنگ اپنے عروج پر تھی امیر سیف الدین کی طرف سے حسام الدین کو یہ پیغام ملا کہ وہ اپنے حصے کے لشکر کیساتھ اس لشکر کی پشت پر نمودار ہو جو سلطان سے ٹکرا رہا ہے اور اس پر حملہ آور ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال رکھے کہ دشمن کے لشکر کے کسی بھی حصے کو بھاگ کر الکرک کے قلعے میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے یہ حکم ملتے ہی حسام الدین اپنے لشکر کو سمیٹتا ہوا دائیں جانب سے ایک لمبا چکر کاٹ کر شہر کی فصیل کی طرف گیا پھر اس لشکر کی پشت کی جانب سے اس نے خونی لمحوں کی طرح حملہ کر دیا تھا جو سلطان رکن الدین سے ٹکرا رہا تھا۔

امیر سیف الدین اور طرنطائی نے دونوں جانب سے اب بڑے زور دار انداز میں منگولوں، ہاسپٹلرز، ٹیمپلرز اور باطنیوں کا قتل عام شروع کردیا تھا اب وہ اپنی جانیں بچانے کی خاطر ادھر ادھر کھسک رہے تھے اور مسلمانوں کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں کر رہے تھے دوسری جانب سلطان رکن الدین بھی دشمن پر قبا کھولے بیدردی کے فسوں، خون میں تپتی بے نام خواہشوں اور دل کے سمندر میں گہری اداسی کے تموج کی طرح دشمن پر ضربیں لگا رہا تھا جبکہ حسام الدین نے بھی پشت کی جانب سے حملہ کر دیا تو اس لشکر کی

حالت بھی اب دھتکی دھول، عذاب رتوں کے ابال اور بادو باراں کے خونی طوفان جیسی ہو کر رہ گئی تھی چاروں طرف اب قتل گاہ کا سا سماں برپا ہو گیا تھا تھوڑی دیر مزید جنگ رہی اس کے بعد جو دشمن کا لشکر سلطان رکن الدین اور حسام الدین سے ٹکرا رہا تھا اس نے بھاگ کر جب شہر میں داخل ہونے کی کوشش کی تو حسام الدین نے شہر میں داخل ہونے کے لئے اس کی راہ روک دی جبکہ پشت کی جانب سے سلطان رکن الدین نے ان کا قتل عام جاری رکھا اس طرح اس لشکر کا ایک بڑا حصہ تہہ تیغ کر دیا گیا باقی دائیں جانب کو بھاگ کھڑا ہوا اس وقت تک امیر سیف الدین اور امیر طرنطائی بھی دوسرے لشکر کے کافی بڑے حصے کو کاٹ چکے تھے لہذا وہ بھی سلطان کے سامنے سے بھاگنے والے لشکر سے جا ملے انہوں نے جب دیکھا کہ شہر کے سارے دروازے ان کے لئے بند کر دیئے گئے ہیں تو وہ الکرک سے اس شاہراہ کی طرف بھاگے جو قیساریہ شہر کی طرف جاتی تھی سلطان نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ تھوری دور تک دشمن کا تعاقب کیا ان کی تعداد خوب کم کر کے انہیں مزید نقصان پہنچایا اس کے بعد سلطان الکرک کی طرف لوٹے تھے جبکہ شکست کھانے والا لشکر قیساریہ شہر کی طرف بھاگ گیا تھا۔

اب الکرک شہر میں کوئی ایسا لشکر نہ تھا جو سلطان رکن الدین کے لشکر کا مقابلہ کرتا لہذا سلطان کے لشکر کا ایک حصہ شہر کی فصیل پر بڑی آسانی سے چڑھ گیا اور شہر کے محافظوں کو قتل کر کے شہر کا دروازہ کھول دیا۔

سلطان رکن الدین اور الکرک میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوا اور شہر پر اس نے قبضہ کر لیا جب سلطان شہر کے انتظامات کو اپنی گرفت میں لے رہا تھا اس وقت سلطان کو یہ اطلاع دی گئی کہ الکرک شہر میں ناصرہ نام کا ایک گرجا ہے جس کی ساخت قلعے کی سی ہے اس میں کچھ جنگجو اور مسلح گروہ چھپے ہوئے ہیں اور وہ رات کے وقت سلطان کے لشکر پر شبخون مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

سلطان نے گرجے میں پناہ لینے والے مسلح جوانوں کو بار بار تنبیہ کی کہ وہ غیر مسلح ہو کر کلیسا سے باہر نکل آئیں لیکن جب انہوں نے سلطان کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تو سلطان نے ناصرہ نام کے اس گرجے کو مسمار کرنے کا حکم دے دیا۔ سلطان کا یہ حکم ملنا تھا کہ سلطان کے لشکریوں نے آناً فاناً اس قلعہ نما کلیسا کو گرا دیا اور اس میں جن مسلح جوانوں

نے پناہ لی ہوئی تھی ان کا قتلِ عام کر ڈالا۔

سلطان اپنے لشکر کے ساتھ مزید حرکت میں آیا الکرک کی فصیل بھی سلطان نے گرا کر زمین کے برابر کر دی اس کے بعد وہ کبھی بھی صلیبیوں کا مرکز نہ بن سکا اور مصری حاجیوں کے قافلے صلیبیوں کے شہر سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے الکرک کی فتح کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پڑاؤ کر لیا تھا۔

الکرک کی تسخیر میں سلطان کو مالِ غنیمت میں بہت کچھ ملا جس میں خوراک کے وسیع ذخائر کے علاوہ ہتھیاروں کے بھی ذخائر تھے جو مستقبل میں سلطان کے لئے بڑے کارآمد ثابت ہو سکتے تھے الکرک کے تسخیر کے دوسرے روز سلطان رکن الدین نے امیر طرنطائی کو اپنے خیمے میں طلب کیا جس وقت امیر طرنطائی سلطان کے خیمے میں داخل ہوا اس وقت سلطان کے علاوہ خیمے میں امیر سیف الدین بھی بیٹھا ہوا تھا۔ ہاتھ کے اشارے سلطان نے امیر طرنطائی کو بیٹھنے کے لئے کہا اور طرنطائی امیر سیف الدین کے پہلو میں بیٹھ گیا تھا اس کے بعد خیمے میں سلطان کی آواز گونجی تھی۔

طرنطائی میرے بیٹے۔ میں چند روز تک لشکر کے ساتھ واپس قاہرہ کی طرف روانہ ہو جاؤں گا الکرک کی تسخیر میں جو مالِ غنیمت اور ہتھیاروں کے ذخائر ہمیں ملے ہیں وہ قاہرہ پہنچاؤں گا لشکر کو تھوڑا سستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کروں گا اس کے بعد میں پھر نصرانیوں کے خلاف نئی مہم کی ابتداء کروں گا۔

اس دوران تم ایک کام کرو اور وہ یہ کہ جیسا کہ تم جانتے ہو اب تم ایک لنگڑے راہب کی حیثیت سے ساری عیسائی دنیا میں نہیں تو کم از کم بیلفورٹ کی ریاست میں خوب شناسا ہو لہٰذا اسی روپ میں پھر بیلفورٹ کا رخ کرو اور حالات کا جائزہ لو کہ دشمن کا الکرک کی شکست کے بعد کیا ردِ عمل ہے وہ کس سے مزید اتحاد کرنا چاہتے ہیں یا اس شکست کا انتقام لینے کے لئے کسی متحدہ لشکر کو کسی جگہ ہمارے سامنے لانا چاہتے ہیں یہ کہ دوسری مہم ہمیں کس شہر سے شروع کرنی چاہئیے سلطان جب خاموش ہوا تو امیر طرنطائی بول پڑا۔

سلطان محترم۔ آپ بے فکر رہیں جس روز آپ قاہرہ کی طرف کوچ کریں گے اسی روز میں بیلفورٹ کی طرف روانہ ہو جاؤں گا اور آپ کی خواہش اور مرضی کے مطابق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا امیر طرنطائی کا جواب سن کر سلطان رکن الدین ہی نہیں امیر سیف الدین کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی پھر لشکر کے حالات اور کھانے کا جائزہ لینے کے لئے سلطان رکن الدین، سیف الدین اور طرنطائی تینوں خیمے سے نکل گئے تھے۔

کوئی ایک ہفتہ الکرک میں قیام کرنے کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ قاہرہ کی طرف کوچ کر گیا تھا جبکہ امیر طرنطائی ایک لنگڑے راہب کے روپ میں بیلفورٹ کی طرف روانہ ہوا تھا۔

جس روز سلطان اپنے لشکر کے ساتھ ایک فاتح کی حیثیت سے قاہرہ میں داخل ہوا تو قاہرہ کے لوگوں نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس کا استقبال کیا قاہرہ شہر کے صدر دروازے پر چہروں پر نقاب ڈالے انگنت لڑکیاں ہاتھوں میں دفیں لئے کھڑی تھیں پھر وہ دفیں بجاتی ہوئی سلطان کے لئے فتحمندی اور کامیابی کے گیت گا رہی تھیں جدھر سے بھی سلطان کا گذر ہو رہا تھا وہاں مکانوں کی چھتوں کے اوپر سے سلطان اور اس کے لشکریوں پر پھول پتیاں نچھاور کی جا رہی تھیں ساتھ ہی ساتھ جگہ جگہ سے سلطان کو اس کی فتحمندی پر مبارکباد بھی دی جا رہی تھی۔

بوڑھا اولیاس اس کی بیوی سفتونہ، آموص، رودہ اور سمیر بھی اپنے گھر کی چھت پر کھڑے تھے ان کے ہاتھوں میں گلاب کی پتیاں بھری بڑی بڑی ٹوکریاں تھیں جو وہ سلطان کے لشکر پر نچھاور کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ جفت سازوں کے بازار ہی سے گذرنا تھا سلطان کا لشکر جب جفت سازوں کے بازار میں داخل ہوا تو رودہ مکان کی چھت پر اپنے ہاتھوں میں گلاب کی پتیاں بھری ایک بہت بڑی ٹوکری لئے بڑی بے چینی سے ادھر ادھر دیکھے جا رہی تھی اسے شاید انتظار تھا امیر طرنطائی کا۔

سلطان کا لشکر جب بوڑھے اولیاس کے گھر کے نزدیک آیا تو رودہ بے چاری دشت نما دریا اور وہموں کے طوفان میں دست بریدہ جیسی اجاڑ، سیاہ دوپٹے تلے برف سے بالوں اور خشک دامن پر آنسوؤں کے دھبوں جیسی ویران، ٹھٹھرتے کڑھتے چاند، جڑکر ٹوٹتی امیدوں جیسی بنجر، ہنگامۂ خوشی میں بے سلیقہ ماتم اور سفر کی دھول میں اٹی پلکوں جیسی پامال ہو کر رہ گئی تھی لگتا تھا سوئی سوئی کر کے انگنت درد اس کے دل میں اتر گئے ہوں اور وہ اپنی برداشت کی آخری حد تک پہنچ گئی ہو اس لئے کہ امیر طرنطائی لشکر میں موجود نہیں تھا لشکر سے آگے خود سلطان رکن الدین تھا۔ سلطان رکن الدین کے دائیں جانب امیر سیف الدین اور بائیں جانب حسام الدین اپنے گھوڑوں پر سوار تھا اور لوگ اپنی اپنی چھتوں سے سلطان کے علاوہ ان کے سالاروں اور لشکریوں پر بے پناہ انداز میں پھول پتیاں نچھاور کر رہے تھے۔

قریب ہی کھڑی رودہ کی نانی سفتونہ نے رودہ کی اس حالت کو بھانپ لیا تھا اور اس نے دیکھا رودہ کا گلرنگ ساعتوں جیسا چہرہ تخیل کے ہر شئے سے گریزاں اور بیزار لمحوں جیسا ہو کر رہ گیا تھا اس کی حالت سے لگتا تھا اس کے لہو میں کڑواہٹ، رگوں میں بے چینی اور حریم جاں میں قہر بھر کر رکھ دیا گیا ہو اپنی حالت سے وہ دو قدم تک پھیلی ہوئی زمین پر چلنے کے قابل نہ رہی تھی اپنے سر کو اس نے ایک ہاتھ سے تھام لیا دوسرے ہاتھ میں جو پھولوں سے بھری ہوئی ٹوکری تھی وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر چھت پر گر گئی تھی۔

اس موقع پر سفتونہ بڑی تیزی سے آگے بڑھی اور رودہ کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے بڑی شفقت میں اس نے پوچھا۔

رودہ میری بیٹی کیا ہوا۔ جواب میں رودہ بیچاری کے منہ سے بے خیالی میں نکل گیا نانی جب لشکر میں امیر طرنطائی ہی نہیں ہے تو پھول پتیاں نچھاور کرنے کا کیا فائدہ۔ پر جلد ہی رودہ کو اپنی اس بات کے بے تکا ہونے کا احساس ہو گیا وہ فوراً علیحدہ ہو گئی اور پھولوں بھری ٹوکری جو اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی وہ اس نے اٹھائی اور بڑی تیزی سے وہ پتیاں لشکریوں پر نچھاور کرنے لگی تھی اس کی اس گفتگو سے سفتونہ گہری سوچوں میں کھو گئی تھی تاہم وہ بھی دوسری طرف لشکر پر پتیاں نچھاور کرنے لگ گئی تھی۔

OOOO

بیلفورٹ کا حکمران برالیون ایک روز اپنے قصر کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اس کے دائیں جانب اس کی حسین و جمیل نوخیز اور نوعمر بیٹی برینس بیٹھی ہوئی تھی جبکہ اس کے بائیں جانب اس کے لشکریوں کا سپہ سالار اعلیٰ اور تین اجنبی بیٹھے ہوئے تھے

اور سب کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ برالیون کا چوبدار اندر آیا برالیون کے سامنے تعظیماً اور ارادتمندی سے اپنی گردن کو خم کرتے ہوئے اس نے برالیون کو تعظیم پیش کی اس کے بعد وہ بول پڑا۔

آقا ۔ لیوس نام کا وہ لنگڑا راہب جو اس سے پہلے بھی بیلفورٹ شہر میں قیام کئے ہوئے تھا وہ قصر میں داخل ہوا ہے اور آپ سے ملنے کا خواہشمند ہے لیوس کا نام سنتے ہی برینس خوشی میں پھول کی طرح کھل اٹھی تھی قبل اس کے کہ برالیون اپنے چوبدار کی اس گفتگو کا جواب دیتا اپنی مسکراہٹ اپنی خوشی کو ضبط کرتے ہوئے برینس جوالہ مکھی کی طرح پھٹ پڑی۔

تم میں سے کس نے لیوس کو قصر کے اس کمرے میں داخل ہونے سے روکا ہے اور باہر کھڑا کرنے کی جرأت کی ہے محترم لیوس ہمارے یہاں عزت اور وقار رکھتے ہیں وہ جب چاہیں قصر کے کسی بھی کمرے میں داخل ہو سکتے ہیں داروغہ بے چارہ اپنی صفائی میں کہہ اٹھا۔

خاتون محترم ۔ لیوس کو کسی نے نہیں روکا بلکہ انہوں نے خود ہی مجھے اندر بھیجا ہے تاکہ میں ان کے اندر آنے کی اجازت حاصل کروں ۔ اس پر برینس نے ہلکی سی مسکراہٹ میں کہا اگر ایسا ہے تو پھر ٹھیک ہے تم باہر جاؤ اور وقت ضائع کئے بغیر ان کو اس کمرے میں بھیج دو اس کے ساتھ ہی چوبدار مڑا اور قصر کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد قصر کے اس کمرے میں امیر طرنطائی داخل ہوا اسے دیکھتے ہی بیلفورٹ کا حکمران برالیون اس کی بیٹی برینس اور سپہ سالار اعلیٰ سیگر اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے ان کی طرف دیکھتے ہوئے جو دوسرے افراد قصر میں بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی حیران و پریشان اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے تھے جونہی امیر طرنطائی راہب کے بھیس میں اپنے آہنی عصا کو ٹیکتا ہوا قریب آیا اپنے چہرے پر گہری مسکراہٹ پھیرتے ہوئے شہد جیسی شیریں آواز میں برینس نے پوچھا۔

محترم لیوس آپ کیسے ہیں ؟ کیا آپ قاہرہ گئے اور ہمارے لئے کوئی خوشخبری لے کر آئے ہیں امیر طرنطائی سے پہلے ہی برالیون بول پڑا۔

برینس میری بیٹی ۔ پہلے لیوس کو بیٹھنے دو اس کے بعد دیکھتے ہیں لیوس ہم پر کیا

انکشاف کرتا ہے اس موقع پر برینس نے ہاتھ کے اشارے سے لیوس کو اپنے پہلو میں بیٹھنے کے لئے کہا امیر طرنطائی آگے بڑھا شہ نشین پر چڑھا اور برینس کے پہلو میں جا بیٹھا تھا باقی سب افراد بھی اپنی اپنی نشستوں پر جم گئے تھے۔

تھوڑی دیر تک قصر کے اس کمرے میں خاموشی رہی پھر امیر طرنطائی کی آواز سنائی دی۔

محترم برالیون ۔ بیلفورٹ سے روانہ ہونے کے بعد میں سوسہ کی طرف گیا وہاں مجھے مایوسی ہوئی ۔ میں جب وہاں پہنچا تو سوسہ کی یہودی بستی کا سردار آموص اور اس کی بیٹی رودہ حویلی میں نہیں تھے میں ۔ نے چند یوم تک احتیاطاً قیام کیا اور لوگوں سے یہودی سردار آموص اور اس کی بیٹی رودہ کے متعلق پوچھا مجھے بتایا گیا کہ بیلفورٹ کے حکمران برالیون نے آموص کی حویلی کے ارد گرد اپنے مسلح جوان مقرر کئے تھے تاکہ آموص اور رودہ کہیں بھاگنے نہ پائیں ان لوگوں کا کہنا تھا کہ ایک روز آموص اس کی بیٹی رودہ اور رودہ کا بھائی سمیر دو گھوڑوں کی بگھی میں آپ کے مسلح جوانوں کے ساتھ روانہ ہوئے تھے ان کا رخ بیلفورٹ کی طرف تھا وہ دریائے لیطانی کے کنارے کنارے سفر کر رہے تھے بعد میں ان کا کچھ پتہ نہ چلا وہ کہاں گئے محترم برالیون کیا آموص اپنی بیٹی رودہ اور بیٹے سمیر کے ساتھ بیلفورٹ میں پہنچ چکا ہے۔

برالیون نے تھوڑی دیر کچھ سوچا پھر جواب دینا شروع کیا۔

محترم لیوس ۔ تمہارا اندازہ درست ہے جو مسلح جوان میں نے وہاں مقرر کئے تھے چند دن پہلے ان کی لاشیں دریائے لیطانی میں آگے جا کے ملی تھیں اس کے بعد جب میں نے تحقیق کرائی تو پتہ چلا کہ میرے مسلح جوانوں کے ساتھ آموص اس کی بیٹی رودہ اور بیٹا سمیر سوسہ سے بیلفورٹ کی طرف آنے کے لئے روانہ ہوئے تھے لیکن حیرت کی بات تو یہ ہے کہ مسلح جوانوں کو تو کسی نے قتل کر دیا آموص ، رودہ اور سمیر کا پتہ ہی نہیں ہے نہ وہ میرے پاس آئے ہیں میں نے انہیں بہت تلاش کرایا لیکن وہ مجھے ملے ہی نہیں ۔ دیکھ لیوس میرے بیٹے تمہارے اندازے کے مطابق اس حادثے کی حقیقت کیا ہو سکتی ہے۔

محترم برالیون ۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے اس کے مطابق سوسہ کے یہودی سردار آموص نے کسی سے ساز باز کی ہو گی اس نے آپ کے مسلح جوانوں کو یہ جھانسہ دیا ہو

گا کہ وہ اپنے بیٹے اور بیٹی کے ساتھ بیلفورٹ کے حکمران برالیون کی طرف جانا چاہتا ہے تاکہ اپنی بیٹی کو اس کے حرم میں داخل کر دے لہذا آپ کے مسلح جوان اس کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے ہوں گے میرے خیال میں آموص نے یہ انتظام کر رکھا ہو گا کہ بھاری رقم کے عوض اس نے کچھ مسلح جوان تیار کئے ہوں گے جو پہلے سے اس نے دریائے لیطانی کے کنارے کوہستانی سلسلے کے اندر بٹھا دیئے ہوں گے جب وہ اپنے بیٹے اور بیٹی کے ساتھ بگھی میں دریائے لیطانی کے کنارے آپ کے مسلح جوانوں کے ساتھ سفر کر رہا ہو گا تو جو جوان اس نے گھات میں بٹھائے ہوں گے وہ آپ کے مسلح جوانوں پر حملہ آور ہوئے ہوں گے اور آپ کے محافظوں کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہو گا اس کے بعد اپنی بیٹی اور بیٹے کے ساتھ وہ کہیں اور جا چکا ہو گا امیر طرنطائی نے بڑے غور سے برالیون کی طرف دیکھتے ہوئے یہ جواب دیا تھا۔

برالیون تھوڑی دیر تک توصیفی انداز میں امیر طرنطائی کی طرف دیکھتا رہا پھر اس کی آواز کمرے میں گونج گئی لیوس میرے بیٹے تمہارا اندازہ سو فیصد درست ہے میرا دل کہتا ہے ایسا ہی ہوا ہو گا جیسا کہ تم کہہ رہے ہو اس آموص نے ساز باز کر کے دریائے لیطانی کے کنارے میرے مسلح جوانوں کا خاتمہ کرا دیا ہو گا خود کسی محفوظ جگہ منتقل ہو گیا ہو گا لیکن میں اس کی جان نہیں چھوڑوں گا اسے تلاش ضرور کروں گا اسے زندہ نہیں رہنے دوں گا۔ یہاں تک کہنے کے بعد برالیون لمحہ بھر کے لئے رکا اس کے بعد اس نے متفکرانہ سے انداز میں امیر طرنطائی کو ایک بار پھر مخاطب کیا۔

لیوس میرے بیٹے یہ حالیہ جنگ جو مصر کے سلطان اور ہمارے منگولوں باطنیوں کے متحد لشکروں کے ساتھ ہوئی ہے اس کے متعق تمہارا کیا خیال ہے جواب میں امیر طرنطائی فوراً بول پڑا۔

محترم برالیون ۔ میں یہاں سے نکل کر پہلے سوسہ پھر قاہرہ گیا جس مقصد کے تحت گیا تھا اس میں مجھے خاصی کامیابی ہوئی ہے اس کے متعلق میں تفصیل بعد میں کہوں گا قاہرہ میں قیام کے دوران ہی مجھے خبر ہوئی کہ مسلمانوں کا سلطان رکن الدین بحیرہ روم کے کنارے نصرانی ریاستوں کے خلاف حرکت میں آنا چاہتا ہے لہذا میں قاہرہ سے نکلا اور متحدہ لشکر میں شامل ہو گیا تھا تاکہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کر سکوں برالیون میں یہ کہتے

ہوئے شرم محسوس نہیں کرتا کہ شکست ہمیں ہماری کوتاہیوں اور ہماری جنگی ناتجربہ کاری کی وجہ سے ہوئی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد امیر طرنطائی دم لینے کے لئے لمحہ بھر کو رکا تھا اس کی اس گفتگو کو جو اس کے پہلو میں تین اجنبی اشخاص بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے انتہا درجہ ناپسند کیا تھا ان تینوں کے چہروں پر امیر طرنطائی کی گفتگو سے ناپسندیدگی کے آثار واضح طور پر دیکھے جا سکتے تھے برالیون نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

لیوس میرے بیٹے ۔ تمہارے خیال میں ہمارے متحد لشکر میں کیا خامیاں تھیں کس بناء پر ہمیں شکست ہوئی اس پر امیر طرنطائی پھر کہہ اٹھا۔

محترم برالیون ۔ ہمارے متحدہ لشکر نے پہلی حماقت یہ کی کہ سلطان رکن الدین کا مقابلہ کرنے کے لئے انہوں نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر ڈالا بظاہر ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ سلطان کو گھیر لیں گے اور دو طرفہ حملہ کر کے وہ سلطان کو اپنے سامنے بے بس اور مجبور کر دیں گے لیکن انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ مصر کا سلطان جنگوں کا وسیع تجربہ رکھتا ہے اس سے پہلے وہ سپہ سالار کی حیثیت سے فرانس کے حکمران لوئی کو شکست دے چکا ہے یہی نہیں ہلاکو کے بہترین لشکر کو اس نے ارض فلسطین میں بدترین شکست دی تھی لہذا ہمارے متحدہ لشکر نے مصر کے سلطان کی جنگی ممارست کا غلط اندازہ لگایا ہمارے متحد لشکر کو چاہئیے تھا کہ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بجائے اپنی قوت کو یکجا رکھتے اور ایک ہی جگہ جمع ہو کر سلطان پر ناقابل تلافی ضرب لگاتے۔

دوسری غلطی اور حماقت جو ہمارے لشکر سے ہوئی وہ یہ کہ اگر انہوں نے الکرک کے قلعے سے باہر نکل کر سلطان کا مقابلہ کرنا تھا اور اپنے لشکر کو دو ہی حصوں میں تقسیم کرنا تھا تو کم از کم الکرک کے قلعے کے دروازوں کی حفاظت کا معقول انتظام کیا ہوتا انہیں چاہئیے تھا کہ الکرک کی فصیل کے اوپر اپنے تیر انداز اور کچھ لشکری بٹھاتے اور جب سلطان کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی تو یہ الکرک قلعے میں داخل ہو کر محصور ہو کر سلطان کا مقابلہ کرتے اور جنگ کو طول دیتے اس طرح سلطان محاصرے سے تنگ آکر قاہرہ جانے پر مجبور ہو جاتا لیکن ہمارے متحدہ لشکر نے ایسا نہیں کیا۔

جس کا نتیجہ ہوا کہ جب لشکر کے دونوں حصوں کو سلطان نے بدترین شکست

دی اور شکست کھا کر جب ہمارے متحدہ لشکر نے شہر کی طرف بھاگنا چاہا تو مصر کے سلطان نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی سے کام لیتے ہوئے شہر میں داخل ہونے کے سارے راستے بند کر دیئے متحدہ لشکر کا اس نے خوب قتل عام کیا لشکر کا بہت کم حصہ الکرک سے بھاگ کر قیساریہ کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہو سکا۔

یہاں تک کہنے کے بعد امیر طرنطائی جب خاموش ہوا تب اس کے پہلو میں جو تین اجنبی بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک جس کی شکل و شباہت منگولوں جیسی تھی اس نے امیر طرنطائی کو مخاطب کیا۔

سن نو وارد اپنے حلیئے سے تو مجھے ایک معمولی درجے کا راہب لگتا ہے جنگ سے متعلق جو تو نے تجزیہ کیا ہے میں اس سے اتفاق نہیں کرتا ایک راہب کیا جانے کہ جنگ کی ترتیب کیا ہوتی چاہیئے بظاہر جو لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا وہ درست تھا ہمارا ارادہ یہ تھا کہ دو طرفہ حملہ آور ہو کر ہم مصر کے سلطان کو شکست دیں گے وہ منگول یہیں تک کہنے پایا تھا کہ امیر طرنطائی خفگی کا اظہار کرتے ہوئے بول پڑا۔ اجنبی! میں نہیں جانتا تو کون ہے لیکن تو مجھے اپنی شکل و شباہت سے منگول لگتا ہے تیری گفتگو سے مجھے پتہ چلتا ہے کہ تو جنگ کا کوئی تجربہ نہیں رکھتا اور نہ جنگی اصولوں سے تجھے کچھ آگاہی ہے دیکھ بھلے مانس اگر تم لوگ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے سلطان کو اپنے سامنے بے بس کرنا چاہتے تھے تو تم نے یہ نہ سوچا تھا کہ سلطان کے جاسوس بھی کام کر رہے ہوں گے اور مصر کے سلطان نے بھی تمہارے لشکر کے دونوں حصوں سے نپٹنے کے لئے مناسب اور خاطر خواہ انتظام کیا ہو گا مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ تم منگول بڑے دلیر اور بڑے جنگجو مشہور ہو لیکن میرے خیال میں عملی طور پر تم ان اوصاف سے بالکل اور یکسر بے بہرہ ہو اس پر وہ منگول غصے میں تاؤ کھاتا ہوا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا اور اپنا ہاتھ وہ تلوار کے دستے پر لے گیا اور گرج کر بولا۔

اجنبی! اگر تو راہب نہ ہوتا اور مزید یہ کہ تو محترم برالیون کا جاننے والا نہ ہوتا تو اب تک میں تیری گردن کاٹ چکا ہوتا تو اپنی حدود سے باہر نکل کر میرے ساتھ گفتگو کر رہا ہے اس منگول کی اس گفتگو سے غصے اور غضبناکی میں امیر طرنطائی کی حالت عجیب و غریب سی ہو گئی تھی اس کی آنکھوں میں سراب شش جہت، جلتے استعاروں اور شعور ذات کے

ٹوٹتے پیمانوں کی سی کیفیت تھی۔ جب کہ اس کے چہرے پر ماضی کے اسیر لمحے، ضبط کے چھوٹتے دامن اور رہائی مانگتے جابر جذبوں کا طوفان تھا۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہا اس کے بعد انتہائی غصے اور قہرمانی کی حالت میں امیر طرنطائی اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر لے گیا تھا، ساتھ ہی اس کی آواز سنائی دی۔

اجنبی۔ میں نہیں جانتا تو کون ہے اور محترم برالیون کے یہاں تیرا کیا مقام کیا حیثیت ہے پر دیکھ تجھ سے تعارف حاصل کئے بغیر میں تمہیں مقابلے کی دعوت دیتا ہوں اور ساتھ ہی تم پر یہ بھی پیشگی انکشاف کرتا ہوں کہ میری تلوار کی تیز دھار تجھے شکست اور نامرادی کے بھنور میں ڈبو کر رکھ دے گی۔ قبل اس کے کہ وہ منگول امیر طرنطائی کی اس گفتگو کا جواب دیتا برالیون مسکراتے ہوئے بول پڑا۔

لیوس میرے بیٹے۔ منگولوں کا جو لشکر نصرانیوں کے متحدہ لشکر کے پہلو بہ پہلو مصر کے سلطان رکن الدین کے خلاف جنگ کرنے کے لئے آیا تھا یہ جوان اس لشکر کا سپہ سالار اعلیٰ ہے اس کا نام سروک ہے اس نے اپنے لشکر کو اپنے ایک نائب کے حوالے کیا اور خود اس نے میرے پاس قیام کیا اس لئے کہ یہ اکثر و بیشتر اس سے پہلے میرے یہاں آتا جاتا رہا ہے اور میرا خوب جاننے والا ہے جہاں تک اس کے ساتھ بیٹھے دو جوانوں کا تعلق ہے تو ان کا تعلق شیخ الجبل سے ہے یہ باطنی ہیں ان میں سے ایک کا نام منیب اور دوسرے کا نام قیمون ہے لیوس میرے بیٹے شاید تمہیں خبر ہو گی کہ ہمارا باطنیوں اور منگولوں کے ساتھ ربط اور تعلق ہے میں نے اس منیب اور قیمون کی خدمات ان کے حکمران سے اس لئے حاصل کی ہیں کہ جب تم میرے بیٹے کے قاتل کی نشاندہی کر سکو تو میں ان کے ذریعے اس قاتل کو ٹھکانے لگا سکوں اس لئے کہ تم جانتے ہو کہ خفیہ طریقے سے اپنے دشمنوں کو ٹھکانے لگانے میں یہ باطنی اپنی مثال اپنا جواب نہیں رکھتے۔

طرنطائی نے تھوڑی دیر تک دونوں باطنیوں کی طرف قہر بھرے انداز میں دیکھا پھر اسنے برالیون کو مخاطب کیا۔

محترم برالیون۔ منیب اور قیمون نام کے دونوں باطنی آپ کے کس کام آئیں گے یہ مجھے خود اپنی زندگیوں سے بیزار لگتے ہیں یہ آپکا اتنا مشکل اور اہم ترین کام کیسے انجام دے سکیں گے اس پر باطنیوں میں سے ایک جس کا نام منیب تھا فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا

اور انتہائی کھولتے اور احتجاجی لہجے میں بول پڑا۔

نوجوان تو راہب ہے اا ور اپنی رہبانیت ہی میں مصروف رہ ۔اس کے بعد اس باطنی نے برالیون کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ محترم برالیون کیا راہب اپنی خود داری کے آنچل ، اپنے معجزہ تخیل اور اپنی امیدوں کے گھر سجانے میں کچھ زیادہ ہی لاف زنی سے کام نہیں لے رہا راہب ہوتے ہوئے یہ ایسی گفتگو کر رہا ہے جو صرف ایک تیغ زن کو ہی زیب دیتی ہے اسے نہیں اس کے ساتھ ہی وہ باطنی دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا برالیون کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی جب کہ اس کی اس گفتگو کو برینس نے انتہائی حقارت سے برداشت کیا تھا تاہم اسی موقع پر برالیون بول پڑا۔

سنو سریوک ۔منیب اور قیمون ۔ تم تینوں اس راہب کے متعلق غلط اندازے لگا رہے ہو یہ ایک ایسا راہب ہے جو خوابوں کو نوحوں میں، لباس کو سنگ میں موسموں کی بدلتی چادر کو لاحاصلی کے عذاب کے نشتر میں تبدیل کر دینے کا فن جانتا ہے ۔ برالیون کی اس گفتگو پر قیمون پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

محترم برالیون ۔ میں سمجھتا ہوں آپ بھی اس راہب کی جانبدارانہ طرفداری کر رہے ہیں ورنہ میں یہ کہوں گا کہ یہ راہب ابھی تک اپنی گفتگو سے یوں لگتا ہے گویا یہ اڑن طشتریوں کی کہانیوں اور خوابوں کی سنہری پریوں کی داستانیں سن کر اپنا دل بہلانے والا ہو وہ باطنی یہیں تک کہنے پایا تھا کہ قصر میں امیر طرنطائی کی پھر عصیلی آواز گونجی ۔

سنو دونوں باطنیوں ۔اگر یہ منگول لشکر کا سالار سریوک میرے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کرتا ہے تو اس کے بعد میں تم دونوں کو ایک ساتھ مقابلے کی دعوت دوں گا بلکہ میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ سریوک کے سینے پر شکست اور بدنامی کے تحفے سجانے کے بعد میں تم دونوں سے تیغ زنی کا ایک ساتھ مقابلہ کرنا پسند کروں گا کیا تم میرے اس چیلنج کو قبل کرتے ہو اس پر سریوک فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کھولتے لہجے میں کہنے لگا دیکھ راہب میں تیرے اس چیلنج کو قبول کرتا ہوں اور تجھے پیشگی اطلاع دیتا ہوں کہ اس مقابلے کے بعد تیری حالت میرے سامنے حصار بے بصر سے مختلف نہیں ہو گی اس کے ساتھ ہی ایک جھٹکے کے ساتھ سریوک نے اپنی تلوار بے نیام کی اور برالیون کی طرف دیکھا۔

محترم برالیون ۔کیا آپ مجھے اس راہب سے تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کی اجازت

دیتے ہیں یہ اپنی حدود سے بڑھکر گفتگو کر رہا ہے اور میں اس کی اس گفتگو کے سلسلے کو ختم کر دینا چاہتا ہوں میں اسے یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ تیغ زنی اس کے بس کا روگ نہیں بس یہ اپنی رہبانیت ہی میں محدود رہے برالیون کے بولنے سے پہلے ہی اس کا سپہ سالار اعلیٰ سیگر بول پڑا۔

سریوک ۔ میں تجھے مشورہ دوں گا کہ اس لنگڑے راہب سے تیغ زنی کا مقابلہ مت کر نا نہ ہی طاقت اور قوت میں اس سے ٹکرانا یہ راہب انتہائی ہولناک قسم کا انسان ہے ایسا انسان جو اپنے مخالفوں اپنے دشمنوں کو سلاخوں کے پیچھے بیڑیوں میں جکڑے فاقہ زدگی سے دوچار خمیدہ کمر بوڑھے بددعاؤں سے محصور عصمت درید عورت اور سنگساری سے معتوب ٹوٹے خوابوں کے ماتم جیسی بنا کر رکھ دیتا ہے مجھے اس کی تیغ زنی کا خوب تجربہ ہے لہذا میں تمہیں مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ اس راہب سے تیغ زنی کا مقابلہ کرنے سے باز رہو

جواب میں سریوک کھولتے ہوئے لہجے میں بول پڑا۔

سیگر ۔تو مجھے چاہے کیسا بھی مشورہ دے پر میں تیرے مشورے کو قبول کرنے والا نہیں اگر محترم برالیون مجھے مقابلہ کرنے کی اجازت دیں تو میں اس راہب سے ضرور مقابلہ کرنا پسند کروں گا اس موقع پر برینس مسکراتے ہوئے اپنا منہ اپنے باپ کے کان کے پاس لے گئی اور سرگوشی کی ۔

اے میرے باپ ۔اس منگول سپہ سالا سریوک کو لیوس سے ٹکرانے کی ضرور اجازت دیں میں چاہتی ہوں قصر کے اس کمرے میں لیوس تیغ زنی کے فن میں اسے شکست دے کر اس کے عزور اس کی ہٹ دھرمی اور اس کی مصنوعی انا کو اپنے پاؤں تلے روند کر رکھ دے ۔

برینس کی اس گفتگو سے برالیون کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ کہہ اٹھا دیکھ بیٹی تو ٹھیک ہی کہتی ہے اس کے بعد برالیون نے سریوک کی طرف دیکھا اور اپنا فیصلہ دیا سریوک تم شہہ نشین سے نیچے اترو ۔میں تمہیں راہب لیوس سے مقابلہ کرنے کی اجازت دیتا ہوں یقیناً تم دونوں کا تیغ زنی کا مقابلہ ہمارے لئے بہترین تفریح کا باعث بنے گا

برالیون کے یوں رضا مندی ظاہر کرنے پر سریوک خوش ہو گیا تھا پھر وہ شہہ نشین سے نیچے اترا جب وہ امیر طرنطائی کے قریب گیا تو امیر طرنطائی نے ایک بار قہرمانی میں اسے دیکھا پھر پچکارتے ہوئے کہا۔

سن سریوک ۔یوں بچوں کی طرح سینہ تانے میرے سامنے نہ آ۔اپنی ڈھال بھی اپنے ساتھ لا اس لئے کہ جب تو میرے سامنے اس مقابلے میں ناکامی اور نامرادی سے دوچار ہو گا تو تیرے دل میں یقیناً یہ حسرت رہ جائے گی کہ کاش تو اپنی ڈھال بھی لے کر میرے ساتھ مقابلے پر اترا ہوتا لہذا میں پہلے ہی تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ اپنی ڈھال اپنی ساتھ لے کر آ جواب میں سریوک نے دونوں باطنیوں میں سے جس کا نام قیمون تھا اسے مخصوص اشارہ کیا اور جس نشست پر سریوک بیٹھا ہوا تھا اس کے قریب سے اس کی ڈھال اٹھا کر قیمون نے سریوک کو تھما دی تھی اس کے بعد اپنی ڈھال اور تلوار لہراتا ہوا سریوک آگے بڑھا اور امیر طرنطائی کو مخاطب کیا۔

لنگڑے راہب! میں دیکھتا ہوں تیری تلوار ابھی نیام سے باہر نہیں آئی اور تیرے پاس ڈھال بھی نہیں ہے میں بھی پسند کروں گا کہ تو اپنی تلوار کے ساتھ ساتھ اپنی ڈھال بھی سنبھالے اور مجھ سے مقابلہ کرے جواب میں ایک جھٹکے کے ساتھ امیر طرنطائی نے اپنی تلوار بے نیام کی تلوار بے نیام کرنے کا امیر طرنطائی کا یہ انداز یقیناً دونوں باطنیوں اور منگول سپہ سالار کے لئے حیران کن تھا وہ اس لئے کہ جس انداز میں امیر نے تلوار نکالی تھی یقیناً وہ انداز ایک ماہر اور تجے اور نپے تلے تیغ زن کا سا تھا ساتھ ہی امیر طرنطائی کی آواز بھی سنائی دی دیکھ سریوک تیرے جیسے بچگانہ ذہن رکھنے والے کے ساتھ میں ڈھال استعمال نہیں کروں گا تو دیکھتا ہے میرے ہاتھ میں عصا ہے میرے خیال میں اگر میں تلوار بھی رکھ دوں تب بھی میرا عصا ہی تمہارے لئے کافی ہے تاہم میری تلوار تیرا استقبال کرنے کے لئے تیار ہے تو بس مجھ پر حملے کی ابتدا کر پھر اس کے بعد تجھے اپنا انجام یوں واضح نظر آئے گا جس طرح آدھی رات کے وقت بے چاند رات میں ستارے نظر آتے ہیں

منگول سردار پہلے ہی غصے اور غضبناکی میں بھرا ہوا تھا فوراً آگے بڑھا اور تلوار کا ایک وار اس نے طرنطائی پر کیا تھا سریوک کے وار کو امیر طرنطائی نے اپنی تلوار پر روکا اس کے ساتھ ہی سریوک نے اپنی ڈھال بلند کی اور وہ چاہتا تھا کہ ڈھال کی ایک ضرب وہ امیر

طرنطائی کی کنپٹی پر لگائے لیکن امیر طرنطائی اپنے آہنی عصا کو حرکت میں لایا اور اپنے آپ سے دور ہی عصا مار کر سریوک کی ڈھال کو اس نے روک دیا تھا۔

اس کے بعد بڑی تیزی سے امیر طرنطائی نے اپنی تلوار علیحدہ کی پھر اس نے اس تیزی کے ساتھ سریوک پر وار کرنا شروع کر دیئے تھے کہ سریوک ایک طرح سے بدحواسی کا شکار ہو گیا تھا اسکی بدحواسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امیر طرنطائی نے اپنے حملوں میں اور تیزی پیدا کر دی یہاں تک کہ وہ سریوک کو الٹے پاؤں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر چکا تھا تھوڑی دیر تک امیر طرنطائی تابڑ توڑ اور لگاتار تیز حملے کرتے ہوئے قصر کے اس کمرے کے اندر سریوک کو الٹے پاؤں بھگاتا رہا الٹے پاؤں بھاگنے کی اس کیفیت کو سریوک شاید اپنے لئے توہین آمیز خیال کر رہا تھا لہذا بڑی مشکل سے وہ ایک جگہ رکا امیر کی تلوار کو اپنی تلوار پر روکنے کے بعد ایک بار پھر اپنی ڈھال اس نے امیر طرنطائی کے سر پر دے مارنا چاہی۔

پر اس بار بھی سریوک کو ناکامی ہوئی اس لئے کہ اس کی ڈھال کو طرنطائی نے اپنے عصا کے اوپر والے حصے پر روکا تھا ساتھ ہی عصا کا نچلا حصہ اس زور سے سریوک کے گھٹنے پر دے مارا کہ سریوک سسک کر رہ گیا تھا۔

سریوک کی اس کیفیت سے امیر طرنطائی نے فوراً فائدہ اٹھایا اپنی تلوار کو اس نے سریوک کی تلوار سے ہی ٹکراتا رہنے دیا پر اپنے آہنی عصا کو حرکت میں لاتے ہوئے اس زور سے سریوک کے بائیں بازو پر مارا کہ سریوک سے اس کی ڈھال چھوٹ کر دور جا گری ساتھ ہی امیر طرنطائی اس بار عصا کی ضرب منگول سردار سریوک کی گردن پر ماری کہ سریوک لڑکھڑا گیا امیر طرنطائی آگے بڑھا اور اس زور سے دائیں لات سریوک کے پیٹ میں ماری کہ سریوک شہہ نشین کے قریب بے بس سا ہو کر گر گیا۔

امیر طرنطائی آگے بڑھا ایک سخت جھٹکے کے ساتھ اس نے سریوک سے اس کی تلوار چھین کر شہہ نشین پر پھینک دی سریوک نے جو اپنے سر پر آہنی خود پہنا ہوا تھا وہ بھی اتار کر امیر طرنطائی نے شہہ نشین پر پھینکا پھر سریوک کو اس نے بالوں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور لگاتار کئی طمانچے دائیں بائیں اس کے منہ پر مارے پھر اپنا دایاں ہاتھ امیر طرنطائی نے سریوک کی گردن پر رکھا اور ایک ہاتھ سے اسے اوپر اٹھایا ہوا میں لہراتے ہوئے بری طرح شہہ نشین پر پٹخ دیا تھا۔

امیر طرنطائی کی اس کارگزاری پر جہاں برینس خوشی سے پھولی نہ سمارہی تھی وہاں برالیون بھی بے پناہ خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہا تھا۔

شہہ نشین پر گرنے کے بعد منگول سپہ سالار سریوک بیماروں جیسے انداز میں اٹھا اپنے کپڑے اس نے جھاڑے شرمندگی اور خفت میں ادھر ادھر دیکھتا ہوا وہ پھر اس نشست پر بیٹھ گیا تھا جہاں سے اٹھ کر وہ مقابلے کے لئے اترا تھا اس موقع پر برالیون کے سپہ سالار اعلیٰ سیگر نے اسے مخاطب کیا۔

سریوک! میں نے تمہیں کہا نہ تھا کہ اس لنگڑے راہب سے مقابلہ مت کرنا یہ راہب انتہائی خونخوار اور مہیب ہے تیغ زنی میں اسے شکست دینا یوں جانو ناممکن ہے سریوک نے اپنے پھولی ہوئی سانسوں پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔

تیرا کہنا درست ہے میں اسے ایک معمولی راہب خیال کرتا تھا اور میرا خیال تھا کہ میں اسے رہبانیت تک محدود کر دوں گا لیکن میرے سارے اندازے غلط ثابت ہوئے میں سمجھتا ہوں یہ انتہا کا تیغ زن اور ایک خونخوار راہب ہے جس سے مقابلہ کرنا بیوقوفی اور حماقت ہے یہاں تک کہتے کہتے سریوک خاموش ہو گیا اس لئے کہ امیر طرنطائی نے دونوں باطنیوں کو مخاطب کیا تھا۔

سنو دونوں باطنیو۔ اب تمہاری باری ہے میرے ساتھ مقابلے پر آؤ منگول سردار سریوک کی طرف دیکھو میرے ساتھ مقابلے سے پہلے یہ رنگین کڑکتے کاغذ کی طرح اکڑا ہوا تھا خیر کو چھوڑ کر صرف شر کی طاقت کو کام لاتے ہوئے مجھ سے گفتگو کرتا تھا تم دونوں نے دیکھا میرے مقابلے کے بعد اب یہ بھولی بسری گلیوں جیسا ہو کر رہ گیا ہے اس کی طاقت کی پھوٹتی کونپل کو میں نے برہنہ اور بریدہ سر کر کے رکھ دیا ہے مقابلے سے پہلے تم دونوں کے سامنے یہ تیغ زنی کی صفات میں گم ماورائے حد بیان قسم کی گفتگو کرتا تھا پر اب غور سے اس کی طرف دیکھو اس کے اندھیرے بھرے سینے پر میں نے ہزیمت کے تمغے سجا دیئے ہیں اس کے عرفۂ باطن میں نامرادیوں کی ڈھلتی شب پھیلا کر رکھ دی ہے۔

سنو دونوں باطنیو۔ اب جبکہ میں اس منگول سردار سریوک کو شکست دے چکا ہوں تو تمہاری باری ہے میں دیکھتا ہوں تم دونوں کے چہرے پیلے ہو رہے ہیں اور تم مقابلے سے پہلو تہی کرنے کی کوشش کر رہے ہو پر میں تم کو ایسا نہیں کرنے دوں گا

میرے سامنے آؤ تاکہ میں تمہیں بتاؤں کہ میں راہب ہوتے ہوئے بھی تمہیں اپنے سامنے جھکانے کی ہمت رکھتا ہوں امیر طرنطائی کی اس گفتگو کے جواب میں ایک باطنی بول پڑا۔

تو شاید پوری طرح ہماری حقیقت سے آگاہ نہیں ہے جبل شیخ کے فدائی زہریلی خنجر کی طرح ہیں جو جہاں بھی لگتا ہے اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا جب اپنے دشمن پر وارد ہوتے ہیں اس کی حالت دعا کے لئے اٹھے ہوئے زرد ہاتھوں کی طرح بنا کر رکھ دیتے ہیں دیکھ راہب اس بزم لامکاں میں ہم جبل شیخ کے فدائی دن کا ہنگامہ رات کا سناٹا برپا کر دینے کا فن خوب جانتے ہیں ہم سربستہ لفظوں، سرنہاں کی طرح اپنے دشمن کے لہو میں سرایت کر کے رہ جاتے ہیں اور ہمارا یہ فن ہی ہماری پہچان کا حوالہ ہے جب ہم دونوں ایک ساتھ شہہ نشین سے اتریں گے تو یاد رکھنا تم اپنے آپ کو اپنی ہی آواز کے سامنے بے بس محسوس کرو گے ہمارے سامنے تم اپنی ذات کو سلگتی لکڑی، نخیف راستوں کی دھول، اندھیری رات کی بے ضرر چپ کی طرح محسوس کرو گے لہٰذا تمہاری بہتری تمہاری بھلائی صرف اس میں ہے کہ سریوک کو شکست دینے کے بعد جو عزت ووقار تمہارا بن گیا ہے اسے برقرار رہنے دو ورنہ ہم سے ٹکراؤ گے تو ہم تمہاری عزت کی ساری ردا وقار کا سارا ہی لبادہ اتار کر رکھ دیں گے۔

امیر طرنطائی تھوڑی دیر تک ان باطنیوں کو مسکرا کر دیکھتا رہا پھر کھولتے لہجے میں اس کی آواز سنائی دی۔

سنو دونوں گناہوں کے گماشتو۔ میں بظاہر ایک معمولی سا راہب ہوں لیکن یاد رکھنا میں نزاکتوں کو شدت، روشنی کو آتش وحشت، حریر خامہ کو نوائے سروش دامن شوق کو شب کے پاتال میں تبدیل کرنے کا فن خوب جانتا ہوں میں جب اپنے مد مقابل اپنے دشمن پر حملہ آور ہوتا ہوں تو ایسا سماں باندھتا ہوں جیسے نشۂ قرب پر تیروں کا بستر بچھا دیا گیا ہو جیسے خوابوں کی پلکوں کی چلمن میں فصیل شب کا لب بستہ سناٹا پھیلا یا گیا ہو یا جیسے موسموں کے دھندلاتے رنگوں پر دوپہر کی دھوپ کی چندیائیں رقص کرنے لگی ہوں سنو بلی کا گوشت کھانے والے شیخ الجبل کے سپاہیو۔ میں دور نادیدہ ساحلوں کا وہ جھکڑ ہوں جو اپنے مقابل کو اپنے ہی شہر میں بے در و دیوار کر دینے کا ہنر جانتا ہو میرے سامنے آؤ مجھ سے مقابلہ کرو پھر دیکھو کیسے میں تمہارے اعمال کے دھبوں پر آمد ہزیمت کا مژدہ ثبت کرتا ہوں اٹھو۔ میرے مقابل آؤ۔ وقت ضائع نہ کرو۔ پھر دیکھو کون کس کو قصر کے اس کمرے میں زیر کرتا

ہے۔

دونوں فدائین واقعی امیر طرنطائی سے مقابلہ کرنے سے پہلو تہی کر رہے تھے لیکن امیر طرنطائی کی اس طنزیہ گفتگو نے ان دونوں کو مقابلہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا لہٰذا وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھے اور اپنی تلواریں بے نیام کرتے ہوئے امیر طرنطائی کے مقابل آئے تھے انہیں اپنے سامنے دیکھتے ہوئے امیر طرنطائی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اس نے طنزیہ سے انداز میں انہیں مخاطب کیا۔

شیخ الجبل کے پالتو کتو! اپنی ڈھالیں بھی سنبھالو اور مجھ پر حملہ آور ہونے کی ابتدا کرو تاکہ میں تم پر ثابت کروں کہ ایک نصرانی راہب کیسے اور کس طرح تم دونوں زہریلے باطنیوں کو اپنے سامنے زیر کرتا ہے اس پر قیمون نے امیر طرنطائی کی اس گفتگو کا جواب دیا۔

دیکھ راہب! اپنی تیغ زنی پر اتنا زیادہ بھی مت اترا ابھی تھوڑی دیر تک فیصلہ ہو جائے گا کہ تو کتنے پانی میں کھڑا ہے اب تو سنبھل۔ ہم دونوں اب تم پر حملہ آور ہونے لگے ہیں۔ جواب میں امیر طرنطائی نے اپنے داہنے ہاتھ کی گرفت تلوار پر بائیں ہاتھ کی گرفت اپنے آہنی عصا پر مضبوط کر لی تھی اسی وقت دونوں باطنی آگے بڑھے اور ایک ساتھ انہوں نے امیر طرنطائی پر اپنی تلواریں برسادی تھی امیر طرنطائی نے دونوں کی تلواریں اپنے عصا پر روکی تھی۔

اس موقع پر امیر طرنطائی چاہتا تھا کہ دونوں کی تلواروں کو اپنے عصا پر روکنے کے بعد اپنی تلوار سے ایک کو معمولی سا زخمی کرے لیکن وہ باطنی بھی بڑے عیار تھے ان میں سے ایک فوراً پیچھے ہٹا اور امیر طرنطائی کی تلوار کو اپنی تلوار پھر لیا تھا اتنی دیر تک امیر طرنطائی اپنا دوسرا حربہ آزما چکا تھا۔

وہ اس طرح کہ ایک فدائی کی تلوار تو امیر طرنطائی کی تلوار سے ٹکرا چکی تھی دوسرے کی تلوار ابھی تک امیر طرنطائی کے آہنی عصا کے ایک طرف تھی جبکہ عصا کا اگلا حصہ جس پر امیر طرنطائی گرفت رکھتا تھا وہ خالی تھا پلک جھپکتے میں امیر طرنطائی اس حصے کو حرکت میں لایا اور لوہے کے عصا کا وہ حصہ خوب طاقت اور قوت کے ساتھ امیر طرنطائی نے ان میں سے ایک کے سر پر دے مارا تھا بس لوہے کا وہ عصا اس کے سر پر لگنا تھا کہ وہ چکرایا

اور زمین پر گر گیا تھا۔

اپنے ایک ساتھی کے گرنے پر دوسرا باطنی حیران و پریشان تھا وہ ابھی اپنے گرنے والے ساتھی کی طرف دیکھ رہا تھا کہ امیر طرنطائی نے اس انداز سے اپنی تلوار اس کی تلوار پر ماری کہ اس کی تلوار کو کاٹ کر رکھ دیا پھر دو لگاتار ایسے زوردار گھونسے اس فدائی کے مارے کہ وہ فدائی بل کھاتا فضا میں اچھلتا ہوا لکڑی کی شہہ نشین سے بری طرح ٹکرایا تھا اس کی پیٹھ پر چوٹ آئی تھی اور بے سدھ سا ہوتا ہوا وہ شہہ نشین کے قریب گر گیا تھا اس سے فارغ ہونے کے بعد امیر طرنطائی پھر دوسرے باطنی کی طرف بڑھا پہلے اس کے پیٹ اس کے سر پر اس نے سخت ٹھوکریں لگائیں پھر بالوں سے پکڑ کر اسے اٹھایا اپنا عصا اپنی تلوار اس نے ایک طرف رکھ دی دونوں ہاتھوں پر اسے اٹھایا اور پوری قوت کے ساتھ اسے اس کے ساتھی پر پٹخ دیا تھا ایسا کرنے سے دونوں باطنی ایک بار بری طرح کراہ اٹھے تھے۔

امیر طرنطائی پیچھے ہٹا۔ بڑی تیزی کے ساتھ باری باری اس نے اپنی تلوار اور آہنی عصا صاف کیا پھر شہہ نشین کے قریب باطنیوں کے پاس آیا تھا اور دونوں کی رانوں پر ایک بار اس نے خوب قوت کے ساتھ اپنا آہنی عصا مارا اور درد کی شدت کے باعث وہ دونوں باطنی بری طرح چلا اٹھے تھے۔ اس موقع پر امیر طرنطائی تحکمانہ انداز میں بول پڑا تھا۔

دونوں اٹھو اور شہہ نشین کی جن نشستوں پر تم مقابلے سے پہلے بیٹھے ہوئے تھے وہیں جا کر بیٹھو اگر تم نے دیر یا تاخیر کی تو یاد رکھنا میں اپنے آہنی عصا سے تمہارے جسم کے ہر عضو کو داغ کے رکھ دوں گا امیر طرنطائی کے یہ الفاظ ادا ہوتے ہی وہ دونوں باطنی بڑی تیزی سے اٹھے اور شہہ نشین کے اوپر اپنی نشستوں پر جا بیٹھے تھے امیر طرنطائی کی اس حرکت جرأت اور کامرانی پر شہہ نشین کے اوپر بیٹھی برینس خوشی میں پھولی نہ سما رہی تھی اس کے ساتھ ہی برالیون کی بھی کچھ ایسی ہی کیفیت تھی۔

پھر امیر طرنطائی بھی برینس کے پہلو میں خالی نشست پر جا کر بیٹھ گیا تھا اس موقع پر برالیون نے امیر طرنطائی کو مخاطب کیا۔

لیوس میرے بیٹے تم یقیناً راہب ہونے کے باوجود ان جوانوں میں سے ہو جو اپنے مد مقابل کو کاغذ کے بے جان بدن، روئی پچھوا، چتابنتے پھولوں جیسا بنا کر رکھ دیتے ہو جو تمہارا رفیق بنے اس کے لئے تمہارے ساتھ انگنت سکھ ہیں اور جو تمہارا مد مقابل ہو وہ

تمہارے سامنے اپنا جیون ہار جاتا ہے لیوس میرے بیٹے تم اپنوں کے لئے یقیناً شام کے مہربان سورج، امرت مزاج انسان اور آبگینوں کی برستی چاندنی ہو۔ جبکہ اپنے دشمنوں اپنے مد مقابل کے لئے تم یقیناً سلگتا بارود، پاتال کی ابتلا اور جبر و استبداد کی صلیب ہو میں تمہاری ذات تمہارے ہنر تمہاری صناعی پر فخر کرتا ہوں۔

جس وقت برالیون یہ گفتگو کر رہا تھا اس وقت برینس بڑی محبت، بڑے شوق بڑی چاہت میں بس ٹکٹکی باندھے امیر طرنطائی کی طرف دیکھے جارہی تھی برالیون جب خاموش ہوا تو امیر طرنطائی بول پڑا۔

محترم برالیون۔ تمہارے بیٹے کے علاوہ بیلفورٹ اور دمشق کے بشپ اور پادریوں کے قاتل کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو چکا ہوں وہ واقعی مصر کے سلطان رکن الدین کا ایک سرکردہ سالار ہے ابھی میں اس کا نام کسی پر ظاہر نہیں کروں گا وہ ان دنوں جاسوسی کی غرض سے قیساریہ گیا ہوا ہے اور میں تم لوگوں کے یہاں صرف ایک رات قیام کروں گا پھر میں قیساریہ کا رخ کروں گا مجھے امید ہے کہ جب میں اس سے ٹکراؤں گا تو اس سے انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤں گا میں نے تہیہ کر رکھا ہے محترم برالیون کہ میں اسے زندہ پکڑ کر تمہارے سامنے پیش کروں گا پھر جو چاہے تم اس سے سلوک کرنا اس موقع پر برینس بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بول پڑی۔

محترم لیوس۔ سلطان رکن الدین کا وہ سالار کون ہے جس نے میرے بھائی کے علاوہ بیلفورٹ اور دمشق کے بشپ اور دیگر پادریوں کو قتل کیا۔ امیر طرنطائی کہنے لگا دیکھ برینس میں کہہ چکا ہوں کہ ابھی میں اس کا نام ظاہر نہیں کروں گا بس چند روز تک مجھے امید ہے کہ میں اسے زندہ پکڑ کر یہاں لاؤں گا پھر تم دونوں باپ بیٹی جو چاہے اس سے سلوک کرنا میں صرف آج کی رات بیلفورٹ میں قیام کروں گا اور کل صبح ہی صبح یہاں سے کوچ کر جاؤں گا امیر طرنطائی کی اس گفتگو پر برینس لمحہ بھر کے لئے امیر طرنطائی کا ہاتھ تھاما پھر شہد بھرے لہجے میں کہنے لگی اگر آپ نے صرف آج رات ہی قیام کرنا ہے اور کل صبح یہاں سے کوچ کر جانا ہے تو آپ میرے ساتھ آئیں اس کے ساتھ ہی برینس امیر طرنطائی کا ہاتھ تھامے قصر کے اس کمرے سے نکل گئی تھی امیر طرنطائی نے صرف ایک رات وہاں بیلفورٹ میں برالیون کے قصر میں گذاری۔ دوسرے روز صبح ہی صبح وہ قیساریہ کی طرف جانے کے لئے

کوچ کر گیا تھا۔

امیر طرنطائی نے بیلفورٹ سے قیساریہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر ابھی چند میل ہی سفر طے کیا تھا کہ ایک دم گھوڑے کی باگ تیزی سے روکتے ہوئے وہ رک گیا تھا اس لئے کہ ان ویرانوں اور دیو لاخوں میں دائیں جانب کے کوہستانی سلسلے سے اچانک دو سوار نمودار ہوئے تھے اور امیر طرنطائی کی راہ روک کھڑے ہوئے تھے امیر طرنطائی ان دونوں کو پہچان نہ سکا اس لئے کہ وہ اپنے چہروں کو ڈھانپے ہوئے تھے ایک جھٹکے کے ساتھ امیر طرنطائی نے اپنی تلوار بے نیام کرلی تھی گھوڑے کی زین کے دائیں بائیں اس وقت امیر طرنطائی کی دو ڈھالیں لٹک رہی تھیں فی الفور ایک ڈھال اس نے اتاری اور ڈھال کے پشتی حصے میں جو رسی بندھی ہوئی تھی وہ رسی اس نے اپنے گلے میں لٹکالی تھی اس طرح اس ڈھال سے امیر طرنطائی نے اپنا سینہ ڈھانپ لیا تھا شاید یہ طرنطائی نے اپنی حفاظت کے لئے کیا تھا دوسری ڈھال پر اس نے اپنے بائیں ہاتھ کی گرفت مضبوط کرلی تھی جبکہ اپنے سر پر بندھے ہوئے عمامے کے نیچے پہلے ہی اس نے آہنی خود پہن رکھا تھا پھر اس نے اپنی تلوار فضا میں انتہائی جوشیلے انداز میں لہرائی اور راہ روکنے والوں کو مخاطب کیا۔

سنو ان ویرانوں اور دیو لاخوں میں میری راہ روکنے والو۔ اپنے چہروں پر پڑے نقاب ہٹاؤ اور بتاؤ کہ تم کون ہو اس کے ساتھ ہی ان دونوں نے اپنے چہروں سے نقاب ہٹا دیئے امیر طرنطائی نے دیکھا وہ دونوں وہی باطنی تھے جنہیں امیر طرنطائی نے بیلفورٹ کے حکمران برالیون کے دربار میں مقابلے کے دوران ذلیل اور پسماندہ کیا تھا قبل

اس کے کہ ان دونوں کو مخاطب کر کے امیر طرنطائی کچھ کہتا ایک باطنی اس سے پہلے ہی بول پڑا۔ اور امیر طرنطائی کو مخاطب کیا۔

لنگڑے۔ تو ہمیں جانتے اور پہچانتے ہوئے بھی ہماری اصلیت ہم سے پوچھتا ہے ہم تو وہ خونخوار لوگ ہیں جو ہیبت وحشت اور خونخواری کی نہایت ہی نہیں بلکہ ہم تو اپنے دشمنوں اپنے مخالفوں سے ان کی دانش اعلیٰ اور آتا کی یکسوئی بھی چٹکی بھر خوشیوں کی طرح چھین لیتے ہیں ہمیں ان ویرانوں اور دیو لاخوں میں اپنے سامنے دیکھتے ہوئے ہم جانتے ہیں تمہارے تعجب کی کوئی حد نہ ہوگی سنو لنگڑے راہب ان ویرانوں کے اندر ہم تمہارے چہرے کی تنویر، تمہاری روح کی بالیدگی تم سے چھینیں گے بادلوں جیسے تمہارے اعتماد کے آنگن میں بربادیاں ہی بربادیاں بھرینگے اس لئے کہ ہم سردشت و دمن پتھروں کی سرزمین سے اٹھنے والا ریت کا وہ بے روک طوفان ہوتے ہیں جو اپنے سامنے آنے والی ہر چیز کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ باطنی جب خاموش ہوا تو امیر طرنطائی کا چہرہ سرخ اور آنکھیں خونخواری اختیار کر گئی تھیں پھر ان ویرانوں میں امیر طرنطائی کی کھولتی ہوئی آواز گونجی۔

سنو۔ باطنیو۔ ان ویرانوں کے اندر کسی دھوکے کسی فریب میں مت رہنا اس گونگے بہرے نیلگوں آسمان تلے تم مجھے پاتال کی ساری ابتلاؤں سے انسانی روپ دھارنے والا غیر معمولی دشمن پاؤ گے سنو تتلیوں کے پروں کی رنگت دیکھ کر خوش ہونے والو۔ میں تو اپنے مخالفوں کی آسائشوں کے صحنوں سے رقص بہاراں کے قرب و لمس کا سارا نشہ اتار کر رکھ دیا کرتا ہوں سنو مجھے غور سے سنو میں عہد رفتہ کی وہ خونی داستان ہوں جو بہتے پانیوں کے بہاؤ، رات کی ملگجی تاریکی کی طرح، خوابوں میں گھلنے اور خون اور سانسوں میں چلنے لگتی ہے میں موت کا وہ ہیولا ہوں جو برسوں سے شانت ہونے کو ترستے جسموں پر دھوپ کی چھتنار تا اور آنکھوں میں اڈتے بادلوں کی طرح چھا جاتا ہوں۔

سنو راتوں کی تعبیر میں وصل کے خواب کا منظر دیکھنے والو سنو ظلم کی فصل بونے والو آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ آور ہو پھر دیکھو کیسے میں تمہارے ہونٹوں پر سے حرف دعا تمہارے چہروں سے مہتابیوں کے عکس تمہاری آنکھوں میں پھیلتے سمٹتے دائرے۔ تمہارے

ذہن کی ترتیب ، تمہارے دل کے جذبات کی مہمیز کو غارت کر کے رکھتا ہوں مجھ سے ٹکراؤ پھر دیکھو کیسے میں تمہاری روح سے زیست کا آخری لمحہ چھین کر تمہاری حالت لفظوں کی دلدل اور بارود کے جنگل کی طرح کرتے ہوئے تمہیں اپنے جرعۂ دل کے نشے کا اسیر اور تمہیں اپنے ضبط و تمدن کا غلام بناتا ہوں ۔

یہاں تک کہنے کے بعد امیر طرنطائی جب خاموش ہوا تو اس بار دوسرا باطنی بول پڑا۔

لنگڑے راہب ۔ تیری یہ لاف و گذاف ہم پر کار گر ثابت نہیں ہو گی ہم باطنی ہیں اور تم جانتے ہو گے کہ باطنیوں کی خونخواری سے ہر کوئی خوفزدہ رہتا ہے ہم دونوں کے سامنے تم جیسے لنگڑے راہب کی کیا حیثیت ہوگی اس میں کوئی شک نہیں کہ تم نے برالیون کے دربار میں اپنے آہنی عصا کی وجہ سے ہم دونوں کو زیرو پست کر دیا تھا پر ان ویرانوں میں حالات مختلف ہوں گے ہم تمہیں تمہارے گھوڑے نیچے پھینکیں گے اور تمہارے جسم کی کانٹ چھانٹ کر کے یہاں سے چلتے بنیں گے اس باطنی کی اس گفتگو پر امیر طرنطائی کی آنکھوں میں پھیلی سرخی اور گہری ہو گئی تھی اور اس کے چہرے پر غصے اور غضبانی کے رنگ مزید نمایاں ہو رہ گئے تھے اس کے بعد پھر ایک بار امیر طرنطائی کی آواز گونجی ۔

سنو مجھے لنگڑا راہب خیال کرنے والو کسی دھوکے کسی فریب میں مت رہنا نہ میں لنگڑا راہب ہوں اور نہ میں نصرانی تم نے مصر کے سلطان رکن الدین کے لشکریوں کے سالار اول طرنطائی کا نام سنا ہو گا بد بختو میں لنگڑا راہب نہیں طرنطائی ہوں اور اب طرنطائی ان ویرانوں میں تم دونوں کے لئے موت ثابت ہو گا امیر طرنطائی کے اس انکشاف پر لمحہ بھر کے لئے دونوں باطنیوں کے چہروں پر موت کی سی کیفیت اور مرگ جیسا تعجب پھیلا تھا تاہم جلد ہی انہوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور پھر امیر طرنطائی پر اپنے حملہ کی ابتدا کچھ یوں کی کہ ایک ساتھ دونوں نے صلاح و مشورہ کرتے ہوئے اپنے زہریلے خنجر انہوں نے امیر طرنطائی کو دے مارے تھے امیر طرنطائی بڑا چوکس اور بڑا چوکنا تھا اپنے جسم اور اپنے ہاتھ کا زاویہ کچھ اس طرح سے اس نے بنا کر رکھا کہ ان دونوں کے خنجروں میں سے ایک امیر طرنطائی کے بائیں ہاتھ میں پکڑی ہوئی ڈھال پر آ کر لگا اور دوسرا خنجر اس ڈھال پر لگا جو امیر طرنطائی نے اپنے سامنے اپنی چھاتی پر لٹکالی تھی اس کے بعد ایک انقلاب سارونما ہوا پلک

جھپکتے میں امیر طرنطائی نے اپنا خنجر نکالا اور کچھ یوں تاک کر مارا کہ اس کا خنجر اس باطنی کا دل چھد کر رہ گیا تھا دوسرا باطنی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر امیر طرنطائی پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا کہ ایک باطنی کا وہ زہریلا خنجر جو امیر طرنطائی کی چھاتی پر لٹکتی ڈھال پر آ لگا تھا اور زین پر ہی پڑا رہ گیا تھا وہ امیر طرنطائی نے فوراً اٹھایا اور تاک کر جو باطنی کو مارا تو دوسرے باطنی کا سینہ بھی اسی کے خنجر سے چیرتا ہوا نکل گیا تھا ویرانوں کے اندر لمحہ بھر کے لئے یکے بعد دیگرے دو چیخیں بلند ہوئیں پھر دونوں باطنی اپنے گھوڑوں پر گر کر دم توڑ گئے تھے ۔

امیر طرنطائی آگے بڑھا ۔ اپنے گھوڑے سے اتر کر اس نے مرنے والے دونوں باطنیوں کی لاشوں کا جائزہ لیا وہ ختم ہو چکے تھے پھر ان کے لباس کی اس نے تلاشی لی ان کے لباس سے اسے کافی نقدی ہاتھ لگی پھر اس نے ان کے گھوڑوں کا جائزہ لیا وہاں بھی چمڑے کی خرجینوں میں نقدی کی کچھ تھیلیاں تھیں کھانے پینے کا کچھ سامان تھا کھانے پینے کا سارا سامان نکال کر اس نے شاہراہ کے ایک طرف پھینک دیا اس کے بعد مرنیوالوں کے لباس سے اپنا خنجر صاف کر کے اس نے نیام میں کیا دونوں لاشوں کو اٹھا کر شاہراہ کے کنارے اس نے ایک نشیب میں ڈال کر اوپر مٹی ڈال دی تھی مرنے والوں کے گھوڑوں کو اس نے ایک دوسرے سے جکڑا اس کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور دونوں گھوڑوں کو آگے آگے ہانکتا ہوا وہ بڑی تیزی سے اس شاہراہ پر سفر کرتے لگا تھا جو قیساریہ کی طرف جاتی تھی ۔

OOOO

بیلفورٹ کا حکمران برالیون اور اس کی بیٹی برینس دونوں محل سے متصل باغ میں چہل قدمی کر رہے تھے کہ برالیون کا چوبدار تقریباً بھاگتا ہوا آیا اور برالیون سے کہنے لگا میرے آقا ۔ منگول سردار جو صبح کے وقت کہیں باہر گیا ہوا تھا لوٹا ہے اور فی الفور وہ آپ سے ملاقات کا خواہشمند ہے وہ کچھ بدحواس لگتا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس کے ساتھ کوئی بہت بڑا حادثہ پیش آیا ہو یہ ساری گفتگو وہ چوبدار ایک ہی سانس میں کہہ گیا تھا۔

برالیون نے اسے تیز نگاہوں سے دیکھا ۔ اگر اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہے یا وہ بدحواس لگتا ہے تو پھر اسے روکنے کی ضرورت ہی نہ تھی اسے فوراً میری طرف بھیج دیتے اب جاؤ اسے فی الفور میرے طرف بھیجو تاکہ میں جانوں اسے کیا حادثہ پیش آیا ہے ۔

اسکے ساتھ ہی چوبدار مڑا اور تقریباً بھاگتا ہوا چلا گیا تھا۔

جونہی منگول سالار سریوک برالیون کے قریب آیا برالیون نے اسے مخاطب کیا

میرا چوبدار بتا رہا تھا کہ تم بدحواس تھے اور تمہارے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہے اس پر سریوک نے دھیمی سی آواز میں کہا دیکھ برالیون آپ کے چوبدار کا کہنا درست ہے دراصل میں ایک بہت بڑے حادثے کو دیکھنے کے بعد آپ کی طرف آرہا ہوں اس بار برینس بول پڑی سریوک! کیا تم اسے حادثے کی تفصیل نہ بتاؤ گے سریوک فوراً بول پڑا۔

محترم برالیون ۔ آپ جانتے ہیں کہ گذشتہ رات میں نے دونوں باطنیوں کے ساتھ آپ کے شاہی مہمان خانے میں قیام کیا تھا رات سونے سے پہلے میں دیکھا وہ دونوں باطنی آپس میں عجیب طرح کی کھسر پھسر کر رہے تھے مجھے ان کی کھسر پھسر سے ایک طرح کا شک ہوا اس لئے کہ باطنی اپنے دشمن کو ٹھکانے لگانے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں جس وقت انہوں نے کھسر پھسر کی تھی تو مجھے شک ہوا تھا کہ وہ دونوں آپ کے لنگڑے راہب کے خلاف کوئی دشمنی اور عداوت رکھتے ہیں اور اس کی جان کے درپئے ہیں لہذا میں نے ان دونوں پر نگاہ رکھنی شروع کر دی تھی۔

منگول سردار سریوک کی اس گفتگو سے برینس کسی قدر پریشان اور فکر مند ہو گئی تھی وہ سریوک سے کچھ پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ سریوک پھر بول پڑا۔

اگلے روز صبح کے وقت جب وہ لنگڑا راہب قیساریہ کے لئے روانہ ہوا تب میں نے دیکھا وہ دونوں باطنی بھی اس کے تھوڑی دیر بعد اپنے گھوڑوں پر بیٹھ کر روانہ ہو گئے تھے لنگڑے راہب کے فوراً بعد ان کا گھوڑوں پر بیٹھ کر اسی طرف جانا میرے لئے شک و شبہات کھڑے کر گیا تھا لہذا میں بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور بڑی رازداری سے ان کا تعاقب کرنے لگا۔

برینس سے نہ رہا گیا اور درمیان میں فوراً پوچھ لیا دیکھ سریوک پھر کیا ہوا سریوک مسکراتے ہوئے کہنے لگا دیکھ برالیون کی بیٹی میں تفصیل بتاتا ہوں۔

پھر ایسا ہوا کہ جب میں کوہستانی سلسلوں کے اندر ہی اندر ان دونوں باطنیوں کا تعاقب کر رہا تھا اور وہ کوہستانی سلسلوں کے اندر بل کھاتے ہوئے راستوں پر سفر کر رہے تھے تو میں نے دیکھا اچانک وہ ان راستوں کو چھوڑ کر اس شاہراہ کی طرف گئے جو

بیلفورٹ شہر سے قیساریہ کی طرف جاتی تھی جب میں بھی ان کے تعاقب میں شاہراہ کے قریب آیا تو میں نے دیکھا شاہراہ کے اس حصے پر لنگڑا راہب جس کا نام تم لوگوں نے لیوس کہہ کر پکارا تھا وہ سفر کر رہا تھا دونوں باطنی شاہراہ پر آئے اور لنگڑے راہب کی راہ روک کھڑے ہوئے برینس تڑپ کر بول پڑی۔

سریوک کیا وہ دونوں لیوس سے ٹکرائے اگر وہ ٹکرائے تو کیا انجام ہوا۔

سریوک پھر مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

دونوں باطنیوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ رکھا تھا اور لنگڑے راہب کی انہوں نے راہ روک لی کچھ دیر تک ان کے درمیان تلخ کلامی ہوتی رہی پھر دونوں باطنیوں نے اپنے چہروں سے نقاب ہٹا دیا میں یہ سارا منظر ایک کوہستانی سلسلے کی چٹان کے پیچھے کھڑا ہو کر دیکھ رہا تھا یہ چٹان چونکہ شاہراہ کے کنارے تھی لہذا سارا منظر مجھے صاف دکھائی دے رہا تھا پھر ایسا ہوا کہ اچانک وہ دونوں باطنی حرکت میں آئے ایک ساتھ انہوں نے زہر میں بجھے ہوئے خنجر لنگڑے راہب کو دے مارے تھے۔

پر وہ لنگڑا راہب جس کا نام لیوس بتاتے ہو وہ مجھے راہب نہیں لگتا وہ عجیب طرح کا انسان ہے انتہائی چالاک، انتہائی دانشمند، انتہائی ہوشیار اور مستعد نوجوان ہے۔ جس وقت باطنیوں نے اس کی راہ روکی تھی اس وقت اس نے اپنے گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی دونوں ڈھالیں کھولی تھیں ایک اپنے گلے میں لٹکا کر اپنے سینے پر رکھ لی تھی اور دوسری اپنے بائیں ہاتھ میں رکھی تھی جس وقت دونوں باطنیوں نے خنجر مارے تھے تو اس لنگڑے راہب نے اپنے بائیں ہاتھ اور چھاتی کا کچھ ایسا عجیب زاویہ بنایا تھا کہ باطنیوں کا ایک خنجر اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ڈھال پر اور دوسرا چھاتی پر لٹکتی ہوئی ڈھال پر لگا تھا اس طرح وہ ان دونوں کے زہریلے خنجروں سے محفوظ رہا تھا پر اسی لمحہ اس نے عجیب کام دکھایا اپنے گھوڑے کی خرجین میں سے اس نے ایک خنجر نکالا اور تاک کر جو مارا تو اس کا خنجر ایک باطنی کے دل کو چیرتا ہوا نکل گیا تھا۔

دوسرا باطنی اپنے ساتھی کے اس طرح فی الفور مرنے پر بڑا فکر مند ہوا تاہم ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار سنبھالی اور لنگڑے راہب پر حملہ آور ہونے کے لئے گھوڑے کو ایڑ لگا دی تھی پر اس وقت تک لنگڑا راہب بھی حرکت میں آچکا تھا جو خنجر باطنیوں

نے اسے مارا تھا وہ اس کے گھوڑے کی زین پر گرا تھا وہی اس نے اٹھا کر اس باطنی کو دے مارا اور اس کا بھی خاتمہ کردیا۔ پھر دونوں لاشوں کو اٹھا کر اس نے شاہراہ کے کنارے دفن کردیا اور دونوں کے گھوڑوں کو آپس میں جکڑ کر شاہراہ پر ہانکتا ہوا قیساریہ کی طرف چلا گیا۔

برالیون تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا سروک! اگر کوئی اور ان دونوں باطنیوں کا خاتمہ کرتا تو مجھے واقعی بے حد دکھ اور رنج ہوتا لیکن چونکہ ان دونوں بدبختوں نے لیوس پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تھی اور لیوس کو میں اپنا بیٹا سمجھتا ہوں لہذا مجھے ان دونوں باطنیوں کے مرنے کا کوئی غم نہیں میں خوش ہوں کہ لیوس نے ان دونوں کا خاتمہ کردیا مجھے امید نہیں تھی کہ یہ دونوں بدبخت لیوس سے انتقام لینے پر تل جائیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد برالیون جب خاموش ہوا تو ایک سرسری سی نگاہ سروک نے برینس پر ڈالی اس نے دیکھا اس کے اس انکشاف پر کہ لیوس یعنی لنگڑے راہب نے دونوں باطنیوں کا خاتمہ کردیا اور قیساریہ کی طرف روانہ ہوگیا برینس انگور کی بیلوں تلے سوئے چرواہے جیسی پرسکون، مصحف دلدار کی صبح اور آمد سحر کے مژدے جیسی خنداں، ستاروں سے بھرے دامن شوق اور غنچوں کو مہک جیسی تر و تازہ، سیمگوں چاندنی کے پھیلاؤ اور شفق رنگوں میں ملبوس افق جیسی نہال، سُرمگیں حسن اور شنگرفی پھولوں جیسی اچھوتی ہو کر رہ گئی تھی اس کا باپ بھی اپنی بیٹی کی حالت دیکھتے ہوئے خوشی اور اطمینان اور دلجمعی میں پھولا نہیں سما رہا تھا تھوڑی دیر تک برالیون بڑے شوق بڑی جستجو بڑے پیار سے اپنی بیٹی برینس کی طرف دیکھتا رہا پھر منگول سردار سروک کو اس نے مخاطب کیا۔

سروک! یہ لنگڑا راہب لیوس ان نڈر اور بیباک جوانوں میں سے ہے جو تیروں کی ستیزہ کاری میں بھی اپنے دشمن کے سامنے لوہے کی دیوار بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں یہ لیوس ان بے باک ناخداؤں میں سے ہے جو ہواؤں سے رفاقت کا عہد باندھ کر انجانی مسافتوں کے ناآشنا ساحلوں کو گلے لگاتے ہوئے سمندر کی پہنائیوں میں اتر جاتے ہیں۔

سن سروک! لیوس ان تیغ زنوں میں سے ایک ہے جو اپنی جرأت سرکش۔ اپنی گستاخانہ شجاعت سے ظلم کی آگ میں تیغ میں ڈھلتا آہن اور حبس جبر کی سرد سلاسل کی اسیری سے آرزوؤں کے نغمے کا ابال بن کر نمودار ہو جاتے ہیں۔

اپنی شجاعت میں یہ لیوس در افلاک سے ٹکراتی فغاں اور خوابوں کے تجسس کا

وہ سفر ہے جس پر قابو نہیں پایا جاسکتا اپنی شجاعت میں یہ لیوس جنگ و ربط کی صوتی ہلچل پر رقص کرتے میٹھے بولوں کا وہ جادو ہے جو سر چڑھ کر بولتا ہے اپنی بے باکی میں لیوس ان قہرمانیوں میں سے ایک ہے جو دشت امکان کی سرحد پر بکل مارے بیٹھی خاموشی کی طرح اپنے شکار کی تلاش میں رہتی ہے اور جب کسی جال میں نہیں پھانسا جاسکتا اپنی طاقت اپنی قوت میں لیوس صدیوں کی تاریخ کی تحریر میں لمحوں کی زنجیروں کا وہ سلسلہ ہے جسے کسی بھی صورت کاٹا نہیں جاسکتا دیکھ سروک وہ لنگڑا راہب ایک راز ایک بھید ہے جسے کھولا نہیں جاسکتا اور یہ اپنی شجاعت اپنی بیباکی اور تیغ زنی اور جنگی فنون میں ایسی مہارت رکھتا ہے کہ بڑے بڑے سرکش سورماؤں کو وہ لمحوں کے اندر اپنے سامنے زیر اور ہیچ کردینے کا فن جانتا ہے۔

برالیون کی اس گفتگو پر برینس بے پناہ خوشی کا اظہار کررہی تھی پیار میں آگے بڑھتے ہوئے اس نے اپنے باپ کا ہاتھ تھام لیا پھر اسے محل کے سکونتی حصے کی طرف لے جارہی تھی سروک بھی ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ تھوڑا سا آگے جاکر وہ پھر بولا محترم برالیوں میں آج آپ سے رخصت ہونا پسند کروں گا برالیون رک گیا اور سروک کو مخاطب کرکے کہنے لگا میں تمہیں الوداع کہتا ہوں دیکھو گذشتہ جنگ میں جو مصر کے سلطان رکن الدین کے ہاتھوں ہمارے متحد لشکر کو شکست ہوئی ہے اس کا کوئی غلط اثر قبول نہ کرنا ہم عنقریب، ایک بہت بڑا لشکر لے کر سلطان کے سامنے آئیں گے اور اس سے اس کا انتقام لیں گے ان دنوں ساری نصرانی دنیا کے لشکر قیساریہ شہر میں جمع ہو رہے ہیں اور ہمارا ارادہ ہے کہ قیساریہ سے نکل کر مشرقی سرحدوں پر ضرب لگائیں گے اس کے ساتھ ہی ہاتھ آگے بڑھا کر برالیون نے سروک سے مصافحہ کیا اور سروک پیچھے ہٹتا ہوا وہاں سے رخصت ہوگیا تھا جبکہ پہلے کی طرح برینس اپنے باپ برالیون کا ہاتھ تھامے محل سے سکونتی حصے کی طرف لے جارہی تھی۔

سلطان رکن الدین اپنی خلوت گاہ میں اکیلا بیٹھا تھا اس کا حاجب اندر آیا سلطان سے اس نے سلام کہا پھر اس کمرے میں حاجب کی آواز گونجی تھی۔

سلطان محترم۔ امیر سیف الدین اور امیر طرنطائی اور امیر حسام الدین تینوں اس وقت آپ کی خلوت گاہ کے باہر کھڑے ہیں اور آپ سے ملنے کے خواہشمند ہیں شاید وہ کسی اہم موضوع پر گفتگو کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اس حاجب کی اس گفتگو پر سلطان چونک جانے کے انداز میں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر حاجب کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان نے پوچھا۔

یہ طرنطائی کب قاہرہ میں داخل ہوا اور اسے باہر کیوں روکا گیا ہے اگر وہ تینوں مجھ سے کسی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو فوراً انہیں اس کمرے میں بھیجو خصوصیت کے ساتھ طرنطائی کو نہیں روکا جانا چاہیئے تھا اس لئے کہ میں نے اسے ایک انتہائی اہم مہم پر روانہ کیا تھا بہر حال تم جاؤ اور ان تینوں کو فوراً اندر بھیجو اس کے ساتھ ہی حاجب سلطان رکن الدین کو تعظیم دیتا ہوا اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کمرے میں سیف الدین، طرنطائی اور حسام الدین داخل ہوئے تینوں نے سلطان سے سلام کہا۔ سلطان نے بڑے پرجوش انداز میں ان کے سلام کا جواب دیا تینوں سے باری باری مصافحہ بھی کیا پھر خالی نشستوں کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے انہیں بیٹھنے کو کہا وہ باری باری بیٹھ گئے سلطان بھی اپنی نشست پر بیٹھا اس

کے بعد اس نے طرنطائی کو مخاطب کیا۔

طرنطائی میرے بیٹے تم کب لوٹے اور یہ کہ جس مہم پر تم روانہ ہوئے تھے اس کے متعلق مجھے تفصیل سے کہو جواب میں طرنطائی بول پڑا اور کمرے میں اس کی آواز گونجی۔

سلطان محترم۔ الکرک میں آپ سے جدا ہونے کے بعد میں بیلفورٹ کی طرف گیا تھا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں بیلفورٹ کا حکمران برالیون مجھ پر اعتماد کرتا ہے میں نے ایک شب وہاں قیام کیا تھا پھر میں قیساریہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

سلطان محترم۔ جس وقت میں بیلفورٹ پہنچا تو اس وقت بیلفورٹ کے حکمران برالیون کے پاس منگولوں کے لشکریوں کا سالار سریوک اور دو باطنی بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی وہاں موجودگی اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ منگول اور باطنی ہمارے خلاف عیسائی دنیا کا ساتھ دے رہے ہیں سلطان محترم۔ وہ جو دو باطنی برالیون کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان کی خدمات برالیون نے مجھے قتل کرنے کے لئے حاصل کی تھیں برالیون اور اس کی لواحقین کو ابھی تک خبر نہیں کہ دمشق کے بشپ کے علاوہ بیلفورٹ کے بشپ پادریوں اور اسکے نائب سپہ سالار کو میں نے قتل کیا ہے وہ اس بات کی امید لگائے بیٹھا تھا کہ میں مصر سے واپس جا کر اسے اس کے بیٹے اور پادریوں کے قاتل کی نشاندہی کروں گا لیکن میں نے اسے چکر دے کر معاملے کو گول مول کر دیا بہر حال اس نے ان باطنیوں کی خدمات اس لئے حاصل کی تھیں تا کہ وہ اس کے بیٹے اور پادریوں کے قاتل کو ٹھکانے لگا سکیں۔

سلطان محترم۔ جس وقت میں بیلفورٹ سے قیساریہ کی طرف روانہ ہوا تو دونوں باطنی میری راہ روک کھڑے ہوئے میں نے ویرانوں میں ایک مقابلے کے دوران دونوں باطنیوں کا خاتمہ کر دیا اور قیساریہ کی طرف چل دیا۔

سلطان محترم۔ قیساریہ میں ان دنوں ہمارے خلاف دشمن کا بہت بڑا اجتماع ہو رہا ہے قیساریہ میں ہاسپٹلرز، ٹیمپلرز اور صلیبی رضا کاران جوق در جوق ہم پر ضرب لگانے کے لئے جمع ہو رہے ہیں سلطانی محترم قیساریہ کے علاوہ ارسوف اور صفد میں بھی صلیبی رضا کار ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو رہے ہیں اور ان کے ارادے یہ ہیں کہ قیساریہ سے نکل کر مصر کی حدود پر ضرب لگائی جائے سلطان کو لڑنے پر مجبور کیا جائے اور سلطان مصر پر ایسی ضرب لگائی جائے کہ اسے بدترین شکست دی جائے ان کے یہ بھی ارادے ہیں کہ سلطان

کے ساتھ جنگ کی صورت میں ارسوف اور صفد میں جو لشکر جمع ہوں گے وہ وقت ضرورت ہمارے خلاف کمک کے طور پر استعمال کئے جاسکیں گے سلطان محترم ۔ میرا مشورہ ہے کہ ہمیں دشمن کو زیادہ تیاری کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیئے پہلے ہمیں اپنے لشکر کیساتھ قیساریہ کا رخ کرنا چاہیئے اسے فتح کرنے کے بعد فی الفور ہمیں ارسوف اور صفد پر حملہ آوَر ہونا چاہیئے اور ان دونوں کی بھی اینٹ سے اینٹ بجاکر ان کو ایسا پامال کیا جانا چاہیئے کہ پھر وہ کبھی قیساریہ کے علاوہ ارسوف اور صفد میں ہمارے خلاف کوئی عسکری طاقت جمع نہ کرسکیں ۔

یہاں تک کہنے کے بعد امیر طرنطائی جب خاموش ہوا تو سلطان تھوری دیر تک گہری سوچوں میں کھویا رہا تاہم اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی پر اطمینان مسکراہٹ ضرور تھی اس کے بعد کمرے میں سلطان رکن الدین کی آواز گونج گئی ۔

طرنطائی میرے بیٹے ۔ تمہارا مشورہ تمہاری تجویز بہترین اور قابل عمل ہے ۔ عنقریب ایک بار پھر اپنے لشکر کے ساتھ ہم قاہرہ سے نکلیں گے ہمارا سب سے پہلا ہدف تمہاری تجویز کے مطابق قیساریہ اس کے بعد ارسوف اور پھر ہم صفد پر حملہ آوَر ہوں گے اور نصرانی دنیا نے جس قدر عسکری قوت یہاں جمع کی ہے اسے کچل کے رکھ دیں گے ۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکن الدین لمحہ بھر کے لئے خاموش رہا کچھ سوچا پھر دوبارہ قصر کے اس کمرے میں سلطان کی آواز گونج گئی تھی ۔

سنو رفیقان دیرینہ ۔ جس طرح الکرک کی جنگ میں ہم نے اپنے دشمن کے مجرم ضمیر کو درد کے تاریک قلعوں میں اسیر کیا تھا جس طرح الکرک سے باہر انہیں شکست دے کر ہم نے ان کے گناہگار جسموں کو نشترکاری سے دوچار کیا ایسے ہی آئندہ جنگوں میں بھی ہم ان کی حالت موسموں کی آنکھ مچولی میں آہیں بھرتی تنہائی ، بارش میں بھیگے کاغذ ، خوابوں کے قحط ، تخیل کی بے ربطی جیسی بنا کے رکھ دیں گے ۔

سنو میرے ساتھیو میرے رفیقو ۔ بحیرہ روم کے کنارے کنارے صلیب کے بھنور کی صورت اختیار کرجانے والے نصرانی ہمارے خلاف کتنی بھی طاقت اور عسکری قوت جمع کرلیں میں تم تینوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اپنے خداوند کی نصرت کے سہارے ہم اپنے دشمن کی قوتوں کو حادثہ بردوش کرکے زندگی کی قتل گاہ میں لاکھڑا کریں گے ہم انہیں

اجازت نہیں دیں گے کہ وہ بحیرہ روم کے کنارے مسلمانوں کے لئے ماضی کے ظلم کدوں کو پھر سجانے میں کامیاب ہو جائیں ہم انہیں اس بات کی بھی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ اپنے باطن پر ظاہر کی تاثیر رکھ کر ہمیں کسی فریب کسی دھوکے میں مبتلا کرنے کی کوشش کریں ہم انہیں سنگساری سے معتوب کریں گے اور حد نظر تک دھوپ میں ان کے لئے شام سے پہلے ہی شام لاکھڑی کریں گے سنو میرے ساتھیو میرے عزیزو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر خداوند قدوس کی نصرت مدد اور حمایت ہمارے شامل حال رہی تو ہم اپنے دشمن اور اس کے لشکریوں کی حالت بے تعبیر خوابوں ، دھوپ کے صحرا میں بھوک کی فصل ، آوازوں میں چھپی درد کی لہروں اور دھیرے دھیرے رینگتے موت کے سایوں جیسی بنا کے رکھ دیں گے میرے خیال میں اب تم اٹھو مستقر کی طرف جاؤ اور لشکریوں کو اطلاع کردو کہ وہ اپنی تیاریاں شروع کردیں ٹھیک ایک ہفتہ بعد ہم یہاں سے کوچ کریں گے اور ہمارا پہلا ہدف قیساریہ شہر ہو گا یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکن الدین خاموش ہو گیا پھر امیر سیف الدین امیر طرنطائی اور امیر حسام الدین تینوں اٹھے اور سلطان کی خلوت گاہ سے نکل گئے تھے ۔

OOOO

حسین و پرجمال رودہ ایک روز اپنے نانا کے گھر دیوان خانے کی صفائی کررہی تھی کہ دیوان خانے سے باہر صدر دروازے سے قریب اسے اپنی نانی سفتونہ کی آواز سنائی دی تھی اس نے کسی کو مخاطب کرکے کہا تھا تم دونوں میرے ساتھ دیوان خانے کی طرف آؤ میں تم دونوں سے رودہ سے متعلق انتہائی اہم اور ضروری گفتگو کرنا چاہتی ہوں ۔

اپنی نانی کی اس گفتگو پر دیوان خانے میں صفائی کرتی ہوئی رودہ چونکی ہو گئی تھی بھاگ کر وہ دیوان خانے کے پردے کے قریب آئی اس نے دیکھا اس کا باپ آموص اور نانا اولیاس حویلی میں داخل ہوئے تھے اس کی نانی نے ان دونوں ہی کو مخاطب کیا تھا رودہ کے حواس پوری طرح کام کررہے تھے وہ دیوان خانے کے دوسرے دروازے کی طرف باہر نکل گئی اور پردے کے پیچھے ہو کر کھڑی ہو گئی تاکہ چھپ کر دیوان خانے میں ہونے والی گفتگو کو سن سکے ۔

سفتونہ کے کہنے پر اولیاس اور آموص دونوں دیوان خانے میں داخل ہوئے

تینوں نشستوں پر بیٹھ گئے پردے کے پیچھے کھڑی رودہ ان کی ایک ایک حرکت و نقل کو پوری طرح دیکھ رہی تھی نشست پر بیٹھنے کے بعد سفتونہ نے آموص کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

سمیر کو کہاں چھوڑ کر آئے ہو آموص کے بجائے اولیاس بول پڑا اسے ہم دونوں دکان پر بٹھا کے آئے ہیں اب وہ اس قابل ہو گیا ہے کہ اکیلا بھی دکان چلا سکتا ہے اس پر سفتونہ مطمئن سے انداز میں بولی۔

اچھا ہوا تم دونوں ہی آئے اور سمیر کو تم دکان میں بٹھا کر آئے ہو سفتونہ کو یہاں تک کہنے کے بعد رک جانا پڑا اس لئے کہ اولیاس نے اسے مخاطب کیا تھا تم نے ہمیں دیوان خانے میں بلایا ہے اور تم کہہ رہی تھیں کہ تم ہم دونوں سے رودہ سے متعلق گفتگو کرنا چاہتی ہو تم رودہ سے متعلق کیا کہنا چاہتی ہو جواب میں تھوڑی دیر کے لئے سفتونہ کی گردن جھکی رہی وہ کچھ سوچتی رہی اس کے بعد اس نے اولیاس اور آموص کی طرف دیکھا۔

تم دونوں میری بات غور سے سنو اگر میں تم دونوں سے یہ کہوں کہ میری نواسی رودہ امیر طرنطائی کو پسند کرتی ہے اسے چاہتی ہے اس سے محبت کرتی ہے اور اس کی رفاقت اس کے سنگ کی طلبگار ہے تو کیا میرے اس انکشاف پر تمہیں تعجب ہو گا۔

سفتونہ کے اس انکشاف پر اولیاس اور آموص تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں سفتونہ کی طرف دیکھتے رہے اس کے بعد انہوں نے بغور ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر اولیاس نے جواب دینا شروع کیا۔

سفتونہ! جہاں تک امیر طرنطائی کا تعلق ہے تو اس کی شخصیت ہی ایسی ہے کہ ہر کوئی اسے پسند کرتا ہے اور پھر امیر طرنطائی تو ایک غلام اور ریوس کے بھیس میں آموص رودہ اور سمیر کو سوسہ سے نکال کر یہاں لایا ہے یہ ایک انتہائی خطرناک اور ذمہ داری کا کام تھا جو اس نے سرانجام دیا ہے لہٰذا اس حوالے سے رودہ کا امیر طرنطائی کی طرف مائل ہونا اس سے محبت کرنا اسے چاہنا ایک قدرتی عمل ہے۔

اب تم مزید کیا چاہتی ہو جواب میں سفتونہ پھر بول پڑی۔

میں یہ چاہتی ہوں آخر رودہ بے چاری کب تک چھپ چھپ کر چوری چوری امیر طرنطائی سے محبت کرتی رہے گی کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ اس سلسلے میں امیر طرنطائی سے

بات کی جائے ہو سکتا ہے وہ رودہ کو اپنانے پر تیار ہو جائے اس بار آموص نے جواب دیا۔

نہیں محترم خاتون ۔ میں سمجھتا ہوں ایسا نہیں ہونا چاہیئے اگر میری بیٹی رودہ طرنطائی کو پسند کرتی ہے تو میں سمجھتا ہوں اسے ایسا کرنے کا حق حاصل ہے پر میں چاہوں گا کہ رودہ کو امیر طرنطائی کا ساتھی اس وقت بنایا جائے جب امیر کی طرف سے بھی رودہ کے لئے محبت اور چاہت کا اظہار ہو ورنہ یہ یکطرفہ محبت رودہ کو کچھ نہ دے گی۔

آموص کے خاموش ہونے پر اولیاس بول پڑا۔

سفتونہ ۔ آموص ٹھیک کہتا ہے ہم صرف اس انکشاف پر ہی رودہ کو امیر طرنطائی کے نکاح میں نہیں دے سکتے کہ رودہ امیر طرنطائی کو پسند کرتی ہے اس پسند کا اظہار امیر طرنطائی کی طرف سے بھی ہونا چاہیئے جہاں تک امیر طرنطائی کا تعلق ہے وہ مصر میں بہت بلند اور اونچے عہدے پر فائز ہے اور امیر سے امیر گھرانوں کی لڑکیاں بھی بخوشی اس کے حرم میں داخل ہونا پسند کریں گے میں چاہتا ہوں کہ ہم آج ہی امیر طرنطائی کی دعوت کریں امیر طرنطائی رودہ کو پہلے ہی جانتا ہے اس لئے کہ ریوس کے بھیس میں وہ سوسہ سے رودہ کو نکال کر یہاں لا چکا ہے اس لئے ہمیں ان دونوں کا آپس میں تعارف نہیں کرانا پڑے گا یہ کریں گے کہ اس دعوت کے بعد اس دیوان خانے میں رودہ کو امیر کے پاس زیادہ سے زیادہ بیٹھ کر گفتگو کرنے کا موقع فراہم کیا جائے میں چاہتا ہوں کہ وہ دونوں آپس میں ملتے جلتے رہیں اگر اس میل جول میں امیر طرنطائی رودہ سے اپنی دلچسپی کا اور محبت کا اظہار کر دیں تو میں سمجھتا ہوں یہ ہماری ہی نہیں رودہ کی بھی خوش قسمتی ہو گی اس لئے کہ امیر طرنطائی جیسے جوان بہت کم اور خال خال ہی پائے جاتے ہیں آموص ابھی بازار جائے گا اور دعوت کا سامان خرید کر لائے گا میں امیر طرنطائی کی طرف جاتا ہوں اور اسے کہتا ہوں کہ آج شام کا کھانا وہ ہماری حویلی میں کھائیں گے اس پر آموص نے پوچھ لیا۔

یہ امیر طرنطائی کی رہائش کہاں ہے اولیاس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

جفت سازوں کے بازار سے نکل کر جو راستہ تیغ گروں کے بازاروں کی طرف جاتا ہے جونہی اس بازار میں داخل ہوا جاتا ہے ایک حویلی چھوڑ کر دوسری حویلی امیر طرنطائی ہی کی ہے امیر طرنطائی میرا پرانا جاننے والا ہے اس کے ماں باپ بھائی بہن کوئی نہیں اس لئے کہ سلطان رکن الدین اور امیر سیف الدین کی طرح وہ بھی ایک غلام تھا ایک ہاتھ سے

دوسرے ہاتھ بکتا ہوا یہاں پہنچا اور اپنی قابلیت ہمت و جوانمردی اور شجاعت سے ترقی کرتا کرتا مصر کے لشکر میں سالار اول کے عہدے تک جا پہنچا حویلی میں اس وقت اس کے پاس خدمتگار کی حیثیت سے ایک بوڑھا اور اس کی بیوی ہیں بس وہی اس کی دیکھ بھال اور اس کی خدمت کرتے ہیں اس کے علاوہ اس حویلی میں کوئی نہیں ۔

اس کے ساتھ ہی اولیاس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔

آموص تو بازار کی طرف جا۔ سفتونہ سے صلاح و مشورہ کر لے جو یہ کہتی ہے وہ بازار سے تو اسے لا کر دے میں ابھی اور اسی وقت امیر طرنطائی کی طرف جاتا ہوں اور اسے اطلاع کرتا ہوں آج شام کے کھانے پر ان کی ہمارے یہاں دعوت ہے اس کے ساتھ ہی اولیاس باہر نکل گیا تھا۔

اولیاس کے جانے کے بعد سفتونہ نے آموص کو دعوت کے سامان کی تفصیل بتا دی تھی لہذا وہ بھی سامان لینے حویلی سے نکل گیا تھا آموص کے جانے کے بعد سفتونہ زور زور سے پکارنے لگی۔

رودہ ۔ رودہ میری بیٹی تم کہاں ہو بھاگ کر یہاں دیوان خانے میں میرے پاس آؤ۔

رودہ تھوڑی دیر تک دیوان خانے کے پردے کے پیچھے رک کر اپنی حالت کو درست کرتی رہی اس کے بعد تقریباً بھاگتی ہوئی وہ دیوان خانے میں داخل ہوئی سفتونہ اپنی جگہ سے اٹھی رودہ کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر سفتونہ نے سرگوشی کے انداز میں کہنا شروع کیا۔

رودہ میری بیٹی ۔ میری بچی ۔ میں نے امیر طرنطائی سے تیری محبت تیری چاہت کا اظہار تیرے نانا اولیاس اور تیرے باپ آموص سے کر دیا ہے وہ چاہتے ہیں کہ رودہ کو اس وقت امیر طرنطائی کی رفاقت میں داخل کیا جائے جب امیر طرنطائی بھی رودہ سے اپنی چاہت اور محبت کا اظہار کر دے میری بیٹی تیرا نانا آج شام کے کھانے پر امیر طرنطائی کو دعوت دینے گیا ہے تیرا باپ دعوت کا سامان لینے گیا ہے میری بچی تو نہا دھو لے اور تیرے پاس جو سب سے عمدہ لباس ہے وہ آج تو پہن اور اسی لباس میں تو دعوت کے دوران امیر طرنطائی کے سامنے آنا ۔ دعوت کے بعد میں تجھے زیادہ سے زیادہ موقع فراہم کروں گی کہ تو تنہائی میں

امیر طرنطائی کے پاس رہ کر اس پر اپنے جذبات کا اظہار کر سکے اب تو جلدی سے اپنے کمرے کی طرف جا اپنی تیاری کر تاکہ تو امیر طرنطائی کا استقبال کرنے کے ساتھ ساتھ اسے اپنی شخصیت سے متاثر بھی کر سکے ۔

اپنی نانی کی اس گفتگو سے رودہ شدت جذبات اور خوشی میں نئی نویلی کونپلوں ، خوابوں ڈوبی آنکھوں ، تبسم کے متلاشی ہونٹوں ، شاعرہ جمالیات اور چاہتوں کے نغموں کے خالق جیسی ہو کر رہ گئی تھی ایک بار پھر وہ بری طرح اپنی نانی سے لپٹ گئی اس کے بعد وہ علیحدہ ہوئی تھی اور اتصال جسم ، آہنگ دلداری ، میٹھی کسک اور دلوں کے رشتہ، معصوم کی تفسیر جیسی سرشاری میں ڈوبی وہ دیوان خانے سے نکل کر بھاگتی ہوئی اپنی خواب گاہ کی طرف جا رہی تھی ۔

اس روز بوڑھے اولیاس کی حویلی میں بڑی چہل پہل شان و شوکت اور بہار تھی سفتونہ اور رودہ دونوں نے مل کر بہترین کھانے تیار کر دیئے تھے اور اب وہ سب مل کر دیوان خانے میں بیٹھے امیر طرنطائی کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

دیوان خانے میں کچھ اس طرح خاموشی تھی جیسے ہر ایک کے کان اور سماعت امیر طرنطائی کی آمد کے منتظر ہو اس موقع پر شاید انتظار سے تنگ آکر رودہ کی نانی سفتونہ بول پڑی اس نے اپنے شوہر اولیاس کو مخاطب کیا تھا۔

میرے خیال میں امیر طرنطائی کو ابھی تک آجانا چاہیئے تھا کیا آپ کے خیال میں دیر نہیں ہو گئی جواب میں بوڑھے اولیاس نے کچھ سوچا پھر اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی ساتھ ہی اس نے اپنی بیوی سفتونہ کو مخاطب کیا۔

سفتونہ! دیر نہیں ہوئی امیر طرنطائی نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ وہ مغرب کی نماز کے بعد ہماری حویلی میں آئے گا میرے خیال میں امیر طرنطائی اب آنے ہی والا ہو گا اس لئے کہ سورج غروب ہوئے ابھی کچھ زیادہ دیر تو نہیں ہوئی سفتونہ اپنے شوہر اولیاس کے اس جواب پر مطمئن ہو گئی تھی ایک بار پھر وہ سب پہلے کی طرح دیوان خانے میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگے تھے۔

تھوری ہی دیر بعد حویلی کے صدر دروازے پر دستک ہوئی تھی دستک سنتے ہی اولیاس چونک جانے کے سے انداز میں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے

کہنے لگا لگتا ہے امیر طرنطائی آ گئے ہیں اس کے ساتھ ہی آموص، سفتونہ، رودہ اور سمیر بھی اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے پھر سمیر تقریباً بھاگتا ہوا حویلی کے صدر دروازے کی طرف گیا اس نے جب دروازہ کھولا تو سامنے طرنطائی اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا۔ اتنی دیر تک اولیاس، آموص، رودہ اور سفتونہ بھی دیوان خانے سے باہر آن کھڑے ہوئے تھے۔

سمیر نے آگے بڑھ کر طرنطائی کے گھوڑے کی باگ پکڑنا چاہی تاکہ وہ اسے حویلی میں لے جا کر اصطبل میں باندھے اس کے سر پر پیار اور شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے طرنطائی بول اٹھا۔

سمیر میرے بھائی میرے گھوڑے کو یہیں رہنے دو میں اسے صدر دروازے کے ساتھ باندھ دیتا ہوں میں زیادہ دیر رکوں گا نہیں اس لئے کہ تھوڑی دیر تک مجھے شہر سے باہر لشکر گاہ تک جانا ہو گا اتنا کہنے کہ بعد امیر طرنطائی نے اپنے گھوڑے کو باندھ دیا پھر وہ سمیر کا ہاتھ پکڑ کر حویلی میں داخل ہوا تھا۔

اولیاس ، آموص ، رودہ اور سفتونہ چاروں نے آگے بڑھ کر امیر طرنطائی کا استقبال کیا پھر شکوے بھرے لہجے میں اولیاس نے پوچھا طرنطائی میرے بیٹے۔ تم نے اپنے گھوڑے کو صدر دروازے پر کیوں باندھ دیا طرنطائی فوراً بول اٹھا۔

بزرگ اولیاس۔ میں جلدی میں ہوں میں آپ کی دعوت کو ٹھکرا نہیں سکا ورنہ مجھے مغرب کی نماز کے بعد شہر کے باہر لشکر گاہ کی طرف جانا تھا اس لئے کہ دو یوم تک لشکر یہاں سے ایک بار پھر بحیرہ روم کی نصرانی اماجگاہوں کی طرف کوچ کرے گا اور اپنے حملوں کی ابتدا کرے گا۔

امیر طرنطائی کا یہ جواب سن کر اولیاس، آموص، رودہ اور سفتونہ ایک طرح سے مطمئن ہو گئے تھے سمیر بھی ان کے قریب آن کھڑا ہوا تھا پھر دیوان خانے میں سب داخل ہوئے دیوان خانے میں جلتی مشعلوں کی روشنی میں امیر طرنطائی نے پہلی بار نگاہ اٹھا کر رودہ کی طرف دیکھا۔

عمدہ لباس اور اپنی سج دھج میں رودہ اس وقت جھمل سخن کے چاند، اور نگاہ شوق کے سوال جیسی پر کشش، چاہتوں کے دیپ، گنگناتی شہنائیوں جیسی جاذب دل، سپنوں کی تتلیوں، من مانی رات جیسی پر جمال اور زندگی کے کسی دشت میں تقدیر رقم کرتی زلف

کے کسی خم جیسی ہوش ربا دکھائی دے رہی تھی اس کی آنکھوں میں محبت بھرے رنگوں کی دھنک اور اس کے ہونٹوں کے مہکتے پھول سے شگرفی رنگوں کے میلے نے اسے خم خانۂ شیراز کی افشاں کے خواب، حروف تمنا کے مسافر، دور افق کی شفق میں ڈوبے بادبانوں کے سے بادلوں جیسا بنا رہے تھے۔

تھوڑی دیر تک نگاہ بھر کے امیر طرنطائی نے رودہ کی طرف دیکھا پھر اس نے اپنی نگاہیں جھکا لی تھیں اولیاس نے اسے اپنے پہلو میں بیٹھنے کو کہا آموص اور سمیر بھی ان کے دائیں بائیں بیٹھ گئے تھے پھر سفتونہ اور رودہ دونوں سب کے سامنے کھانے کے برتن رکھنے لگی تھیں جب کھانے کے برتن رکھے جاچکے تو اولیاس نے امیر طرنطائی کو مخاطب کیا۔

امیر طرنطائی میرے بیٹے۔ شروع کیجئے۔ طرنطائی نے ایک احتجاجی نگاہ باری باری اولیاس اور اپنے قریب ہی بیٹھے آموص پر ڈالی پھر قریب ہی کھڑی سفتونہ اور رودہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

ان دونوں کو کس جرم کی سزا دے رہے ہیں کیا یہ دونوں آپ کے گھر اسیر اور قیدی ہیں جو یہ آپ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتیں یا ان دونوں کو آپ لوگوں نے منع کر رکھا ہے کہ تم دونوں اچھوت ہو اور ہمارے ساتھ بیٹھ کر نہ کھانا کیا آپ ان دونوں کو اجازت نہیں دیں گے کہ یہ ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں۔

امیر طرنطائی کی اس گفتگو پر جہاں رودہ خوشی میں پھول کی طرح کھل اٹھی تھی اور سفتونہ مسکرا رہی تھی وہاں اولیاس اور آموص بھی قہقہ لگاتے ہوئے ہنس پڑے تھے پھر اولیاس نے امیر طرنطائی کی طرف دیکھا۔

طرنطائی میرے بیٹے یہ بات نہیں ہے میں یا آموص کسی نے بھی ان دونوں کو منع نہیں کیا بس یہ اپنی مرضی سے ہی ہمارے سامنے کھانا رکھنے کے بعد دونوں کھڑی ہو گئی ہیں پھر اولیاس نے براہ راست اپنی بیوی سفتونہ کو مخاطب کیا تم دونوں کیوں طرنطائی کی نگاہوں میں مجھ جیسے بوڑھے کو گرانا چاہتی ہو آؤ ہمارے ساتھ بیٹھو اور دونوں مل کر ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ اولیاس کے ان الفاظ سے سفتونہ اور رودہ حرکت میں آئیں سفتونہ نے رودہ کو مخصوص اشارہ کیا اس اشارے کو اولیاس اور آموص بھی سمجھ گئے تھے یہ اشارہ پاتے ہی رودہ امیر طرنطائی کے سامنے بیٹھ گئی تھی جبکہ سفتونہ اپنے شوہر اولیاس کے پاس بیٹھ

گئی تھی اس کے بعد سب کھانا کھانے لگے تھے کھانے کے دوران رودہ آہستہ آہستہ ساری اچھی اچھی کھانے کی اشیاء امیر طرنطائی کی طرف سرکاتی جا رہی تھی اور طرنطائی بار بار دزدیدہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی ان حرکات کا جائزہ لے رہا تھا۔

کھانے کے بعد سفتوں اپنی جگہ سے اٹھی اور چاہتی تھی کہ برتن سمیٹنا شروع کرے پر رودہ نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے پھر وہ خوشیاں بکھیرتی آواز میں کہنے لگی نانی آپ بیٹھی رہیں میں خود سارے برتن سمیٹتی ہوں اتنی دیر تک سمیر بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا وہ برتن سمیٹنے میں اپنی بہن کی مدد کرنے لگا تھا دونوں بہن بھائی نے بھاگ بھاگ کر سارے برتن اٹھائے اور مطبخ میں جا کر رکھ دیئے تھے اس کے بعد دونوں بہن بھائی پہلے کی طرح اپنی نشستوں پر آکر بیٹھ گئے تھے جب پہلے کی طرح رودہ امیر طرنطائی کے سامنے بیٹھ گئی تب سفتونہ نے گفتگو کا آغاز کیا۔

طرنطائی میرے بیٹے۔ میرا داماد آموص ہی نہیں بلکہ رودہ اور سمیر بھی تمہارے انتہا درجہ کے شکر گذار اور ممنون ہیں کہ تم نے بڑی جراتمندی اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں سوسہ سے نکالا اور یہاں قاہرہ میں میرے پاس پہنچایا دیکھ میرے بیٹے میں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں تمہاری حویلی میں آنا چاہتی ہوں ایسا نہ ہو کہ میں وہاں پہنچوں اور تم گھر پر ہی نہ ہو اس پر امیر طرنطائی نے بڑی عاجزی میں جواب دینا شروع کیا۔

آپ جب چاہیں میری حویلی میں آئیں۔ میں اگر گھر پر نہ ہوا تو میری حویلی میں آپ کی خاطر خواہ عزت اور تواضع کی جائے گی سفتونہ پھر احتجاجاً بول پڑی۔

طرنطائی میرے بیٹے۔ میں وہاں تواضع اور ضیافت کی خاطر تو نہیں جانا چاہتی میں تو ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں اس کے لئے مجھے خاصا وقت بھی چاہیئے طرنطائی نے کچھ سوچا پھر دیوان خانے میں اس کی آواز سنائی دی۔

ابھی تو آپکے یہاں سے نکل کر میں سیدھا شہر سے باہر لشکر گاہ کی طرف جاؤں گا رات کا باقی حصہ وہاں گذاروں گا کل آپ لوگ ایک کام کیوں نہیں کرتے جس طرح آج آپ نے میری ضیافت کی ہے کل آپ سب لوگ شام کے وقت میرے یہاں آئیں میرے ساتھ کھانا کھائیں اسے ضیافت ہی سمجھیں اس لئے کہ میں دو روز بعد یہاں سے لشکر کے ساتھ روانہ ہو جاؤں گا جنگوں میں میرا کتنا وقت لگے گا میں نہیں جانتا اس کے بعد ہو سکتا ہے

دو تین ماہ تک میری آپ سے ملاقات نہ ہو سکے ۔

طرنطائی کی اس گفتگو سے اولیاس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا پھر اس نے طرنطائی کو مخاطب کیا۔

طرنطائی میرے بیٹے میں وقت سے قبل ہی تمہاری اس ضیافت کا شکر گذار ہوں میں سوچتا ہوں تمہارے یہاں اس ضیافت کا اہتمام کون کرے گا تمہارے جو خدمتگار ہیں وہ دونوں بوڑھے میاں بیوی ہیں وہ تو اس ضیافت کا اہتمام نہیں کر سکتے اگر تم اجازت دو تو میں اس کا اہتمام کر سکتا ہوں طرنطائی نے سوالیہ انداز میں اولیاس کی طرف دیکھا

بزرگ اولیاس وہ کیسے ؟

اولیاس پھر بول پڑا۔

وہ اس طرح کہ کل سہ پہر کے قریب سفتونہ اور رودہ دونو نانی اور نواسی تمہاری حویلی میں پہنچ جائیں گی تم سہ پہر تک ضیافت کا سارا سامان تیار رکھنا اور جس طرح ان دونوں نے آج یہاں ضیافت کا انتظام کیا ہے ایسا ہی اہتمام یہ کل تمہاری حویلی میں بھی کر دیں گے کہو میری تجویز تمہیں منظور ہے امیر طرنطائی نے باری باری ایک نگاہ سفتونہ پھر رودہ پر ڈالی پھر اولیاس کی طرف دیکھا۔

بزرگ اولیاس آپ نے ایکطرح سے میری ساری مشکلیں حل کر کے رکھ دی ہیں میں اب یہاں سے اٹھ کر سیدھا لشکر گاہ کی طرف جاؤں گا شاید مجھے آدھی رات تک وہیں رہنا پڑے اس کے بعد میں اپنی حویلی میں لوٹوں گا پھر کل دن کے وقت ضیافت کا سارا انتظام اور اہتمام کر دوں گا اس کے بعد اگر رودہ اور اس کی نانی زحمت محسوس نہ کریں تو میں ان سے گذارش کروں گا کہ وہ حویلی میں آکر ضیافت کا سارا اہتمام اپنے ہاتھوں سے کریں رودہ نے اسے موقع غنیمت جانا کہ وہ براہ راست امیر طرنطائی سے مخاطب ہو سکے لہٰذا سفتونہ کی طرف سے جواب کا انتظار کئے بغیر رودہ جھٹ بول پڑی

امیر طرنطائی ۔ شاید آپ نے اس بات کو نگاہ میں نہیں رکھا ہو گا کہ آپ ہم سب کے محسن اور مربی ہیں اگر آپ ہمیں سوسہ سے نکال کر یہاں نہ لاتے تو خدا جانے بیلفورٹ کے حکمران برالیون کے ہاتھوں ہماری کیا حالت ہوتی آپ کا ہمیں سوسہ سے نکال کر قاہرہ لانا ایک ایسا احسان ہے جس کا بدلہ کسی بھی صورت چکایا نہیں جا سکتا آپ تو صرف

ضیافت کی بات کر رہے ہیں ہمیں قسم موسیٰ اور داؤدؑ کی اگر مجھے یا میری نانی کو روز آپ کے لئے کھانا تیار کرنا پڑے تو ہم یہ کام بھی بخوشی سرانجام دینے کو تیار ہیں ۔

رودہ کی اس بیباکانہ گفتگو سے سفتونہ، اولیاس اور آموص کے چہروں پر پسندیدہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اس موقع پر امیر طرنطائی نے بھی عجیب سے جذبے میں رودہ کی طرف دیکھا پھر رودہ کی اس گفتگو کا جواب دینے کے بجائے امیر طرنطائی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور بول پڑا۔

بزرگ اولیاس ۔ اب مجھے جانے کی اجازت دیجئے امیر سیف الدین اور حسام الدین دونوں لشکر گاہ میں پہنچ چکے ہوں گے اور بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے اس لئے کہ دو دن بعد لشکر کو یہاں سے کوچ کرنا ہے امیر طرنطائی کی اس گفتگو کے جواب میں اولیاس ، آموص اور سمیر تینوں اٹھ کھڑے ہوئے سفتونہ اور رودہ پہلے ہی کھڑی تھیں سب دیوان خانے کے باہر آئے سمیر نے بھاگ کر حویلی کا صدر دروازہ کھولا اور دروازے کے ساتھ بندھے ہوئے امیر طرنطائی کے گھوڑے کی باگ بھی اس نے کھولی اور باگ خود خوشی کا اظہار کرتے ہوئے امیر طرنطائی کو پیش کی امیر طرنطائی نے الوداعیہ انداز میں ہاتھ ہلا کر انہیں خدا حافظ کہا پھر وہ ایک تیز جست کے ساتھ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اندھیرے میں ڈوبے جفت سازوں کے بازار میں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

دوسرے روز سہ پہر کے قریب سفتونہ نے امیر طرنطائی کے دروازے پر دستک دی تھی رودہ اس دن سے بھی زیادہ زرق برق لباس پہنے ہوئے تھی دستک دینے کے تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور دروازہ کھولنے والا امیر طرنطائی تھا جونہی اس نے دروازے پر سفتونہ اور رودہ کو دیکھا لمحہ بھر کے لئے اس کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر سفتونہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا میں نے سارا سامان لا کر رکھا ہے اب میں آپ دونوں ہی کا بڑی بے چینی سے منتظر تھا جواب میں رودہ یا سفتونہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ امیر طرنطائی نے ان دونوں کو اپنے قریب ہی کھڑے ایک بوڑھے اور ڈھلتی ہوئی عمر کی خاتون کی طرف متوجہ کیا اور بول پڑا۔

شاید آپ ان دونوں سے واقف نہیں ہوں گی بظاہر ان دونوں کو لوگ میرے گھر کے خدام شمار کرتے ہیں لیکن میں انہیں اس حویلی کا مالک خیال کرتا ہوں یہ جو بوڑھا

آپ کے سامنے کھڑا ہے اس کا نام ہلدون ہے خاتون اس کی بیوی ہے اس کا نام حباسہ ہے یہ اس وقت سے میرے پاس اس حویلی میں کام کرتے ہیں جب سے سلطان رکن الدین نے مجھے اپنے لشکروں کا سالار اول مقرر کیا یہ حویلی مجھے سلطان کی طرف سے عنائیت کی گئی سفتونہ اور رودہ دونوں آگے بڑھیں اور بڑے خوشگوار انداز میں ہلدون کی بیوی حباسہ سے ملیں اس کے بعد امیر طرنطائی ان دونوں کو لے کر دیوان خانے میں آیا حباسہ اور ہلدون بھی دیوان خانے کے دروازے تک ان کیساتھ آئے پھر ہلدون نے امیر طرنطائی کو مخاطب کیا۔

طرنطائی میرے بیٹے ۔ میں اور حباسہ دونوں میاں بیوی جو سامان آپ لے کر آئے ہیں اسے مطبخ میں جمع کرتے ہیں تاکہ ان دونو خاتونوں کو کوئی چیز لینے میں دشواری پیش نہ آئے امیر طرنطائی نے جواب میں اثبات میں سرہلا دیا اس پر ہلدون اور حباسہ دونوں وہاں سے چلے گئے تھے۔

امیر طرنطائی سفتونہ اور رودہ دونوں دیوان خانے میں بیٹھ گئے تھے پھر سفتونہ نے امیر طرنطائی کی طرف دیکھتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔

طرنطائی میرے بیٹے میں تمہاری شکر گذار ہوں کہ تم نے مجھے اپنے یہاں ضیافت کا اہتمام کرنے کا موقع فراہم کیا اس وقت میں ایک انتہائی اہم اور نازک موضوع پر تم سے گفتگو بھی کرنا چاہتی ہوں وہ گفتگو میری نواسی رزدہ سے متعلق ہے مجھے امید ہے کہ تم مجھے اجازت دو گے کہ میں کھل کر تم سے بات کروں اس پر طرنطائی نے سوالیہ انداز میں باری باری سفتونہ پھر رودہ کی طرف دیکھا پھر اس کی دیوان خانے میں آواز سنائی دی۔

مجھ سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے آپ جو کہنا چاہتی ہیں کہیں جواب میں سفتونہ پھر بول پڑی۔

طرنطائی میرے بیٹے ۔ دیکھ جو گفتگو میں کرنے لگی ہوں یہ میری نواسی رودہ سے متعلق ہے یہ گفتگو میں اس کے سامنے ہی کرنے لگی ہوں تاکہ تمہیں احساس ہو کہ اس گفتگو کا آغاز میری ہی طرف سے نہیں ہو رہا بلکہ اس گفتگو میں میری نواسی رودہ کی مرضی اور رضامندی بھی شامل ہے دیکھ طرنطائی میرے بیٹے تو نے جن حالات میں آموص ، رودہ اور سمیر کو سوسہ سے نکال کر بحفاظت قاہرہ پہنچایا وہ ہر ایک کے بس کا روگ نہ تھا تمہاری اس ہمت ، جوانمردی اور شجاعت و دلیری اور بے باکی سے رودہ بے حد متاثر ہوئی جس وقت ہمیں

یہ خبر نہ تھی کہ سوسہ سے انہیں نکالنے والا سلطان رکن الدین کے لشکروں کا سالار اول طرنطائی ہے اس وقت رودہ اکثر کہا کرتی تھی کہ لیوس نام کے جس شخص نے ہمیں سوسہ سے نکالا ہے اس کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہ وہ نصرانی ہے اور نہ وہ غلام بلکہ وہ کوئی اعلیٰ شخصیت کا مالک ہے دبے دبے الفاظ میں میرے بیٹے یہ تمہارے متعلق گفتگو کرتی تھی لیکن چونکہ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ تم نصرانی ہونے کے علاوہ غلام بھی ہو لہذا اس بے چاری نے چپ کی ردا سادھ لی تھی۔

پھر جس روز لشکر جفت سازوں کے بازار سے گذرا تو ہمیں یہ خبر ہوئی کہ ہم پر احسان کرنے والا لیوس نام کا کوئی غلام نہیں بلکہ سلطان رکن الدین کے لشکروں کا سالار اول طرنطائی ہے تو میرے بیٹے رودہ جو اب تک خاموش تھی وہ اندر ہی اندر تم سے چاہت اور محبت کرنے لگی دیکھ میرے بیٹے یہی گفتگو تھی جو میں تم سے کرنا چاہتی تھی۔

طرنطائی میرے بیٹے میں تم پر یہ انکشاف کرتی ہوں کہ میری نواسی رودہ تم سے محبت کرنے لگی ہے اور تمہیں چاہتی ہے دیکھ میرے بیٹے جب کبھی بھی تو اپنی زندگی کے ساتھی کا چناؤ کرنے لگو تو میرے بیٹے میری نواسی رودہ کو بھی نگاہ میں رکھنا میں تمہیں یقین دلاتی ہوں یہ ایسی لڑکی ہے جو ساری عمر اپنی خدمت اور دلنشیں رفاقت سے تمہیں متاثر کرتی رہے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد سفتونہ جب خاموش ہوئی تو طرنطائی تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر اس نے ایک غائر نگاہ اپنے سامنے بیٹھی رودہ پر ڈالی رودہ کی گردن اس وقت جھکی ہوئی تھی اور وہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھ رہی تھی طرنطائی تھوڑی دیر تک اسے غور سے دیکھتا رہا پھر سفتونہ کو اس نے مخاطب کیا۔

خاتون محترم ۔ میں نے چونکہ آموص ، رودہ اور سمیر کو سوسہ سے نکال کر قاہرہ میں پہنچایا اور اس کے لئے میں نے ان سے کوئی معاوضہ یا انعام وصول نہیں کیا اس لحاظ سے یہ تینوں مجھے اپنا محسن اور مربی خیال کرتے ہیں جب کوئی کسی پر احسان کرتا ہے یا کسی سے کوئی اچھے طریقے سے پیش آتا ہے تو ایک طرح سے اس کے دل میں احسان کرنے والے کے لئے ہمدردی اور دردمندی ضرور پیدا ہو جاتی ہے یہی کیفیت اس وقت رودہ کی بھی ہے میرے خیال میں یہی کیفیت اس کے باپ آموص اور بھائی سمیر کی بھی ہو گی دیکھ

خاتون محترم کسی سے محبت کرنا یا چاہت کا اظہار کرنا اور بات ہے پر کسی سے مخصوص حالات کے تحت ہمدردی اور دردمندی کا اظہار کرنا دوسری بات ہے میں سمجھتا ہوں کہ آہستہ آہستہ جب میرا یہ کام ان کے ذہن سے محو ہو جائے گا تو میرے لئے رودہ کے دل میں ہمدردی یا کوئی دوسرا جذبہ پیدا ہوا ہے تو وہ بھی آہستہ آہستہ ختم ہو کر رہ جائے گا۔

اس موقع پر رودہ بے چاری کی گردن جھکی رہی وہ منہ سے تو کچھ نہ کہہ سکی تاہم وہ نفی میں اپنی گردن ہلاتی جارہی تھی سفتونہ شاید جواب میں کچھ کہتی کہ طرنطائی پھر بول پڑا

خاتون محترم۔ میں نے اپنا بچپن یاس وافلاس اور بے چین بے رحم زراندوز وقت کا غلام بن کر گذارا جہاں مظلوم کی آہیں۔ غم فردہ سے نڈھال لمحیں میرے ساتھی تھے خاتوں میں دشت قپچاق میں پیدا ہوا میرے ماں باپ بہن بھائیوں کو منگولوں نے میرے سامنے قتل کر دیا میں کسی نہ کسی طرح بچ رہا اور قریئے قریئے میں سسکتی تحفظ کی فریاد کی طرح دھکے کھاتا رہا۔

یہ میرے بچپن کا وہ دور تھا جب میں اجڑے چہرے پر غربت کے پھٹے پرانے بے ہنگم کپڑے لئے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں بکتا رہا اور اس دور میں سلسلہ قہر و جفا، ٹوٹے خوابوں کے رشتے، کم نگاہی کا کرب شرر خیز اور دکھ اٹھاتے زخم میرے رفیق میرے ساتھی بنے رہے اس دور میں زمیں پر نہ میرے لئے کرنیں تھی نہ فلک پر ستارے اور اکثر میں اپنے رب سے دعا کیا کرتا تھا کہ اے خداوند کیا تیری مشیت بھی میرے لئے خاموش ہو گئی ہے۔

جگہ جگہ بکنے اور دھکے کھانے کے بعد آخر شاید خداوند مہربان کو میری آنسوؤں کی دعائیں بھا گئیں میرے خداوند نے مجھ پر اپنا رحم کیا اداس لمحوں میں دکھوں کے نوحوں، غلامی کی اداسی، روح کی تشنگی اور سرابوں کے سفر سے مجھے نجات ملی اس لئے کہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں بکتے بکتے میں ایک ایسے شخص کے پاس پہنچ گیا جو کبھی خود غلام رہ چکا تھا اس نے مجھے خریدا تب مجھے یوں لگا کہ جیسے میں آوازوں کے شعلوں سے نکل کر خاموشی کی شبنم، ٹوٹے خوابوں بکھری تعبیروں سے نکل کر دلکشا و پرکشش تعمیر کی بھاری رفعتوں میں پھینک دیا گیا ہوں آخری بار جس شخص نے مجھے خریدا وہ سلطان رکن الدین کے

لشکروں کا موجودہ سالار اعلیٰ امیر سیف الدین تھا۔

امیر سیف الدین چونکہ خود سلطان رکن الدین کی طرح منگولوں کا ستایا ہوا تھا لہٰذا اس نے مجھے خرید کر اپنے پاس بیٹوں کی طرح رکھا اس کی بیوی بھی مجھ پر بہت مہربان تھی اور اس کے لڑکے لڑکیاں بھی مجھے اپنا بھائی خیال کرتے تھے پھر امیر سیف الدین نے مزید مجھ پر یہ مہربانی کی کہ اس نے مجھے آزاد کر دیا اس وقت تک میں جوان ہو چکا تھا اور امیر سیف الدین نے مجھے لشکر میں شامل کر دیا لشکر میں شامل ہونے تک امیر سیف الدین کی رہنمائی میں میں بہترین تیغ زن بن چکا تھا اور فنون حرب کے سارے ہی قاعدے کلیوں سے خوب خوب آگاہی رکھتا تھا لہٰذا لشکر میں شامل ہونے کے بعد میں نے خلوص نیت کے ساتھ کام کرنا شروع کیا تو ترقیوں کے زینے اور در آپ سے آپ میرے لئے کھلتے رہے یہاں تک کہ میں سلطان رکن الدین کی نگاہوں میں آگیا اور انہوں نے لشکر میں میری کارکردگی میری تیغ زنی اور جنگی علوم میں میری مہارت کو دیکھتے ہوئے مجھے موجودہ مقام کی عزت بخشی اور آج حالت یہ ہے کہ وہ ننھا غلام جو کبھی دشت قپچاق سے نکل کر ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں بکتا تھا جس کے تن پر پھٹے پرانے کپڑے تھے اور جو پاؤں سے ننگا دھکے کھاتا پھرتا تھا آج مصر کے لشکروں کا سالار اول ہے۔

یہاں تک کہتے کہتے امیر طرنطائی خاموش ہو گیا اس نے دیکھا اس کے سامنے بیٹھی رودہ کی گردن جھکی ہوئی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اس کا دامن اس کے اشکوں سے بھیگا ہوا تھا اور وہ اپنی ہچکیوں اور اپنی سسکیوں کو بیچاری گلے میں روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

دیوان خانے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی حسین رودہ اپنی گردن جھکائے من کٹیا میں بند پڑی یا، جلتے نینوں میں خوابوں کی خودکشی، اماوس کی شب بھٹکتے روشنی کے اندھے سفیر اور گیسوئے خمدار سی شب میں گردن جھکائے صبح کے منتظر ستاروں کی طرح بیٹھی رہی ایک بار نگاہ بھرپور انداز میں اٹھا کر امیر طرنطائی نے اس کی طرف دیکھا اس نے اندازہ لگایا رودہ بے چاری کی حالت ایسی ہو رہی تھی گویا وہ ہونٹوں کے لرزاں سوال، سفر دائمی، ہجر و دوستی کے امتزاج اور یادوں کی چپ میں محلول ہوتی جارہی ہو تھوڑی دیر تک غور سے رودہ کی طرف دیکھنے کے بعد امیر طرنطائی نے پھر سفتونہ کو مخاطب کیا۔

خاتون محترم۔ یہ دنیا فقط ایک دھوکہ ہے اور اس دھوکے میں میری حیثیت
آخری بے لفظ آواز، شب کی سی دھند اور ختم ہونے کو بے تاب بلبے جیسی ہے یوں جانو میں
چٹان کا وہ چکنا جسم ہوں جس پر انجانے پروں پر پرواز کرنے والے پرندے اونچی اڑان کے
لئے جست نہیں لے سکتے میں سلطان رکن الدین کے لشکروں کا سالار اول ہوں اور جنگ
میں اپنے لشکروں کے آگے رہنا میرے منصب کی ضرورت ہے بظاہر میری زندگی کھلنڈری
جھاگ اڑاتی لہروں، برف سے اجلے پروں کی پھڑپھڑاہٹ اور پھیلتے بڑھتے میٹھے دائروں کی مانند
ہے لیکن حقیقت میں میں زیست کے پچھلے پہر کی کوچ کرتی پرچھائیوں، پیڑوں کے جھلملاتے
عکس، آنکھوں کے اشک اور دعا کے آخری حرف کی مانند ہے میں جنگوں میں قافلہ شوق کی
رخصتی کی طرح نقد جان ہارنے کو زندگی موت، دھوپ چھاؤں، قرب و فرقت کا کھیل کھیلتا
ہوں، دشت مشیت میں میں رہوار وقت کی طرح اور نظام جہاں میں خواب ڈھونڈتے
مسافر کی طرح جنگیں کرتا ہوں کسی بھی لمحہ وقت کے اندھیرے میں فرقت کی زنجیریں ساز
گیتی کی امنگ، شوق و خواہش کی میٹھی کسک اور خود میرے ہی تار نفس، میری ہی گردن کا
پھندا ثابت ہوسکتے ہیں دیکھ خاتون محترم میں جنگوں میں حصہ لینے والا منزل کا وہ متلاشی
ہوں جس کی حالت کسی بھی وقت رات کے بکھرے عناصر اجاڑ سنسار، مکان اور ریت کی
مانند بکھرتے شیرازے کی مانند ہوسکتی ہے۔

جہاں تک رودہ کا تعلق ہے اس نے آنچلوں، خوابوں، دھنک اور ترنگوں میں
پرورش پائی ہے یہ خوابوں کی رخشندہ دہلیز پر کھیلتی رہی ہے تازہ ہوا کے مرمریں جھونکوں
سے ہمکنار رہی ہے زندگی کے اس میلے میں اس کی حالت خیالوں کی تتلیوں، فطرت کے
آئینے میں خواہشوں کے میلے اور زمین کی چوکھٹ پر دور دیس کے خوشنما پرندوں جیسی ہے
خاتون محترم میں کسی آنچل کی خواہش، کسی دامن کے ارمان میں رودہ کو اپنا رفیق بنا کر
اس کی زندگی کو اوہام کی دیواروں، آتش احساس اور بھوکے دوہوں سے ٹکرانا نہیں چاہتا
خاتون! لڑکیوں کا مستقبل آئینے کی صورت ہوتا ہے۔

میں اس آئینے کو لکیر دار نہیں کرنا چاہتا میں رودہ کو محل کے ضیاء خانوں سے
نکال کر ساون کی جھڑی جیسی ظلمتوں کا شکار نہیں کرنا چاہتا یہاں تک کہنے کے بعد امیر
طرنطائی جب خاموش ہوا تو تھوڑی دیر کے لئے کمرے میں پھر خاموشی رہی دو ایک بار عجیب
سے انداز میں رودہ نے امیر طرنطائی کی طرف دیکھا اس کی حالت سے لگتا تھا وہ طرنطائی کی
گفتگو کے جواب میں بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن کہنے کی ہمت اپنے آپ میں محسوس نہیں
کر رہی تھی وہ ایسے الفاظ جمع نہ کر پا رہی تھی جس سے وہ اپنے خیالات کی عکاسی کر سکے تاہم
اس موقع پر اس کی نانی سفتونہ بول پڑی۔

طرنطائی میرے بیٹے۔ جو کچھ تم نے کہا ہے اس میں شک نہیں پر سن بیٹے۔
ایک پرندہ اگر خود اپنی حفاظت اپنی بہتری کی خاطر کسی قفس میں آنا چاہے اگر ایک مسافر
اپنی چمکتی ہوئی صاف شفاف شاہراہ کو چھوڑ کر اس شاہراہ سے نکلنے والے کسی گمنام راستے کا
رخ اپنی مرضی سے کرنا چاہے تو کیا تم ایسے شخص کو روکنا پسند کرو گے دیکھ میرے بیٹے تم
جو کچھ بھی ہو وہ میرے اور رودہ کے سامنے ہو اس میں شک نہیں کہ تم سلطان رکن الدین
کے لشکریوں کے سالار اول ہو پر تمہاری اس حیثیت کو دیکھتے ہوئے رودہ تمہارے قریب
نہیں آئی رودہ کو جو تم نے سوسہ سے نکال کر قاہرہ پہنچایا اور اپنے آپ کو گمنام رکھا اور پھر
اس بہت بڑے معرکے کا معاوضہ تک وصول نہیں کیا اور اپنے آپ کو غلام ظاہر کر کے جو
عاجزی اختیار کی بس یہی چیزیں رودہ کے دل میں تمہارے لئے قرب و محبت اور چاہت پیدا
کر گئیں میرے بیٹے میں جانتی ہوں اس موقع پر تمہاری گفتگو کے جواب میں رودہ بہت کچھ
کہنا چاہے گی لیکن شرم کے باعث وہ تم سے شاید اس موقع پر کچھ نہ کہہ سکے میرے بیٹے جو کچھ
تم نے کہا ہے وہ سب کچھ سننے کے بعد بھی رودہ بخوشی تمہاری رفاقت کو اپنے گلے لگائے گی وہ
بخوشی تمہاری زوجیت کو اپنے گلے کا طوق بنانا پسند کرے گی اور ساری عمر تمہارے قدموں
میں نچھاور کر دینے کے عزم کا اظہار کرے گی اب کہو میری اس گفتگو کے جواب میں تم کیا
کہتے ہو۔

امیر طرنطائی تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر اس نے اپنی رائے
ظاہر کی۔

خاتون محترم۔ آپ کے ان الفاظ نے میرے پاس کہنے کو کچھ نہیں کہ اگر رودہ
کی یہی کیفیت ہے تو پھر کچھ عرصہ انتظار کرے صبر سے کام لے میرے کردار میرے اطوار،
میرے اٹھنے بیٹھنے، میری زندگی کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لیتی رہے اگر میری شخصیت کو اچھی
طرح جاننے اور پہچاننے کے بعد بھی یہ میری رفاقت قبول کرنا پسند کرے تو پھر میں

نہیں کروں گا۔

امیر طرنطائی کی اس گفتگو سے جہاں بوڑھی سفتونہ کی آنکھیں خوش گمان اور ماتھا ماہ کامل ہو گیا تھا وہاں رودہ جو تھوڑی دیر پہلے تک سسی کے شہر بھنبور کی طرح اداس اور ویران ہو رہی تھی وہاں اس کے تاثرات سے لگتا تھا کہ امیر طرنطائی کی گفتگو سے وہ آنے والے خوشگوار موسموں کی چاپ کے لئے گوش برآواز ہو گئی ہو اس کے لبوں پر صدا دیتے شام کے ستارے رقص کرنے لگے تھے اس کی کجراری آنکھوں کی سرخی مزید گہری ہو گئی تھی اس کا چہرہ بتاتا تھا کہ وہ دو دلوں کے ملن کے راستوں پر آنیوالی بہار کی دھول، نرم ریشی پھوار سے لدی بدلی، بادلوں کو سہلاتی ٹھنڈی ہوا جیسی پر امید ہو کر رہ گئی ہو۔

امیر طرنطائی کی گفتگو سے اس کے حسین سرخ چہرے پر سب حسین پھولوں کے رنگ رقص کر گئے تھے اس کی کھوج لگاتی آنکھوں میں خوشبو چرانے کے ڈھنگ اپنی موجودگی کا اظہار کرنے لگے تھے اور سینے میں سلگتے انگارے آہنگ دلداری سے بھرے جیون کی خوشگوار حدت کی صورت اختیار کر گئے تھے مجموعی طور پر امیر طرنطائی کی گفتگو کے باعث رودہ بگلوں کی لمبی سفید ڈار، دودھ کی بہتی دھار اور اتصال جسم میں دلوں کے رشتۂ معصوم کی تفسیر جیسی صورت اختیار کر گئی تھی۔

اس موقع پر رودہ نے امیر طرنطائی کی گفتگو کا جواب تو کچھ نہ دیا تاہم اس کی نانی سفتونہ بول پڑی۔

طرنطائی میرے بیٹے تو نے سارے شکوے سارے گلے دور کر کے رکھ دیئے ہیں اپنی گفتگو سے تو نے ہم دونوں نانی اور نواسی کی آتش احساس اندھے ریت رواجوں کو مٹا کر رکھ دیا ہے بیٹے تو نے ہمیں دوزخ کے عذابوں سے جنت کے سرابوں میں ڈال دیا ہے ہماری زہر آلود فضاؤں کہ تو نے آس امید کی خوشگوار فصل میں تبدیل کر دیا ہے مجھے امید ہے کہ آنیوالے دنوں میں تمہارے اور رودہ کے درمیان محبت کے رشتے، چاہت کے ربط مزید گہرے اور استوار ہوں گے۔

پھر سفتونہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔

طرنطائی میرے بیٹے۔ اب مجھے اور رودہ کو وہ سامان دکھاؤ جو ضیافت کے لئے استعمال ہونا ہے جواب میں طرنطائی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا رودہ بھی کھڑی ہو گئی تھی

دونوں کو لے کر طرنطائی مطبخ میں آیا دونوں نانی نواسی کو اس نے سارا سامان دکھایا پھر وہ ضیافت کے لئے مختلف کھانے تیار کرنے میں مصروف ہو گئی تھیں۔

شام کے قریب بوڑھا اولیاس، آموص اور سمیر بھی وہاں پہنچ گئے تھے انتہائی خوشگوار ماحول میں سب نے مل کر کھانا کھایا سفتونہ نے رودہ کی موجودگی میں اس کی محبت اور چاہت کے متعلق جو امیر طرنطائی سے گفتگو کی تھی اس کے متعلق تفصیل بھی اس نے اولیاس اور آموص سے کہہ دی تھی اور وہ دونوں بھی اس گفتگو سے مطمئن اور پرسکون دکھائی دیتے تھے کافی رات گئے تک وہ سب امیر طرنطائی کی حویلی میں رہے پھر اپنے گھر لوٹ گئے تھے۔

بحیرہ روم کے صلیبی بھنوروں پر حملہ آور ہونے کے لئے ایک بار پھر سلطان رکن الدین نے اپنے لشکر کیساتھ کوچ کیا تھا لشکر جس وقت جفت سازوں کے بازار سے گذر رہا تھا تو اچانک رودہ اپنی حویلی سے بھاگتی ہوئی نکلی تھی اس کے ہاتھ میں دو بڑی بڑی گٹھڑیاں تھیں اس کے پیچھے پیچھے اولیاس، آموص اور سفتونہ اور سمیر بھی حویلی سے نکلے تھے۔ بھاگتی ہوئی وہ گلی میں آئی اتنی دیر تک لشکر کا اگلا حصہ جس میں خود سلطان، امیر سیف الدین امیر طرنطائی اور حسام الدین تھے وہ حویلی کے قریب آگیا تھا۔

رودہ بڑی تیزی سے آگے بڑھی اور دونوں گٹھڑیاں جو اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھا رکھی تھیں وہ اس نے امیر طرنطائی کے گھوڑے کی زین سے لٹکتی ہوئی چرمی خرجینوں میں ڈال دی تھیں پھر اس نے مسکراتے ہوئے دھیمی آواز میں امیر طرنطائی کو مخاطب کیا میری دعا ہے کہ خداوند مہربان، موسیٰ اور داؤدؑ کا رب آپ کو اس مہم سے کامیاب و کامران واپس لے کر آئے اس کے ساتھ ہی رودہ اپنی نانی سفتونہ کے قریب آن کھڑی ہوئی تھی اس موقع پر اولیاس اور آموص کے علاوہ سمیر ہاتھ ہلاتے ہوئے طرنطائی کو الوداع کہہ رہے تھے طرنطائی بھی تھوڑی دور تک ہاتھ ہلا کر انہیں الوداع کہتا رہا پھر وہ تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے لشکر کی وجہ سے ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

اپنی سلطنت کی حدود سے نکلنے کے بعد سلطان رکن الدین نے بڑی تیزی سے سفر کیا اور قیساریہ شہر کا جا محاصرہ کیا بندرگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ شہر صلیبیوں کا سب

سے بڑا مرکز اور مضبوط آماجگاہ شمار کیا جاتا تھا عیسائی دنیا کو بھی ان کے جاسوسوں کے ذریعے یہ خبر ہو چکی تھی کہ سلطان رکن الدین الکرک کو فتح کرنے کے بعد اب قیساریہ کا رخ کر رہا ہے لہذا بحیرہ روم کے ساحل کے ساتھ ساتھ جس قدر نصرانی ریاستیں تھیں ان سب نے اپنے چھوٹے چھوٹے لشکر قیساریہ بھیجے اس طرح قیساریہ میں ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا تھا اس کے علاوہ مسلمانوں کے ازلی دشمن ٹیمپلرز اور ہاسپٹلرز نے بھی وہاں اپنی بہترین قوت جمع کر لی تھی یہ متحدہ لشکر قیساریہ شہر میں محفوظ ہو گیا تھا ان کا ارادہ یہ تھا کہ محصور رہ کر سلطان رکن الدین سے جنگ کی ابتدا کی جائے۔

قیساریہ پہنچتے ہی سلطان نے شہر کا محاصرہ کر لیا متحدہ نصرانی لشکر سات دن تک شہر کے اندر محصور رہا اور وقفے وقفے سے ان کی ٹولیاں شہر سے نکلتیں کبھی دن کے وقت مختلف سمتوں سے سلطان کے لشکر پر حملہ آور ہو کر اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتیں کبھی شب خون مارنے کی کوشش کرتیں لیکن یہ ساری حرکتیں سلطان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں دراصل محصورین چاہتے تھے کہ محصور رہ کر وقفے وقفے سے دن اور رات کے وقت سلطان پر حملے کئے جائیں اور وہ محاصرے سے تنگ آکر قیساریہ شہر سے اپنا پڑاؤ اٹھا لینے پر مجبور ہو جائے لیکن انہیں اپنے ارادوں میں بری طرح ناکامی ہوئی تھی سلطان رکن الدین نے لگاتار سات دن تک محاصرہ جاری رکھا دن بدن وہ محاصرے میں سختی پیدا کرتا چلا گیا تھا اور جو بھی دشمن کا لشکر دن کے وقت حملہ آور ہوتا یا شبخون مارتا اس پر جوابی حملہ کر کے سلطان کے لشکری انہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے۔

سات دن کے لگاتار محاصرے کے بعد صلیبیوں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ وہ اپنے حیلے اور اپنے داؤ پیچ سے سلطان کو پڑاؤ اٹھانے پر مجبور نہیں کر سکتے اور یہ کہ اس طرح سلطان محاصرے میں دن بہ دن سختی پیدا کرتا چلا جا رہا ہے یہاں تک کہ سلطان رکن الدین سے فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے متحدہ صلیبی لشکر نے سات روز بعد شہر کا دروازہ کھولا اور پھر سلطان کے لشکر کے سامنے وہ صف آراء ہوئے سلطان نے بھی شہر کے اطراف سے اپنے سارے لشکر کو سمیٹ کر صلیبیوں کے سامنے صف آراء کر دیا تھا۔

صلیبیوں نے اپنے لشکر کو سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے دو حصوں میں تقسیم کیا جواب میں سلطان نے بھی اپنے لشکر کی تقسیم ایسی ہی کی تھی اور انہوں نے بھی اپنے لشکر

کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا ایک حصہ سلطان نے اپنے پاس رکھا اور لشکروں کے سالار اعلیٰ سیف الدین کو اپنے ساتھ رکھا دوسرا حصہ امیر طرنطائی کی کمانداری میں دیا گیا تھا اور حسام الدین کو طرنطائی کے نائب کے طور پر رکھا گیا تھا۔

حملے کی ابتدا نصرانیوں کی طرف سے ہوئی تھی اور نصرانیوں کے لشکر کا ایک حصہ زمین کو دھنساتی بادلوں کے رت کی خونی برسات، دلوں کا آئینہ مکدر کر دینے والے زنگ آلو دوعدوں اور زہر آلو دشب کے جبر مسلسل کی طرح سلطان اور اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہوا تھا۔

عین اسی وقت دشمن کے لشکر کا دوسرا حصہ اندھیرے کا ہجوم لئے اجالوں کو ڈستی تاریکیوں، رات کی بے گور و کفن نعش کے جلوہ ہائے مرگ انگیز اور ریت اڑاتی لو کی اندھی اڑان کی طرح امیر طرنطائی کے لشکر کے حصے پر ٹوٹ پڑا تھا سلطان رکن الدین، سیف الدین، امیر طرنطائی اور حسام الدین تھوڑی دیر تک بڑی بردباری اور صبر سے دشمن کے حملوں کو روکتے رہے اس کے بعد لشکر میں سلطان نے تکبیریں بلند کرنی شروع کر دی تھیں ان تکبیروں کے جواب میں سیف الدین، امیر طرنطائی اور حسام الدین بھی سلطان ہی کی طرح لشکر میں تکبیریں بلند کر رہے تھے۔

ان تکبیروں کے جواب میں لشکری بھی جگہ جگہ تکبریں بلند کرنا شروع ہو گئے تھے اور ان تکبیروں کا لشکریوں پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ بزم در بزم پھیلتی روشنی، انجمن در انجمن اپنا رنگ جماتی تکبیروں، شہر در شہر بکھرتی قرنوں کی آوازوں، بستی در بستی پھیلتی کسی مناد کی سرعت خیز صداؤں، گلستان در گلستان محیط ہوتی مہک اور صحرا صحرا بھاگتی باد باران کی طرح پچھلی صفوں سے نکل کر اگلی صفوں کی طرف لپکنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر تک سلطان رکن الدین، سیف الدین، امیر طرنطائی اور حسام الدین دشمن کے حملوں کو روکتے رہے اس کے بعد سلطان رکن الدین اور سیف الدین نے جوابی حملوں کی ابتدا کی دونوں انجانی منزلوں کی طرف بستی بستی قیامت برپا کرتے جھلساتے رقص کرتے آگ کے شعلوں، حوصلوں کے عزائم اور استقلال کو جھلسا دینے والی خاک اڑاتی چلچلاتی دھوپ کی طرح دشمن پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

جس وقت سلطان رکن الدین اور سیف الدین نے دشمن پر جوابی ضربیں لگانی

شروع کی تھیں اس کے تھوڑی دیر بعد امیر طرنطائی بھی حسام الدین کے ساتھ حرکت میں آیا اور وہ دونوں بھی مل کر داستان غم میں تند و تیز یلغار کی موج، سکوت کے بیکراں سمندر میں زہر بن کر بکھرتے قہر، ایک ایک پل کو حشر سامان ایک ایک لمحے کو عذاب کر دینے والی بیکراں امنگ کی طرح دشمن پر نزول کرنے لگے تھے۔

ان جوابی حملوں سے میدان جنگ کھولتے سمندر، گرم لہروں کے طوفان، اور ہر شئے کی تشکیل تزئین اور تعمیر برباد کر دینے والے تمدن کے کینے کی صورت اختیار کر گیا تھا جنگ جس وقت اپنے عروج اپنے شباب پر تھی تو اپنے گھوڑے پر سوار سلطان رکن الدین نے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کی خاطر بلند آواز میں انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا

سنو۔ شعور اور افکار کی آگاہی رکھنے والے میرے رفیقو۔ شرافتوں کے لبادے اوڑھنے والے میرے لشکریوں، نگاہ فسوں ساز کی طرح اپنے دشمن کو کوچۂ قاتل، مجلس رہزن سمجھتے ہوئے ان کے اندر گھستے چلے جاؤ تم وہ مجاہد ہو جو اپنے پاکیزہ ارادوں سے زمین کو اپنی کنیز اور آسمان کو اپنا غلام بنالیتے ہیں اگر تم خلوص نیت سے عاجزی کے ساتھ اپنے رب کو یاد کرتے ہوئے دشمن پر ضربیں لگاؤ تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میرا رب ان چاند تاروں سورج اور کہکشاں کو تمہارے قدموں کی دھول بنا کر رکھ دے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکن الدین لمحہ بھر کے لئے رکا پھر ان کی کھولتی ہوئی آواز بلند ہوئی۔

سنو محبتوں کی قبائیں پہننے والو۔ اندھیروں کو اجالوں کا لباس دینے والے میرے زندہ دل نوجوانو، شب گزیدہ صبحوں کے محافظ بن کر دشمن کے دیدہ دل وجان کے دریچوں میں ساحلی ہواؤں کی مار، شعلوں کی حدت اور دنیا بھر کے الائم کی طرح اترتے چلے جاؤ، سنو سروں پر تقدیس کے عمامے باندھنے والو، نبض فطرت پر ہاتھ رکھنے والے میرے سرفروش مجاہدو، خاکساری اور فقر کے اعجاز کھڑے کرتے ہوئے ساحروں کے راز و نیاز کی طرح آگے بڑھو۔ رات کے سیل بے پناہ کی طرح دشمن کے کذب وریا اس کے آسیب زدہ ارادوں اس کی عقل کی کج روی ہوش کی گمراہی، قلب کی تیرگی اور ذہن کی مفلسی کو اپنی بیداری اور یکجہتی اپنے حوصلوں کی تازگی، اپنے صدق و صفا اور تقدیر کے دھاروں کا اسیر

بناتے چلے جاؤ۔

اپنی تکبیروں اپنے جوان اور گرم حملوں کے ذریعے بے کل روحوں، آگ اور خون بھرے راستوں، سرخ فام شب، اور ضوفشاں صبح کی طرح دشمن پر چھاتے چلے جاؤ یاد رکھو یہ تمہارے سامنے دشمن اب چند لمحوں کے رفیق ہیں سنو مرگ و غزاں سے بے نیاز میرے آفاق گیر ساتھیو۔ قیساریہ شہر سے باہر میدان جنگ میں دشمن کے لئے خلش ریز نوا افکار کے ہجوم، مہیب تقدیر اور عذاب الیم بنتے چلے جاؤ۔

سلطان کی اس تقریر نے اس کے مجاہدوں، سرفروشوں اور لشکریوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور سلطان کے ان الفاظ کا ایسا اثر ہوا کہ اس کے لشکری سیلاب کے بے روک ریلے، نفرت کی جوالہ، دشت خاموشاں سے اٹھتے بگولوں اور جوش تلاطم برپا کر دینوالے محشر کی طرح بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ دشمن پر چھانا شروع ہو گئے تھے۔

سلطان رکن الدین کے آتش فشانی الفاظ کے جواب میں ان کے لشکری شعلے سے بگولہ بنتے ہوئے دشمن پر ضرب لگانے کیلئے سردھڑ کی بازی لگا رہے تھے عین اسی وقت ہاسپٹلرز اور ٹیمپلرز نے بھی جوابی کاروائی کی اور وہ بھی سلطان کے لشکریوں پر ذوق عصیان میں کالی گھٹاؤں کے اژدہام، عشرت و فشار کے موسم میں گناہ کی موج فتنہ خیز بدی کے تیز و تند شعلوں اور مہیب خوابوں کے سلسلوں میں تیرہ و تار پستیوں اور اذیت بھری بیداری کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

لیکن ہاسپٹلرز اور ٹیمپلرز کے نئے حملوں کے یہ ولولے سلطان کے لشکریوں کی ہمت کو پست نہ کر سکے وہ اسی طرح اپنے جوش اور جذبے میں سلطان کے الفاظ کو اپنے سینوں میں سجائے جذبوں کی صداقت، فکر کی رفعت، احساس کی ندرت لئے بڑے بے باکانہ انداز میں پیش قدمی کرتے چلے جا رہے تھے جو بھی دشمن کا لشکری ان کے سامنے آتا وہ اسے تن دریدہ اور سر بریدہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

سلطان کے لشکریوں کے ان حملوں میں انوکھی لذت کی گرا بنا دی صبح کے نور کی شادابی، اور سعئ جگر دوز تھی وہ جس طرف بھی رخ کرتے دشمن کی صفوں کی صفیں لپیٹتے چلے جاتے تھے تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد دشمن کے متحدہ لشکر کی حالت حریم گناہ میں فریب وفا کے صحرا، ہوس کی سنسان راہوں میں ویران ساحلوں، خلش ریز نوا، اور

سنسان فضاؤں میں وحشت آلود وہ آوارہ پریشاں پرچھائیوں کی سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

آخر کار جنگ اپنے انجام کو پہنچی سلطان نے دشمن کو بدترین شکست دی اور نصرانی لشکر قیساریہ شہر کے نواح سے بھاگ کھڑا ہوا سلطان نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ دور تک اپنے سامنے بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کیا اور ان کا خوب قتل عام کیا اس کے بعد سلطان واپس قیساریہ کی طرف چلے گئے تھے۔

شکست کھانے والا نصرانی لشکر ارسوف شہر کی طرف چلا گیا تھا ارسوف اور صفد دونوں شہروں میں اس وقت نصرانیوں کے بڑے بڑے لشکر تھے جنہیں وہ سلطان کے خلاف استعمال کر سکتے تھے لیکن نصرانیوں کو قیساریہ میں جمع ہونے والے اپنے لشکر پر اس قدر بھروسہ اور اعتماد تھا کہ انہوں نے ارسوف اور صفد کے لشکریوں کو اپنے ساتھ ملانا پسند ہی نہ کیا تھا۔

وہ اپنے طور پر یہ یقین کر کے بیٹھے ہوئے تھے کہ قیساریہ شہر سے باہر وہ مسلمانوں کے سلطان اور ان کے لشکریوں کو بدترین شکست دیں گے لیکن کارکنان قضا و قدر ان کے خلاف ہی فیصلہ دے چکے تھے قیساریہ شہر کے باہر نصرانی دنیا کے لشکر کو سلطان نے بدترین شکست دی تھی۔

سلطان رکن الدین اپنے لشکر کیساتھ فاتحانہ انداز میں قیساریہ شہر میں داخل ہوا شہر میں داخل ہوتے ہی سلطان نے شہر کے اندر جو قلعہ تھا اسے مسمار کرنے کا حکم دیا چنانچہ سلطان کے حکم پر قلعے کی بنیادیں تک کھود ڈالی گئیں۔

قیساریہ کی فتح نے اس آہنی جنگی دیوار میں سوراخ ڈال دیا جو صلیبیوں نے ساحل کے ساتھ بے شمار جنگی قلعوں کی صورت میں قائم کر رکھی تھیں یہ قلعے تمام بندرگاہوں میں خشکی کی جانب بنائے گئے تھے دفاعی لحاظ سے ان کا یہ فائدہ تھا کہ دشمن اگر خشکی کی طرف سے محاصرہ کرے تو سمندر کا راستہ بہر صورت کھلا رہتا تھا۔

سمندر ہی کے ذریعے ان صلیبی قلعوں کا رابطہ یورپ سے رہتا تھا اور وہاں سے تازہ دم جنگجوؤں آلات حرب اور اشیائے خوراک وغیرہ بھی پہنچتی رہتی تھی۔

اس کے علاوہ ان بندرگاہوں کے مدخلوں میں پل تعمیر کر دیئے گئے تھے اور چھوٹی چھوٹی چوکیوں کا ایک سلسلہ قائم کر دیا گیا تھا جن کے ذریعے سے تمام ساحلی قلعے اور

بندرگاہیں اس سلسلے میں مضبوط ہوگئی تھیں۔

لبنان اور فلسطین کے ساحل پر ایسے کئی برج آج بھی آثار قدیمہ کی صورت میں موجود ہیں قیساریہ صلیبیوں کے جنگی سلسلے کی سب سے پہلی کڑی تھی جس پر سلطان نے اپنے ایک ہی وار میں توڑ کر قبضہ کر لیا سلطان نے اس قلعے پر حملے کا منصوبہ جس عمدگی سے تیار کیا اس سے سلطان کی غیر معمولی ذہانت اور عسکری تجربے کا بین ثبوت ملتا ہے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ محاصرے کے دوران وہاں کے صلیبیوں کو سلطان نے کسی بھی طرف سے کوئی مدد نہ پہنچنے دی اس طرح قلعے کی تسخیر کے بعد سلطان نے دفاعی استحکامات کو اس انداز سے ملیامیٹ کیا کہ صلیبی طالع آزماؤں کو دوبارہ اس طرف رخ کرنے کی کبھی ہمت نہ پڑی۔

OOOO

بیلفورٹ کا حکمران برالیون ایک روز اپنے سپہ سالار سیگر اور اپنی بیٹی برینس کے ساتھ اپنے قصر کے ایک کمرے میں بیٹھا سلطان رکن الدین اور اس کے لشکریوں کے ہاتھوں نصرانیوں کے متحدہ لشکر کی قیساریہ میں شکست پر تبادلہ خیال کر رہا تھا کہ برالیون کا چوبدار اندر آیا اپنے سر کو زمین کی طرف خوب جھکاتے ہوئے اس نے پہلے برالیون کو تعظیم پیش کی اس کے بعد وہ سیدھا کھڑا ہوا اور برالیون کو مخاطب کیا۔

آقا! اس وقت چار اشخاص آپ سے ملنے کے متمنی ہیں ان چاروں میں سے دو پادری ہیں جن کا تعلق دمشق سے ہے اور ان کے نام نیول اور نابیل ہیں دوسرے دو باطنی ہیں اور شیخ الجبل کے فدائی ہیں ان کے نام قاریون اور برزیل ہیں۔

اپنے چوبدار کی اس گفتگو پر برالیون کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے بغیر کسی توقف کے اپنا فیصلہ سنانا شروع کیا۔

سنو ان چاروں کو باہر روکنے کی ضرورت نہیں ہے نہ ہی باری باری انہیں میرے پاس بھیجنے کی ہی چنداں ضرورت ہے تم ان سب کو ایک ساتھ میرے سامنے پیش کرو میں دیکھتا ہوں وہ کس غرض سے آئے ہیں میرے خیال میں جو فدائی ہیں وہ تو میری التماس پر بھیجے گئے ہوں گے تاکہ میں اپنے بیٹے کے قاتل سے انتقام لے سکوں اور یہ میں جاننا پسند کروں گا کہ دمشق سے آنیوالے پادری مجھے کیا کہنا چاہتے ہیں اب تم ان چاروں کو

میرے سامنے ایک ساتھ پیش کرو اس کے ساتھ ہی وہ چوبدار ایک بار پھر زمین کی طرف خوب جھکا تھا برالیون کو تعظیم پیش کی اس کے بعد وہ قصر کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ چوبدار اس کمرے میں چار اشخاص کو لے کر داخل ہوا اور چاروں کو اس نے برالیون کے سامنے کھڑا کر دیا تھا چاروں نے ایک دوسرے کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھتے ہوئے اپنی گردنوں کو خم کرتے ہوئے برالیون کو تعظیم پیش کی پھر قبل اس کے آنے والے چاروں میں سے کوئی برالیون کو مخاطب کرتا برالیون پہلے ہی بول پڑا۔

تم یہ بتاؤ کہ تم میں سے دمشق سے آنے والے پادری کون ہیں میں پہلے ان دونوں سے گفتگو کرنا پسند کروں گا اس پر ایک شخص بول پڑا۔

بیلفورٹ کے حاکم میرا نام نیول ہے میرے ساتھ یہ میرا ساتھی ہے اس کا نام نابیل ہے ہم دونوں پادری ہیں اورر دمشق سے آئے ہیں۔

میرے پاس آنے کے لئے تمہاری کیا غرض وغائت ہے برالیون نے پادری کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا تھا تفصیل کے ساتھ کہو کیا تم دمشق سے میرے لئے کوئی اہم پیغام لے کر آئے ہو۔

اس پادری نے ایک بار اپنے پادری ساتھی کی طرف بڑے غور سے دیکھا پھر اس کی نگاہیں ایک طرح سے برالیون پر جم کر رہ گئیں تھی۔

بیلفورٹ کے حکمران۔ میں اور میرا ساتھی پادری ہم دونوں آپ پر ایک بہت بڑا انکشاف کرنا چاہتے ہیں پہلے آپ لوگ یہ بتائیں کہ کیا کچھ عرصہ قبل بیلفورٹ میں کوئی لنگڑا راہب داخل ہوا تھا اس پادری کی اس گفتگو پر لمحہ بھر کے لئے برالیون چونکا پھر جواب دینا شروع کیا۔

دمشق سے آنے والے پادری! تمہارے خدشات درست ہیں کچھ عرصہ قبل واقعی دمشق سے ایک لنگڑا راہب یہاں آیا تھا لیکن وہ بے مثل اور بلا کا تیغ زن اور جنگجو تھا کئی ایک بار مختلف جنگجوؤں سے اسی کمرے میں اس کا مقابلہ ہوا پر اس نے لمحوں کے اندر سب کو زیر کر کے رکھ دیا میں سمجھتا ہوں کہ اس جیسا خونخوار بے باک اور جنگجو راہب میں نے آج تک نہیں دیکھا۔

براليون جب خاموش ہوا تو نیول نام کے پادری کی خدشات بھری آواز اس کمرے میں بلند ہوئی۔

میں بیلفورٹ کے حکمران پر یہ انکشاف کروں گا کہ وہ لنگڑا بنا ہوا تھا لنگڑا تھا نہیں نہ وہ راہب تھا نہ پادری بلکہ وہ مصر کے سلطان کن الدین کا سالار اول طرنطائی تھا بس وہ لنگڑے راہب کا بھیس بھرے ہوئے تھا دراصل یہاں سے مسلمانوں کے رسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جو کتابچے لکھ کر دمشق جاتے رہے ہیں وہ دمشق میں پکڑے گئے دمشق کے حکمران نے اس کام میں ملوث لوگوں کو تلاش کرنا چاہا پر وہ ناکام رہا اس سلسلے میں اس نے سلطان رکن الدین سے مدد طلب کی رکن الدین نے اپنے سالار طرنطائی کو بھیجا جس نے تگ و دو کر کے پادریوں کے اس گروہ کو تلاش کر لیا جو دمشق میں ان کے رسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کتابچے تقسیم کرتے تھے طرنطائی حرکت میں آیا دمشق کے اسقف کے علاوہ اس نے اس کے ساتھ کام کرنے والے پادریوں کا بھی خاتمہ کر دیا۔

وہ کتابچے چونکہ یہاں سے لکھ کر بھجوائے جاتے تھے لہذا لنگڑے راہب کے روپ میں طرنطائی نے یہاں کا رخ کیا اور یہاں آکر مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس نے یہاں کے اسقف اور چند پادریوں کے علاوہ آپ کے بیٹے کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

اس پادری کے اس انکشاف پر براليون تھوڑی دیر تک بڑی سوچ و بچار میں غرق رہا پھر اس نے اپنی گردن سیدھی کی اور پادری کو مخاطب کیا۔

میرے بیٹے کے علاوہ بیلفورٹ کے اسقف اور پادریوں کو قتل کرنے والا اگر سلطان رکن الدین کا سالار اول طرنطائی تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنی حماقت اور بے وقوفی پر تاسف کرنا چاہیئے افسوس ہمارے بیٹے کا قاتل ہمارے سامنے تھا اور ہم اس سے انتقام نہ لے سکے اور وہ ہمارے یہاں ہی قیام کر کے ہمارے اسقف اور پادریوں کا کام تمام کرتا رہا اور ہم اس کی کارگزاری پر اپنی خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے رہے۔

ان سارے انکشافات کے بعد خوش رو برینس کی حالت نفرتوں کے الاؤ، خونخوار جذبوں کی صلیب، پرچھائیوں سے لپٹتے خونی ہیولوں اور شاخ طلب پر رقص کرتی انتقامی خواہشوں جیسی ہو گئی تھی لگتا تھا ان انکشافات نے اس کے بدن کی خوشبو میں زہر، سانسوں کے سنگیت میں کرودھ کا دھواں اور نگاہوں میں عذاب کے سمندر بھر دیئے ہوں

اس کی سحر کے ماتھے جیسی پیشانی پر د ھوب پرانے اداس نوحوں، شکستہ روحوں کے خوابوں جیسی کیفیت طاری ہو گئی تھی تھوڑی دیر تک وہ وقت کی تیز منجدھار میں قہر کی تنگی کے منظر، بے کنار صحرا کی وسعت میں ہوسے رنگین صلیب، سرراہ گذر جلتی زیست کی شمع کی طرح چپ اور خاموش رہی اس کے بعد وہ اچانک بولی اور بارود کی طرح پھٹ پڑی۔

اگر وہ لنگڑا راہب حقیقت میں مصر کے سلطان رکن الدین کے لشکروں کا سالار اول ہے اور وہی میرے بھائی کے علاوہ دمشق بیلفورٹ کے اسقفوں کے ساتھ ساتھ دیگر پادریوں کا بھی قاتل ہے تو پھر وہ ہمارے انتقام سے بچ نہیں سکے گا اس کے ہر عنوان ہر عبارت پر خون کی چھاپ لگائیں گے اور اس کی حالت روتے گل، بین کرتی کلیوں جیسی بنا کر رکھیں گے وہ بے شک ایک لاجواب تیغ زن اور بے مثل جنگجو ہی سہی لیکن جب ہم انتقام لینے پر اتریں گے تو اس پر آشوب رتوں کی کہانیوں، ذہن اور دل کا رابطہ منقطع کر دینے والے درد کی وادیوں کی طرح نزول کریں گے اور اسے اپنے سامنے زنگ آلود وعدوں اور ادھوری خواہشوں پر موت سے بغلگیر ہوتا زیست کا آخری لمحہ بنا کر رکھیں گے۔

برینس جب خاموش ہوئی تو اسکے باپ براليون نے توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا دیکھ میری بیٹی ہم یقیناً تیرے الفاظ کو عملی جامہ پہنا کر ثابت کریں گے کہ ہم دشمنوں سے انتقام لینے کی ہمت رکھتے ہیں براليون ابھی اپنی بات مکمل نہ کرنے پایا تھا کہ بیچ میں برینس پھر بول پڑی۔

اے میرے باپ۔ میں اس طرنطائی سے دوہرا انتقام لوں گی ایک تو یہ کہ وہ میرے بھائی کا قاتل ہے دوسرے اس نے مجھے فریب میں رکھ کر مجھے اپنی محبت اور چاہت میں مبتلا کیا اس طرح مجھے بھی اس نے بیوقوف اور احمق بنایا میں اس کی ان دونوں حرکتوں کا اس سے انتقام خوب لوں گی اے میرے باپ میں آج سے ہی اپنے چند وفاداروں کا گروہ ترتیب دینا شروع کروں گی اس کے بعد میں خود نکلوں گی اور اس طرنطائی سے اپنے بھائی کا انتقام لوں گی۔

برینس جب خاموش ہوئی تو ان دو پادریوں میں سے جس کا نام نابیل تھا بول پڑا۔

بیلفورٹ کے حکمران! ہم دمشق سے پہلے انطاکیہ گئے وہاں ہم انطاکیہ کے

حکمران بوہیمان کی بھی خدمت میں حاضر ہوئے اس لئے کہ دمشق سے جب ہم روانہ ہوئے تو ہم چار پادری تھے ہم چاروں نے انطاکیہ میں وہاں کے حکمران بوہیمان کے محل میں قیام کیا ہمارے دوسرے ساتھی روم کی طرف راونہ ہوگئے ہیں اور وہاں وہ پاپائے اعظم کلیمنٹ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے التجا کریں گے کہ یورپ کی طاقتوں کو مصر کے سلطان رکن الدین کے خلاف نہ ختم ہونے والی جنگ کے لئے ابھارے اور اگر ہم نے مصر کے سلطان رکن الدین کے خلاف صلیبی جنگوں کی ابتدا کرنے میں تاخیر کی تو خدشہ ہے کہ مصر کا سلطان جنوب سے لے کر شمال تک جس میں انطاکیہ بھی شامل ہے ساری عیسائی ریاستوں کو روندتا ہوا نکل جائے گا اور اس سارے علاقے کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے رہے گا اگر ایسا ہوا تو پھر نصرانیت کی یہ انتہا درجہ کی بد قسمتی ہوگی ہمارے دو ساتھی یہی پیغام لے کر پاپائے اعظم کلیمنٹ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اس سے گذارش کریں گے کہ وہ یورپ کے حکمرانوں خصوصیت کے ساتھ انگلستان اور فرانس کی مملکتوں پر زور ڈالیں کہ وہ سلطان رکن الدین کے خلاف صلیبی جنگوں کا اعلان کر دیں۔

برالیون فوراً بیچ میں بول پڑا۔

محترم نابیل۔ اگر ایسا ہوا تو میں سمجھتا ہوں پھر حالات ضرور پلٹا کھائیں گے اگر انگلستان اور فرانس کی سلطنتیں اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ مصر یا ارض فلسطین کا رخ کریں اور مصر کے سلطان رکن الدین کے خلاف صف آرا ہونے کا تہیہ کریں تو مجھے یقین ہے کہ نہ صرف یہ کہ فلسطین پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا بلکہ مصر بھی اہل یورپ کی گرفت سے بچ نہ سکے گا۔

برالیون کے خاموش ہو جانے پر وہی پادری پھر بول پڑا۔

محترم برالیون۔ انطاکیہ میں قیام کے دوران وہاں کے حکمران بوہیمان کے سامنے ہم نے اس لنگڑے راہب کی پوری تفصیل پیش کی تھی بوہیمان اور اس کا بیٹا یہ جان کر کہ لنگڑا راہب حقیقت میں رکن الدین کے لشکروں کا سالار اول ہے بڑے پریشان اور حیرت زدہ ہوئے تھے اور انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ طرنطائی جس نے لنگڑے راہب کا روپ دھارا تھا یقیناً اسے قتل کیا جانا چاہئے اور یہ کام ہر صورت میں ہونا چاہئے اس کام کی تکمیل کے لئے بوہیمان نے ہمارے ساتھ جبل شیخ کے دو جوانوں کو بھیجا ہے جنہوں

نے ان دنوں بوہیمان ہی کے یہاں کسی اہم کام کے سلسلے میں قیام کر رکھا تھا اور یہ دو جوان ہمارے ساتھ ہیں یہ جو میرے قریب کھڑا ہے اس کا نام کاریون دوسرے کا نام برذیل ہے انہوں نے یقین دلایا ہے کہ یہ مصر میں داخل ہو کر ہر صورت میں رکن الدین کے لشکروں کے سالار اول طرنطائی کا خاتمہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

برالیون نے اس بار بڑے غور سے دونوں باطنیوں کاریون اور برذیل کی طرف دیکھا پھر ان دونوں کو مخاطب کیا۔

سنو جبل شیخ کے محترم اور ذی عزت فدائیو۔ اگر تم طرنطائی کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو پھر لوٹ کر میرے پاس آنا میں تمہیں ایسے انعامات سے نوازوں گا جس کی تم امید اور توقع تک نہیں کر سکتے ہو تم کب تک یہاں سے مصر کی طرف روانہ ہونا پسند کرو گے میرے خیال میں تم دونوں کو مصر جانے کی زحمت ہی اٹھانا نہیں پڑے گی طرنطائی ضرور ان دنوں اپنے سلطان رکن الدین کیساتھ جنگوں میں مصروف ہوگا لہذا میدان جنگ میں ہی کسی حیلے کسی بہانے سے مسلمانوں کے پڑاؤ میں داخل ہو کر تم طرنطائی کا خاتمہ کر سکتے ہو برالیون کی اس گفتگو پر کاریون بول پڑا۔

محترم برالیون۔ یقیناً ایسا ہی ہوگا ہم صرف آنے والی رات آپ کے یہاں قیام کریں گے اور کل ہم یہاں سے روانہ ہوں گے اور عنقریب آپ کو یہ خبر ملے گی کہ ہم دونوں نے مل کر طرنطائی کا خاتمہ کر دیا ہے اور اس کا خاتمہ کرنے کے بعد بہت جلد لوٹ کر ہم آپ کے پاس آئیں گے برالیون اس فدائی کی گفتگو پر خوش ہو گیا تھا پھر اس نے بڑی طمانیت میں ان چاروں کو مخاطب کیا اب تم چاروں ہمارے مہمان خانے میں قیام کرو دونوں فدائی تو کل اپنی مہم پر روانہ ہو جائیں گے میرے محترم پادریو تمہارا اس سلسلے میں کیا لائحہ عمل ہوگا جواب میں نیول بول پڑا۔

محترم برالیون۔ ہم ان دونوں فدائیوں کے ساتھ ہی روانہ ہوں گے اور راستے میں کسی سرائے کے اندر قیام کریں گے یہ دونوں طرنطائی کا خاتمہ کرنے کے بعد اسی سرائے میں ہمیں اس کے مرنے کی اطلاع کریں گے اس کے بعد ہم واپس دمشق جائیں گے اور اپنے ساتھیوں کو یہ خوشخبری سنائیں گے کہ طرنطائی جس نے اسقفوں اور پادریوں کا خاتمہ کیا اس کا بھی خاتمہ کر دیا گیا ہے برالیون نے ان کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر اس نے اپنے

چوبدار کو طلب کیا اور ان چاروں کو اس چوبدار کے ساتھ اپنے شاہی مہمان خانے کی طرف بھجوادیا تھا۔

قیساریہ کو فتح کرنے اور اس کا انتظام درست کرنے کے بعد سلطان رکن الدین نے قیساریہ سے نکل کر اچانک جنوب کا رخ کیا اور آناً فاناً وہ نصرانیوں کے قلعہ ارسوف کے سامنے اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا قلعے کا اس نے محاصرہ کر لیا یہ قلعہ جس کا نام ارسوف تھا ہاسپٹلرز صلیبیوں کا ایک انتہائی ناقابل تسخیر اور مضبوط قلعہ تصور کیا جاتا تھا قیساریہ کا انجام دیکھ کر ان لوگوں نے زبردست دفاعی اور جنگی تیاریاں کر رکھی تھیں۔

چنانچہ چالیس دن تک اس قلعے کا محاصرہ جاری رہا اور محاصرین انتہائی پامردی سے سلطان کا مقابلہ کرتے رہے لیکن سلطان کے پےَ درپےَ جان لیوا حملوں کے سامنے آخر وہ آہستہ آہستہ ہمت ہارتے چلے گئے یہاں تک کہ سلطان رکن الدین کی افواج ان کے دفاعی استحکامات کو روندگی ہوئی ارسوف کے قلعے کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔

سلطان کے لشکریوں کا قلعے کی فصیل پر چڑھنا ایک طوفان اور انقلاب برپا کر گیا تھا قلعے کے اوپر جس قدر محافظ تھے سلطان کے لشکریوں نے انہیں تہہ تیغ کر دیا اور قلعے کا ایک دروازہ کھول دیا پھر اس دروازے سے سلطان اپنے پورے لشکر کے ساتھ سیلاب کی صورت میں داخل ہوا اور قلعے کے اندر جس نے بھی تلوار اٹھا کر مسلمانوں سے جنگ کرنے کی کوشش کی اسے قتل کر دیا گیا اس قلعہ کا بھی وہی حشر ہوا جو قیساریہ کا ہو چکا تھا سلطان نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی اور اس کی مضبوط فصیل اور بلند و بالا برج مٹا کر خواب و خیال بنا کر رکھ دیئے تھے۔

ارسوف کی فتح کے بعد سلطان نے برق رفتاری سے صفد کے قلعے کا رخ کیا اور اپنے لشکر کے ساتھ صفد نام کے اس قلعے کو سلطان نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا یہ قلعہ نہایت بلند اور مضبوط تھا اور مضبوط فصیل سے گھرا ہوا تھا اس میں عام عیسائیوں کے علاوہ ہیکلی جنگجوؤں کی ایک کثیر تعداد بھی موجود تھی ان سب نے متحد ہو کر کئی دن تک سلطان رکن الدین کے لشکر کا مقابلہ کیا تھا بالآخر سلطان اور اس کے لشکریوں کے تابڑتوڑ حملوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

سلطان نے قلعے میں داخل ہو کر عام شہریوں کو تو امان دے دی لیکن جن جنگجوؤں نے سلطان اور اس کے لشکریوں کے سامنے ہتھیار اٹھائے تھے انہیں قتل کر دیا گیا اس جنگ میں لگ بھگ دو ہزار کے قریب ہیکلی جنگجو گرفتار ہوئے اور انہیں سلطان کے سامنے پیش کیا گیا لیکن چونکہ یہ لوگ ماضی میں مسلمانوں پر انتہا درجہ کے مظالم ڈھاتے رہے تھے اور وہ مسلمان جو صفد کے نواحی علاقے میں پرامن طور پر زندگی گزار رہے تھے یہ ان بے گناہ مسلمانوں پر بھی حملہ آور ہوتے انہیں لوٹتے ان کا قتل عام کرتے اور طرح طرح سے اذیتیں پہنچاتے تھے لہذا یہ لوگ سلطان کی نگاہوں میں ناقابل معافی تھے اسی بناء پر سلطان نے ان کے قتل کا حکم دے دیا تھا یوں ارسوف کی طرح صفد پر بھی سلطان نے قبضہ کر لیا تھا اس قلعے پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان نے اس کی فصیل پر ایک کتبہ نصب کرایا یہ کتبہ آج بھی ویسا کا ویسا موجود ہے اور اس کتبہ پر جلی حروف میں لکھا ہوا ہے۔

"سکندر زماں عمادالدین"

صفد کو فتح کرنے کے بعد سلطان رکن الدین نے دریائے اردن پر ایک عظیم الشان پل تعمیر کرایا اور اس پر بھی اپنا کتبہ نصب کرایا یہ پل اب تک موجود ہے اور جسر الدامیہ کے نام سے مشہور ہے یہ پل اب خشکی پر قائم ہے کیونکہ دریائے اردن نے بعد میں اپنا رخ بدل لیا اور کئی میل دور جا کر بہنے لگا تھا۔

جب سلطان نے صفد کو فتح کر لیا تو نصرانی اپنی قوت کو یافا شہر کے اندر اور باہر مجتمع کرنے لگے تھے اور یافا کو انہوں نے اپنی جنگی تیاریوں اور جنگی قوت کا ایک طرح سے مرکز بنا لیا تھا سلطان کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے سلطان نے یافا کا رخ کیا یہ شہر پہلے ہی صلیبیوں کا مرکز تھا لیکن بعد کی جنگی تیاریوں نے اسے

ایک طرح سے صلیبی جنگوں کا سب سے بڑا مرکز بنا کر رکھ دیا تھا سلطان جب یافا پر حملہ آور ہوا تو متحدہ صلیبی لشکر نے شہر سے باہر نکل کر مقابلہ لگ بھگ بارہ گھنٹے تک یافا شہر سے باہر صلیبیوں اور سلطان کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی جس میں سلطان نے صلیبیوں کو بدترین شکست دی اور شہر کو فتح کر کے قلعے کی فصیل پر سلطان نے اپنا پرچم لہرا دیا تھا یہی یافا شہر اب تل ابیب کے نام سے اسرائیلی ریاست کا دارالحکومت ہے۔

یافا کو فتح کرنے کے بعد سلطان رکن الدین نے دریائے لیطانی کے کنارے ناقابل تسخیر سمجھے جانے والے برالیون کے قلعے بیلفورٹ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اس مقصد کے لئے سلطان نے اپنے لشکر کیساتھ بیلفورٹ کی طرف کوچ کیا اپنی جنگی تیاریوں کو مستحکم کرنے اور اپنے لشکریوں کو سستا کر تازہ دم ہونے کے لئے سلطان نے سوسہ اور بیلفورٹ کے درمیان اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

OOOO

اپنے گھوڑے کو میانہ روی سے ہانکتا ہوا طرنطائی ایک روزہ سوسہ کی سرائے کے صدر دروازے کے پاس آیا اس نے دیکھا نعل گر عمیس بن خزرون ایک گھوڑے کی نعل بندی کر رہا تھا اور اس کی دوکان کے قریب ہی جو چھپر بنا ہوا تھا اس کے اندر قدغان گرم بھٹی پر کام کرتے ہوئے لوہے کے نعل تیار کر رہا تھا عمیس بن خزرون کے پاس جا کر طرنطائی اپنے گھوڑے سے اترا ابن خزرون چونکہ کام میں بری طرح مصروف تھا لہذا ابھی تک اس نے طرنطائی کی طرف نہیں دیکھا تھا گھوڑے سے اترنے کے بعد جب طرنطائی نے اسے سلام کہا تب چونک کر ابن خزرون نے طرنطائی کی طرف دیکھا پھر کام چھوڑ کر وہ بھاگا اور بڑے پرجوش انداز میں اس نے طرنطائی کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔

اتنی دیر تک قدغان بھی چھپر میں سے نکلا تقریباً بھاگتے ہوئے وہ آگے بڑھا، وہ بھی طرنطائی سے بغلگیر ہوا پھر سرگوشی کے انداز میں کہنے لگا ہمارے محسن ہمارے مہربان میں آپ کو سوسہ نام کی اس بستی میں خوش آمدید کہتا ہوں۔

جواب میں طرنطائی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ رک گیا اس لئے کہ سامنے کی طرف سے ایک لڑکی آئی تھی اس نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا اور اپنے ہاتھوں میں اس نے کچھ برتن بھی اٹھا رکھے تھے قریب آکر لڑکی نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹایا طرنطائی اسے پہچان گیا وہ

ارزون تھی قدغان کی بیوی اور ان دونوں کو ابن خزروں نے اپنی اولاد سمجھ کر اپنے ہاں رکھ لیا تھا

قریب آکر اپنے چہرے سے نقاب ہٹانے کے بعد اپنی شیرین آواز میں ارزون نے طرنطائی کو مخاطب کیا۔

میرے محسن ۔ میرے مربی ۔ میں آپ کو سلام پیش کرتی ہوں جس وقت پہلی بار آپ اس بستی میں آئے تھے تو عم خزرون نے آپ کا تعارف ہم دونوں میاں بیوی کو لیوس نام کے غلام کی حیثیت سے کرایا تھا لیکن بعد میں تفصیل کے ساتھ انہوں نے ہمیں بتا دیا کہ آپ مصر کے سلطان رکن الدین کے لشکریوں کے سالار اول طرنطائی ہیں میں آپ کو اپنے یہاں خوش آمدید کہتی ہوں۔

ارزون کی اس گفتگو کا جواب دینے سے قبل طرنطائی چونک سا پڑا اس لئے کہ اس نے دیکھا قدغان تقریباً بھاگتا ہوا اس کے پاس سے ہٹ کر جھونپڑے میں داخل ہو گیا تھا اور پھر وہاں کھڑا ہو کر وہ ارزون کو اپنا چہرہ ڈھانپنے اور چھپر میں داخل ہونے کے لئے اشارہ کرنے لگا تھا۔

یہ اشارہ ملتے ہی ارزون نے فوراً اپنے چہرے پر نقاب ڈال لیا پھر وہ بھی بڑی تیزی سے چھپر کے اندر چلی گئی تھی ان دونوں کی اس حرکت پر جہاں طرنطائی اور پریشان وار فکر مند ہو گیا تھا وہاں عمیس بن خزروں چاروں طرف نگاہ دوڑاتے ہوئے تجسسانہ انداز میں دیکھنے لگا تھا۔

ان دونوں کی اس حالت پر طرنطائی بھی تیزی سے جھونپڑے میں داخل ہوا تھا تاہم عمیس بن خزروں حسب معمول باہر ہی کھڑا رہا تھا جھونپڑے میں داخل ہونے کے بعد طرنطائی تھوڑی دیر تک باری باری قدغان اور ارزون کا جائزہ لیتا رہا پھر اس نے قدغان کو مخاطب کیا۔

قدغان میرے بھائی ۔ تم باہر سے بھاگ کر جھونپڑے میں کیوں آئے اور تم نے ارزون کو بھی کیوں اشارے سے چہرہ ڈھانپنے اور جھونپڑے کے اندر آنے کے لئے کہا جواب میں قدغان نے سہمے سہمے سے انداز میں طرنطائی کی طرف دیکھا طرنطائی نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔

قدغان ۔ فکر مت کر اگر کوئی خطرے کی بات ہے تو بلا تامل مجھ سے کہو میں تمہیں اپنا بھائی اور ارزون کو اپنی بہن بنا چکا ہوں اور تم دونوں کی خوب حفاظت کروں گا تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ۔

امیر طرنطائی کی اس گفتگو سے قدغان کو کسی قدر حوصلہ ہوا وہ جھونپڑے کے دروازے پر آیا اور امیر طرنطائی کو مخاطب کر کے کہنے لگا طرنطائی میرے عظیم بھائی جس وقت میں آپ کے ساتھ کھڑا گفتگو کر رہا تھا تو ذرا فاصلے پر سرائے کے باہر میں نے دو گھڑ سواروں کو دیکھا شاید آپ کی نگاہ ان پر نہیں پڑی آپ کی پیٹھ اس طرف تھی وہ دونوں سیاہ رنگ کے گھوڑوں پر سوار تھے اور وہ دونوں ہی فدائی تھے جبل شیخ کے مسکن میں میں ان دونوں کو دیکھ چکا تھا میرے خیال میں وہ کسی خاص کام پر مقرر کئے گئے ہیں سوسہ نام کی بستی سے وہ شمال کی طرف جا رہے تھے میں سمجھتا ہوں ان کا یوں سوسہ میں منڈلانا میری اور ارزون کی زندگیوں کو خطرے میں ڈال دے گا۔

لمحہ بھر کے لئے امیر طرنطائی نے بڑی شفقت اور محبت میں باری باری قدغان اور ارزون کی طرف دیکھا۔ پھر اس کی آواز بلند ہوئی۔

میرے عزیزو۔ تم دونوں فکر مند مت ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ان فدائیوں کی ہر ادھوری خواہش پر میں خوشی کا کوئی بھی بھولا بھٹکا لمحہ نہ رہنے دوں گا میں جانتا ہوں یہ فدائی محبت کی کھیتی کو نذر آتش کرنے والے، الفت کی پاکیزہ کلیوں کو پامال اور معصوم دھرتی کے افکار کی ہر رگ کو کاٹنے والے لوگ ہیں پر تم دیکھنا تم دونوں کی حفاظت کے لئے میں ان احسان ناشناس، نظر فریب روایات رکھنے والوں پر جاں فگار لمحوں، سنگین ساعتوں، گہرے اندھیرے کی ویران شب کی طرح نزول کروں گا ان کی ہر تمنا کو لہو لہو کرتے ہوئے میں ان کی قربتوں اور مسرتوں کے جھونکوں میں شور سلاسل اور خوابوں کے سبز موسم میں تابوت شب جیسے پچھتاوے بھرتا چلا جاؤں گا۔

اس کے بعد اس جھونپڑے سے نکل کر طرنطائی اپنے گھوڑے کی طرف بھاگا۔

تم سب یہیں رک کر میرا انتظار کرو اگر وہ دونوں سیاہ رنگ کے گھوڑوں پر سوار ہیں تو میں انہیں پہچان لونگا اور انہیں جا لوں گا اور بچ کر بھاگنے نہیں دوں گا امیر طرنطائی کے اس اقدام پر قدغان فکر مند ہو کر بول پڑا۔

نہیں طرنطائی میرے بھائی میں آپ کو تنہا اور اکیلا نہیں جانے دوں گا میں ان کے طریقہ واردات سے خوب واقف اور آگاہ ہوں وہ زہر بھرے ہتھیار استعمال کرنے میں مہارت رکھتے ہیں ۔اور ان کے پاس اس زہر کا تریاق بھی ہے میں آپ کے ساتھ جاؤں گا اس موقع پر ارزون بھی بول پڑی پھر میں بھی یہاں نہیں رہوں گی میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی اس کے ساتھ ہی دونوں میاں بیوی جھونپڑے سے نکل کر بھاگے اور نعل بندی کے لئے جو گھوڑے وہاں کھڑے ہوئے تھے ان پر سوار ہو کر وہ طرنطائی کے پیچھے ہو لئے تھے عمیس بن خرزون یہ سارا معاملہ بڑی فکر مندی سے دیکھ رہا تھا ان تینوں کے جانے کے بعد اس نے بھی کچھ سوچا تھوڑی دیر پہلے جس گھوڑے کی وہ نعل بندی کر رہا تھا اس پر وہ سوار ہوا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر ان کے پیچھے پیچھے سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

شہر کی حدود سے نکلتے ہوئے اچانک قدغان چلا اٹھا اور اپنے سامنے اشارہ کیا طرنطائی میرے بھائی وہ سامنے دیکھو جو سیاہ رنگ کے گھوڑوں پر سوار دو جوان جا رہے ہیں وہی فدائی ہیں اور وہ کسی خاص مقصد کے تحت ان علاقوں میں گشت کر رہے ہیں ان کے اس طرف آنے کے میں سمجھتا ہوں دو ہی مقصد ہو سکتے ہیں اول یہ کہ وہ میرے اور ارزون کے تعاقب میں ہیں یا وہ خود آپ کی تاک میں ہیں اور وہ آپ کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں امیر طرنطائی نے قدغان کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے اس نے اس کی رفتار تیز کر دی تھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے قدغان اور ارزون بھی اپنے گھوڑوں کو تیزی سے بھگانے لگے تھے تھوڑا اس آگے جا کر کوہستانی سلسلہ شروع ہو جاتا تھا اور اب وہ دونوں فدائی کوہستانی سلسلے میں داخل ہو چکے تھے۔

ان دونوں فدائین کا تعاقب کرتے ہوئے کوہستانی سلسلے میں امیر طرنطائی جونہی ایک موڑ مڑا سامنے کی طرف سے سیاہ رنگ کے گھوڑوں پر سوار دونوں فدائی حلقہ بسمل میں خروش طوفاں ، نظام فرسودہ میں ہوس کی آگ کی طرح نمودار ہوئے اور پھر وہ ماضی کی یادوں کی شوریدہ بختی کی طرح ایک ساتھ امیر طرنطائی پر ٹوٹ پڑے تھے

کوہستانی سلسلے میں امیر طرنطائی پہلے ہی احتیاط سے کام لے رہا تھا اس کے بائیں ہاتھ کی گرفت اس کی ڈھال پر تھی جبکہ برہنہ تلوار اس کے دائیں ہاتھ میں تھی جونہی وہ دونوں فدائی حملہ آور ہوئے امیر طرنطائی نے ایک کی تلوار کو اپنی ڈھال پر لیا اور دوسرے

کے حملے کو اس نے اپنی تلوار پر روک لیا تھا دونوں فدائی یہ توقع لئے بیٹھے ہوئے تھے کہ شاید وہ اپنے پہلے ہی حملے میں امیر طرنطائی کا کام تمام کر دیں گے لیکن ان کی امیدوں سے کہیں زیادہ امیر طرنطائی ان کے لئے کڑیل اور زور آور ثابت ہوا تھا اور پھر تیز حملوں سے امیر طرنطائی نے ان دونوں کو پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا تھا۔

ان دونوں کو پیچھے ہٹاتے ہوئے امیر طرنطائی نے اچانک ایک کا وار اپنی ڈھال پر روکا اور دوسرے پر ایسے انداز میں اپنی تلوار برسائی کہ وہ اپنا دفاع نہ کر سکا اور امیر طرنطائی کی تلوار اسے کاٹتی چلی گئی تھی پہلا اتنی دیر تک امیر طرنطائی پر حملہ آور ہو چکا تھا قریب تھا کہ وہ اپنی تلوار کے خطرناک وار سے امیر طرنطائی کو نقصان پہنچاتا کہ پشت کی جانب سے ہواؤں کو چیرتا اور سنسناتا ہوا ایک تیر آیا اور اس فدائی کے شانے میں پیوست ہو گیا تھا اس تیر کے لگنے اور درد کی شدت سے وہ فدائی امیر طرنطائی پر وار کرنا بھول گیا پر وہ تھا بڑا سخت جان ایک جھٹکے سے اس نے وہ تیر نکال کر پھینک دیا اور اپنی پیٹی سے تاک کر خنجر امیر طرنطائی کو مارا خنجر نشانے پر نہ لگا اور امیر طرنطائی کی ران کو چیرتا ہوا نکل گیا تھا اتنی دیر تک ایک اور تیر پشت کی جانب سے سنسناتا ہوا آیا اور اس کے دوسرے شانے کو بھی زخمی کرتا ہوا چلا گیا تھا وہ فدائی دوسرا تیر لگنے سے اپنا توازن کھو بیٹھا اور گھوڑے سے نیچے گر گیا تھا۔

اتنی دیر تک قدغان فوراً حرکت میں آیا اپنے گھوڑے سے وہ کود پڑا ارزون بھی اپنے گھوڑے سے اتر گئی تھی پھر دونوں ایک دوسرے کو مخصوص اشارہ کرتے ہوئے امیر طرنطائی کی طرف بھاگے امیر طرنطائی کے گھوڑے کی خرجین سے ایک کپڑا جلدی جلدی قدغان نے نکالا اور کپڑے سے قدغان نے امیر طرنطائی کی ران کو اس جگہ سے اوپر کس کر باندھ دیا تھا جہاں اس فدائی نے خنجر مارا تھا پھر قدغان نے امیر طرنطائی کی طرف دیکھا۔

امیر یہ فدائی زہر آلود خنجر اور تلواریں استعمال کرتے ہیں میں نے آپ کی ران کپڑے سے کس کر باندھ دی ہے اگر یہ خنجر زہریلا ہے تو پھر اس کا زہر آپ کے جسم میں نہیں پھیل پائے گا اتنی دیر تک عمیس بن خرزون بھی وہاں پہنچ چکا تھا وہ بھی گھوڑے سے اتر کر بڑی فکر مندی سے امیر طرنطائی کی ران کے زخم کو دیکھنے لگا تھا اس موقع پر امیر طرنطائی بولا۔

قدغان میرے بھائی تم میری یہ تلوار لو آگے بڑھو اور یہ جو فدائی اپنے گھوڑے

سے گرا ہوا ہے اس کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر کس کر باندھ دو اگر یہ مزاحمت کرے تو اسے جان سے مت مارنا ایک ٹانگ کاٹ دینا میں اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں یہ گفتگو اس فدائی نے بھی سن لی تھی امیر طرنطائی کی تلوار لے کر قدغان آگے بڑھا اس فدائی کے پاس جا کھڑا ہوا پہلے اسے غیر مسلح کیا پھر اس کے گھوڑے کی زین سے ہی ایک رسی نکال کر اس کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر کس کر باندھ دیئے تھے دوبارہ قدغان طرنطائی کے پاس آن کھڑا ہوا اس موقع پر طرنطائی کے چہرے پر مسکراہٹ تھی پھر اس کی آواز ایک بار پھر سنائی دی ۔

قدغان اور ارزون میرے دونوں بہن بھائیو ۔ میرے گھوڑے کی بائیں جانب کی خرجین سے مرہم نکالو ۔ میرے زخم پر لگا دو ۔ مجھے امید ہے کہ وہ مرہم خنجر کے زہر کو زائل کر دیگا قدغان اور ارزون دونوں میاں بیوی حرکت میں آئے طرنطائی کے گھوڑے کی خرجین سے انہوں نے مرہم نکالا اور زخم پر لگا کر اس پر کس کر پٹی باندھ دی تھی ۔

اچانک طرنطائی ، قدغان ، ارزون اور تمیس بن خزرون چونک سے پڑے ۔ انہوں نے دیکھا کہ قریبی چٹان کے پیچھے سے ایک لڑکی اٹھی اور دوسری چٹان کی طرف بھاگی وہ اپنے چہرے کو ڈھانپے ہوئی تھی اور بھاگنے کے انداز سے امیر طرنطائی نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ لڑکی ہے دوسری چٹان کے قریب جا کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی اور اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتی ہوئی وہ مخالف سمت چلی گئی تھی امیر طرنطائی کچھ سوچتا رہا پھر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا ۔

یہ لڑکی کون ہو سکتی ہے اور کیوں اس نے میری جان بچائی اس نے صرف میری خاطر اس فدائی پر دو تیر چلائے اور اس کی پیٹھ پر تیر پیوست کرتے ہوئے ایک طرح سے اسے میرے سامنے بے بس کیا کاش یہ رکتی میرے سامنے آتی میں اسے دیکھتا وہ کون ہے اور اس کا شکریہ ہی ادا کرتا اتنی دیر تک وہ لڑکی اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئی اس کی نگاہوں سے روپوش ہو گئی تھی طرنطائی پھر قدغان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا ۔

قدغان میرے بھائی ۔ اس فدائی کو گھوڑے کی پیٹھ پر رکھو اور خود اس کے پیچھے بیٹھ جاؤ آؤ اب لشکر کی طرف چلتے ہیں اس لئے کہ میرے لشکر کا پڑاؤ یہاں سے نزدیک ہی ہے سب نے امیر طرنطائی کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر سب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور لشکر کے

پڑاؤ کی طرف چل دیئے تھے ۔

OOOO

جونہی طرنطائی اپنے پڑاؤ میں داخل ہوا اس کے زخمی ہونے کی اطلاع جنگل کی آگ کی طرح پورے لشکر میں پھیل گئی تھی اپنے گھوڑے کو آہستہ آہستہ ہانکتا ہوا طرنطائی اپنے خیمے کی طرف بڑھ رہا تھا اور لشکریوں کا ایک جھمگھٹا تھا جو اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا تھا لشکر گاہ کے وسط میں جہاں سلطان کا خیمہ نصب کیا جاتا تھا اس خیمے کے ایک طرف امیر سیف الدین کا اور دوسری جانب طرنطائی کا خیمہ نصب ہوا کرتا تھا جونہی طرنطائی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے خیمے کے قریب گیا دنگ رہ گیا اس نے دیکھا اس کے خیمے کے باہر سلطان رکن الدین کے علاوہ امیر سیف الدین حسام الدین اور مصر کے رئیس الاطباء ابن نفیس کھڑے تھے ۔

ابن نفیس اپنے دور کے بے مثال طبیب تھے پورا نام علاؤالدین علی ابی الحزم تھا اور ابن نفیس کے نام سے مشہور تھے یہ ساتویں صدی ہجری کے یکتائے زمانہ طبیب اور فقہ کے علاوہ صرف و نحو اور منطق کے ایک جید عالم تھے چھ سو سات ہجری کے لگ بھگ دمشق میں پیدا ہوئے اور وہاں کے البیمار النوری میں طب کی تعلیم حاصل کی ۔

اس کے علاوہ انہوں نے دوسرے علوم متداولہ میں بھی مہارت حاصل کی کچھ عرصے بعد وہ قاہرہ چلے گئے وہاں وہ ایک طرف ایک شفاخانہ میں طب پڑھاتے تھے اور دوسری طرف مدرسہ مسروریہ میں فقہ کا درس دیا کرتے تھے پھر آہستہ آہستہ ابن نفیس کی اس کے کام اس کی مہارت کی وجہ سے ایسی شہرت ہوئی کہ سلطان رکن الدین نے انہیں رئیس الاطباء کا عہد عطا کیا ابن نفیس نے چھ سو ستاسی ہجری میں وفات پائی انہوں نے گراں قدر تصنیفی ذخیرہ اپنی یادگار میں چھوڑا ان میں سب سے اہم کتاب ابن سینا کی کتاب قانون کی شرح تھی اس کتاب نے مشرق اور مغرب میں بڑی شہرت پائی اور صدیوں تک اس کی شرحیں اور شرحوں کی شرحیں لکھی جاتی رہیں اس کتاب کے علاوہ ابن نفیس کی پانچ اور بھی بڑی نایاب کتابیں تھیں ۔

ابن نفیس طب اور دوسرے علوم کے ایسے ماہر اور ایسے جید عالم تھے کہ کہا جاتا ہے کہ ابن نفیس کی بیشتر تصانیف طبع زاد تھیں اور ان کی تیاری میں انہوں نے

دوسری کتابوں سے کوئی مدد نہ لی تھی اپنی وفات سے پہلے انہوں نے اپنا مکان اور عظیم الشان کتب خانہ قاہرہ کے شفاخانہ المنصوریہ کے نام وصیت کر دیا تھا۔

اپنے خیمے کے قریب آکر طرنطائی نے جب اپنے گھوڑے کو روکا تو سیف الدین اور حسام الدین نے آگے بڑھ کر اور سہارا دے کر طرنطائی کو نیچے اتارنا چاہا پر اتنی دیر تک کئی جوان بھاگتے ہوئے آگے بڑھے اور طرنطائی کو سہارا دینا چاہا اس موقع پر طرنطائی مسکرایا اور کہنے لگا۔ میرے ساتھیو میرے عزیزو۔ فکر مندمت ہو میں اتنا بھی زخمی نہیں ہوا کہ اپنے گھوڑے سے اتر بھی نہ سکوں اس کے باوجود جوانوں نے زبردستی طرنطائی کو سہارا دے کر نیچے اتار اس موقع پر سلطان رکن الدین، امیر سیف الدین، طبیب ابن نفیس اور حسام الدین آگے بڑھے انہوں نے دیکھا طرنطائی کی جس ٹانگ پر زہر میں بجھا ہوا خنجر مارا گیا تھا وہ ٹانگ کافی سوج گئی تھی یہ صورتحال دیکھتے ہوئے وہ چاروں ایکطرح سے پریشان ہو گئے تھے اس موقع پر ابن نفیس کڑکتی ہوئی آواز میں بول پڑا۔

امیر طرنطائی کی راہ چھوڑ دو انہیں خیمے میں لے جایا جائے تاکہ میں ان کے زخم کا جائزہ لے سکوں ابن نفیس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی جو لشکریوں کا وہاں جمگھٹا ہو گیا تھا وہ چھٹنے لگے ابن نفیس طرنطائی کو سہارا دیتا ہوا خیمے کی طرف لے جا رہا تھا سلطان رکن الدین، امیر سیف الدین اور حسام الدین اس کے ساتھ ساتھ تھے۔

ان کے پیچھے پیچھے عمیس بن خزرون، قدغان اور ارزون بھی خیمے میں داخل ہوئے تھے ابن نفیس نے طرنطائی کو خیمے میں لٹا دیا عمیس بن خزروں قدغان اور ارزون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طرنطائی نے سب سے پہلے ان کا تعارف کرایا اس موقع پر سلطان رکن الدین نے طرنطائی کی بات کاٹی اور ان تینوں کو مخاطب کیا۔

تم تینوں نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے کہ زخمی طرنطائی کو پڑاؤ میں لے کر آئے ہو سلطان رکن الدین شاید مزید کچھ کہتا پر عمیس بن خزرون فوراً جواب میں بول پڑا۔

سلطان محترم۔ میں سوسہ کا رہنیوالا ہوں یہ قدغان اور ارزون میرا بیٹا اور بیٹی ہے میں امیر طرنطائی کو بھی اپنے بیٹے ہی کی مانند خیال کرتا ہوں اسے لشکر میں پہنچانا کوئی احسان نہیں سلطان محترم۔ یہ میرا فرض تھا جو مجھے ہر صورت میں اس بیٹی اور بیٹے کے ساتھ پورا کرنا تھا۔

عمیس بن خزرون کی اس گفتگو پر سلطان رکن الدین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

ابن خزرون تمہاری گفتگو تمہاری باتیں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ تم ایک ہمدرد، شفیق انسان کے علاوہ اپنے وطن اور ملت کے بہترین جانثاروں میں سے ایک ہو میں تمہاری اس گفتگو تمہارے اس رویئے کو سلام کرتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی سلطان نے ان تینوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا سلطان کا اشارہ پاتے ہوئے سب وہاں بیٹھ گئے سلطان رکن الدین، امیر سیف الدین اور حسام الدین بھی خیمے لیٹے ہوئے طرنطائی کے پہلو میں بیٹھ چکے تھے۔

ابن نفیس نے بڑی تیزی سے طرنطائی کی ٹانگ پر بندھی ہوئی پٹی کھولی اس نے دیکھا ٹانگ کافی سوج چکی تھی ٹانگ کے اوپر والے حصے میں جو کس کر کپڑا باندھا گیا تھا ابن نفیس تھوڑی دیر تک اس کپڑے کا جائزہ لیتا رہا اس لمحہ اس کے چہرے پر خوشگوار اور اطمینان بخش مسکراہٹ بھی نمودار ہوئی تھی پھر اس نے ابن خزرون کو مخاطب کیا۔

ابن خزرون کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ امیر طرنطائی کے زخمی ہونے کے بعد اس کی ٹانگ کے بالائی حصے پر یہ کپڑا کس نے باندھا جواب میں ابن خزرون نے بڑے شفیقانہ سے انداز میں قدغان کی طرف دیکھا تھا۔ قدغان خود ہی بول پڑا۔

طبیب محترم۔ یہ کپڑا کس کر میں نے اس احتیاط کے تحت باندھا تھا کہ امیر پر حملہ آور ہونے والے دونوں ہی فدائین تھے اور پھر فدائین کے ہتھیار میں جانتا ہوں ہر وقت ہولناک اور جان لیوا زہر میں بجھے رہتے ہیں اس موقع پر اچانک طرنطائی بول پڑا اور قدغان کو مخاطب کیا۔

قدغان میرے بھائی۔ جس فدائی کو ہم نے زندہ پکڑا تھا اسے کہاں چھوڑ آئے قدغان فوراً اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا وہ تو میرے گھوڑے پر ہی ہے میں اسے خیمے میں لانا بھول گیا امیر طرنطائی نے فوراً چونک کر کہا اسے فوراً خیمے کے اندر لاؤ میں اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں قدغان بھاگا بھاگا گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اس نے زخمی فدائی کو اپنی پیٹھ پر اٹھا رکھا تھا اس نے اس فدائی کو سلطان رکن الدین کے پاؤں کے قریب زمین پر ڈال دیا تھا۔

سلطان رکن الدین تھوری دیر تک اس فدائی کو بڑی حقارت اور بڑی نفرت

سے دیکھتا رہا اس کے بعد سلطان نے اس کے شانے پر پاؤں کی ایک ٹھوکر ماری تو یہ ہے وہ بد بخت فدائی جس نے میرے بیٹے طرنطائی پر حملہ کیا۔ سلطان کے خاموش ہونے پر امیر سیف الدین بول پڑا۔

طرنطائی میرے بیٹے میں جانتا ہوں تم اس فدائی سے کیا پوچھنا پسند کرو گے تم لیٹے رہو وہیں باتیں میں خود اس سے پوچھتا ہوں جواب میں طرنطائی نے عجیب سے انداز میں سیف الدین کی طرف دیکھا وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ پر سیف الدین پھر بول پڑا۔

طرنطائی میرے بیٹے تم اس فدائی سے یقیناً یہ پوچھنا چاہو گے کہ اسے تم پر حملہ آور ہونے کے لئے کس نے مقرر کیا تھا تم یہ بھی جاننا چاہو گے کہ کن امور کی بنا پر اس فدائی نے تمہیں اپنا ہدف بنانا چاہا امیر سیف الدین کی اس گفتگو پر طرنطائی مسکرایا اور کہنے لگا امیر سیف الدین آپکا کہنا درست ہے سیف الدین پھر بول پڑا۔

اگر میرا کہنا درست ہے تو پھر تم آرام سے لیٹے رہو میں خود ہی اس سے پوچھ لوں گا پہلے تمہارے زخم کی مرہم پٹی ابن نفیس کر لے پھر میں اپنے کام کی ابتدا کرتا ہوں۔

ابن نفیس نے اس موقع پر قدغان کو مخاطب کیا۔

قدچ غان میرے عزیز تم نے امیر طرنطائی کی ٹانگ کے بالائی حصے پر یہ جو کس کے کپڑا باندھا ہے میں سمجھتا ہوں تم نے بڑی احتیاط بڑی مہارت کا ثبوت دیا ہے اس کپڑے کی وجہ سے امیر طرنطائی کے بالائی جسم میں زہر نہیں پھیلا ٹانگ بے شک زہر کی وجہ سے خاصی سوج چکی ہے لیکن مجھے امید ہے کہ یہ چند دن تک ٹھیک ہو جائے گی اور امیر طرنطائی پہلے کی طرح بھاگنے دوڑنے لگیں گے اس کے ساتھ ہی ابن نفیس نے اپنے چرمی تھیلے کے اندر سے نشتر نکالا اس سے کام لیتے ہوئے طرنطائی کے زخم کو چاروں طرف سے کاٹتے ہوئے خوب پھیلایا اس کے بعد دونوں طرف سے اس نے ٹانگ کو خوب دبا دبا کر اپنے ہاتھوں کو زخم کی طرف لاتے ہوئے کافی خون نکالا پھر اس نے نیم گرم پانی سے زخم کو دھویا تھوڑے سے پانی میں سفوف ملا کر زخم کو پھر صاف کر کے خشک کیا اس کے بعد مرہم لگا کر اس نے اپنے پاس سے نئی پٹی باندھ دی تھی جب وہ اپنے کام کو ختم کر چکا تب اس نے طرنطائی کی طرف دیکھا۔

طرنطائی میرے بیٹے خطرے کی کوئی بات نہیں ہے جو مرہم میں نے لگایا ہے وہ

ایسا کارگر ہے کہ اگر یہ زہر تمہارے جسم تک بھی پہنچ جاتا تو یہ مرہم اسے نکال کر باہر پھینک دیتا اور تمہیں کوئی نقصان نہ ہونے دیتا دیکھ میرے بیٹے چند دن تک زیادہ چلنے پھرنے سے پرہیز کرنا مجھے امید ہے کہ چند یوم تک تم ٹھیک ہو جاؤ گے طرنطائی نے مسکرا کر ابن نفیس کی طرف دیکھا اس موقع پر اس نے ابن نفیس کا شکریہ ادا کی عین اسی لمحہ امیر سیف الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور طرنطائی سے پوچھا طرنطائی میرے بیٹے اس فدائی کے ساتھ مجھے اپنے کام کی ابتداء کرنے کی اجازت ہے۔

امیر سیف الدین کے ان الفاظ پر سلطان رکن الدین ہی نہیں حسام الدین طرنطائی اور ابن نفیس بھی مسکرا دیئے تھے پھر خیمے میں طرنطائی کی آواز گونجی امیر سیف الدین آپ مالک ہیں جیسا چاہیں آپ اب اس فدائی سے سلوک کریں۔

اپنی جگہ سے اٹھ کر امیر سیف الدین اس فدائی کے قریب آ کے بیٹھا پھر دھیمی سی آواز میں اسے مخاطب کیا دیکھ میں. تجھ پر سختی نہیں کرتا تو مجھے اس کی ابتداء کرنے سے پہلے ہی بتا دے کہ طرنطائی پر حملہ آور ہونے کے لئے تمہیں کس نے ترغیب دی اور اس کے پیچھے کیا مقاصد پنہاں تھے اس فدائی نے طنزیہ سے انداز میں امیر سیف الدین کی طرف دیکھا پھر اس نے کرودھ بھری آواز میں کہا میں نہیں جانتا تم کون ہو مجھ سے یہ امید نہ رکھنا کہ جو باتیں تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو ان کا جواب. تم مجھ سے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے

اس فدائی کے ایسے جواب پر امیر سیف الدین کی حالت قحط کے بھوکے ریلے، وقت کے الاؤ میں پگھلتے سیسے، خواہشوں کے زندان میں سلگتے خوابوں اور کھولتے سمندر کے ابلتے طوفان کی مانند ہو گئی تھی اس کی آنکھوں کے اندر ان گنت آوازوں کی شدت جیسی کیفیت طاری ہو گئی تھی پھر کھولتے ہوئے لہجے میں امیر سیف الدین نے اپنی گفتگو کی ابتداء کی۔

دیکھ بلی کا گوشت کھانے والے میرا نام سیف الدین ہے کسی دھوکے کسی فریب میں مت رہنا ہم وہ لوگ ہیں جو جگنو کو شعلہ مجلس خوباں کو کوچۂ قاتل پیار کے مرہم کو رستے زخم، روشنی کے شہر کو ظلمتوں کی لہر میں تبدیل کرنے کا ہنر و فن جانتے ہیں۔

سن! بد ترین اور غلیظ انسان جہاں ہم اپنوں کے لئے صداؤں میں ڈھلتا گیت

نفس نفس میں بستی خوشبواور روح کے دریچوں میں مدھ بھرے ترنم پھیلانے والا فکر و احساس کا ارتقاء ہیں وہاں ہم اپنے مخالفوں کے لئے موت کی وادیوں میں زیست کے علائم کا سفاک اندھیرا اور گھمبیر اندھیرے میں سلگتا رینگتا جہنم ہیں تیری کیا مجال کہ جو میں پوچھوں تو اس کا جواب دینے سے گریز کرے اس فدائی نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دینا شروع کیا۔

سیف الدین پھر تو اپنا ہر حربہ اپنا ہر حیلہ آزما دیکھ ہم لوگ بھی زندان اور مقتل سجانے والے اہل ہنر اہل خرد ہیں ہم لوگ سود و زیاں سے بیگانہ ہو کر محشر برپا کر دینیوالے کارکن ہیں ہم انتقام کے لئے جاگتے درندے اور پستیاں ابھارنے والے طلسم بن کے رہ جاتے ہیں جواب میں امیر سیف الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا گر یہ بات ہے تو پھر انتظار کر اور دیکھ کیسے میں تیرے نفرت کے بارود کو راکھ میں تیری ہٹ دھرمی تیرے ارادوں کو اسیر قفس میں تبدیل کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی امیر سیف الدین بڑی تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد امیر سیف الدین دوبارہ خیمے میں آیا اس کے ساتھ دو جوان بھی تھے جن کے ہاتھ میں لوہے کے سوئے جن میں رسیاں لگی ہوئی تھی امیر سیف الدین پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور ایک بار پھر اس نے فدائی کو مخاطب کیا۔

انسانیت کے دشمن قبل اس کے میں اپنے کام کی ابتداء کروں تیرے لئے ایک موقع ہے تو بغیر اذیت کے جو کچھ میں پوچھنا چاہتا ہوں بتا دے ورنہ میں تجھے ایسے کرب میں مبتلا کروں گا کہ تو آپ سے آپ بولنا شروع ہو جائے گا اس فدائی نے امیر سیف الدین کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا دیکھ سیف الدین مجھ سے ایسی کسی بات کی توقع نہ رکھنا میں مر سکتا ہوں مگر تمہارے سوالوں کا جواب نہیں دے سکتا اس فدائی کے اس جواب پر امیر سیف الدین نے اپنے ساتھ آنے والے دونوں جوانوں کو مخصوص اشارہ کیا جس پر وہ دونوں حرکت میں آئے۔

وہ اس جگہ بیٹھ گئے جس جگہ فدائی کے پاؤں تھے پنڈلی کی پشت اور ایڑی کے اوپر جو ٹھا ہوتا ہے اس کے اندر انہوں نے سوئے ڈالے جن میں رسیاں پروئی تھیں جس وقت وہ کام کر رہے تھے اس وقت درد کی شدت سے فدائی بلبلا اٹھا پھر وہ امیر سیف الدین کی

طرف دیکھتے ہوئے منت کرنے کے انداز میں کہنے لگا امیر سیف الدین پوچھو تم کیا پوچھتے ہو میں تمہارے ہر سوال کا جواب سچائی پر مبنی دوں گا۔

اس فدائی کے اس جواب پر جہاں سلطان رکن الدین، حسام الدین طرنطائی اور دیگر لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی وہاں امیر سیف الدین کے چہرے پر ہر شئے کو نگل جانے والا تبسم تھا پھر اس نے کھولتے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

فدائی! وہ لمحہ اب گزر چکا ہے جو تیرے لئے پر امن تھا اور تجھے جواب دینا چاہیے تھا اب جس کام کی میں نے ابتداء کی ہے اس کی تکمیل ہونے دو اس کے بعد تم دیکھنا تو آپ سے آپ بولے گا اور تڑاخ تڑاخ میرے سوالوں کا جواب دیتا چلا جائے گا۔

دیکھتے ہی دیکھتے ایڑی کے اوپر والے پٹھوں کے پیچھے ان دونوں لشکریوں نے رسیاں ڈال دی تھیں پھر امیر سیف الدین کا دوسرا اشارہ پانے کے بعد ان رسیوں کو کھینچتے ہوئے ان دونوں جوانوں نے فدائی کو اس طرح اوپر اٹھایا کہ اس کی ٹانگیں اوپر سر نیچے ہو گیا تھا پھر اس کو مزید اوپر اٹھاتے ہوئے انہوں نے رسیوں کو خیمے کے اوپر درمیان میں پڑی ہوئی لکڑی سے باندھ دیا تھا اب اس فدائی کے پاؤں خیمے کی بیچ والی لکڑی سے ٹکرا رہے تھے اور اس کا سر زمین سے اٹھا ہوا تھا اور وہ پوری طرح فضا میں لٹک رہا تھا وہ بار بار امیر سیف الدین سے منت کر رہا تھا کہ اسے نیچے اتارا جائے اور وہ ہر سوال کا جواب دینے کو تیار ہے امیر سیف الدین نے ہولناک آواز میں بولنا شروع کیا۔

فدائی میرا پہلا سوال یہ ہے کہ تمہیں کس نے طرنطائی پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی تھی فدائی فوراً بول پڑا۔

امیر سیف الدین مجھے بیلفورٹ کے حکمران برالیون نے امیر طرنطائی کو قتل کرنے کی ترغیب دی تھی میرے ساتھ میرا ایک ساتھی بھی تھا جو امیر طرنطائی کے ہاتھوں مارا گیا امیر سیف الدین نے دوسرا سوال کیا۔

بیلفورٹ کے حکمران نے تمہیں ایسی ترغیب کیوں دی فدائی پھر بول پڑا۔

امیر سیف الدین شاید آپ جانتے ہوں گے کہ امیر طرنطائی نے ایک لنگڑے راہب کے بھیس میں دمشق سے بیلفورٹ تک سفر کیا دمشق میں اس نے کچھ پادریوں کے علاوہ دمشق کے بشپ کا کام تمام کیا پھر بیلفورٹ میں آکر بھی اس نے وہاں ہی کے بشپ اور

چند پادریوں کو موت کے گھاٹ نہیں اتارا بلکہ اس نے بیلفورٹ کے حکمران برالیون کے بیٹے کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا بس اسی بنا۔ پر برالیون نے مجھے ترغیب دی کہ میں امیر طرنطائی کا کام تمام کر دوں اس لئے کہ آجکل ہمارے حاکم اور بحیرہ روم کے ساحلی نصرانی حکمرانوں کے درمیان مصر کے سلطان رکن الدین کے خلاف تعاون کی فضا ہے۔

اس فدائی کے جواب میں امیر طرنطائی کے چہرے پر پر سکون مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا اس کے بعد دوبارہ اس نے پوچھا۔

امیر طرنطائی سے انتقام لینے کے لئے کیا بیلفورٹ کے حکمران برالیون نے کوئی اور کاروائی بھی کی ہے فدائی فوراً بول پڑا۔

ہمارے علاوہ امیر سیف الدین! خود برالیون کی بیٹی برینس بھی حرکت میں آچکی ہے اس نے اپنے کچھ مسلح جوانوں کو اپنے ساتھ لیا ہے اور وہ کسی بھی وقت مناسب موقع جانتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ امیر طرنطائی پر حملہ آور ہو گی اور اس کا کام تمام کرتے ہوئے اس سے اس کے ہاتھوں مرنے والے اپنے بھائی کا انتقام لے گی مزید یہ کہ عیسائی دنیا نے کچھ پادری پاپائے اعظم کلیمنٹ کی طرف روانہ کئے ہیں تاکہ یورپی حکمرانوں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ یورپ سے اپنے لشکر ارض فلسطین کی طرف روانہ کریں تاکہ سلطان رکن الدین پر مناسب ضرب لگائی جاسکے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ فدائی جب خاموش ہوا تو امیر سیف الدین نے امیر طرنطائی کی طرف دیکھا۔

طرنطائی میرے بیٹے کیا تم اس فدائی سے کچھ اور بھی پوچھنا چاہتے ہو جواب میں طرنطائی نے نفی میں سر ہلا دیا جس کے بعد امیر سیف الدین نے پھران دو لشکریوں کو جو ابھی تک وہاں کھڑے تھے مخصوص اشارہ کیا اشارہ پاتے ہی ان دونوں لشکریوں نے فوراً رسیاں کھول کر اس فدائی کو زمین پر ڈالا پھر وہ اسے اٹھا کر باہر لے گئے اس کی گردن کاٹ دی اور وہیں زمین میں گڑھا کھود کر اسے دفن کر دیا تھا۔

ان سپاہیوں کے نکلنے کے بعد سلطان رکن الدین نے امیر سیف الدین کی طرف دیکھا اور مخاطب کیا۔

سیف الدین! میرے بھائی کچھ بہترین تیغ زن قسم کے ایسے جوان مقرر کرو جو ہر

وقت طرنطائی کی حفاظت پر مامور رہیں ویسے تو ہم عنقریب بیلفورٹ پر حملہ آور ہوں گے اور بیلفورٹ کے حکمران برالیون کا خاتمہ کر کے رہیں گے اس کے باوجود احتیاط کے طور پر کچھ جوان ہر وقت طرنطائی کی حفاظت پر مامور رہنے چاہئیں تاکہ برالیون کی بیٹی اور اس کے مسلح جوان یا مزید فدائی طرنطائی پر حملہ آور ہو کر اسے نقصان نہ پہنچا سکیں جواب میں سیف الدین کی آواز سنائی دی سلطان محترم آپ بے فکر رہیں طرنطائی مجھے اپنے بیٹوں کی طرح عزیز ہے آپ دیکھیں گے کہ میں اس کی حفاظت کا خوب انتظام کروں گا سلطان نے اس بار اپنے رئیس، اطباء۔ ابن نفیس کی طرف دیکھا اور پوچھا ابن نفیس میرے عزیز میرے بھائی تمہارا اب طرنطائی کے متعلق کیا خیال ہے جواب میں بڑی عقیدتمندی سے ابن نفیس نے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم! زہر میں نے نکال دیا ہے جو مرہم میں نے لگایا ہے وہ بہت جلد باقی بچنے والے زہر کا بھی خاتمہ کر دے گا اور زخم کے مندمل ہونے کا باعث بھی بنے گا آج کی رات احتیاط کے طور پر میں امیر طرنطائی کے خیمے میں ہی رہوں گا تاکہ مناسب وقفے پر میں اس کے زخم کی مرہم تبدیل کرتا رہوں اور زخم کو چند بار دھو کر باقی بچنے والے زہر کو بھی باہر نکال دوں اس کے بعد کسی قسم کی کوئی فکر مندی نہیں رہے گی سلطان نے اس بار طرنطائی کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

طرنطائی میرے بیٹے۔ اب تم کیا محسوس کر رہے ہو طرنطائی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی سلطان محترم آپ میرے لئے جس احتیاط اور فکر مندی کا اظہار کر رہے ہیں اس کے لئے میں آپ کا ممنون اور شکر گزار ہوں سلطان محترم فکر مندی کی کوئی بات نہیں میں بالکل ٹھیک اور تندرست محسوس کر رہا ہوں اور پھر سلطان محترم جہاں ابن نفیس جیسا طبیب بیٹھا ہو وہاں ان فدائیوں کے زہر کا اثر کیسے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے سلطان محترم آپ، سیف الدین اور حسام الدین جا کے آرام کریں میرے پاس ابن نفیس ہیں جس کسی شئے کی ضرورت محسوس ہوئی میں آپ کو کہلا بھیجوں گا طرنطائی کے اس جواب پر رکن الدین مطمئن ہو گیا تھا پھر سلطان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا سیف الدین اور حسام الدین کے ساتھ وہ خیمے سے نکلتا ہوا کہنے لگا۔

طرنطائی تھوڑی دیر بعد تمہارے اور ابن نفیس کے علاوہ جو تمہارے مہمان ہیں

ان کا کھانا بھی یہاں پہنچ جائے گا تم اس بچی کا جس کا نام تم نے ارزون بتایا ہے اس کے آرام کا اگر علیحدہ خیمہ چاہتے ہو تو اس کا بھی بندوبست کر دیا جائے گا جواب میں عمیس بن خزرون بول پڑا۔

سلطان محترم۔ایسی کسی شئے کی ضرورت نہیں ہم تینوں باپ بیٹا اور بیٹی آج کی رات امیر طرنطائی کے خیمے میں ہی گذاریں گے اس کے پاس بیٹھیں گے اور اس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے اس کا دل بہلاتے رہیں گے اگلے روز ہم تینوں مطمئن ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو جائیں گے سلطان عمیس بن خزرون کے جواب سے مطمئن ہو گیا تھا اور خیمے سے نکل گیا تھا۔

آموص ، سفتونہ ، رودہ اور اس کا بھائی سمیر اپنی حویلی کے دیوان خانے میں بیٹھے تھے کہ باہر سے اولیاس دیوان خانے میں داخل ہوا وہ بجھا بجھا افسردہ اور ویران سا تھا اس کی حالت دیکھتے ہوئے سفتونہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں آموص ، رودہ اور سمیر بھی اداس اور پریشان ہو گئے تھے ویران ویران سی حالت میں اولیاس آموص کے سامنے آکر بیٹھ گیا تھا رودہ نے فوراً اپنے نانا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

نانا کیا بات ہے آپ اداس افسردہ اور بکھرے بکھرے سے ہیں کیا کوئی خاص وجہ ہے اولیاس نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا دیکھ رودہ میری بیٹی میں ایک بری خبر لے کر آیا ہوں قاہر شہر میں ابھی ابھی یہ خبر آئی ہے کہ امیر طرنطائی پر کچھ فدائیوں نے حملہ کر دیا تھا ان میں سے ایک کا تو امیر طرنطائی نے کام تمام کر دیا دوسرے کو زندہ پکڑ لیا گیا لیکن پکڑے جانے سے پہلے اپنا زہر آلود خنجر امیر طرنطائی کے دے مارا تھا یہ خنجر امیر طرنطائی کی ران میں لگا تھا۔اور خبر میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ امیر طرنطائی اس وقت زخمی حالت میں اپنے خیمے میں ہے اور مصر کا سب سے بڑا طبیب ابن نفیس اسکا علاج کر رہا ہے۔

اپنے نانا کے اس انکشاف پر پری چہرہ رودہ کے خیال و فکر کی دنیا میں شہنائی کے پھیلتے درد کی سی ہلچل برپا ہو کر رہ گئی تھی لگتا تھا اس کی زندگی کی لذتوں سے لبریز امیدوں میں روح کی سنگین تاریکیاں بھر گئی ہوں اسکے سفینہ زیست میں طوفانوں کی جولان گاہیں ابھر آئی ہوں اس کی آنکھوں کے لاانتہا سحر میں خوف و وحشت کی پرچھائیاں اس کی امیدوں

کے کہر پر جیسے ورطۂ جنوں میں ڈوبے بے تعبیر خواب رقص کرنے لگے ہوں وہ بے چاری کسی سے اس موقع پر کچھ کہہ بھی نہ سکی اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی اور وہ بری طرح اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے اس خبر کے بھیانک پن کو ضبط کر رہی تھی سفتونہ اولیاس اور خود آموص بھی بڑی تیزی سے بدلتی ہوئی رودہ کی اس حالت کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے اپنی بیٹی کی یہ حالت دیکھتے ہوئے آموص فوراً بول پڑا۔

بزرگ اولیاس۔ امیر طرنطائی سے اب ہمارا ایک رشتہ، ایک تعلق اور رابطہ ہے ہم اسے یوں بے بسی کی حالت میں تنہا نہیں چھوڑیں گے یہ خبر سننے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ابھی تھوڑی دیر تک میں رودہ اور سمیر یہاں سے امیر طرنطائی کی دیکھ بھال کرنے کے لئے روانہ ہو جائیں گے تاکہ اسے یہ احساس ہو کہ وہ اس دنیا میں اکیلا نہیں ہے اس کے چاہنے والے اس کی دیکھ بھال اس کی نگہداشت کرنے والے موجود ہیں۔

آموص کے ان الفاظ سے جہاں رودہ کی آنکھوں میں چمک اور ہونٹوں پر دلفریب ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی وہاں اولیاس اور سفتونہ کے چہرے پر بھی پسندیدگی کے آثار نمودار ہوئے تھے پھر اولیاس بول پڑا۔

آموص! آموص! میرے بیٹے میں تمہاری اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں میرے خیال میں تم رودہ اور سمیر کو لے کر آج ہی سلطان رکن الدین کے لشکر کی طرف روانہ ہو جاؤ وہاں تم امیر طرنطائی کے پاس قیام کرو اس کی دیکھ بھال اور نگہداشت کرو اس لئے کہ اس سے اب ہمارا رابطہ اور ایک طرح سے رشتہ ہے اور ہاں تم تینوں کو ایک اچھی خبر بھی بتانا بھول گیا ہوں اور وہ یہ کہ سوسہ نام کی تمہاری بستی پر سلطان کے لشکر نے قبضہ کر لیا ہے سلطان اپنے لشکر کے ساتھ ان دنوں بیلفورٹ اور سوسہ کے درمیان پڑاؤ کئے ہوئے ہیں اب یوں جانو سوسہ نام کی تمہاری بستی ان دنوں سلطان رکن الدین کی عمل داری میں شامل ہو چکی ہے لہذا امیر طرنطائی کے پاس قیام کے ساتھ ساتھ تم اب بے فکر اور بے دھڑک اپنی حویلی میں ہی قیام کر سکتے ہو یہاں تک کہنے کے بعد اولیاس جب خاموش ہوا تو سفتونہ اپنے شوہر اولیاس کو مخاطب کرتے ہوئے بول پڑی۔

تو آپ کے کہنے کا مقصد کیا یہ ہے کہ یہ تینوں اب اپنی بستی سوسہ میں ہی قیام کریں اولیاس نے جھٹ جواب دیا۔

نہیں ہرگز نہیں میں ان تینوں کو صرف اور صرف طرنطائی کی تیمارداری کے لئے بھجوا رہا ہوں بلکہ میں تو یہ بھی مشورہ دوں گا کہ صرف آموص اور رودہ دونوں باپ بیٹی جائیں سمیر کو یہاں میرے پاس چھوڑ جائیں یہ دکان کی خوب دیکھ بھال کرنے لگا ہے یہ دونوں باپ بیٹی بھی چند یوم تک وہاں قیام کر کے واپس آجائیں اگر یہ کچھ دن مزید اپنی حویلی میں قیام کر کے اپنی زمینوں اور باغات کی دیکھ بھال بھی کرنا چاہیں تو انہیں اس کی بھی اجازت ہے لیکن سوسہ میں یہ دونوں باپ بیٹی مستقل رہائش نہیں رکھیں گے بلکہ واپس قاہرہ آئیں گے دیکھ سفتونہ مجھے یقین ہے کہ امیر طرنطائی رودہ کو اپنانے پر رضامند ہو جائے گا۔ اور جس دن ایسا ہوا میں جانوں گا میں دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہوں کہ میری نواسی رودہ امیر طرنطائی جیسے بے ڈر جنگجو اور بے باک نوجوان کی ساتھی اور رفیق بنے گی۔

سفتونہ میں یہ بات اپنی نواسی رودہ اور اپنے نواسے سمیر کے سامنے کرتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا میری اب یہ خواہش ہے کہ میری نواسی رودہ امیر طرنطائی کی زندگی کا ساتھی بنے میرا دل کہتا ہے رودہ اور امیر طرنطائی ایک دوسرے کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور یہ ضرور ایک دوسرے کو اپنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اپنے نانا اولیاس کی اس گفتگو پر رودہ سرکشیدہ چوٹیوں پر گاتے چشموں جیسی خوش کن۔ چمکتی بل کھاتی ندیوں کے بہتے امرت کی سی فریب نظر۔ سفید طائروں کی ٹولیوں چھلکتی گاگروں جیسی پرکشش۔ کوہساروں کے جھرمر بنتے فردوس منظر ستاروں کی سی دلپسند اور معصوم دھرتی کے لہلہاتے سبز کھیتوں جیسی شاداب ہو کے رہ گئی تھی۔

اس سمے اس کے چہرے پر نغموں کا ارمغان۔ حیات نو کی نغمہ ساز تمنائیں اور رنگ و روپ کا طوفان جوش مار رہا تھا جبکہ اس کی نگاہوں کے سمندر میں چاہتوں کے راز و نیاز، افلاک کے تابندہ ستاروں کی دھن اور صدیوں کے دھندلکوں میں ضیائے رخ خورشید کی کرنوں کا ہجوم تھا مجموعی طور پر رودہ کی حالت سے لگتا تھا جیسے نبض فطرت میں زیست کے قہقہے لگاتی بے کراں امنگیں ذوق و آرزو کی جستجو کرتی شگوفیاں اور سوچوں کی قبا کے بند کھولتی پریاں ناچ اٹھی ہوں۔

اولیاس کی گفتگو کا جواب دیتے ہوئے آموص بول پڑا۔

محترم اور بزرگ اولیاس میں آپ کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں سمیر یہاں آپ کے پاس ہی رہے گا اور دکان کی دیکھ بھال کرے گا میں اور رودہ تھوڑی دیر تک یہاں سے امیر طرنطائی کی طرف جانے کے لئے روانہ ہو جائیں گے ہم باپ بیٹی چند یوم تک طرنطائی کے پاس رہیں گے پھر کچھ روز اپنی حویلی میں گزریں گے بزرگ اولیاس میں سمجھتا ہوں یہ میری اور میرے بچوں کی خوش قسمتی ہے کہ سلطان رکن الدین نے سوسہ کو اپنی عملداری میں شامل کرلیا ہے اس طرح مجھے اپنے باغات اپنی زمین کی طرف سے کسی طرح کا کوئی خطرہ خدشہ اور اندیشہ نہیں رہا میری اور میرے بچوں کی دوسری بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ امیر طرنطائی سے ہمارا ایک طرح کا رابطہ اور رشتہ قائم ہو گیا ہے ار مجھے امید ہے کہ عنقریب یہ رشتہ ایک مستحکم صورت اختیار کرے گا میرے خیال میں اب مجھے اور رودہ کو اپنے کوچ کرنے کی تیاری شروع کرنی چاہئیں۔

اولیاس اور سفتونہ دونوں نے آموص کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر آموص کو اچانک کچھ یاد آگیا اور اس نے دیوان خانے سے اٹھنے سے قبل پھر اولیاس کو مخاطب کرکے پوچھا۔

اولیاس میرے محترم کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس قدر دور میدان جنگ سے امیر طرنطائی کے زخمی ہونے کی خبر کیسے پہنچی اس پر اولیاس نے مسکراتے ہوئے کہا آموص میرے بیٹے کیا تم یقین کرو گے کہ امیر طرنطائی آج ہی سوسہ کی بستی کے نواح میں زخمی ہوا ہے اور آج ہی اس کے زخمی ہونے کی اطلاع قاہرہ پہنچ چکی ہے اس پر آموص نے حیرت زدہ سے انداز میں اولیاس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اولیاس میرے محترم یہ کیسے ممکن ہے کہ امیر طرنطائی آج ہی سوسہ کے نواح میں زخمی ہوا ہو اور اس کے زخمی ہونے کی اطلاع آج ہی قاہرہ پہنچ چکی ہو اولیاس جواب میں پھر بول پڑا۔

آموص میرے بیٹے رکن الدین کی خبر رسانی اور ڈاک کا نظام بڑا عمدہ اور بے مثال ہے خبر رسانی اور ڈاک کا انتظام دو طرح کا ہے ایک بری دوسرا ہوائی بری ڈاک کے لئے سلطان نے اپنی سلطنت کے اندر جا بجا ڈاک کی چوکیاں قائم کر رکھی ہیں یہ چوکیاں ڈاک کے چھوٹے مرکزوں کا کام دیتی ہیں ڈاک کی چوکی قائم کرنے میں اس بات کا خاص

خیال رکھا گیا ہے کہ یہ کسی آباد گاؤں کے قریب ہو اور وہاں پانی بہ افراد ملتا ہو۔

ڈاک کے ہر مرکز میں انسانوں اور جانوروں کے خورد و نوش اور دوسری ضروریات کا مناسب ذخیرہ رہتا ہے اور اس کی حفاظت کا بھی مناسب انتظام کیا گیا ہے ڈاک کے ملازمین ان مراکز میں نہایت آسائش کے ساتھ رات گزارتے ہیں ہر ڈاک چوکی میں تندرست و تیز رفتار گھوڑوں کی مناسب تعداد بھی رہتی ہے یہ گھوڑے ڈاک کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے لئے کام میں لائے جاتے ہیں اور ان کے لئے سلطانی نشان ضرور ہوتا ہے ان مرکزوں سے ڈاک تقسیم بھی ہوتی ہے اور دوسری جگہوں سے بھیجنے کے لئے بھی لی جاتی ہے۔

ڈاک چوکیوں کا افسر اعلیٰ اپنے ہاں چاندی کی بہت سی تختیاں محفوظ رکھتا ہے ان تختیوں کے ایک طرف لا الہ الا اللہ و دین الحق لیظہرہ ولدین لکہ ولو کرہ المشکرین اور ضرب بالقاہرہ اور لمعروف لکھا ہوتا ہے جبکہ دوسری طرف السلفاف الاسلام والمسلمین کندہ ہوتا ہے جب ڈاک کا کوئی ہرکارہ ڈاک لے کر روانہ ہوتا ہے تو ایک تختی اس کو دے دی جاتی ہے وہ یہ تختی اپنے گلے میں لٹکا لیتا ہے جب سرکاری کام سے فارغ ہو جاتا ہے تو اسے اتار کر جمع کرا دیتا ہے ڈاک کے کسی ملازم کو ضرر پہنچانا یا اس کے کام میں رکاوٹ ڈالنا سخت جرم خیال کیا جاتا ہے ان کی حفاظت کی ذمہ داری علاقے کے ناظم کے سپرد ہوتی ہے۔

یہ تو ڈاک کا زمینی انتظام ہے جہاں تک ہوائی ڈاک کا تعلق ہے تو یہ سلطان کے بہترین انتظامات میں سے ایک ہے ہوائی ڈاک سدھائے ہوئے نامہ بر کبوتروں کے ذریعہ سے کی جاتی ہے سلطان رکن الدین سے پہلے شام و مصر کے سلطان نور الدین محمود زنگی بھی نامہ بر کبوتروں کے ذریعے سے ہوائی ڈاک کا انتظام کیا کرتے تھے سلطان نور الدین زنگی کے علاوہ بغداد کا خلیفہ ناصر الدین عباسی بھی نامہ بر کبوتروں کے ذریعے سے خبر رسانی اور ڈاک کا ایک اہتمام کیا کرتا تھا اس کے علاوہ مصر کے فاطمی خلفاء ڈاک بھیجنے کے لئے نامہ بر کبوتروں سے وسیع پیمانے پر کام لیا کرتے تھے۔

سلطان رکن الدین نے بھی سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد نامہ بر کبوتروں کے محکمے کو از سر نو قائم کیا اس کی توسیع و ترقی کے لئے بڑی سرگرمی دکھائی اس نے نامہ بر کبوتروں کا مرکز بری ڈاک کے مرکز اعلیٰ کے ساتھ ہی قلعہ جبل میں قائم کیا جہاں ان کے

رہنے کے لئے خاص قسم کے برج بنوائے۔

اوراس کے ساتھ ہی ان کبوتروں کو سدھانے اوران کی غورو برداخت کے لئے خاص انتظامات کئے اور کبوتروں سے بالعموم سرکاری ڈاک کی ترسیل کا کام لیا جاتا ہے اوران کے لئے مناسب فاصلوں پر خاص چوکیاں بنائی گئی ہیں ان چوکیوں کا درمیانی فاصلہ بری ڈاک کی چوکیوں کے درمیانی فاصلے سے زیادہ ہوتا ہے کبوتروں کی ڈاک کی ہر چوکی پر ایک برج بنا ہوتا ہے جہاں چند نامہ بر کبوتر ہر وقت موجود رہتے ہیں ان کی نگرانی کے لئے ہر چوکی پر عملہ مقرر ہوتا ہے۔

ہر کبوتر کے اترنے کے لئے ایک چوکی مخصوص کر دی گئی ہے جب وہ اس چوکی کے برج پر اترتا ہے تو وہاں کا نگران اعلیٰ اس کے پروں سے خط کھول کر دوسرے کبوتر کے بازو پر یا پیروں میں باندھ دیتا ہے اوراس کو اگلی منزل کے لئے روانہ کر دیتا ہے سلطان رکن الدین کی سلطنت میں لگ بھگ 34 چونتیس شہروں کے درمیان کبوتوں کے ذریعے ڈاک کا انتظام کیا گیا ہے اس کے علاوہ خود سلطان کے لشکر میں بھی نامہ بر کبوتر ہر وقت رہتے ہیں جہاں کہیں بھی سلطان اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرتے ہیں تو وہاں سے ان کبوتروں کے ذریعے ہی وہ قاہرہ میں اپنی کارگزاری یا اپنی ضروریات سے آگاہ رکھتے ہیں امیر طرنطائی کے زخمی ہونے کی خبر بھی آج ان نامہ بر کبوتروں کے ذریعے قاہر پہنچی ہے۔

اولیاس جب خاموش ہوا تو آموص کہنے لگا اولیاس میرے بزرگ یہ تو سلطان رکن الدین کی طرف سے پیغام رسانی کا بہترین انتہائی عمدہ اور اعلیٰ سرعت پزیر انتظام ہے میرے خیال میں اب مجھے اور رودہ کو اٹھنا چاہیئے تا کہ یہاں سے کوچ کرنے کے لئے ہمیں تیاری کرنی چاہیئے اولیاس سفتونہ دونوں نے اس سے اتفاق کیا پھر سب آموص اور رودہ کی تیار کرنے کے لئے دیوان خانے سے نکل گئے تھے۔

○○○○

شام آہستہ آہستہ ٹھٹھرتی رات میں ڈھلنے کی جدو جہد کر رہی تھی چار سو تاریکیاں پھیل گئی تھیں آفاق کی روش روش عارض گل کی صورت اختیار کر چکی تھی سفر کی گرد اور غبار آلود فضاؤں میں ماہ و کہکشاں اپنی پوری آب و تاب سے چمک اٹھے تھے تاریکیوں میں غسل کرتی سرد سیاہ رات بے کراں فضاؤں کی نیلی آنکھوں میں اترتی چلی گئی تھی سیاہ

تاریکیوں کے ہیولے خواہشوں کے سوداگروں کی طرح ہر طرف سرگرداں ہو چکے تھے چاروں طرف خاموشی اور ہو کا عالم تھا گویا یخ زدہ فضاؤں کے ٹھٹھرے ہاتھ اپنی ذات کا موتی پرونے کے لئے آس و امید کی ردا اوڑھے چپ اور خاموش ہو گئے ہوں۔

ایسے میں طرنطائی اپنے خیمے میں بستر پر لیٹا ہوا تھا اس کے ایک طرف سلطان رکن الدین اور امیر سیف الدین اور دوسری جانب حسام الدین اور شاہی طبیب ابن نفیس بیٹھے ہوئے تھے طرنطائی کا دل بہلانے کے لئے ادھر ادھر کی گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک محافظ اندر آیا اور بڑی تعظیم اور ارادتمندی میں اس نے سلطان رکن الدین کو مخاطب کیا۔

سلطان محترم باہر ایک بوڑھا اور لڑکی آئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ وہ قاہرہ سے امیر طرنطائی کے زخمی ہونے کی خبر سنکر آئے ہیں اور امیر طرنطائی سے ملنا چاہتے ہیں اس محافظ کے اس انکشاف پر سلطان رکن الدین نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

کیا تو نے اس آنے والے بوڑھے اور اس لڑکی سے ان کے نام نہیں پوچھے۔ وہ محافظ فوراً بول پڑا۔

سلطان محترم میں نے ان کے نام پوچھے بوڑھا اپنا نام آموص بتاتا ہے جبکہ لڑکی کو وہ اپنی بیٹی کہتا ہے اور لڑکی کا نام رودہ ہے وہ امیر طرنطائی سے ملنے کے لئے دونوں ہی بڑے بے چین ہیں اس محافظ کے اس انکشاف پر سلطان رکن الدین کے چہرے پر بڑی آسودہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی امیر سیف الدین اور حسام الدین بھی شاید معاملے کی تہہ کو جانتے تھے لہٰذا ان کے لبوں پر بھی مسکراہٹ تھی جبکہ بستر پر لیٹے طرنطائی کے چہرے اور آنکھوں میں روشنی کی اچھوتی کرنوں جیسی آسودگی اور خوشی عیاں ہو گئی تھی اس موقع پر سلطان رکن الدین نے طرنطائی کو مخاطب کر کے پوچھا۔

طرنطائی میرے بیٹے کیا یہ آموص اور رودہ وہی ہیں جن کا تفصیل کے ساتھ تم مجھ سے سیف الدین اور حسام الدین سے ذکر کر چکے ہو اور رودہ نام کی لڑکی کیا وہی ہے جو تمہاری رفاقت کی متمنی ہے جواب میں خیمے اندر طرنطائی کی آواز سنائی دی۔

سلطان محترم آپ کا اندازہ درست ہے یہ رودہ وہی لڑکی ہے اور آموص اس کا باپ ہے میرے خیال میں جو ڈاک کبوتروں کے ذریعے قاہرہ بھیجی گئی ہے اس میں چونکہ آپ نے میرے زخمی ہونے کا ذکر کیا تھا میرے خیال میں آموص کے سسر اولیاس نے کہیں

سے یہ خبر پالی ہوگی اور اس کا ذکر اس نے آموص سے کیا ہوگا لہذا یہ دونوں باپ بیٹی فکر مند ہو کر اس طرف آئے ہیں سلطان محترم میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اصل میں یہ سوسہ کے رہنے والے ہیں اور یہاں ان کے باغات اور زمین اور بہترین رہائش گاہ ہے بس بیلفورٹ کے حکمران برالیون کے مظالم سے تنگ آکر یہ قاہرہ چلے گئے تھے۔

طرنطائی جب خاموش ہوا تو سلطان رکن الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے امیر سیف الدین حسام الدین اور طبیب ابن نفیس بھی کھڑے ہوگئے تھے پھر سلطان طرنطائی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

طرنطائی میرے بیٹے میں خود ان دونوں کو تمہارے خیمے میں بھیجتا ہوں وہ تم سے بہت کچھ کہنا پسند کریں گے بیٹے ایسے ہمدرد لوگ بہت کم ملتے ہیں جو تمہارے زخمی ہونے کی خبر ملتے ہی قاہرہ سے تمہاری عیادت کی خاطر یہاں پہنچ گئے پھر سلطان رکن الدین نے کچھ سوچا اور محافظ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اچھا میں خیمے میں ہی رکتا ہوں تم ان دونوں باپ بیٹی کو اندر بلا کر لاؤ محافظ بڑی تیزی سے باہر نکلا تھوڑی دیر بعد اس محافظ کے ساتھ آموص اور پری جمال رودہ خیمے میں داخل ہوئے طرنطائی نے دیکھا رودہ بے چاری دودھ مانگتے بچے جیسی بے چین، بھوک سے تڑپتی خواہش سی پریشان، لٹے لٹے گلستان، بجھی بجھی بہار جیسی ویران تھی وہ دھول ہوتے خوابوں اور دھواں دھواں عالم میں غم ہستی کے داغوں کی مانند فکر انگیز تھی وہ بچاری اپنے ہی نغموں کی چنگاری میں خاکستر ہوتے مغنی اور اپنی ہی خواہشوں کی چتاؤں کی بھینٹ چڑھتے کسی صناع کی طرح مغموم وملول تھی۔

خیمے میں سلطان رکن الدین امیر سیف الدین کو دیکھتے ہوئے آموص اور رودہ دونوں چونک گئے اور اپنی گردنوں کو جھکاتے ہوئے انہوں نے سلطان کو تعظیم پیش کی اس موقع پر سلطان نے بڑی شفقت میں دونوں کو مخاطب کیا۔

آموص اور رودہ دونوں سنو! تم جانتے ہو گے کہ میں طرنطائی کو اپنے بیٹوں کی مانند سمجھتا ہوں میں تم دونوں باپ بیٹی کا شکر گذار ہوں کہ تم طرنطائی کے زخمی ہونے کی اطلاع ملتے ہی اس سمت روانہ ہوگئے کہو تمہیں یہ خبر کیسے ملی جواب میں آموص بکھری بکھری آواز میں بول پڑا۔

سلطان محترم نامہ بر کبوتروں کے ذریعے جو آپ کی ڈاک قاہرہ پہنچی اس میں چونکہ طرنطائی کے زخمی ہونے کی بھی خبر تھی اس خبر کی اطلاع میرے سسر اولیاس کو ہوئی اور اس نے مجھے مطلع کیا بس یہ خبر ملتے ہی میں اپنی بیٹی رودہ کے ساتھ قاہرہ سے اس سمت روانہ ہو گیا سلطان محترم طرنطائی کے ہم پر بڑے احسانات ہیں ایک لحاظ سے یہ میرے پورے خاندان کا محسن اور مربی ہے یقین جانیں اس کے زخمی ہو جانے کی خبر سنتے ہی ہم سب گھر کے افراد بھی زخمی زخمی اور بے چین ہو کے رہ گئے تھے۔

آموص کی اس گفتگو سے سلطان کے چہرے پر طمانیت ظاہر ہوئی پھر سلطان نے دوبارہ آموص کو مخاطب کیا۔

آموص اور رودہ تم دونوں باپ بیٹی مطمئن رہو طرنطائی اب خطرے سے باہر ہے اس کی ٹانگ بھی بڑی تیزی سے ٹھیک ہوتی جا رہی ہے زہر بالکل نکال دیا گیا ہے ٹانگ کی سوجن بھی بڑی تیزی سے کم ہوتی جا رہی ہے اور مجھے امید ہے کہ چند یوم تک یہ چلنے پھرنے اور بھاگنے دوڑنے کے قابل ہو جائے گا میں اب یہاں سے جا رہا ہوں پر جانے سے پہلے تم دونوں سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ تم علیحدہ خیمے میں قیام کرنا پسند کرو گے یا یہیں طرنطائی کے پاس۔

اس موقع پر آموص کے بجائے رودہ بول پڑی۔

سلطان محترم میں آپ کی انتہا درجہ کی شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے اور میرے باپ کو اپنے ہاں اس قدر عزت اور قدر دانی سے نوازا سلطان محترم اگر مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کیا جائے تو کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں رات امیر کے خیمے میں ہی قیام کروں ان کی دیکھ بھال ان کی نگہداشت کروں سلطان محترم شاید آپ جانتے ہوں گے کہ میرے باپ اور نانا مجھے اپنے طور پر امیر طرنطائی سے منسوب کر چکے ہیں اس موقع پر سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

رودہ میری بیٹی تمہارا کہنا درست ہے اور جو باتیں تم نے کہی ہیں یہ ساری باتیں مجھے تفصیل کے ساتھ طرنطائی پہلے ہی بتا چکا ہے تمہیں طرنطائی کے خیمے میں رہنے اور اس کی دیکھ بھال اور نگہداشت کرنے کی اجازت ہے قصر کے شاہی طبیب ابن نفیس یہ سامنے کھڑے ہیں یہ تمہیں بتا دیں گے کہ رات کے وقت کون کون سی دوا طرنطائی کو پلانی

ہے میرے خیال میں تمہاری موجودگی میں طرنطائی پہلے کی نسبت زیادہ تیزی کے ساتھ روبہ صحت ہو کر اٹھ کھڑا ہو گا اس موقع پر آموص بول پڑا۔

سلطان محترم! کیا ایسا ممکن ہے کہ میرے لئے علیحدہ قیام کا انتظام کر دیا جائے سلطان نے جھٹ کہا۔ کیوں نہیں تمہارے لئے علیحدہ خیمے کا انتظام کیا جائے گا تھوڑی دیر تک تم دونوں باپ بیٹی طرنطائی کے پاس رہو تم دونوں کا کھانا بھی طرنطائی کے ساتھ پہنچ جائے گا اس کے بعد طرنطائی کے محافظ تمہیں اس خیمے میں چھوڑ آئیں گے جہاں تم نے قیام کرنا ہے پھر سلطان نے طبیب ابن نفیس کی طرف دیکھا۔

ابن نفیس یہ رودہ ہماری بیٹی ہے اسے جو دوائیاں طرنطائی نے رات کے وقت استعمال کرنی ہیں ان کی تفصیل بتا دو ابن نفیس مٹی کا ایک برتن اٹھائے رودہ کے پاس آیا اس برتن کے اندر تین چار قسم کی کاغذ میں لپٹی ہوئی دوائیاں تھیں جن پر مختلف قسم کے نشانات تھے ابن نفیس نے تفصیل کے ساتھ رودہ کو سمجھا دیا کہ کونسی دوائی کس وقت طرنطائی کو دینی ہے دوائیوں کا استعمال سمجھنے کے بعد رودہ نے مٹی کا وہ برتن سنبھال لیا اس کے بعد سلطان رکن الدین کی آواز ایک بار پھر خیمے میں سنائی دی انہوں نے اس مسلح جواں کو مخاطب کیا تھا جو آموص اور رودہ کو اندر لے کے آیا تھا۔

دونوں مہمانوں کے گھوڑوں کو اس چھپر تلے باندھ دو جہاں طرنطائی کا گھوڑا بندھتا ہے اور گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ خرجینیں یا ضرورت کا جو دوسرا سامان ہے وہ اتار کر خیمے کے اندر لے آؤ سلطان رکن الدین کا یہ حکم سنتے ہی وہ محافظ بڑی تیزی سے باہر نکل گیا تھا اس کے ساتھ ہی خود سلطان بھی سیف الدین، حسام الدین اور طبیب ابن نفیس کے ساتھ طرنطائی کے خیمے سے چلے گئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ مسلح جوان دونوں گھوڑوں کی چرمی خرجینیں اور دوسرا سامان خیمے میں لایا اور ایک کونے میں وہ سامان رکھ دیا پھر آموص کو اس نے مخاطب کر کے کہا میرے محترم میں آپ دونوں کے گھوڑوں کو چھپر تلے باندھ کے ان کے دانے چارے کا بندوبست کرتا ہوں میں اور میرے کچھ ساتھی خیمے سے باہر ہی پہرہ دیتے ہیں آپ کسی چیز کی ضرورت محسوس کریں تو مجھے بلوا سکتے ہیں اس کے ساتھ ہی وہ مسلح جوان خیمے سے نکل گیا تھا۔

اس مسلح جوان کے جانے کے بعد آموص اور رودہ دونوں باپ بیٹی طرنطائی کے قریب بیٹھ گئے پھر آموص نے اپنا ہاتھ بڑی شفقت بڑے پیار میں طرنطائی کی پیشانی پر رکھا اور انتہا درجہ کی ہمدردی میں ڈوبی ہوئی آواز میں اس نے پوچھا۔

طرنطائی میرے بیٹے اب تم کیسے ہو تمہاری ٹانگ میں زیادہ تکلیف تو نہیں اور یہ کہ تمہاری ٹانگ کا زخم اب کیسا ہے قبل اس کے کہ طرنطائی آموص کی اس گفتگو کا جواب دیتا رودہ اپنی جگہ سے اٹھی طرنطائی کی ٹانگ کے قریب آئی پھر طرنطائی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اس نے اپنی حلاوت اور مٹھاس بھری آواز میں پوچھا کیا میں آپ کا زخم دیکھ سکتی ہوں طرنطائی نے جب اثبات میں سر ہلا دیا تب لباس ہٹا کے رودہ نے دیکھا ران پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور سوجن پہلے سے کافی کم تھی۔

قبل اس کے رودہ اپنے خیالات کا اظہار کرتی طرنطائی پہلے ہی بول پڑا۔

اب تو پہلے کی نسبت کافی فرق ہے پہلے میری ٹانگ کافی سوج گئی تھی ابن نفیس نے میرا کوئی ایسا نایاب قسم کا علاج کیا ہے کہ درد میں کمی ہونے کے ساتھ ساتھ سوجن بھی جاتی رہی ہے اور زخم بھی بڑی تیزی سے مندمل ہوتا جا رہا ہے اب میں زخم میں کسی قسم کی ٹیس اور درد محسوس نہیں کرتا مجھے امید ہے کہ چند یوم تک میں بالکل بھلا چنگا ہو جاؤں گا بہر حال میں تم دونوں باپ بیٹی کا انتہا درجہ کا ممنون اور شکر گذار ہوں کہ تم نے صرف میری عیادت کی خاطر قاہرہ سے یہاں تک کا سفر کیا۔

آموص کے بجائے رودہ نے حلاوت بھری آواز میں طرنطائی کو مخاطب کیا۔

آپ کو ہمارا شکر گذار اور ممنون ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہم نے تو ابھی تک آپ کے لئے کچھ بھی نہیں کیا بس قاہرہ سے یہاں تک سفر ہی کیا ہے اور وہ بھی آپ کی عیادت کے لئے آپ نے جو مجھے میرے باپ میرے بھائی کو بیلفورٹ کے حکمران برالیون کے محافظوں کے درمیان سے نکال کر سوسہ سے قاہرہ بحفاظت پہنچایا وہ ایک ایسا احسان ہے جسے کسی بھی صورت فراموش نہیں کیا جا سکتا جب آپ ہم پر ایسی مہربانیاں ایسے احسان کر چکے ہیں پھر آپ کو صرف ہمارے قاہرہ سے یہاں تک سفر کرنے پر احسان مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد رودہ لمحہ بھر کے لئے رکی تھی تھوڑی دیر تک میٹھی میٹھی نگاہوں سے وہ امیر طرنطائی کی طرف دیکھتی رہی پھر سلسلہ کلام اس نے

دوبارہ شروع کیا۔

نانا اور نانی دونوں آپ کے زخمی ہونے کا سن کر انتہا درجہ کے پریشان تھے سمیر بھی آپ سے متعلق پوچھ رہا تھا رودہ کی اس گفتگو سے طرنطائی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس کی دھمی سے آواز سنائی دی۔

رودہ تمہارے نانا اور نانی تم لوگوں سے ملاقات سے قبل ہی مجھ پر بڑے مہربان اور شفیق تھے اور میری ملاقات ان سے ان دنوں سے ہے جب میں مصری حکومت کے لشکریوں کا سالار اول مقرر کیا گیا تھا۔

طرنطائی کی اس گفتگو کا جواب دینے کے بجائے رودہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور وہاں چلی گئی جہاں محافظ نے ان کے گھوڑوں کی خرجینیں اور دوسرا سامان رکھا تھا رودہ کے جانے کے بعد آموص نے طرنطائی کو مخاطب کیا۔

طرنطائی میرے بیٹے کیا تم کسی چیز کی ضرورت محسوس کرتے ہو اگر تمہیں رقم یا کسی اور شئے کی ضرورت ہے تو کہو میں حاضر ہوں اس پر شکر گذارانہ انداز میں طرنطائی نے آموص کی طرف دیکھا۔

آموص میرے محترم مجھے کسی شئے کی ضرورت نہیں جہاں تک رقم کا تعلق ہے تو اگر آپ کو رقم کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں طرنطائی کی اس گفتگو کا جواب آموص دینے ہی لگا تھا کہ رودہ لوٹ آئی اس کے ہاتھوں میں کچھ کپڑے تھے وہ اس نے طرنطائی کے سامنے ڈالتے ہوئے پھر اپنی میٹھی اور شہد بھری آواز میں کہنا شروع کیا۔

میں نے آپ کے لئے کچھ کپڑے بنوائے ہیں یہ آپ مجھے کل صبح پہن کر دکھائیے گا اگر ان میں کسی قسم کی کمی بیشی کرنی ہوئی تو میں یہاں آپ کے پاس قیام کے دوران درست کردوں گی طرنطائی ان کپڑوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا جو رودہ نے اس کے سامنے رکھے تھے پھر غور سے اس نے رودہ کی طرف دیکھا۔

رودہ تمہیں یہ زحمت کرنے کی کیا ضرورت تھی میں سمجھتا ہوں یہ بہت قیمتی کپڑے ہیں جو تم میرے لئے بنا کر لائی ہو تم جانتی ہو کہ میں سادہ اور بالکل سستے سے کپڑے پہننے والا انسان ہوں اور یہ عادت میری شروع سے ہے رودہ نے طرنطائی کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا اس نے دیکھا خیمے کے اندر مٹی کی انگیٹھی میں جو آگ جل رہی تھی

وہ مدھم پڑتی جارہی تھی لہذا قریب پڑی ہوئی لکڑیوں میں سے کچھ اس نے اٹھائیں اور آگ کے اندر ڈال دی تھیں آگ تھوڑی دیر تک پھر بھڑک اٹھی تھی عین اسی وقت دو مسلح جوان خیمے میں داخل ہوئے وہ کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھے طرنطائی نے ان دونوں کو ہاتھ کے اشارے سے ایک طرف برتن رکھنے کو کہا اور وہ برتن رکھ کر باہر نکل گئے تھے طرنطائی نے آموص اور رودہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

کھانا آگیا ہے میرے خیال میں پہلے کھانا کھائیں اس کے بعد گفتگو کرتے ہیں اس کے ساتھ ہی طرنطائی نے جب اٹھنا چاہا تو رودہ فوراً آگے بڑھی اور طرنطائی کی چھاتی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا آپ لیٹے رہیں آپ کو یہیں لیٹے ہی لیٹے میں کھانا کھلا دیتی ہوں اس پر طرنطائی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

رودہ میں ایسا بھی کوئی زخمی نہیں ہوں کہ بیٹھ کر کھانا تک نہ کھا سکوں مجھے امید ہے کہ میں ایک دو یوم تک چلنا شروع کردوں گا میں اب اس بستر سے تقریباً تنگ پڑتا جارہا ہوں اس کے ساتھ ہی طرنطائی اٹھ کر بیٹھ گیا تینوں مل کر کھانا کھانے لگے تھے۔

OOOO

کھانے کے بعد طرنطائی نے جب محافظ کو آواز دی تو دو محافظ تقریباً بھاگتے ہوئے اندر آئے ایک محافظ خالی برتن اٹھا کر باہر چلا گیا دوسرے محافظ نے طرنطائی کی طرف دیکھا اور پھر وہ بولا۔

امیر محترم ۔ آپ کے خیمے کے بائیں جانب مہمانوں کے قیام کے لئے نیا خیمہ نصب کیا جاچکا ہے اور اس میں آگ بھی روشن کرکے اسے گرم کردیا گیا ہے خیمے میں ضرورت کی شئے بھی مہیا کردی گئی ہے وہ محافظ یہیں تک کہنے پایا تھا کہ آموص اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔

طرنطائی میرے بیٹے میں تو تھکا ہوا ہوں میں اس خیمے میں جاکر آرام کروں گا رودہ بہرحال تمہارے پاس رہے گی تمہاری دیکھ بھال کرے گی وقت پہ تمہیں دوائی پلائے گی اور میرے خیال میں تم سے گفتگو کرکے تمہارا دل بھی بہلاتی رہے گی اس کے ساتھ ہی آموص خیمے کے کونے میں پڑے ہوئے اپنے سامان کی طرف گیا اس میں سے اس نے اپنا ایک فالتو لباس لیا پھر محافظ سے کہا دیکھ میرے عزیز مجھے اس خیمے کی طرف لے جا اس میں

میں اکیلا ہی قیام کروں گا یہ میری بیٹی ہے یہ امیر کے پاس ہی رہے گی اس کی دیکھ بھال کرے گی اور وقت پہ اسے دوا پلائے گی۔

اس محافظ نے اپنی گردن اثبات میں خم کردی پھر وہ آموص کو لے کر اس خیمے سے چلا گیا تھا۔

اپنے باپ کے جانے کے بعد رودہ طرنطائی کے سرہانے بیٹھ گئی تھوڑی دیر تک وہ اپنی نرم گداز اور مرمریں انگلیاں طرنطائی کے بالوں میں پھیرتی رہی پھر خیمے میں اس کی شہد و شیریں آواز سنائی دی۔

امیر طرنطائی میں چاہتی ہوں کل صبح ہی صبح آپ کو اس خیمے سے ہم سوسہ اپنی حویلی میں لے جائیں میں سمجھتی ہوں وہاں آپ کی بہتر دیکھ بھال ہو سکے گی اور آپ وہاں جب تک زخمی ہیں پر سکون رہ سکیں گے اس پر طرنطائی نے مسکرا کر رودہ کی طرف دیکھا۔

رودہ اس کی ضرورت نہیں ہے اول تو یہ کہ میں خیمے کی زندگی بسر کرنے کا عادی ہوں دوئم یہ کہ یہاں مصر کا سب سے اعلیٰ اور بے مثال طبیب ابن نفیس موجود ہے وہ دن رات میں کئی بار آکے میری نگہداشت کرتا ہے لہٰذا میں سمجھتا ہوں اس کے زیر نگرانی میں بہت جلد چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں گا اگر میں سوسہ میں تمہاری حویلی میں منتقل ہو گیا تو ابن نفیس کے لئے وہاں آنا جانا بڑا تکلیف دہ ہو جائے گا میں ایسا نہیں چاہتا۔

رودہ اگر تم خیمے کی زندگی پسند نہیں کرتی تو کل صبح ہی صبح میں تمہیں اور تمہارے باپ کو سوسہ کی طرف بحفاظت پہنچا دوں گا جہاں تم دونوں باپ بیٹی اپنی حویلی میں قیام کر سکتے ہو اس لئے کہ سوسہ اب ہماری عمل داری میں شامل ہو چکا ہے اب وہاں تم لوگوں کو بیلفورٹ کے حکمران برالیون کی طرف سے کسی بھی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے طرنطائی کی اس گفتگو کا جواب دیتے ہوئے رودہ جھٹ بول پڑی آپ میری گفتگو کا غلط مطلب لے رہے ہیں میں خیمے کی زندگی سے نہ ہی نالاں ہوں نہ ہی یہاں تکلیف محسوس کرتی ہوں میں تو یہاں تک کہہ سکتی ہوں کہ میں اپنی ساری زندگی خیمے میں آپ کے ساتھ بخوشی گزار سکتی ہوں رودہ کے ان الفاظ پر امیر طرنطائی کچھ سوچتا رہا پھر اس نے رودہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا رودہ اگر تم محسوس نہ کرو تو میں کچھ کہوں رودہ نے پھر پیار بھری آواز میں کہا میں آپ کی باتوں کو کیوں محسوس کروں گی آپ جو چاہے کہیں آپ کی ہر بات میں میری خوشی

ہی پنہاں ہے طرنطائی پھر بول پڑا۔

رودہ میرے جیسے جنگجوؤں کی زندگی خوابوں کے جزیروں میں مدوجزر کا رقص کرتے سمندر، قربت و بعد، غم و مسرت کو ملاتے جھونکوں بے کراں آس کی پہنائیوں میں بشارت طلب دل کی مانند ہوتی ہے اور کسی بھی وقت وہ آرزومند آنکھوں کی طرح بے بصر اور دعاؤں کے لئے اٹھے ہاتھوں جیسا بے ثمر ہو سکتا ہے دیکھ رودہ جنگوں میں حصہ لیتے ہوئے کسی بھی وقت خون اگلتی فضاؤں میں ایک جنگجو خستہ و زخم خوردہ اور جان کن منزل کی طلب میں بھرے خوابوں کی فرسودہ تعبیر کی طرح ہو سکتا ہے۔

رودہ مجاہد کی زندگی بھی عجیب زندگی ہوتی ہے بظاہر وہ گلستان گلستان مہکتے پھولوں صحرا صحرا چلتی باد باراں، محبت و وفا پیار و چاہت کی سنہری نگری جیسا لگتا ہے پر حقیقت میں اس کی زندگی غم کی چلچلاتی دھوپ دیدہ و دل کو جھلسا دینے والی ان گنت آرزوؤں کی شدت، مجروح انسان کے زخمی ضمیر، زخم جاں کے نگار خانے کی مانند ہوتی ہے۔

رودہ میں بھی ان مجاہدوں انہی جنگجوؤں میں سے ایک ہوں جو گزرے وقت کے افسانوں، نفرت کے طوفان، وفا کی منزل کے عروج، سنگین ساعتوں اور آدرش کے بے کل لمحوں کی طرح موت کے دروازے پر دستک دیتے ہیں کسی بھی وقت موت، ساحلوں کی ہوا کی مار۔ طلسم فراز گنگناتے ہوئے چاند اور مغموم امنگوں کی طرح مجھ پر وارد ہو کر میرے جسم و روح کے رشتے کو پکارتے ہوئے مجھے ہمیشہ کے لئے دھوپ، چاندنی، سائے خار و خس پھول شبنم اور زیست کی خوشبو سے محروم کر سکتی ہے۔

طرنطائی اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا اس لئے کہ رودہ نے تڑپ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور بے چاری روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی خدا کے لئے ایسی گفتگو نہ کیجئے ورنہ میں یہیں بیٹھے بیٹھے بے موت مرجاؤں گی طرنطائی نے محسوس کیا کہ رودہ کے ہاتھ کے گداز پن، نرمی اور کنوارے پنے کی خوشبو میں زلف کی خوشبو، عارض کی لطافت، محبتوں کا تقدس زیست کے قہقہے ساز دل کے تاروں پر رقص کرتا مدھ بھرا ترنم پنہاں تھا۔

پھر آہستہ آہستہ بڑی نرمی کے ساتھ رودہ نے اپنا ہاتھ طرنطائی کے منہ سے ہٹا لیا اس کے بعد اس کی شیریں آواز سنائی دی۔

امیر طرنطائی جو کچھ آپ نے کہا وہ میں سمجھ گئی ہوں اور جو کچھ آپ کہنا چاہتے تھے

اس کا بھی میں نے اندازہ لگالیا ہے آپ مجھے ایک مجاہد جنگجو کی زندگی کی اصلیت واضح کر کے آخر میں یہ کہنا چاہتے تھے کہ میں آپ کی طلب آپ کی مانگ نہ کروں امیر طرنطائی جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ میں نے سن لیا اب جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں وہ بھی سنیں۔

امیر طرنطائی آپ میرے لئے محبت وچاہت کی قندیل، میری عظمت وتوقیر کا راستہ ۔میرے لئے تازگی وقار۔ عنائی فکر وخیال ہیں میں ہر تضاد اختراق اور ہر انتشار میں آپ کا ساتھ دے سکتی ہوں کہ میری محبت کی ساری کھیتیاں آپ کے لئے ہیں امیر طرنطائی میں ہر ابتلا اور آزمائش کے مراحل میں آپ کی شریک ورفیق ووفا بن کے رہوں گی اس لیئے کہ میں آپ کو اپنا ساتھی اپنا رفیق مان چکی ہوں اب آپ کے اور میرے دکھ سکھ ایک کلفتیں اور راحتیں بھی ایک ہیں۔

اس لئے کہ اب آپ ہی میری تقدیر کا دھارا۔میرے تن کی مانگ ۔میرے من کی پیاس آپ ہی میرے رنگین رس بھرے ہونٹوں کا نور ونغمہ ، میرے طغیان وشباب کا طلسم جادواں ہیں امیر محترم آپ ہی حقیقت کے گہرے سمندر میں میرے لئے ان گنت چاہتوں کا رنگ ہیں آپ کے بغیر زندگی بسر کرنے کے متعلق میں سوچ بھی نہیں سکتی اور میں آپ سے یہ بھی کہوں کہ اگر آپنے یا کسی اور نے مجھے آپ سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی تو وہ دن میری زندگی کا آخری دن ہوگا امیر محترم آپ بے شک ایک مجاہد ایک جنگجو ہی ہی اس کے باوجود میں آپ کو اپنی زندگی کا قیمتی لمحہ اپنے جسم کا حصہ تصور کر چکی ہوں یا میں یوں بھی کہہ سکتی ہوں کہ رودہ آپ کے لئے پیدا ہوئی تھی اور آپ ہی کی بن کے رہے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد رودہ خاموش ہو گئی تھی اس کے ان الفاظ سے بستر پر لیٹے ہی لیٹے امیر طرنطائی تھوڑی دیر تک بڑی آسودگی بڑی چاہت اور اطمینان میں مسکراتا رہا پھر اس نے رودہ کی طرف دیکھا۔

رودہ اگر ان سارے سخت حالات وواقعات کو جاننے کے باوجود تو میری رفاقت میری چاہت کی طلبگار ہوتی ہے تو پھر سن میں تیری چاہت تیری محبت کو ٹھکراؤں گا نہیں میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ عنقریب میں تمہیں تمہارے نانا اور تمہارے باپ سے اپنے لئے مانگ لوں گا اور تمہیں ہمیشہ کے لئے میں اپنا ساتھی بنا کے اپنی حویلی میں لے جاؤں گا جس روز ایسا ہوا یوں جانو وہ دن میری زندگی کا بہترین اور انتہائی قیمتی دن ہوگا۔

امیر طرنطائی کے اس فیصلے اور ان الفاظ سے حسین وپری چہرہ رودہ انوکھے خوابوں کے رنگوں، نیند کے گہرے سمندر میں آگہی کی شمع جیسی پرکشش، چاندنی راتوں کے بکراں نور میں رقص کرتی نیند کی شہزادیوں جیسی فریب نظر، دشت وصحرا میں آوارہ گرد جاں سوز نغموں جیسی دلسوز اور زندگی کا کہنہ آہنگ لئے قدیم اساطیر جیسی پرجذب ہو کے رہ گئی تھی تھوڑی دیر تک وہ ان الفاظ سے پیدا ہونے والے کیف ومستی کے دفور جادواں، زیست کے امیدوں بھرے راستوں اور اپنی پیاسی نگاہوں کے لئے مستقبل کی نظارگی، آسودگی وتابندگی میں کھوئی رہی اس کے بعد لمحہ بھر کے لئے اس نے عجیب سی آوارہ اور میٹھی نگاہ بستر پر لیٹے ہوئے طرنطائی پر ڈالی پھر خیمے میں اس کی حلاوت بھری آواز بلند ہوئی۔

امیر محترم! آپ کے ان الفاظ نے مجھے ستاروں جیسا میٹھا مدھ بھرا متبسم، عروس فطرت کے حسن جیسا شاداب، شعاع امید جیسا شگفتہ وشاداں بنا کے رکھ دیا ہے آپ کے اس فیصلے نے مجھے لطافتوں سے بھری جوانی جیسا پیغام انبساط عطا کر دیا ہے یہ فیصلہ کر کے آپنے جو مجھ پر احسان کیا ہے وہ میں تادم مرگ بھلا نہ سکوں گی۔

امیر طرنطائی رودہ کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ رودہ تھوڑی دیر رکنے کے بعد دوبارہ بول پڑی۔

امیر محترم آنے والی صبح جب میں اپنے باپ کو آپ کے اس فیصلے سے آگاہ کروں گی تو میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میرے باپ کی خوشی میرے باپ کے اطمینان کی کوئی انتہا نہ ہو گی اس لئے کہ ان دنوں وہ بے چارے یہی امید لئے بیٹھے تھے کسی طرح امیر طرنطائی ان کی بیٹی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنالیں ان سے بھی بڑھ کر میرے نانا اور نانی بے چین ہیں وہ ہر صورت میں مجھے آپ کی زندگی کا ساتھی بنانے پر تلے ہوئے تھے جب میری نانی اور میرے نانا کو اس خبر کی اطلاع ملے گی تو میں سمجھتی ہوں ان کی بھی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ ہو گی میرا بھائی سمیر بھی اس رفاقت پر نہ صرف فخر کرے گا بلکہ بے حد خوش ہو گا۔

لمحہ بھر کے لئے رودہ رکی پھر اس نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھا۔

امیر محترم۔ جب آپ اچھے ہو جائیں گے زخم مندمل ہو جائے گا اور آپ بھلے چنگے ہو کر چلنے پھرنے کے قابل ہو جائیں گے تو کیا آپ میرے ساتھ سوسہ میں ہماری حویلی میں چل کر قیام کریں گے رودہ کے اس سوال پر تھوڑی دیر کے لئے مٹھاس بھری نگاہوں سے

طرنطائی نے رودہ کی طرف دیکھا پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

رودہ! سلطان رکن الدین بڑی بے چینی سے میرے اس زخم کے مندمل ہونے کا انتظار کر رہے ہیں جونہی میں صحت یاب ہوا چلنے پھرنے کے قابل ہوا وہ یہاں سے پڑاؤ ختم کرلیں گے اور بیلفورٹ کی طرف پیش قدمی کریں گے وہ وقت ضائع کئے بغیر بیلفورٹ پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں اس لئے کہ بیلفورٹ کے حکمران کو خبر ہو چکی ہے کہ سلطان اس پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے لہذا وہ ہر روز اپنی قوت میں اضافہ کرتا چلا جارہا ہے تاکہ ہمیں اپنے قلعہ کے اطراف سے مار بھگائے اور یہ بھی خبریں آنی شروع ہو گئی ہیں کہ بیلفورٹ کے حکمراں برائیون کے لئے یورپ سے بھی صلیبی جنگوں کی ابتدا کرنے کے لئے مختلف ممالک کے دستے پہنچنا شروع ہو گئے ہیں۔

لہذا جونہی میں صحت یاب ہوا سلطان اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کردیں گے اور بیلفورٹ پر حملہ آور ہوں گے اس لئے تندرست ہونے کے بعد تمہاری حویلی میں قیام نہ کرسکوں گا اس پر رودہ پھر بول پڑی۔

امیر محترم۔ کیا ایسا ممکن نہیں جب آپ بیلفورٹ کی فتح سے فارغ ہوں تو پھر میرے اور میرے باپ کیساتھ ہماری حویلی میں قیام کریں اس پر طرنطائی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

رودہ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جنگ سے فارغ ہونے کے بعد میں سوسہ میں تمہاری حویلی میں ضرور آوں گا اور جتنے دن میسر آسکے میں وہاں تمہارے ساتھ قیام کروں گا طرنطائی کا یہ جواب سن کر رودہ کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی وہ امیر طرنطائی سے پھر کچھ کہنا چاہتی تھی کہ طرنطائی پہلے بول پڑا۔

رودہ! تم لگاتار سفر کرتے ہوئے تھک چکی ہو گی تمہارے بابا بھی خیمے میں جاکر سو چکے ہوں گے لہذا میرے اطراف میں دیکھو دو تین بستر لگے ہوئے ہیں تمہاری آمد سے پہلے طبیب ابن نفیس میرے ہی خیمے میں قیام کرتے تھے اور ایک دو رات امیر سیف الدین اور حسام الدین بھی میرا دل بہلانے کے لئے میرے خیمے میں قیام کرتے رہے ہیں اب یہ تین بستر لگے ہوئے ہیں ان سے جس میں تم چاہو گھس جاؤ اور آرام کرو رات کافی گہری ہو گئی ہے اور سردی بھی زیادہ ہو گئی ہے لہذا تم اٹھو اور آرام کرو اس پر رودہ بول پڑی۔

میں کیسے سو سکتی ہوں طبیب ابن نفیس جو مجھے دوائیاں دے کر گئے ہیں مجھے وقفے وقفے سے آپ کو پلانی ہیں جواب میں طرنطائی مسکرانے لگا۔

رودہ! تو ان دوائیوں کا پیالہ میرے قریب رکھ دو اب میں اٹھ بیٹھ سکتا ہوں اور خود ہی دوائی پی لوں گا بس تو یہ کہ پانی کا ایک بڑا پیالہ میرے قریب رکھ کر ڈھانپ دو میں اس میں سے پانی پیتے ہوئے خود ہی دوائی پی لوں گا اس پر رودہ بیچاری عجیب سے خلوص میں کہنے لگی۔

نہیں اس طرح میرا ضمیر مطمئن نہیں ہو گا میں چاہتی ہوں کہ میں خود اپنے ہاتھ سے اٹھ کر آپ کو وقفے وقفے سے ابن نفیس کی دی ہوئی دوائیاں پلاتی رہوں اس پر طرنطائی نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

رودہ اگر تو ایسا چاہتی ہے تو تو اٹھ کسی ایک بستر میں گھس جا آرام کر جب دوائی کھانی ہوئی میں تمہیں جگالوں گا میرے اتنے قریب لیٹو کہ میرا ہاتھ تم تک پہنچ سکے اور تمہیں جگا سکوں رودہ نے امیر طرنطائی کی اس گفتگو سے اتفاق کیا اپنی جگہ سے وہ اٹھی اور قریب ہی ایک بستر میں گھس کر وہ آرام کرنے لگی تھی رودہ اور اس کے باپ آموص نے چند یوم تک سلطان کے لشکر میں پڑاؤ کیا رودہ بڑی جانفشانی اور جاں نثاری سے امیر طرنطائی کی دیکھ بھال کرتی رہی جب امیر طرنطائی مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا تو رودہ اور آموص سوسہ میں اپنی حویلی کی طرف چلے گئے تھے جبکہ سلطان رکن الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ بیلفورٹ کی طرف کوچ کیا تھا۔

سلطان رکن الدین دشوار گزار طویل پہاڑی راستوں سے گذرتا ہوا اپریل کے شروع میں یکا یک بیلفورٹ کے سامنے نمودار ہوا سلطان اور اس کے لشکریوں کو دیکھتے ہوئے صلیبی سکتے میں آگئے تھے اس لئے کہ وہ عام حالات میں قلعے پر قبضہ کرنا تو کجا اس پر حملہ کرنا بھی دیوانے کا خواب خیال کرتے تھے۔

تاہم قلعے کے زبردست استحکامات نے ان کی ہمت بندھائے رکھی انہوں نے سلطان رکن الدین کے لشکر کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا سلطان رکن الدین کو بھی اس قلعے کے استحکامات اس کی مضبوطی کا بخوبی علم تھا چنانچہ بیلفورٹ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے انہوں نے بیلفورٹ کا محاصرہ کیا اس کے بعد انہوں نے اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

جب سارے چھوٹے بڑے سالار سلطان رکن الدین کے خیمے میں پہنچ گئے تب سلطان نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیزو! بیلفورٹ کے استحکامات سے میرے ساتھ ساتھ تم بھی اچھی طرح آگاہ ہو اس شہر اور قلعہ کی فصیل کا زیادہ تر حصہ بڑی بڑی اور بلند و بالا چٹانوں کو کاٹ کر تعمیر کیا گیا ہے جن پر منجنیقوں سے سنگ باری بھی کوئی اثر نہیں کرتی اور چٹانوں کو تراش کر بنائی گئی اس فصیل کو عبور کر کے شہر میں داخل ہونا بھی کوئی آسان کام نہیں اس لئے کہ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو فصیلیں جو کافی چوڑی ہیں ان پر سے دشمن کے لشکری نہ صرف ہم پر

تیر اندازی کریں گے بلکہ انگارے اور کھولتا پانی بھی پھینک کر ہمیں ناقابل برداشت نقصان پہنچائیں گے لہذا رسوں کی سیڑھیاں استعمال کرتے ہوئے شہر کی فصیل پر چڑھ کر شہر میں داخل ہونا بھی ایک طرح سے انتہائی مشکل نظر آتا ہے ان حالات میں میں تم سب کو دعوت دوں گا کہ سوچو اور اپنے اپنے خیالات سے مجھے آگاہ کرو کہ اس قلعے پر حملہ آور ہونے کے لئے اور اسے اپنا زیر نگین کرنے کے لئے کیا تدبیر استعمال کرنی چاہیئے۔

سارے سالار تھوڑی تک آپس میں صلاح و مشورہ کرتے رہے اس کے بعد امیر سیف الدین اٹھا اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم ۔ میں امیر طرنطائی اور حسام الدین نے سارے چھوٹے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد ایک تجویز اور تدبیر تیار کی ہے میرے خیال میں اگر اس وقت پر عمل کیا جائے تو بآسانی ہم بیلفورٹ قلعے پر قبضہ کر سکتے ہیں سلطان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی پھر سلطان نے پوچھا۔

سیف الدین اگر تم سب نے مل کر کوئی لائحہ عمل تیار کیا ہے تو یقیناً اس پر عمل کیا جائے گا امیر سیف الدین پھر بول پڑا۔

سلطان محترم! یہ بات سب پر آگاہ ہے کہ قلعہ بیلفورٹ صلیبیوں کے ہاں ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا ہے اور ارض فلسطین اور لبنان کے سارے ٹیمپلرز، ہاسپٹلرز اور صلیبی رضا کار شہر اور قلعے میں جمع ہو گئے ہیں اور وہ ہمارا مقابلہ کرتے ہوئے تن من دھن کی بازی لگا دیں گے ہم نے شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے یہ لائحہ عمل تیار کیا ہے کہ ہمارے پاس لشکر میں اس وقت چھبیس منجنیقیں ہیں۔

سمندر کے کنارے سے لے کر شہر کی فصیل کے ساتھ ساتھ ان منجنیقوں کو مناسب فاصلے سے کھڑا کر دیا جائے اور ان کے ذریعے سے شہر پر سنگ باری کی جائے اس کے علاوہ دو مزید کام کئے جائیں اول یہ کہ اگر قلعہ میں محصور ہونے والے صلیبیوں کو سمندر کی طرف سے کوئی کشتی یا بحری جہاز کمک و رسد خوراک لے کر آئے تو منجنیقیں ان پر بھی سنگ باری کریں اور انہیں سمندر میں ڈبو کر رکھ دیں تاکہ سمندر کی طرف سے بیلفورٹ کے صلیبیوں کو خوراک کے علاوہ رسد اور کمک کا سامان نہ پہنچ سکے۔

دوسرا کام ہمیں یہ کرنا چاہیئے کہ شہر اور قلعہ کا بڑی سختی کیساتھ محاصرہ کرنا

چاہیئے تا کہ سمندر کی طرح خشکی کی بھی کسی سمت سے اہل شہر کو رسد اور کمک کا سامان نہ مل سکے اسطرح ہم اگر منجنیقوں کے ذریعے سے شہر پر پتھر برساتے رہیں اور چاروں طرف سے محاصرہ تنگ کر کے ضرورت کی کوئی شئے شہر میں داخل نہ ہونے دیں تو میرے خیال میں اس قلعہ اور شہر کا سارا استحکام ریزہ ریزہ ہو کر رہ جائے گا۔

اس قلعے کا لگاتار محاصرہ کرتے ہیں سلطان محترم! جب ہم دیکھیں کے قلعے کے اندر جو صلیبی لشکر ہے اس کی قوت مدافعت جواب دیتی چلی جارہی ہے تو پھر ہم مناسب وقت پر رسوں کی سیڑھیاں استعمال کرتے ہوئے شہر کی فصیل کے اوپر چڑھیں گے شہر کی فصیل کے اوپر جو محافظ لشکر ہو گا اس کا قتلِ عام کرتے ہوئے شہر کے دروازے کھول دیں گے بیلفورٹ جو عیسائی دنیا کے ہاں ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا ہے اس پر ہم بآسانی قابض ہو جائیں گے۔

امیر سیف الدین یہاں تک کہنے کے بعد اپنی نشست پر بیٹھ گیا اس کی اس تجویز پر سلطان رکن الدین کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر سلطان تھوڑی دیر تک غور فکر میں غرق رہا اس کے بعد خیمے میں سلطان کی آواز بلند ہوئی۔

سیف الدین میرے عزیز! تم سب نے مل کے جو بیلفورٹ پر حملہ آور ہونے کے لیئے لائحہ عمل تیار کیا ہے میں اس سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں آج ہی سمندر سے لے کر شہر تک مناسب فاصلے پر منجنیقیں نصب کروا دو شہر کے محاصرے میں خوب تنگی پیدا کر دو سمندر کی طرف سے کوئی کشتی یا جہاز ضرورت کا سامان لے کر آتا ہے تو اس پر سنگ باری کر کے اس کو بھی ڈبوتے چلے جاؤ اس طرح اگر محاصرہ طول پکڑتا ہے تو دشمن کی قوت مدافعت جواب دیتی چلی جائے گی اس طریقہ کار پر آج ہی نہیں بلکہ ابھی سے عمل پیرا ہونا شروع ہو جاؤ اس کے ساتھ ہی سلطان نے اس جنگی کونسل کا اجلاس ختم کر دیا تھا۔

سلطان اور اس کے لشکریوں کے درمیان جو لائحہ عمل تیار ہوا تھا اس کے مطابق سمندر کے کنارے سے لے کر شہر کے اطراف تک مناسب فاصلے پر منجنیقیں نصب کر دی گئی تھیں منجنیقوں کے پاس پتھروں کے ڈھیر لگا دیئے گئے تھے تا کہ سنگ باری لگاتار شہر کی فصیل پر کی جاسکے اس کے علاوہ سارے لشکر کو سلطان نے شہر کے اطراف میں کچھ اس طرح پھیلایا تھا کہ کسی بھی سمت سے اہل شہر اور وہاں مقیم لشکر کے لئے ضروریات

زندگی کا سامان باہر سے داخل نہیں ہو سکتا تھا اس طرح محاصرہ طول پکڑتا گیا یہاں تک کہ اس محاصرے کو جاری ہوئے پورے پانچ ہفتے گزر گئے تھے اس کے بعد سلطان نے ایک بار پھر اپنی جنگی کونسل کا اجلاس طلب کیا سارے سالار سلطان کے خیمے میں جمع ہوئے سلطان نے پھر انہیں مخاطب کیا۔

سیف الدین کے ساتھ مل کر جو تم نے جنگ کا لائحہ عمل تیار کیا تھا اس پر ہم نے عمل کیا میں سمجھتا ہوں پانچ ہفتوں کے لگاتار محاصرے میں اہل شہر ہی نہیں بلکہ وہاں جو صلیبیوں کا لشکر مقیم ہے ان کی قوت مدافعت کم ہو کر رہ گئی ہو گی لہذا اب میں چاہتا ہوں کہ دشمن پر فیصلہ کن ضرب لگاتے ہوئے بیلفورٹ شہر پر قبضہ کر لیا جائے۔

سلطان رکن الدین کی اس گفتگو کے جواب میں امیر سیف الدین بول پڑا۔

سلطان محترم میں اور سارے سالار آپکی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہیں ہم سب کا اب لائحہ عمل یہ ہے کہ جہاں منجنیقیں نصب ہیں وہیں نصب رہیں اس سے پہلے ہم صرف دن کے وقت شہر پر سنگ باری کرتے رہے ہیں رات کو شہر پر سنگ باری نہ ہوتی تھی لیکن اب ہم اپنا طریقہ کار تبدیل کریں گے آج سے منجنیقوں پر کام کرنے والے دن کے وقت تو آرام کریں گے پر رات کو شہر پر سنگ باری شروع کر دیں گے رات کے وقت سنگ باری ہونے سے سارے اہل قلعہ سمجھیں گے کہ اب مسلمانوں کی طرف سے کسی نئی چال کی ابتدا ہونیوالی ہے لہذا وہ منجنیقوں کی طرف سے چوکس رہیں گے تا کہ کہیں سنگ باری کی آڑ میں مسلمان شہر پناہ پر چڑھنے کی کوشش نہ کریں۔

سلطان محترم۔ لشکر کو پہلے کی طرح چار حصوں میں تقسیم کیا جائے آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جہاں ہیں وہیں رہیں اور محینقوں کی نگہبانی کرتے رہیں باقی تین لشکر میرے طرنطائی اور حسام الدین کے پاس رہیں تین لشکروں میں سے دو مختلف سمتوں سے شہر پر حملہ آور ہوں گے اور شہر پر تیر اندازی کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کریں اپنے سامنے اپنی ڈھالیں رکھ لیں تا کہ اگر قلعہ کے اوپر سے دشمن تیر اندازی کرے تو ہمیں نقصان نہ پہنچے لشکر کا تیسرا حصہ اس پٹی کی طرف چلا جائے جو سمندر سے جا ملتی ہے اور وہاں چٹانوں کی آڑ میں رہتے ہوئے فصیل کے اوپر چڑھنے کی کوشش کرے چونکہ تین اطراف سے حملہ ہو چکا ہو گا ایک سمت سے منجنیقیں سنگ باری کریں گے دو جانب سے دو مختلف لشکر

حملہ آور ہوں گے لہذا چوتھی جانب اہل قلعہ کوئی دھیان دے نہ پائیں گے اس لئے کہ چوتھی جانب ایک چھوٹی سے پٹی رہ جاتی ہے جو سمندر سے جاملتی ہے میرے خیال میں اس طرف دشمن کوئی دھیان نہیں دے گا اور اسی بے دھیانی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اب طے یہ کرنا رہ گیا ہے کہ شہر پر دو مختلف سمتوں سے حملہ آور کون ہوگا اور سمندر والی پٹی سے شہر کی فصیل پر کسے چڑھنا ہوگا۔

قبل اس کے سلطان رکن الدین امیر سیف الدین کی اس گفتگو کا جواب دیتا طرنطائی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور بول پڑا۔

سلطان محترم امیر سیف الدین کی اس گفتگو کا جواب میں دیتا ہوں آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ منجنیقوں کی کاروائی کرتے رہیں امیر سیف الدین اور امیر حسام الدین دو مختلف سمتوں سے اس شہر پر حملہ آور ہو جائیں میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ فصیل کی اس پٹی کی طرف جاؤں گا جو سمندر سے ملتی ہے وہاں چھوٹی بڑی چٹانیں دور تک پھیلی ہوئی ہیں انہی کی آڑ میں رہتے ہوئے رسوں کی سیڑھیوں کے ذریعے شہر کی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کروں گا مجھے امید ہے کہ میں اپنی اس کوشش میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا اور قلعے کے اوپر اس سمت جو محافظ ہوں گے ان کا خاتمہ کرنے کے بعد میں اس سمت شہر کا دروازہ کھول دونگا اس طرح اس دروازے سے سیف الدین اور حسام الدین دونوں اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو سکیں گے اس کے بعد ان کے پیچھے آپ بھی بیلفورٹ میں داخل ہو جائیں گے یوں ہم بڑی آسانی سے کوئی بڑا نقصان برداشت کئے بغیر بیلفورٹ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

طرنطائی جب خاموش ہوا تو سلطان رکن الدین نے اپنا فیصلہ دیا۔

سنو سیف الدین اور طرنطائی میں تم دونوں کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں اس تجویز پر آج سے ہی عمل پیرا ہوا جائے گا آج کی رات یوں جانو بیلفورٹ پر ہمارے حملے کی آخری رات ہو گی ہم اس حملے میں خداوند نے چاہا تو اہل بیلفورٹ کے لشکر کو ہلاکر رکھ دیں گے اس کے ساتھ ہی سلطان رکن الدین نے وہ اجلاس ختم کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔

رات بنی آدم کی پستی و ذلت، احساس جذبات جوانی کے میکدوں میں گناہوں کی چھلکتی مے، اہرمن کی طرب گاہوں اور گناہوں کی آلائشوں میں لتھڑی بہیمانہ خواہشوں پر

قہقہے لگاتی ہوئی اپنے سفر کی آدھی مسافت طے کر چکی تھی ہر طرف ہر سو وحشت عصیاں اور روبائے حسن کے آتشیں نقوش جیسی خاموشی اور عہدہ گزشتہ کی رنگین خوابوں کے خطوط جیسا سکوت طاری تھا کیف و لطافت موسموں کے نشاط اور ایام نو بہار سے لتھڑی سمندر کی طرف سے آنیوالی ہوائیں اپنے دامن میں عشرت فشار مست گیتوں کے سرور د رقص اور بھولے ہوئے مناظر رنگین لئے ہر شئے پر چھا چکی تھی بیلفورٹ شہر کی فصیل پر فشاں رات کی بھیگی چاندنی میں ڈوبی ہوئی تھی فصیل کے اوپر پہرہ دینے والے چاق وچو بند تھے اپریل کی خنک رات میں اپنے آپ کو گرم رکھنے کے لئے انہوں نے جگہ جگہ چھوٹے بڑے آگ کے الاؤ روشن کر رکھے تھے ایسے میں اچانک ایک انقلاب رونما ہوا اور سلطان رکن الدین کے حکم پر سمندر کے کنارے سے لے کر شہر کی فصیل کے ساتھ ساتھ آگے تک چھبیس منجنیقیں بھوکی کالی آندھیوں اور نفرت کی جوالا کی طرح حرکت میں آئیں اور وہ خلش ریز گہوارہ آلام، بے سطوت و بے ننگ و نام سیاہ قہر مذلت کی طرح بیلفورٹ شہر کی فصیل پر سنگ باری کرنا شروع ہو گئی تھیں۔

پتھروں کے آپس میں ٹکرانے سے چاروں طرف ایک شور اور کان پھاڑتی ہوئی صدائیں پھیلنا شروع ہو گئی تھیں بیلفورٹ کی فصیل کے اوپر پہرہ دینے والے پتھروں کی اس بارش سے بچنے کے لئے ان سنگین برجوں کے اندر چھپ گئے تھے جو بڑی بڑی چٹانوں کو تراش کر بنائے گئے تھے وہ جانتے تھے کہ منجنیقوں کی سنگ باری ان برجوں پر اثر انداز نہیں ہو گی لہذا وہ برجوں کے اندر محفوظ ہیں وہ جانتے تھے کہ سنگ باری زیادہ دیر تک جاری نہ رکھی جاسکے گی اس لئے کہ رات کی تاریکی میں مسلمانوں نے منجنیقوں کے پاس جو پتھر جمع کئے ہوں گے وہ ختم ہو جائیں گے اور اس کے ساتھ ہی سنگ باری کا سلسلہ بھی اپنے اختتام کو پہنچ جائے گا لیکن عین اسی دوران ایک اور خونی انقلاب اٹھ کھڑا ہوا۔

اور وہ اس طرح کے شہر کی ایک سمت سے اچانک امیر سیف الدین نے آتش جذبات میں گرم رو تکبیریں بلند کیں پھر وہ ایک سیل بلاخیر میں روح کی آشفتگی سوز پیہم میں گرفتار فراوانی اندوہ کی طرح حرکت میں آیا پھر اس نے عہد وقت کو دھندلا دینے، چہروں کو گرد الم سے اٹ دینے والے بادلوں کی سطحوں میں چھپے طوفانوں اور ظلمت شب کا گریبان چاک کر دینے والی سرخ آندھیوں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

امیر سیف الدین نے یہ حملہ بڑی تدبیر بڑے طے شدہ لائحہ عمل سے کیا تھا اس نے اپنی اگلی صفوں میں جو جوان رکھے تھے انہوں نے اپنے سامنے ڈھالیں کر رکھی تھیں تا کہ اگر فصیل کے اوپر سے ان پر تیر برسائے جائیں یا سنگ باری کی جائے تو نہ صرف وہ اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں بلکہ پچھلی صفوں کی بھی حفاظت کر سکیں جبکہ پچھلی صفوں کے جوان شہر کی فصیل پر تیر اندازی کرنے لگے تھے۔

امیر سیف الدین کے حملہ آور ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد شہر کی دوسری جانب سے حسام الدین بھی اپنے حصے کے لشکر کیساتھ امیر سیف الدین ہی کی طرح ویرانوں کی دلدل میں کلفتوں کے سنگریزوں کی طرح حرکت میں آیا اس کے بعد وہ بے پناہ سیل رواں، ذلت کے نشان اور تاریکی کے نہاں قانون میں اونگھتے طبقاتی جبر میں امیر سیف الدین ہی کی طرح شہر کی دوسری سمت سے حملہ آور ہوا تھا۔

بیلفورٹ شہر کی فصیل کے اوپر جو محافظ لشکر تھا وہ ان تین اطراف کے حملوں سے پریشان اور ایک طرح کے خلجان میں مبتلا ہو گیا تھا بیلفورٹ کے حکمران برالیون نے اس موقع پر اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اس نے شہر کے اندر رکھا دوسرا حصہ اس نے فصیل کے اوپر چڑھا دیا تھا اب اسے دو طرح کے خدشات تھے ایک یہ کہ منجنیقوں کی سنگ باری کی آڑ میں دائیں بائیں جانب سے سلطان رکن الدین کے لشکری فصیل پر حملہ آور ہو کر فصیل پر چڑھنے کی کوشش کریں گے دوسرا خدشہ اسے یہ بھی تھا کہ دائیں بائیں جانب سے سلطان رکن الدین کے لشکری حملہ آور ہو کر منجنیقوں کی طرف سے سنگ باری کی آڑ لیتے ہوئے شہر پناہ پر چڑھ کر شہر پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے اپنے آدھے لشکر کو تو برالیون نے شہر کے اندر ہی رکھا باقی آدھے لشکر کو اس نے صرف ان تین اطراف میں پھیلا دیا جس سمت سنگ باری ہو رہی تھی اور جہاں امیر سیف الدین اور امیر حسام الدین حملہ آور ہو رہے تھے۔

فصیل کی چوتھی سمت جو سمندر سے جا کر لگتی تھی خالی چھوڑ دی گئی تھی اور اسی سمت چٹانوں کی اوٹ میں امیر طرنطائی اپنے حصے کے لشکر کو لے کر گھات میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ حملہ آور ہونے کے لئے مناسب وقت کا منتظر تھا۔

منجنیقوں کی سنگ باری اور جنگ کے شروع ہو جانے کے باعث ہر شئے سرحد

مرگ و حیات پر آن کھڑی ہوئی تھی ہر شئے خوف سے سہمی اور خطروں سے گھبرائی ہوئی تھی خون اگلتی جنگ اور موت کے جھکڑوں کی یورش نے ہر آرزوئے حیات کو موت کی زد میں لے رکھا تھا بیلفورٹ شہر کے اطراف میں برستے لپکتے شعلوں کی طرح چیخیں چیخوں سے ٹکرانے لگی تھیں۔

عین اس موقع پر جب کہ بیلفورٹ شہر کے اطراف میں ایک شور ہائے ہو برپا تھا امیر طرنطائی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ساحلی کوہستانی سلسلے کے اندر سے یوں نکلا جیسے پتھروں کی رگوں سے کھولتی آگ اور چٹانوں کے سوراخوں سے بے شمار لاوے تڑپ کر پھوٹ پڑتے ہیں یا ان گنت بہتے نالوں کا شور فضاؤں کو چیرتا ہوا نکل آتا ہے اسی انداز میں طرنطائی بھی چٹانوں سے نکل کر اپنے لشکر کے ساتھ باہر آیا پھر وہ آہستہ آہستہ شور کئے بغیر شہر کی فصیل کے قریب آن رکا تھا۔

فصیل کے قریب آکر طرنطائی نے اپنے لشکریوں کو اس فصیل پر رسوں کی سیڑھیاں پھینکنے کا حکم دیا یہ حکم ملتے ہی طرنطائی کے لشکری فوراً حرکت میں آئے آناً فاناً انہوں نے شہر کی فصیل کے اوپر رسوں کی سیڑھیاں پھینک دی تھیں شہر کی فصیل کا وہ حصہ چونکہ اس وقت ویران اور خالی پڑا تھا لہذا طرنطائی اور اس کے لشکریوں کو کسی قسم کی دقت اور دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑا وہ رسوں کی سیڑھیوں سے بلا خوف و خطر شہر کی فصیل کے اوپر چڑھ گئے پھر انہی سیڑھیوں کو استعمال کرتے ہوئے وہ اس فصیل کی دوسری جانب بیلفورٹ شہر کے اندر اتر گئے تھے۔

بیلفورٹ شہر کے اندر برالیون کا جو حفاظتی لشکر تھا اس نے بھی طرنائی کو اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ فصیل سے نیچے اترتے دیکھ لیا تھا یہ لشکر ناگ کی طرح خوف بھرے پھن پھیلائے آگے بڑھا اور شعلوں میں تپ کر ظلمتوں میں بھٹکتے نقوش اور زندگی کے دلکش روپ کو نگلتی آندھیوں کے خروش کے طرح اس نے طرنطائی اور اس کے لشکریوں پر حملہ کر دیا تھا۔

طرنطائی جانتا تھا کہ جس قدر لشکر اسکے پاس ہے شہر کے حفاظتی لشکر کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے لیکن اس نے دشمن کے شہر میں اترنے کے بعد ہمت نہیں ہاری بلکہ وہ یوں دشمن کے حملوں کے سامنے ڈٹا اور جما رہا جیسے سمٹتی تیرگی کے آگے پھیلتی شفق۔

جیسے وقت کی عروس حیات کی گود میں بے درد شعلوں کا اجتماع اور فاتحانہ ورود۔

تھوڑی دیر تک امیر طرنطائی دشمن کے حملوں کو روک کر اپنی حالت کو استحکام بخشتا رہا پھر اس نے زوردار تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے لشکریوں کو جوابی حملہ کرنے کا حکم دے دیا گیا تھا طرنطائی کی تکبیریں سننے کے بعد اور اس کے پیش قدمی کے حکم کو سننے کے بعد اس کے لشکری سلگتی تنہائی اور تلخی غم حیاتکی طرح حرکت میں آئے پھر طرنطائی اپنے لشکر کے ساتھ پرجوش موجوں کے طوفان، روزن فراز کوہ سے پھوٹ نکلنے والی سمندر کی آویزش، کرب آلودہ سخت موسموں کی یورش اور آئینہ خانہ تصور میں ارتقاء کے لپکتے شعلوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

آناً فاناً دشمن کو ہو لہان کر دینیوالے حملے کرتے ہوئے طرنطائی نے ان کی حالت ویران ویران دل کی بستی، روح میں خار مفلسی کی خراشوں، پرہول اداس نوحوں اور خوابوں کے اجڑے کھیتوں جیسی بنانی شروع کر دی تھی پھر انہیں بری طرح پیچھے کی طرف دھکیلتے ہوئے طرنطائی آگے بڑھا اور شہر کا دروازہ اس نے کھول دیا تھا۔

بیلفورٹ شہر کا دروازہ کھلنا تھا کہ تھوڑی دیر بعد امیر سیف الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کھلنے والے اس دروازے سے شہر میں داخل ہوا اور جو لشکر طرنطائی کے ساتھ برسرپیکا تھا اس کی پشت کی جانب سے سیف الدین خاموش آتش سیال۔ یادوں کے ٹوٹے خوابوں اور دہکتے انگاروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا امیر سیف الدین کے بیلفورٹ شہر کے اندر یوں حملہ آور ہونے کی وجہ سے شہر کے ذرے ذرے پر خوف و ہراس اور کوچے کوچے میں وحشتیں رقص کرنے لگی تھیں۔

اتنی دیر تک بیلفورٹ کے حکمراں برالیون کے اس لشکر کو جو فیصل پر متعین تھا خبر ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کے لشکر کا ایک حصہ شہر میں داخل ہو چکا ہے یہ خبر سنتے ہی ان پر ایسی بدحواسی طاری ہوئی کہ فصیل کو انہوں نے چھوڑ دیا پھر وہ جذبات کی شوریدہ کاری اور خون کے سیلاب رواں کی طرح لپکے تاکہ طرنطائی پر حملہ آور ہو جائیں اتنی دیر تک طرنطائی بھی شہر میں موجود پہلے لشکر سے فارغ ہو چکا تھا اس لئے کہ اسے امیر سیف الدین نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا لہذا فصیل کی طرف آنے والے لشکر سے نپٹنے کے لئے امیر طرنطائی بپھری موجوں کی طرح مڑا پھر اس نے زندگی کو لپیٹتے عرصہ سکرات کی طرح اس پر

حملہ کر دیا تھا طرنطائی کے اس حملے میں کھیتوں کے دیار سی شادابی، چڑھتے دنوں کا جمال اور خوابوں کی صبح خنداں جیسا چھا جانے والا جذبہ تھا۔

دوسری طرف سلطان رکن الدین اور حسام الدین بھی بہت بڑا قدم اٹھا چکے تھے جب انہیں خبر ہوئی کہ طرنطائی نے شہر میں داخل ہونے کے بعد شہر کا دروازہ کھول دیا ہے اور یہ کہ اس دروازے سے امیر سیف الدین نے داخل ہو کر دشمن پر ضرب لگانی شروع کر دی ہے اور یہ کہ فصیل کے اوپر جس قدر برالیون کا لشکر تھا وہ بھی فصیل چھوڑ کر نیچے اتر گیا ہے تو سلطان رکن الدین اور حسام الدین فوراً حرکت میں آئے رسیوں کی سیڑھیوں کی مدد سے انہوں نے اپنے لشکر کو فصیل کے اوپر چڑھایا۔

پھر فصیل چھوڑ کر طرنطائی کی طرف جانے والے لشکر کی پشت پر سے سلطان رکن اور حسام الدین دونوں بیک وقت صداؤں کے تلاطم میں لمحوں کی برہم آگ۔ اعصاب میں سنسنی دوڑا دینے والے حیات و موت کے افسانے اور صدیوں کی مسافت کو سمیٹ لینے والے قصہ آدم کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

شہر کے اندر جو پہلے سے موجود لشکر تھا اس کی تعداد کسی قدر طرنطائی نے اپنے پہلے حملے میں کم کر دی تھی باقی کسر سیف الدین نے پوری کر دی تھی اور تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد اس نے مکمل طور پر اس لشکر کا صفایا کر دیا تھا اور وہ لشکر جو فصیل سے اتر کر لپکا تھا وہ دو طرف سے پسنا شروع ہو گیا تھا سامنے کی طرف سے طرنطائی ضربیں لگا رہا تھا اور پشت کی جانب سے خود سلطان رکن الدین اور حسام الدین نے انہیں ادھیڑنا شروع کر دیا تھا لمحوں ہی کی جنگ کے اندر سلطان رکن الدین اور اس کے سالاروں نے برالیون کے دونوں لشکروں کا صفایا کر دیا تھا۔

صبح ہونے سے پہلے جس قدر بیلفورٹ شہر کے اندر جنگجو ٹیمپلرز، ہاسپٹلرز اور دوسرے صلیبی رضاکار تھے ان کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا تھا کچھ لوگ خفیہ راستوں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب بھی ہو گئے تھے اس جنگ میں بیلفورٹ کا حکمران برالیون مارا گیا تاہم اس کی بیٹی برینس خفیہ راستوں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی تھی بیلفورٹ کی سلطان رکن الدین کے ہاتھوں فتح سے بحرہ روم کے کنارے کنارے نصرانی قوتوں کی پیٹھ پر بڑی کاری اور بری ضرب لگی تھی۔

ایک روز شام سے تھوڑی دیر پہلے امیرِ طرنطائی درمیانہ روی سے اپنے گھوڑے کو ہانکتا ہوا سوسہ میں آموص کی حویلی میں داخل ہوا آموص اور رودہ دونوں باپ بیٹی اس وقت اپنی حویلی کے صحن میں اپنے باغات اور زمینوں کی دیکھ بھال کرنے والے کارندوں کو ہدایات دے رہے تھے جونہی رودہ کی نگاہ حویلی میں داخل ہوتے امیرِ طرنطائی پر پڑی اس کی حالت یکسر تبدیل ہو کر رہ گئی تھی۔

امیرِ طرنطائی کو اپنی حویلی میں دیکھتے ہی رودہ سرگوشیوں کی مٹھاس، سکھ دیوی کے گیتوں جیسی طرب انگیز، محبت کے نشاط شیریں، چشم سیماب ریز جیسی گلوں کی شادابی، صبح تمنا کے ترانوں کی سی پر بہار اور ابر پاروں سے نکلتے چاند اور آشاؤں کے سندر بن جیسی خوشگوار ہو کر رہ گئی تھی۔

خود آموص بھی طرنطائی کو یوں اپنی حویلی میں داخل ہوتے وقت بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہا تھا پھر اس نے اپنے کچھ کارندوں کو حکم دیا تاکہ وہ طرنطائی کا گھوڑا پکڑیں اور اسے اصطبل کی طرف لیجائیں۔ آموص کا یہ حکم سنتے ہی اس کے کئی کارندے بھاگے بھاگے آگے بڑھے اور انہوں نے امیرِ طرنطائی کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی امیرِ طرنطائی گھوڑے سے اتر گیا اور وہ کارندے گھوڑے کو اصطبل کی طرف لے گئے تھے آہستہ آہستہ طرنطائی اس جگہ آیا جہاں رودہ اور آموص کھڑے تھے جونہی وہ قریب آیا رودہ نے اپنی شہید برساتی آواز اور رنگ بکھیرتے لہجے میں طرنطائی کو مخاطب کیا۔

امیرِ طرنطائی میں اور میرا باپ دونوں آپ کو اس حویلی میں خوش آمدید کہتے ہیں یہ پہلا موقع ہے کہ آپ امیرِ طرنطائی کی حیثیت سے اس حویلی میں داخل ہوئے ہیں ورنہ اس سے پہلے تو آپ یوس نام کے ایک غلام کی حیثیت سے اپنا نام گمنام رکھتے ہوئے یہاں وارد ہوئے اور لمحوں کے اندر ہمیں اپنا احسانمند بنا کے رکھ دیا تھا رودہ کی اس گفتگو پر آموص نے خوش ہو کر ایک قہقہہ لگایا طرنطائی کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی پھر آموص نے رودہ کو مخاطب کر کے کہا۔

رودہ میری بیٹی تم طرنطائی کو لے کر حویلی میں چلو سورج غروب ہو رہا ہے طرنطائی بھوک محسوس کر رہا ہو گا میں کھانے کے احکام دے کر تم لوگوں کے پاس ہی آکر بیٹھتا ہوں آموص جب وہاں سے ہٹ گیا تو رودہ نے میٹھی نگاہوں سے طرنطائی کی طرف دیکھا پھر اپنا گداز نرم اور مرمریں ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس نے طرنطائی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور تقریباً اسے کھینچتی ہوئی وہ حویلی کے اندر لے گئی تھی دونوں جاکر دیوان خانے میں بیٹھ گئے تھے۔

دیوان خانے میں تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی اس کے بعد رودہ نے میٹھی میٹھی پیار بھری نگاہوں سے طرنطائی کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

امیرِ طرنطائی آپ کتنے دن تک ہماری حویلی میں قیام کریں گے رودہ کے اس استفسار پر بڑے غور سے طرنطائی نے اس کی طرف دیکھا اور اس نے کہنا شروع کیا۔

رودہ میں نے چونکہ تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں تمہاری حویلی میں آؤں گا لہذا میں وعدہ نبھاتے ہوئے آتو گیا ہوں لیکن میں تمہارے پاس زیادہ دیر تک قیام نہیں کروں گا دیکھ رودہ کل شام کو ہمارا لشکر اپنی نئی منزل کی طرف روانہ ہو گا لہذا میں آج کی شب تمہارے ساتھ تمہاری حویلی میں قیام کروں گا اور آنے والی صبح یہاں سے میں اپنے پڑاؤ کی طرف چلا جاؤں گا اس لئے کہ مجھے اپنے کوچ کی تیاری کرنا ہو گی طرنطائی کے اس انکشاف پر لمحہ بھر کے لئے رودہ اداس سی ہو گئی تھی تاہم اس نے اپنے آپ کو سنبھالا پھر دوبارہ اس نے پوچھا۔

آپ کے لشکر کا اگلا ہدف کونسا ہو گا طرنطائی نے تیز نگاہوں سے رودہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا دیکھ رودہ! میں اپنے لشکر کی اگلی منزل اور اپنے حملوں کے اگلے ہدف سے

متعلق بتانے کا مجاز نہیں ہوں تو اس سے متعلق محسوس مت کرنا رودہ نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا میں آپ کی گفتگو کا مطلب سمجھ گئی ہوں مجھے یہ سوال نہیں کرنا چاہیئے تھا اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔

اور ہاں میں آپ کو یہ بتاؤں کہ میں نے اپنے بابا سے اس بات کا ذکر کر دیا ہے کہ آپ مجھے اپنی زندگی بھر کا ساتھی بنانے پر رضامند ہو گئے ہیں میرے پاس الفاظ نہیں جنہیں استعمال کرتے ہوئے میں یہ بتا سکوں کہ میرے اس انکشاف کے بعد میرے باپ کو کس قدر خوشی اور کس قدر مسرت ہوئی تھی اور جب یہ خبر میرے نانا اور میری نانی کو ہو گی تو میں سمجھتی ہوں ان کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ ہو گی یہاں تک کہنے کے بعد رودہ جب خاموش ہوئی تو طرنطائی بول پڑا۔

سن رودہ! اب جب ہم دونوں نے ایک دوسرے سے زندگی بھر کا رفیق بننے کا عہد کر چکے ہیں تو میں تمہیں اپنی زندگی کے ایک راز سے آگاہ کرتا ہوں تاکہ آنے والے دنوں میں تم یہ نہ کہہ سکو کہ میں نے اپنی زندگی کا کوئی پہلو تم سے چھپا کر رکھا رودہ نے حیرت میں پڑتے اور جھجکتے ہوئے پوچھا کیا آپ کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا بھی ہے جسے راز میں رکھا گیا ہے۔

طرنطائی سنجیدہ ہو گیا اور کہنے لگا۔

ایک پہلو ایسا ہے جو ابھی تک تم سے پوشیدہ ہے اسی سے متعلق میں تمہیں بتانے لگا ہوں اس کے بعد طرنطائی نے خاص مقصد کے تحت قاہرہ سے دمشق جانے وہاں کے بشپ اور پادری کو قتل کرنے پھر وہاں سے بیلفورٹ میں داخل ہونے وہاں بھی وہاں کے بشپ اور پادریوں کا خاتمہ کرنے کے ساتھ ساتھ بیلفورٹ کے حکمران کے بیٹے ایرش اور پھر برالیون کے دربار میں اس کے سپہ سالار اعلیٰ کو تیغ زنی کے مقابلے میں شکست دینے کے ساتھ ساتھ برینس کے اپنی طرف مائل ہونے پھر برینس کو اس کی اصلیت کی خبر ہونے اور اس کے انتقام پر اترنے کے سارے ہی واقعات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔

خاموش ہونے کے بعد طرنطائی بڑے غور بڑے انہماک سے رودہ کی طرف دیکھنے لگا تھا شاید وہ اس کا رد عمل جاننا چاہتا تھا اس نے دیکھا رودہ ہلکے ہلکے دھیمے دھیمے مسکرا رہی تھی اس پر حیرت زدہ ہوتے ہوئے طرنطائی نے پوچھا تم مسکرا اور ہنس رہی ہو

اس پر رودہ نے فخریہ انداز میں کہا۔

میں کیوں نہ مسکراؤں مجھے فخر ہے کہ وہ جوان جو میری زندگی کا ساتھی بننے والا ہے اس نے بیلفورٹ کے حکمران برالیون کے دربار میں اس کے سپہ سالار کو شکست دی اس کے بیٹے سے ہولناک انتقام لیا اور اپنی شجاعت بہادری اور مردانہ وجاہت سے برالیون کی بیٹی کو اپنی محبت میں مبتلا کیا امیر طرنطائی مجھے آپ کی ذات اور آپ کی جنگی مہارت پر فخر ہے۔

امیر طرنطائی رہا سوال برینس کا تو وہ یقیناً آپ کی شجاعت دلیری اور مردانہ وجاہت کو دیکھتے ہوئے آپ کی طرف مائل ہوئی ہو گی لیکن جب اسے خبر ہوئی کہ آپ نے اس کے بھائی کو قتل کیا ہے تو وہ آپ سے انتقام لینے پر تل گئی اس کا مطلب ہے اب مجھے ہر وقت آپ کے ساتھ رہنا چاہیئے تاکہ میں آپ کے ساتھ رہتے ہوئے برینس پر نگاہ رکھ سکوں اور وہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے اس پر ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے طرنطائی کہنے لگا۔

اس کی نوبت ہی نہیں آئے گی برینس کے علاوہ فدائی بھی مجھے اپنا ہدف بنانا چاہتے ہیں لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ان میں سے کوئی بھی میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ پائے گا اور میں اپنے کام کو جاری رکھوں گا۔

رودہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ کمرے میں آموص داخل ہوا وہ طرنطائی کے پہلو میں بیٹھ گیا پھر طرنطائی کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر بڑی شفقت میں اس نے کہنا شروع کیا

طرنطائی میرے بیٹے میں تمہارا انتہا درجے کا ممنون اور شکر گزار ہوں کہ تم نے میری بیٹی رودہ کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عہد کر لیا ہے یوں جانو کہ اس خبر سے بڑھ کر میرے لئے خوشی کی اور خبر نہ تھی اور جب تمہارے اس ارادے کی اطلاع رودہ کی نانی اور نانا کو ہو گی تو یقین جانو یہ خبر ان کے لئے انتہا درجے کی خوش کن ہو گی بیٹے آؤ پہلے تینوں مل کر کھانا کھائیں میں نے اپنے کارندوں سے کھانا تیار کروا کے ساتھ والے کمرے میں لگوا دیا ہے اس کے بعد بیٹھ کر تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں آموص کے کہنے پر طرنطائی اور رودہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے ساتھ ہوئے طرنطائی نے آنے والی رات آموص اور رودہ کے ساتھ ان کی حویلی میں بسر کی دوسرے روز وہ اپنے لشکر کی طرف لوٹ گیا تھا۔

چند روز تک بیلفورٹ میں قیام کرنے اور وہاں انتظام وانصرام درست کرنے کے بعد سلطان رکن الدین نے وہاں سے کوچ کیا اب انہوں نے طرابلس کا رخ کیا تھا عیسائی دنیا کے معتبر حکمران جانتے تھے کہ بیلفورٹ کو فتح کرنے کے بعد سلطان رکن الدین ضرور طرابلس کا رخ کرے گا اس لئے کہ بیلفورٹ کے قریب قریب یہی شہر پڑتا تھا لہذا اس شہر میں نصرانی دنیا نے اپنی ساری طاقت اور قوت جمع کر لی تھی۔

یہاں تک کہ انطاکیہ کا حکمران بوہیمان بھی ایک بہت بڑا لشکر لے کر طرابلس پہنچ گیا تھا اور طرابلس کے مقامی لشکر کے ساتھ وہ شہر میں محصور ہو گیا تھا عیسائی دنیا کا ارادہ یہ تھا کہ پہلے محصور ہو کر شہر کی حفاظت کی جائے اور جب محاصر کرتے کرتے سلطان رکن الدین تھک جائے شہر سے باہر نکل کر سلطان رکن الدین پر ضرب لگائی جائے اسے شکست دی جائے اور قاہرہ تک اس کا تعاقب کیا جائے۔

طرابلس کی حفاظت کے لئے بوہیمان نے اپنے ایشیائی عیسائی حکمرانوں کے علاوہ یورپ سے بھی مدد طلب کی تھی یورپ سے کچھ رضاکار طرابلس کی حفاظت کے لئے پہنچے تھے اس کے علاوہ آرمینیا کا عیسائی حکمران ہیٹن بھی حرکت میں آیا تھا اور اس نے ایک جرار لشکر اپنے بیٹے کی سرکردگی میں سلطان رکن الدین کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا تھا انطاکیہ کے حکمران بوہیمان نے آرمینیا کی طرف سے آنے والے اس لشکر کو تو انطاکیہ ہی میں مقیم رکھا تا کہ اس کی غیر موجودگی میں آرمینیا والے طرابلس اور انطاکیہ کے مقامی لشکر کیساتھ مل کر شہر کی حفاظت کر سکیں خود وہ لشکر کے ایک بہت بڑے حصے کے ساتھ طرابلس کی طرف چلا گیا تھا۔

سلطان رکن الدین نے دشمن کے مقابلے میں آنے میں دیر نہ لگائی تھی بڑی تیزی سے اس نے پیش قدمی کی اور طرابلس پہنچا اور وہاں پہنچتے ہی آناً فاناً اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا تھا شہر کے اندر جو محصور لشکر تھا وہ رکن الدین کی طرف سے ایسے ہی رد عمل کا متوقع تھا لہذا وہ اپنی جگہ مطمئن تھے کہ وہ محاصرے کو طول دیں گے اور سلطان رکن الدین کو تھکا ماریں گے اس لئے کہ طرابلس شہر میں ان کے پاس خوراک کے وسیع ذخائر تھے اور انہوں نے شہر کے اندر ہتھیاروں کے بھی ڈھیر لگا رکھے تھے۔

طرابلس شہر کا محاصرہ کرنے کے تھوڑی ہی دیر بعد سلطان رکن الدین اپنے

گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اس جگہ آیا جہاں سیف الدین طرنطائی اور حسام الدین تینوں کھڑے باہم گفتگو کر رہے تھے سلطان کو دیکھتے ہوئے وہ تینوں مستعد ہو گئے سلطان رکن الدین انکے قریب آکر اپنے گھوڑے سے اترا اتنی دیر تک وہ تینوں بھی سلطان کی طرف بڑھے تھے سلطان ان تینوں کے قریب آیا اور پھر بڑی رازداری میں ان تینوں کو مخاطب کیا۔

سنو میرے رفیقو میں تم پر ایک اہم انکشاف کرنا چاہتا ہوں تھوڑی دیر پہلے اپنا ایک طلایہ گر طرابلس شہر کی طرف سے لوٹا ہے اس نے یہ اطلاع دی ہے کہ انطاکیہ کا حکمران بوہیمان اک بہت بڑا لشکر لے کر طرابلس پہنچ چکا ہے اس وقت وہ اپنے لشکر کیساتھ طرابلس شہر میں محصور ہے اور محصورین یہ چاہتے ہیں کہ جنگ کو طول دیا جائے ہمیں تھکا مارا جائے اس کے بعد شہر سے باہر نکل کر وہ ہم پر آخری ضرب لگائیں لیکن میں انہیں ایسا کرنے کا موقع نہ دوں گا۔

سنو میرے ساتھیو۔ میں فی الحال طرابلس کو نظر انداز کر رہا ہوں اور انطاکیہ کو اپنا ہدف بنانا چاہتا ہوں آج آدھی رات کے وقت پڑاؤ فوراً اٹھا لیا جائے گا اور بڑی رازداری کے ساتھ لشکر کو سمیٹتے ہوئے رات کی تاریکی میں انطاکیہ کی طرف کوچ کر دیا جائے گا ہاں شام کے وقت لشکر گاہ اور شہر کے اطراف میں آگ کے الاؤ روشن کئے جائیں اور یہاں سے کوچ کرنے سے پہلے آگے کے الاؤ میں اس قدر لکڑیاں پھینک دی جائی جو رات کے آخری حصے تک جلتے رہیں اور گرم رہیں تا کہ طرابلس شہر کی فصیل پر پہرہ دینے والے دشمن یہی خیال کریں کہ ہم ابھی تک شہر کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں صبح تک جو ہم کر گزرنا چاہتے ہیں وہ اس میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کر سکیں گے۔

کیا تم میں سے کسی کو میرے اس فیصلے سے اختلاف ہے۔

سلطان رکن الدین کے اس استفسار پر تھوڑی دیر کے لئے سیف الدین طرنطائی اور حسام الدین نے آپس میں مشورہ کیا پھر سیف الدین نے سلطان کو مخاطب کیا۔

سلطان محترم جو کچھ آپ نے سوچا ہے میں سمجھتا ہوں یہ ایک بہترین تجویز ہے طرنطائی اور حسام الدین پوری طرح اس میں میرے ساتھ اتفاق کرتے ہیں لہذا آپ کی اس تجویز کے مطابق طرابلس کو نظر انداز کرتے ہوئے پہلے انطاکیہ پر ضرب لگائی جائے گی اور اگر ہم انطاکیہ کو فتح کر لیں تو طرابلس کے اندر جس قدر نصرانی قوت ہے وہ بیکار ہو کر رہ جائے

گی انطاکیہ کا حکمران بوہیمان پریشان بددل ہو جائے گا اور وہ ہمارا مقابلہ کرنے کے بجائے اپنے لیئے کوئی مناسب پناہ گاہ ڈھونڈتا پھرے گا۔

امیر سیف الدین کے ان الفاظ سے سلطان رکن الدین کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھتے ہوئے کہنے لگا۔

اگر یہ بات ہے تو پھر رات ہوتے ہی اپنے لشکر کی کوچ کی تیاریاں مکمل کرلینا اور لشکر گاہ کے اندر بڑے بڑے الاؤ بھی روشن کر دینا اس کے ساتھ ہی سلطان رکن الدین اپنے گھوڑے پر بیٹھا اور جس سمت سے آیا تھا لشکر میں اسی سمت چلا گیا تھا۔

اہل طرابلس سلطان رکن الدین سے ایک طویل جنگ کرنے کے لئے اپنی تیاریاں مکمل کرچکے تھے طرابلس صلیبیوں کا بڑا مضبوط قلعہ تھا اور انہوں نے یہاں بے پناہ جنگی قوت جمع کر رکھی تھی لیکن اگلے روز صبح جب وہ اٹھے تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ طرابلس کے ارد گرد دور دور تک مسلمانوں کا کہیں نام و نشان نہ تھا جہاں ایک روز پہلے سلطان اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا وہاں اب رات بھر جلنے والے آگ کے الاؤ بجھ گئے تھے اور ان کی راکھ ساحلی ہواؤں کی وجہ سے ادھر ادھر اڑتی پھر رہی تھی۔

اہل طرابلس کی حیرت بیجا نہ تھی کیونکہ سلطان رکن الدین اپنے لشکر کے ساتھ راتوں رات نہایت خاموشی سے طرابلس سے محاصرہ اٹھا کر شمال کی طرف روانہ ہو گیا تھا اس کی منزل مقصود اب انطاکیہ کی لادینی ریاست تھی جو مشہور مؤرخ ابوالفدا کے مطابق نہایت ہی شریرالنفس اور کمینہ خصلت صلیبیوں سے معمور تھی اور گذشتہ ایک سو ستر برس سے مسلمانوں کو دعوت مبازرت دے رہی تھی۔

انطاکیہ کی ریاست کئی سو مربع میل پر محیط تھی اور خو انطاکیہ کا بارونق شہر ایک نہایت مستحکم و مضبوط فصیل کے اندر دریائے المقلوب کے کنارے سر ابھارے کھڑا تھا اس میں عیسائیوں کے کئی مقدس مقامات عظیم الشان گرجے اور مضبوط قلعے تھے اس شہر کی حفاظت کے لئے دولاکھ سے زیادہ صلیبی جنگجو موجود تھے اس کے علاوہ عسکری تربیت پائے ہوئے مقامی عیسائیوں کی ایک کثیر تعداد بھی اس لشکر کی پشت پناہی کر رہی تھی۔

انطاکیہ ہر زمانے میں بڑا مشہور و معروف شہر رہا ہے اور نصرانیوں کے نزدیک ایک مقدس مقام کا درجہ رکھتا تھا مسلمانوں نے اسے سب سے پہلے فاروق اعظم کے عہد

خلافت میں فتح کیا چند سال بعد اسے یونانیوں نے لے لیا مگر بہت جلد یہ مسلمانوں کے قبضے میں دوبارہ آگیا۔

عرصہ دراز کے بعد پہلی صلیبی جنگ کے دوران صلیبیوں نے پوری قوت سے اس پر حملہ کیا اور سات ماہ کے پرصعوبت محاصرے کے بعد ایک نو مسلم کہ نام جس کا بہروز تھا اس کی غداری کی وجہ سے ایک خفیہ راستے کے ذریعے صلیبی قلعے کے اندر داخل ہو کر اس شہر پر قابض ہو گئے تھے بس اسی وقت سے یہ شہر صلیبیوں کے قبضے میں تھا اور یہاں انہوں نے ایک انتہائی مضبوط اور مستحکم ریاست قائم کرلی تھی اور سلطان رکن الدین اسی شہر کو فتح کرنے کے درپے تھا جو صلیبیوں اور نصرانیوں کے مطابق ناقابل تسخیر تھا۔

جس وقت انطاکیہ سے دو سو میل دور سلطان رکن الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ طرابلس شہر کا محاصرہ کررکھا تھا تو اہل انطاکیہ مطمئن تھے کہ ان کا بادشاہ بوہیمان بھی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ طرابلس گیا ہوا ہے اور وہاں وہ سلطان رکن الدین کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائے گا لہذا مسلمانوں کا سلطان انطاکیہ کا رخ کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔

لیکن ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ خطرہ ان کے سروں پر منڈلا رہا ہے اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمان ان کی زبردست قوت سے ٹکرانے کی کبھی جسارت نہیں کریں گے لیکن ایک دن جب انطاکیہ کے محافظوں نے دیکھا کہ انطاکیہ کے جنوب میں جھنڈوں کا ایک سمندر لہریں مار رہا ہے اور آہستہ آہستہ انطاکیہ کے نزدیک تر ہوتا جا رہا ہے تو حیرت اور خوف کے ملے جلے جذبات سے وہ ایک طرح سے مغلوب ہو کر رہ گئے۔

اور جب یہ جھنڈوں کا سمندر نزدیک آیا تب انہوں نے دیکھا کہ یہ جھنڈے سلطان رکن الدین کے لشکر کے تھے جونہی یہ خبر شہر میں پھیلی انطاکیہ میں جو دولاکھ کا لشکر تھا وہ شہر سے باہر نکل کر صفیں باندھ کر کھڑا ہو گیا تھا تاکہ جونہی مسلمان قریب آئیں جنگ کی ابتدا کردی جائے جبکہ دوسری جانب سلطان رکن الدین کو بھی دشمن کی ایک ایک حرکت اور لمحے لمحے کے کارگزاری کی خبریں ان کے طلایہ گر پہنچا رہے تھے لہذا سلطان خود اور اس کے لشکری بلند آواز میں تکبیریں پڑھتے ہوئے انطاکیہ شہر کے نواح میں انطاکیہ

کے لشکر کے عین سامنے آکر پڑاؤ کر گئے تھے۔

پڑاؤ کرتے ہی سلطان نے سیف الدین طرنطائی اور حسام الدین کو اپنے پاس بلایا جب وہ تینوں سلطان کے پاس آئے تو سلطان نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سنو میرے رفیقو۔ میرے ساتھیو۔ دشمن پوری طرح جنگ کے لئے تیار ہیں اور وہ ہم سے جنگ کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لے گا جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں غور سے سنو اور اس کے مطابق جنگ کے دوران اور جنگ کے بعد عمل کرنا ابھی تھوڑی دیر تک جب جنگ کی ابتداء ہو گی تو اپنے اپنے لشکر کے ساتھ ہم دشمن پر ضربیں لگائیں گے مجھے امید ہے کہ انطاکیہ شہر کے باہر کھلے میدانوں میں ہم دشمن کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

میرے ساتھیو۔ جب ایسا ہو کہ دشمن ہم سے شکست اٹھا کر بھاگے اور شہر میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو میں اور حسام الدین اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے شہر میں داخل ہو جائیں گے اور ان سے ٹکرانے کی کوشش کریں گے یاد رکھو شہر کے اندر ابھی انطاکیہ والوں کی بہت بڑی طاقت موجود ہے جو ہمارے لئے مسائل کھڑے کر سکتی ہے۔

جس وقت میں اور حسام الدین دشمن کا تعاقب کرتے اسے کاٹتے ہوئے انطاکیہ شہر میں داخل ہوں گے سیف الدین اور طرنطائی تم دونوں یہ کرنا کہ اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تم لوگ ایک چکر کاٹنا اور فصیل کے دوسری جانب فصیل کے اوپر چڑھ کر پشت کی جانب سے دشمن پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرنا۔

سنو جب میں اور حسام الدین دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے تو دشمن کی ساری طاقت اور قوت کی توجہ ہماری طرف ہو گی اور فصیل کے پشتی حصے کو وہ نظرانداز کر دیں گے بس اسی بات سے تم دونوں نے فائدہ اٹھانا ہے جب تم فصیل پر قبضہ کرنے کے بعد حملہ آور ہو گے تو میں سمجھتا ہوں دشمن کے اوسان خطا ہو کے رہ جائیں گے۔

میرے رفیقان کار سنو پہلے ہم چاروں مل کر دشمن کے پہلے حملے کو روکنے کی کوشش کریں گے اس جارحیت کو روکنے کے بعد پھر ہم جارحیت اختیار کریں گے میں اور

حسام الدین بیچ ہی میں رہتے ہوئے دشمن کو روکے رکھیں گے اور اسے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دیں گے جبکہ سیف الدین تم اور طرنطائی دونوں آہستہ آہستہ دائیں بائیں ہٹنا اور دشمن کے پہلوؤں پر ضرب لگانا اس طرح مجھے امید ہے کہ دشمن کو ہم زیادہ دیر تک اپنے سامنے جمنے نہیں دیں گے اسے بدترین شکست دیں گے اور میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور کر دیں گے سنو دشمن اب جنگ کی ابتدا کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائیں گے لہذا تم لوگ اپنے اپنے لشکروں کی طرف چلے جاؤ اس کیساتھ ہی سیف الدین طرنطائی اور حسام الدین وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

ان تینوں کے جانے کے بعد گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے سلطان رکن الدین کا سر بڑی عاجزی اور انکساری سے سجدے کے انداز میں اپنے گھوڑے کی زین کے حنے پر جھک گیا تھا پھر وہ ڈوبتی بکھری آواز میں اپنے خداوند کو پکارتے ہوئے دعا مانگ رہا تھا۔

" اے اللہ تو ہی ازل کا حاکم تو ہی ابد کا ناظم ہے یہ بستی بستی پربت پربت تیرے ہی کن کا چرچا ہے تیری ہی مشیت کے دم سے میرے اللہ کہیں شبنم کہیں شعلہ کہیں شب کہیں سحر کہیں اندھیرا کہیں اجالا ہے۔

اے خدائے لازوال تیری بخشش و سخاوت بے مثال ہے میرے رب کریم سب مخلوقات و موجودات تیرے ہی نام کے وظیفہ خواں ہیں میں بھی تیرا عاجز تیرا حقیر بندہ تیرے ہی سامنے اپنا کشکول گدائی پھیلاتا ہوں اور دشمن کے زہر کے سامنے تجھ سے ہی مدد و اعانت کا طلبگار ہوں۔

اے خداوند تو مجھے دشمن کے عناد کے پیچ و تاب کے سامنے رفعتوں کا جمال، لذت جرأت کی گرمی اور صدیوں کا ضبط و اختیار عطا فرما اے اللہ دشمن کے باب عداوت کے سامنے تو مجھے اور میرے لشکریوں کو بپھری موجوں سی جرأت مندی، گرم کھولتے لاوے کی سی ہولناکی، دم بدم پھیلتے اور یم بہ یم بکھرتا حوصلہ و سکون عطا فرما اے اللہ یہ بوند بوند کو ترستی دھرتی یہ حادثات روز و شب یہ گم صم چپ چپ خون اگلتی ساعتیں سب تیرے ہی دم سے ہیں اے خدائے ذوالجلال تو مجھے اس دشمن بدنہاد کے سامنے صحرائے بیکراں میں آتشی نواؤں کی طرح بنا دے تا کہ میں تیری راہ میں جہاد کرتے ہوئے ان پر ایسی ضربیں لگاؤں کہ ان کے خونی منجدھار کو کاٹتے ہوئے بے ضرر بناتا چلا جاؤں۔"

یہاں تک دعا مانگتے مانگتے سلطان رکن الدین رک گیا تھا اس لئے کہ دشمن نے حملے کی ابتداء کی تھی سلطان بالکل سیدھا کھڑا ہو گیا تھا اس کے ایک ہاتھ میں تلوار دوسرے میں ڈھال تھی اور جن پر گرفت مضبوط ہو چکی تھی سلطان نے سر اٹھاتے ہوئے دیکھا دشمن نے خونخوار درندوں کے غول ۔ المناک سموں ۔ بے کراں تیز اور کف آلودہ سمندر کی طرح حملہ آور ہونے کے لئے سلطان کی طرف پیش قدمی کی تھی ۔

سلطان نے یہ بھی دیکھا کہ دشمن کا لشکر دو حصوں میں تقسیم تھا ایک انطاکیہ اور باہر سے آنیوالے صلیبیوں کا متحدہ لشکر تھا اور دوسرا آرمینیا کے حکمران بیٹین کا لشکر تھا یہ دونوں متحدہ لشکر سلطان کے لشکر کے قریب آئے اس کے بعد وہ سلطان کے لشکر پر رگوں میں سنسناتی روح کی تشنگی ، جوہڑوں کی تیز بو کی طرح پھیلتے سیل حرص وہوس اور دم بدم کراں بہ کراں بکھرتے سایہ ابلیس کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے ۔

امیر سیف الدین طرنطائی اور حسام الدین بلکہ خود سلطان نے بھی ابھی تک دشمن کے سامنے دفاعی صورتحال اختیار کر رکھی تھی سلطان اور اس کے سارے سالار اپنے آپ کو صرف دشمن کے حملے کامیابی سے روکنے پر محدود کئے ہوئے تھے اس لئے کہ سلطان کی طرف سے ابھی جارحیت اختیار کرنے کا انہیں اشارہ نہ ملا تھا ۔

تھوڑی دیر تک جب سلطان نے دشمن کے حملے کو پوری طرح روک دیا اور ان کی صفیں جو طغیانی پر آئے ہوئے دریا کی طرح بڑھتی چلی آ رہی تھی رک گئیں اور سلطان اور اس کے لشکریوں کو پسپا کرنے میں ناکام رہیں تب سلطان نے لگاتار بلند آواز میں تکبیریں پڑھنا شروع کیں جو سلطان کی طرف سے اس بات کی ہدایت تھی کہ دفاع سے نکل کر جارحیت اختیار کر لی جائے ۔

سلطان کی طرف سے یہ اشارہ ملتے ہی اس کے لشکر کے اندر لفظوں اور معانی کے طوفان میں رنگوں کی طرب خیز رت ، سبزہ و گل کے ہجوم میں چمچماتی دھوپ میں اڑتے بھنوروں اور رات کے دشت میں موج در موج بہتے دریا جیسا ایک انقلاب اور تبدیلی رونما ہونا شروع ہو گئی تھی پھر سلطان کے لشکری ایسے انداز میں تکبیریں بلند کرنے لگے تھے جنہیں سننے کے بعد رگ رگ ، ریشے ریشے میں گھس جانے والی یاس کی سرد لہروں اور طوفانی بگولوں کی گرد کے اندر گھس جانے والی خونی اشکوں بھری داستان جیسا جوش ابھرنے لگا تھا

اس کے ساتھ ہی سلطان اس کے سالار اور سارے لشکری مشعلوں سے الجھتی آندھیوں ، خیبر شکن عزم ، سینہ سنگ میں پیوست ہو جانیوالے درخشاں نور سحر اور خانہ اصنام کی خاموشیوں میں گھس جانیوالے ماہ و انجم سے لکھے حروف کی طرح دشمن پر حملہ آور ہو کر ضربیں لگانے لگے تھے ۔

سلطان اور اس کے لشکریوں کے یوں حملہ آور ہونے کے تھوڑی دیر بعد میدان جنگ ٹوٹتے درپن تیرہ تلاطم اور موجہ بے کفن کی سی صورت اختیار کر گیا تھا

تھوڑی دیر تک سلطان اس کے سالار اور لشکری دشمن پر جم کر حملہ آور ہوتے رہے یہاں تک کہ دشمن کی اگلی صفوں کے اندر انتشار اور بد نظمی پھیلنا شروع ہو گئی تھی اسی کے ساتھ ہی سلطان اور حسام الدین نے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دی تھی جبکہ سیف الدین اور طرنطائی اپنے اپنے لشکروں کو لے کر دائیں بائیں دشمن کے لشکر کے آخری کناروں کی طرف بڑی تیزی سے ہٹنے لگے تھے ۔

جب امیر سیف الدین اور طرنطائی مناسب فاصلے تک ہٹ گئے تب سب سے پہلے سیف الدین نے نئے انداز میں حملہ آور ہونے کی ابتدا کی وہ دشمن کے دائیں پہلو کے آخری حصوں پر نگر نگر ڈگر ڈگر بے تصور کی جھلملاتی جھیل میں آوارہ فطرت روحوں ، دھرتی سے آکاش کی طرف پرواز کرتے من کے پنچھی اور تیرتے خیالات گریزاں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا

امیر سیف الدین کے کے ساتھ ہی ساتھ طرنطائی بھی وجود کو ریزہ ریزہ اور گل تر سے بدن کی رگوں میں وحشتیں بھر دینے والے طوفانوں کی طرح حرکت میں آیا پھر وہ دشمن کے بائیں پہلو پر زخموں کی تمناؤں ، درد کی خواہشوں اور دہکتے صحرا سے اٹھتے طوفانوں کی طرح نزول کرنے لگا تھا ۔

سیف الدین اور طرنطائی کی طرح سلطان اور حسام الدین نے بھی اپنی ہئیت بدل لی تھی اور وہ بھی دشمن کے وسطی حصے پر وسعت آسمان کے فرازوں میں آرزوؤں کی تشنگی بادلوں کی تہہ میں بھٹکتی تڑپتی برق تپاں اور صحرائی سفر کی کڑی اذیتناک دھوپ کی طرح خوفناک انداز میں حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے ۔

اب صورتحال یہ تھی کہ دشمن کے متحدہ لشکر کے وسطی حصے پر خود سلطان

رکن الدین اور حسام الدین بری طرح ضربیں لگا رہے تھے دشمن کے بائیں پہلو میں امیر سیف الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تیز دھار خنجر کی طرح آگے گھستا چلا جا رہا تھا جبکہ دائیں پہلو پر طرنطائی نے نزول کرتے ہوئے اپنے سامنے آنے والے ہر لشکر کو موت کے گھاٹ اتارتا بڑی تیزی سے دشمن کے لشکر کی تعداد کم کرتا چلا جا رہا تھا یہ کیفیت تھوڑی دیر تک رہی پھر دشمن کے لشکر کے اندر شکست کے آثار نمودار ہوئے اس کے تھوڑی ہی دیر بعد دشمن کا لشکر پیٹھ دکھا کر انطاکیہ کی طرف بھاگا شہر کی فصیل کے قریب جا کر ایک اور تبدیلی رونما ہوئی انطاکیہ اور باہر سے آنے والے صلیبیوں کا متحد لشکر تو انطاکیہ شہر کی طرف بھاگا تھا اور آرمینیا کی طرف سے آنے والا لشکر شہر میں داخل ہونے کے بجائے انطاکیہ سے آرمینیا کی طرف جانے والی شاہراہ پر بھاگ کھڑا ہوا تھا تا کہ اپنی جان بچائی جاسکے۔

پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق سلطان رکن الدین اور حسام الدین بھاگ کر انطاکیہ شہر میں داخل ہونے والے لشکر کے پیچھے لگ گئے تھے اور وہ انہیں بری طرح مارتے کاٹتے ہوئے شہر میں داخل ہو گئے تھے دوسری جانب سیف الدین اور طرنطائی کے ذمے سلطان نے یہ کام لگایا تھا کہ وہ مخالف سمت سے شہر کی فصیل پر چڑھ کر اس لشکر کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو جائیں جو شہر کے اندر ان سے ٹکرا رہا ہو گا لیکن اب ایک تبدیلی رونما ہو گئی تھی اور وہ یہ تھا کہ آرمینیا کا لشکر بھاگ کے شہر میں داخل نہیں ہوا تھا بلکہ وہ انطاکیہ کی طرف جانے والی شاہراہ کی طرف گیا تھا اور کسی بھی وقت وہ پلٹ کر حملہ آور ہوتے ہوئے خطرے کا باعث بن سکتا تھا ان حالات سے نپٹنے کے لئے سیف الدین اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا طرنطائی کے قریب آیا اور اسے مخاطب کیا۔

طرنطائی میرے بیٹے سلطان رکن الدین نے جو ہمارے ساتھ جنگ کا لائحہ عمل طے کیا تھا اس میں تم دیکھتے ہو کہ تبدیلی رونما ہو گئی ہے اور یہ آرمینیا والے شہر میں داخل ہونے کے بجائے آرمینیا کی طرف بھاگے ہیں مجھے خطرہ ہے کہ ہم دونوں اگر فصیل پر چڑھنے کی کوشش کریں تو یہ کہیں ہماری پشت کی طرف سے ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان ہی نہ پہنچائیں۔

بیٹے تو اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آرمینیا سے آنیوالے اس لشکر کے پیچھے لگ جاؤ ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کا خوب قتل عام کرو اور کئی میل تک انہیں اپنے آگے

آگے بھگاتے ہوئے دور لے جاؤ اتنی دیر تک میں فصیل کے مخالف حصے کی طرف جاتا ہوں اور اس پر چڑھنے کی کوشش کرتا ہوں ایسا کرنے کے بعد میں اس لشکر کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہوں گا جو سلطان سے ٹکرا رہا ہو گا۔

امیر سیف الدین کی اس تجویز سے طرنطائی نے اتفاق کیا پھر اپنے لشکر کے ساتھ وہ حرکت میں آیا اور انطاکیہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر جاتے آرمینیا کے لشکر کے پیچھے لگ گیا تھا دوسری طرف سیف الدین بڑی تیزی سے شہر کی فصیل کی طرف اپنے حصے کے لشکر کو لے کر جا رہا تھا۔

جلد ہی امیر طرنطائی نے انطاکیہ سے آرمینیا کی طرف بھاگنے والے لشکر کو جالیا پھر پشت کی جانب سے وہ دشت ویران میں سراب مسلسل کی طرح ان پر حملہ آور ہوا اور موت کی سیج پر سلا دینے والی آرزوؤں کی برات کی طرح ان پر چھاتا چلا گیا تھا دو تین میل تک طرنطائی نے بڑا پرجوش ان کا تعاقب کیا اور پشت کی جانب سے انہیں کاٹتے مارتے ان کی تعداد خوب کم کی جب اس نے دیکھا کہ اب آرمینیا کا لشکر رکنے والا اور مڑ کر انطاکیہ کی طرف آنے والا نہیں تو اس نے تعاقب ترک کر دیا اور بڑی تیزی سے وہ واپس انطاکیہ شہر کی طرف گیا تھا۔

ادھر طرنطائی کی غیر موجودگی میں سیف الدین حرکت میں آیا بڑی تیزی سے وہ فصیل کے قریب گیا اپنے لشکر کے ایک حصے سے اس نے پشت کی جانب والے فصیل کے حصے پر پہرہ دینیوالے لشکریوں پر تیر اندازی کرائی اور لمحوں کے اندر انہیں ڈھیر کرا کے رکھ دیا پھر اسی افراتفری میں لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ اس نے فصیل کے اوپر رسیوں کی سیڑھیاں لگوائیں اور آناً فاناً سیف الدین اپنے لشکر کے ساتھ فصیل کے اوپر چڑھ گیا تھا۔

امیر سیف الدین کے اس جرأت آمیز قدم سے شہر کے اندر سے ایک بہت بڑا لشکر امنڈ کر اس سمت بڑھا تھا جہاں امیر سیف الدین اپنے لشکر کے ساتھ فصیل پر قابض ہوا تھا اب دشمن کے لشکری بڑی تیزی سے فصیل پر چڑھنے لگے تھے یہ صورتحال دیکھتے ہوئے امیر سیف الدین نے اپنے لشکر کو بڑی تیزی سے فصیل پر چڑھنے کا حکم دیا اور جس قدر لشکری فصیل پر چڑھ چکے تھے انہیں ساتھ لے کر وہ آگے بڑھا پھر شور نوا میں دست جبر کے عزم کی تصویر اور جذبات کی عجیب سی صداقت، احساسات کی انوکھی لطافت کی طرح وہ

فصیل کی طرف آنیوالے دشمن کے لشکریوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔

دشمن کے ساتھ جنگ کرتے ہی کرتے سیف الدین نے دیکھا کہ طرنطائی بھی اپنے حصے کے لشکر کیساتھ آرمینیا کے لشکر کا تعاقب ترک کر کے فصیل کے اسی حصے کی طرف آرہا ہے جس سمت وہ فصیل پر چڑھنے کے بعد دشمن سے برسرپیکار تھا یہ صورتحال سیف الدین کے لئے بڑی حوصلہ بخش تھی لہذا سب سے پہلے اس نے ولولہ انگیز آہنگ کے ساتھ تکبیریں بلند کرنا شروع کیں یہ اس کا اپنے لشکریوں کو اشارہ تھا کہ پوری طاقت اور قوت کیساتھ حملہ آور ہو جاؤ یہ اشارہ ملتے ہی اس کے لشکری ظلمت زیست سے الجھ جانے والی شمع تقدیر کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑے تھے اور اسے پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا تھا اسی دوران امیر سیف الدین انوکھے انداز میں حرکت میں آیا فصیل سے وہ اپنے چند دستوں کے ساتھ نیچے اترا اور شہر پناہ کا پشتی دروازہ اس نے کھول دیا۔

بس پشتی دروازے کا کھلنا تھا کہ طرنطائی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رات کی کروٹوں میں خون اگلتی ابتلا، سایہ مہتاب کی سی زندہ دلی کے چھلکتے کیف اور شورش ہستی میں نور کے سیلاب کی طرح اس پشتی دروازے سے انطاکیہ شہر میں داخل ہوا اور جو لشکر اس سے امیر سیف الدین سے ٹکرا رہا تھا اس کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر ایک طرح سے اس نے انہیں خون میں نہلا دیا تھا۔

سیف الدین اور طرنطائی دونوں نے مل کر اس لشکر کا صفایا کر دیا تھا جو انہیں فصیل پر چڑھنے سے روکنے کے لئے آیا تھا پھر وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھے اور اس لشکر کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہوئے جو سلطان رکن الدین اور حسام الدین سے ٹکرا رہا تھا ان دونوں کے ایسا کرنے سے سلطان اور حسام الدین پر دشمن کا دباؤ خاصا کم ہو گیا تھا۔

دشمن کے لشکر کی تعداد انطاکیہ شہر میں چونکہ سلطان کے لشکر سے کئی گنا زیادہ تھی لہذا سلطان یا اس کے لشکری اور سالار جب دشمن کے ایک سپاہی کو قتل کرتے تو اس کی جگہ ان کے سامنے دو سے چار سپاہی آن کھڑے ہوتے اس طرح شام تک قتل عام جاری رہا اور اندھیرا ہوتے ہی جنگ روک دی گئی دشمن پیچھے ہٹ گیا جبکہ سلطان رکن الدین نے شہر پناہ کے دو دروازوں کے درمیان اپنے لشکر کو اکٹھا کر لیا تھا اور لشکر کے ایک حصے کو اس نے مستعد رہنے کا حکم دے دیا تھا یوں سلطان نے اسی حالت میں انطاکیہ شہر میں رات

بسر کی۔

دوسرے روز پھر جنگ کی ابتداء ہوئی انطاکیہ شہر کے اندر ہولناک رن پڑا چونکہ انطاکیہ کے لشکر کے علاوہ انطاکیہ کے شہر بھی باقاعدہ عسکری تربیت حاصل کر چکے تھے لہذا وہ اپنے گھروں سے جوق در جوق نکل کر سلطان کے لشکر پر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے دوسرے روز بھی سہ پہر تک جنگ جاری رہی یہاں تک کہ شہر کے اندر سلطان نے دشمن کو بدترین شکست دی اور جو مسلح جوان مزاحمت کر رہے تھے ان کا پوری طرح قتل عام کر کے رکھ دیا گیا تھا۔

یوں شاندار فتح حاصل کر کے سلطان رکن الدین نے انطاکیہ پر قبضہ کر لیا اس طرح ارض مشرق میں ایک قدیم ترین اور بڑی لاطینی ریاست ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی سلطان رکن الدین نے صلیبیوں پر اب تک جو فتوحات حاصل کی تھیں یہ فتح ان سب میں بڑی تھی اور حقیقی معنوں میں فتح الفتوح کی حیثیت رکھتی تھی۔

ابو الفدا کا بیان ہے کہ انطاکیہ کی جنگ میں صلیبی فوج کے لگ بھگ سولہ ہزار سپاہی مارے گئے اور ایک لاکھ کے قریب جنگی قیدی بنا لئے گئے انہیں فروخت کیا گیا تو ایک نوجوان لڑکے کی قیمت 12 درہم اور ایک نوجوان لڑکی کی قیمت 5 درہم پڑی مال غنیمت کی اس قدر افراط تھی کہ درہم و دینار پیمانے بھر بھر کر سپاہیوں میں تقسیم کئے گئے۔

انطاکیہ پر سلطان رکن الدین کے حملے سے پہلے ہی چونکہ انطاکیہ کا درندہ صفت صلیبی حکمران بوہیمان لشکر کے ایک حصے کے ساتھ طرابلس گیا ہوا تھا لہذا اس کی غیر موجودگی میں سلطان نے اس کے نام ایک خط لکھا اور وہ خط قاصد کے ذریعے سلطان نے بوہیمان کی طرف روانہ کیا اس خط میں سلطان نے لکھا تھا۔

"انطاکیہ میں تمہارے آدمیوں میں سے ایک بھی نہیں بچا جو تمہیں اس شہر کے انجام سے مطلع کرتا اس لئے ہم خود یہ ناگوار فرض بجالاتے ہیں جن استحکامات پر تم کو ناز تھا وہ سب میں نے ملیامیٹ کر دیئے ہیں چونکہ ان کی بربادی پر تمہارے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنے والا بھی کوئی نہیں اس لئے ہم ہی تمہارے ساتھ ہمدردی کا اظہار بھی کر رہے ہیں"

سلطان رکن الدین کے خط کے یہ ستم ظریفانہ مندرجات پڑھ کر بوہیمان کا خون کھول اٹھا تھا لیکن وہ بے بس تھا اس کے پاس ایک لشکر تھا لیکن اس لشکر کے ساتھ وہ

سلطان رکن الدین کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکا اس نے تیز رفتار قاصد یورپ کے عیسائی حکمرانوں اور پاپائے روم کی طرف بھجوائے اور ان سے فی الفور مدد کی درخواست کی خود وہ اپنے محافظ دستوں کے ساتھ اپنی سلامتی کی خاطر قبرص کی طرف چلا گیا تھا۔

سلطان رکن الدین نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ چند روز تک انطاکیہ میں قیام کر کے وہاں کے حالات کو درست کیا پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ انطاکیہ سے نکلا اور شمال میں آرمینیا کا رخ کیا آرمینیا کے لشکر نے چونکہ انطاکیہ والوں کا ساتھ دیتے ہوئے سلطان کے خلاف جنگ کی تھی لہذا انطاکیہ کو فتح کرنے کے بعد سلطان نے آرمینیا کی سلطنت پر ضرب لگانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

سلطان رکن الدین دور میں آرمینیا کی سلطنت کی سرحدیں شام اور انطاکیہ کی صلیبی ریاست سے ملی ہوئی تھیں یہ سلطنت شمال میں جبل یو تنک اور جنوب میں کوہستان طارس کے درمیان پھیلی ہوئی تھیں اس کا حکمران بیٹن تھا جس کا مرکزی شہر اونہ تھا۔

انطاکیہ کی فتح کے بعد سلطان ہر صورت میں آرمینیا والوں کو سبق سکھانا چاہتا تھا اس کے لئے کہ آرمینیا کے حکمران مسلمانوں کے خلاف ایک طرف منگولوں کے ساتھ ساز باز کئے ہوئے تھے دوسری طرف مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے وہ اندر ہی اندر جبل الموت کے خونی فدائیوں کے ساتھ روابط بڑھاتے ہوئے تھے یہ لوگ مسلمانوں کو ستانے کا کوئی بھی موقع چونکہ ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے تھے لہذا سلطان رکن الدین ہر صورت میں آرمینی نصرانیوں کو ان کی اسلام دشمنی کی سزا دینا چاہتا تھا ان حالات کے تحت سلطان رکن الدین نے بڑی تیزی سے پیش قدمی کی تھی سلطان کا رخ آرمینیا کی سلطنت کے مرکزی شہر اونہ کی طرف تھا۔

آرمینیا کے حکمران بیٹن کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کا حکمران رکن الدین انطاکیہ پر قبضہ کرنے کے بعد اس کی سلطنت کی طرف پیش قدمی کر چکا ہے لہذا اپنے مرکزی شہر اونہ میں سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے لشکر کی تعداد بڑھانے کے ساتھ ساتھ اس نے زبردست تیاریاں شروع کر دی تھیں ان تیاریوں کی تکمیل کے بعد بیٹن بہت بڑا لشکر لے کر اپنے مرکزی شہر سے نکلا اور انطاکیہ کے میدانوں میں خیمہ زن ہوا اس کا بیٹا جو مسلمانوں کے ہاتھوں انطاکیہ سے شکست کھا کر بھاگا تھا وہ بھی سپہ سالار اعلیٰ کے

طور پر بیٹن کے ساتھ تھا۔

سلطان رکن الدین بھی اپنے لشکر کیساتھ اناطولیہ کے میدانوں میں پہنچا اس نے دیکھا اس کی آمد سے پہلے ہی آرمینیا کا حکمران بیٹن جنگ کے لئے تیار تھا سلطان آناً فاناً حرکت میں آیا اناطولیہ کے میدانوں میں اس نے اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا پھر اس نے وقت ضائع کئے بغیر لشکر کو آراستہ کیا اور آرمینیا کے حکمراں بیٹن کے سامنے اس نے بھی اپنے لشکر کو صف آراء کر دیا تھا۔

آرمینیا کا حکمران بیٹن سلطان کے لشکر کی سفر میں تھکاوٹ کے باعث فی الفور جنگ کر کے اپنے لئے جنگ کے فوائد حاصل کرنا چاہتا تھا اسی بناء پر جب سلطان رکن الدین نے اپنے لشکر کی صفیں درست کر لیں تب بیٹن نے اپنے لشکر کے اندر جنگ کے طبل بجا دیئے تھے جو اس بات کی نشاندہی تھے کہ بیٹن جنگ کی ابتدا کرنے لگا ہے۔

سلطان رکن الدین نے اناطولیہ کے میدانوں میں بھی جنگ کرنے کا اپنا طریقہ وہی رکھا جو اس نے انطاکیہ کی جنگ میں اختیار کیا تھا لشکر کے وسطی حصے میں خود سلطان رہا اور حسام الدین کو اس کے حصے کے لشکر کے ساتھ اپنے ساتھ رکھا سپہ سالار اعظم امیر سیف الدین کو سلطان نے اپنے دائیں جانب اور سالار اعلیٰ امیر طرنطائی کو بائیں پہلو پر رکھا گیا تھا دوسری جانب آرمینیا کے حکمران بیٹن نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا ایک حصہ خود اس کے اپنے پاس تھا دوسرا اس کے بیٹے کے پاس تھا لشکر کی تعداد کو دیکھتے ہوئے بیٹن کے لشکر کی تعداد لگ بھگ سلطان کے لشکر سے دگنے سے بھی زیادہ تھی

جنگ کی ابتداء بیٹن نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کی تھی طبل اور قرنیں بجاتے ہوئے وہ انتقام و کینہ میں فرط نفرت اور سرابوں میں اپنے کھوئے سکے تلاش کرتی حیات گریزاں کی طرح آگے بڑھا پھر اس نے سلطان کے لشکر پر دامان شب میں پھیلتے سحر زدہ موسموں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

اپنے باپ کے پیچھے ہی پیچھے بیٹن کا بیٹا بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حروف و صوت کی تذلیل کرتی سفر بدوش وحشتوں، یادوں کے لمحوں میں کلبلاتی اور خونی رقص کرتی پیاسی روحوں کی طرح آگے بڑھا پھر اس نے بھی سلطان کے لشکر پر حاصل زندگانی کی روح

اور آب حیات میں تلاش مسلسل کی طرح حلول کر جانے والے سم تشنگی کی طرح نزول کرنا شروع کر دیا تھا۔

سلطان کے لشکر نے بڑی دلجمعی سے بیٹن اور اس کے بیٹے کے حملے کو روکا بیٹن کے سامنے خود سلطان رکن الدین اور حسام الدین رہے تھے جبکہ اس کے بیٹے کے سامنے طرنطائی اور سیف الدین جم گئے تھے سلطان اور اس کے سالاروں نے بیٹن اور اس کے بیٹے کے حملوں کو روک کر ایک جگہ جنگ جاری رکھنے پر مجبور کر دیا تھا بیٹن کا یہ خیال تھا کہ چونکہ اس کے لشکر کی تعداد زیادہ ہے لہذا وہ اناطولیہ کے میدانوں میں سلطان رکن الدین کو پسپا کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائے گا لیکن اس کی ساری خواہشیں آہستہ آہستہ ناکامیوں اور نامرادیوں کا شکار ہوتی دکھائی دے رہی تھیں پھر ایک انقلاب رونما ہونا شروع ہوا اپنے لشکر کے وسط میں اپنے گھوڑے پر سلطان نے تھوڑی دیر کے لئے جنگ سے ہاتھ کھینچا چند قدم پیچھے ہٹا پھر بلند آواز میں وہ اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میرے صف شکن مجاہدو، خون انسان چراغوں میں جلانے والے ایسے دشمن ہم پہلے بہت دیکھ چکے ہیں ان پر طلسم ہست و بود اور چاند تاروں کے فسوں کی طرح چھا جاؤ کیف و مستی کے یہ بیوپاری زیادہ دیر تک تمہارے سامنے ٹھہر نہیں سکیں گے۔ ان کے سارے دم خم نکالو اور ان پر شفق میں اڑتے سحاب سراسیمہ اور حیران کر دینیوالے چمکتے ابر نیساں کی طرح مسلسل نزول کرتے جاؤ میرے رفیقو میرے ساتھیو آؤ سب ملکر اپنے رب کا نام لیں اور ان شعبدہ باز دشمنوں پر مہ بہ مہ انجم بہ انجم کوند جانے والی روشنی طبل تمنا کی گونج، ساز نفیس، سیلاب ضیاء اور بلند ہوتے عزائم کی طرح چھانا شروع کر دیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکن الدین لمحہ بھر کے لئے رکا پھر وہ پہلے کی نسبت زیادہ بلند آواز میں اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سنو میرے مہتاب بکف مجاہدو! زندہ لفظوں کے محافظوں جاگتے لمحوں کے پاسبانو! ہم سے جنگ کرنے والے یہ دشمن فطرت کے حسن کو خون۔ محبت کے گیتوں کو زندگی کے سرابوں، عجز و اخلاص کی تقدیر کے حاصل اور اپنائیت و پیار کو اکھڑتے سانسوں ڈوبتی نبضوں میں تبدیل کر دینے والے ہیں میرے عجز آشنا ساتھیوں میرے خاک کو عظمت دینے والے سرفروشو آؤ معراج خود شناسی میں انا کے جادو اور سفاک لمحوں کی طرح اس دشمن

حشر سامان کے ساتھ زندگی اور موت کا کھیل کھیلیں اس کی حالت خائف خائف رات کی تاریکی اور اس کے اوراق حیات کے محکم الفاظ کو سرمایہ الم میں تبدیل کرتے جائیں"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رک گیا اس نے لگاتار کئی بار بلند آواز میں تکبیریں کہیں سلطان کی تقریر اور اس کے یوں تکبیریں بلند کرنے سے اس کے لشکریوں میں آگ سی لگ گئی تھی اور وہ چنگاری سے شعلے بنتے ہوئے دشمن پر بڑی تیزی سے ہولناک ضربیں لگانے لگے تھے سلطان بھی اپنے لشکر کے وسط سے نکلا پھر اگلی صفوں میں آکر وہ بھی اپنے عام مجاہدوں کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑا تھا۔

سلطان اس کے سالاروں اور لشکریوں کے یوں حملہ آور ہونے سے انطاکیہ کے میدانوں میں میدان جنگ غازہ زیست میں زخم دل۔ سوختہ نفس اور کرب کی رتوں کے رقص مستانہ کا شکار ہو گیا تھا سلطان۔ امیر سیف الدین۔ طرنطائی اور حسام الدین اپنے اپنے حصے کے لشکر کیساتھ اذیت کے لمحوں کے الاؤ سانسوں کی جلن اور خلش بخش یادوں کی طرح ٹوٹ پڑتے تھے۔

پھر آہستہ آہستہ ایک تبدیلی اور انقلاب رونما ہونا شروع ہوا سلطان رکن الدین اور حسام الدین اپنے حصے کے لشکریوں کے ساتھ اپنی جگہ پر جم کر جنگ کرتے رہے جبکہ امیر سیف الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مزید دائیں جانب اور طرنطائی اپنے حصے کے لشکر کو لے کر مزید بائیں جانب ہٹا تھا پھر دشمن کے دائیں پہلو پر امیر سیف الدین نے بدن کو زخم زخم، روح کو لخت لخت کر دینے والی درد کی لو کی طرح نئے انداز میں حملہ کیا تھا اور امیر طرنطائی کرچیاں بن کر رگ و پے میں حلول کر جانے والے ٹھوکروں کے احتمال اور خون میں مرگ کی تلخی بھر دینیوالے بے چہرہ شور سلاسل کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

میدان جنگ میں ایک نہ ختم ہونے والا شور و کرب اٹھ کھڑا ہوا تھا تلواریں ڈھالیں اور نیزے ٹکرانے سے کانوں پڑتی آواز سنائی نہ دیتی تھی کہ ایسے میں امیر طرنطائی اپنے لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے آرمینیا کے حکمران بیٹن کے بیٹے کے لشکر میں گھستا چلا جا رہا تھا۔

اس نے دیکھا بیٹن کا بیٹا اپنے لشکر کے وسط میں خود کو تو جنگ سے بچا رہا تھا جبکہ بلند آواز میں اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں اگلی صفوں کی طرف جانے

کے لئے ابھار رہا تھا طرنطائی اپنے محافظ دستوں کے جلو میں رہتے ہوئے بڑی تیزی سے بیٹن کے بیٹے کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

جس وقت امیر طرنطائی شریانوں میں اترتے نشتر، اجنبیت کی فسوں خیز طلب میں وقت کی تنویز کے سیل رواں اور بے نام جزیروں میں یادوں کی صلیب کو گرا مارنے والے ہجر کے لمحوں کے احتساب کی طرح بڑھ رہا تھا بیٹن کے بیٹے نے بھی طرنطائی کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ لیا تھا اور اس کے آس پاس لڑتے اس کے محافظوں نے اسے یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس کی طرف بڑھنے والا وہ جوان سلطان رکن الدین کے لشکریوں کا سالار اول ہے۔

اس انکشاف پر بیٹن کے بیٹے کے سینہ ویران میں سانس سلگ اٹھی تھی اس کی کشت روح میں دھواں دھواں اٹھ کھڑا ہوا تھا اور جسم وجان کی ساری شادابی تشنگی کا فریب بن کر رہ گئی تھی اس موقع پر ایک بار اس کے ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ وہ فوراً اس کی طرف بڑھنے والے جوان سے ٹکرانے کے بجائے بھاگ کر پیچھے ہٹے اور اپنی جان بچا جائے۔

لیکن پھر اپنے لشکریوں کی موجودگی میں اپنی طرف بڑھتے دشمن کے سامنے سے بھاگ لینا اپنے نفس کی توہین خیال کیا اس کے بعد اسنے اپنے سارے حرص و کینہ۔ بغض و نفرت بے حسی اور خبط و کروودھ کو مجتمع کیا پھر وہ شکست وریخت کے سلسلے، حکایت اندوہ اور غم اور شور وحشت کی طرح اپنے محافظ دستوں کے ساتھ امیر طرنطائی کی طرف بڑھا اور اپنی تلوار اور ڈھال لہراتا ہوا بے کل ویرانی اور کربناک وحشت کی طرح امیر طرنطائی پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

امیر طرنطائی نے اس کی تلوار کے وار کو اپنی ڈھال پر روکا پھر کھولتے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

بیٹن کے بیٹے تیری تلوار کو میں نے اپنی ڈھال پر روک دیا ہے اپنی تلوار کو حرکت میں نہیں لایا پر تجھ پر یہ انکشاف کرنا چاہتا ہوں کہ عنقریب میں تمہیں کم مائیگی کا احساس دلانے والا ہوں دیکھ کیسے میں تیرے حصار ضبط پر شبخون مارتا ہوں تجھے ان گنت اکائیوں میں بانٹ کر تیرے لئے قدم قدم پر نفس نفس میں ذلت کے ان گنت دائرے کھڑے کرتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی اچانک امیر طرنطائی اپنی تلوار کو حرکت میں لایا اور ایک

خطرناک وار اس نے بیٹن کے بیٹے پر کیا تھا جسے اس نے اپنی ڈھال پر روک لیا تھا پھر اچانک امیر طرنطائی نے دشمن کے دیکھتے ہی دیکھتے اپنی ڈھال گھوڑے کی زین سے لٹکا دی اور اپنا آہنی عصا جو زین سے بندھا ہوا تھا وہ کھول کر اس پر گرفت مضبوط کی اور اپنا آہنی عصا گھما کر اس زور سے اس نے بیٹن کی گردن پر مارا کہ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا اس کے گرتے ہی امیر طرنطائی نے اپنے پیچھے محافظوں کو بلند آواز میں مخاطب کر کے کہا۔

اس کی گردن مت کاٹنا۔ اسے رسیوں میں جکڑ کر باندھ دو اور زندہ گرفتار کرو اس کے بعد امیر طرنطائی دشمن کے لشکر میں گھس کر اپنے لشکر کیساتھ ان کے اندر موت کا کھیل کھیلنے لگا تھا۔

طرنطائی کے ہاتھوں بیٹن کے لڑکے کی گرفتاری کی خبر آناً فاناً لشکروں میں پھیل گئی تھی یہ خبر سننے کے بعد جہاں بیٹن کے لشکر میں بد دلی پھیلی تھی وہاں سلطان رکن الدین اور اس کے لشکریوں کے حوصلے بلند ہو گئے تھے اور انہوں نے پہلے کی نسبت زیادہ جانفشانی سے دشمن پر ضربیں لگانی شروع کر دی تھیں۔

چاروں طرف ایک کہرام سا مچ گیا تھا بیٹن کا لشکر افراتفری کے عالم میں سمٹنے لگا تھا جبکہ سلطان اور اس کے لشکری اس پر ہر سمت سے چھانے لگے تھے لگتا تھا سلطان رکن الدین اور اس کے لشکریوں نے برف کو حدت، آگ کو ٹھنڈک چٹانوں کو غبارہ راہ اور شعور وحشت کو اپنے لئے معراج خود شناسائی بنانے کا عزم کر لیا ہو بڑی تیزی سے دشمن پر حملے کرتے ہوئے وہ بت گری کی طرف مائل اس کی پہچان اس سے چھین کر طیلسان کی طرح اس پر اپنی خوئے بت شکنی پھیلانے لگے تھے اپنے تیز حملوں سے سلطان اور اس کے لشکریوں نے بیٹن اور اس کے لشکریوں کے اعصاب شل اوسان خطا کر دیئے تھے اور وہ ہر صورت میں دشمن سے اس کی ذات کا تاوان وصول کرنے پر تلے ہوئے تھے سلطان کے لشکری اب دشت غربت میں آگ کی طلب کی طرح لپک لپک کر چاروں سمت حملہ آور ہو رہے تھے اور ان کے ان حملوں میں آسودہ جان قطروں کا سا اطمینان اور لمحہ وصال کی سی وارفتگی تھی۔

بیٹن اور اس کے لشکری زیادہ دیر تک ان حملوں کو برداشت نہ کر سکے انہیں ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ بیٹن شکست اٹھا کر انطاکیہ کے میدانوں سے

اپنے مرکزی شہر اونہ کی طرف بھاگا تھا

لیکن سلطان کے سامنے سے اس قدر آسانی سے بھاگنا بھی ممکن نہ تھا۔

سلطان رکن الدین نے حسام الدین کو اس کے حصے کے لشکر کے ساتھ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کرنے کا حکم دیا اس کے علاوہ سلطان کے پاس جو اپنا بار برداری اور اس کی خوراک کا سامان تھا اس کی بھی نگہداشت حسام الدین کے سپرد کی گئی اور اسے یہ حکم دیا گیا کہ وہ سارے سامان کو لے کر آرمینیا کے مرکزی شہر اونہ کا رخ کرے خود سلطان نے سیف الدین اور طرنطائی کے ساتھ دشمن کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

بیٹن چاہتا تھا کہ اپنے مرکزی شہر اونہ میں داخل ہو کر محصور ہو جائے اور دفاعی جنگ کی ابتدا کرے لیکن سلطان نے اسے ایسا کرنے کی مہلت نہ دی اور بیٹن کے پیچھے ہی پیچھے سلطان اس کے لشکر کے پشتی حصے سے مار دھاڑ کرتا ہوا اونہ شہر میں داخل ہو گیا تھا۔

اونہ شہر میں داخل ہونے کے بعد دونوں لشکروں کے درمیان ایک بار پھر گھمسان کا رن پڑا لیکن شہر کے اندر بھی سلطان رکن الدین سیف الدین اور طرنطائی نے ایک طرح سے دشمن کا گھیراؤ کر کے اس کا خوب قتل عام کیا جب بیٹن نے دیکھا کہ اس کی ساری قوت پوری طرح کچلی جا چکی ہے تو اس نے جنگ بند کر دی اور قاصد بھیج کر سلطان سے صلح کی درخواست کی اس نے اپنے آپ کو مسلمان لشکریوں کے حوالے کر دیا جو اسے رسیوں سے باندھ کر امیر سیف الدین کے پاس لے گئے امیر سیف الدین اسے لے کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اس وقت جنگ بند ہو چکی تھی بچے کھچے لشکری اپنے گھروں کو بھاگ چکے تھے سلطان شہر کی فصیل کے قریب ہی اپنے محافظ دستوں کے اندر کھڑا تھا اور اس کے پہلو میں طرنطائی تھا جبکہ طرنطائی کے پیچھے چند محافظ بیٹن کے بیٹے کو لئے کھڑے تھے جب امیر سیف الدین نے بیٹن کو سلطان کے سامنے پیش کیا تو سلطان نے بڑی رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے آگے بڑھ کر بیٹن سے مصافحہ کیا۔

سلطان کے اس سلوک سے بیٹن بے حد متاثر ہوا اور وہ سلطان کے قدموں میں گر گیا تھا سلطان نے اسے شانوں سے پکڑ کو اوپر اٹھایا اور اسے تسلی دیتے ہوئے نرم آواز میں کہنا شروع کیا۔

بیٹن میں تیری جان کے درپے نہیں ہوں میں. تجھ پر حملہ آور بھی نہیں ہونا چاہتا تھا لیکن تو نے جو اہل انطاکیہ کی مدد کی تمہارے اس رویے نے مجھے تم پر حملہ آور ہونے پر مجبور کیا دیکھ صلیبیوں نے بحیرہ روم کے کنارے کنارے بھنور بنا رکھے ہیں اپنی قلعہ بندیوں کو وہ ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے اور وہاں سے نکل کر وہ مسلمانوں کے قافلوں حاجیوں اور مسلمان آبادیوں پر حملہ آور ہو کر ان میں تباہی اور بربادی پھیلاتے تھے لہذا میں نے ان کا انہدام کرنا لازمی سمجھا اور تو نے دیکھا میں نے ان کے بہت سے قلعوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے اور جو باقی رہتے ہیں وہ بھی میری شکست و ریخت سے نہیں بچیں گے اگر تو نے انطاکیہ والوں کی مدد نہ کی ہوتی تو آج میں تیرے شہر میں گھس کر تیرے لشکریوں کا قتل عام نہ کرتا گویا تو نے خود مجھے اپنے مرکزی شہر میں داخل ہونے کی دعوت دی اب بول کیا تو اپنے اس جرم کو تسلیم کرتا ہے۔

جواب میں بیٹن نے ہاتھ جوڑ دیئے اور کہنے لگا

سلطان محترم۔ میں اپنی غلطی اپنی خطا تسلیم کرتا ہوں اور آپ سے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی بھی میں صلیبی جنگوں میں حصہ نہیں لوں گا بلکہ غیر جانبدار کی حیثیت سے اپنے مرکزی شہر میں پڑا رہوں گا آپ سے گذارش ہے کہ میری خطا کو معاف کر دیں بیٹن کے ان الفاظ سے سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر سلطان نے طرنطائی کی طرف دیکھا۔

طرنطائی بیٹن کے بیٹے کو بھی ذرا ہمارے سامنے لاؤ اس کے ساتھ ہی محافظ حرکت میں آئے اور بیٹن کا بیٹا بھی سامنے لایا گیا اس کے ہاتھ رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے سلطان نے پھر حکم دیا۔

اس کے ہاتھ کھول دیئے جائیں ایک محافظ آگے بڑھا فوراً اس نے اس کے ہاتھ کھول دیئے قبل اس کے سلطان اپنی گفتگو کا آغاز کرتا بیٹن پھر بول پڑا سلطان محترم میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے اور میرے بیٹے کو معاف کر دیں میں آپ کے یہاں قیام کے دوران آپ کو جنگی تاوان کے علاوہ اپنے بیٹے کی رہائی کا فدیہ بھی ادا کروں گا سلطان نے بیٹن کی اس پیشکش کو قبول کر لیا اسی روز بیٹن نے تاوان جنگ اور اپنے بیٹے کے لئے فدیہ بھی ادا کر دیا سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر پڑاؤ کر لیا اور حسام الدین کا انتظار

کرنے لگا تھا۔

اگلے روز حسام الدین بھی وہاں پہنچ گیا اور بیٹن کے پڑاؤ سے جس قدر سامان حاصل ہوا تھا وہ سلطان نے اپنے لشکریوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

ایشیا کے نصرانی حکمرانوں اور پادریوں نے جو پوپ کلیمنٹ سے مسلمانوں کے سلطان رکن الدین کے خلاف مدد کی درخواست کی تھی وہ آخر کار رنگ لائی اس لئے کہ پوپ کلیمنٹ نے انگلستان اور فرانس کی حکومتوں کو خط لکھے اور ان سے درخواست کی تھی کہ وہ فوراً ایشیائی صلیبیوں کی مدد کریں اور مصر کے سلطان رکن الدین کو اپنی حدود کے اندر محصور کر کے رکھ دیں۔

پوپ کے اس خط کے جواب میں انگلستان کے بادشاہ ہنری سوئم نے لبیک کہا پوپ کا خط ملنے کے بعد اس نے صلیبیوں کی مدد کرنے کا تہیہ کر لیا اس مقصد کے لئے اس نے اپنے بیٹے ایڈورڈ کی سرکردگی میں ایک بہت بڑا لشکر ترتیب دینا شروع کر دیا تا کہ وہ لشکر ایشیا کی طرف روانہ ہو انطاکیہ اور دیگر شہروں کو واپس لیا جائے اور مصر کے سلطان رکن الدین پر کاری ضرب لگائی جائے۔

دوسری جانب فرانس کا حکمران لوئی نہم جو بائیس سال پہلے ساتویں صلیبی جنگ میں مسلمانوں سے ذلت آمیز شکست کھا چکا تھا اور مصر میں قید و بند کی صعوبتیں بھی کاٹ چکا تھا وہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آیا اس کا مذہبی جوش و خروش ابھی تک سرد نہیں پڑا تھا جب اسے انطاکیہ کی عیسائی سلطنت کے خاتمے کی خبر ملی تو اسے بے حد دکھ ہوا اور اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ ہر صورت مصر کے سلطان رکن الدین پر ضرب لگائے گا اور جو نصرانیوں کے علاقے اس نے چھینے ہیں وہ ہر صورت میں واپس لے کر رہے گا۔

لوئی نہم پہلے ہی مسلمانوں سے ارض مقدس چھین لینے کے خواب دیکھا کرتا تھا اسی اثناء میں اسے پوپ کلیمنٹ چہارم کا خط ملا جس میں اسے ترغیب دی گئی تھی کہ وہ راہ خدا میں کچھ کام کرے اور ارض مقدس کو مسلمانوں کے پنجے سے چھڑانے کی تیاری کرے تو پوپ کلیمنٹ کا یہ خط پا کر فرانس کا حکمران لوئی نہم نئی صلیبی جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے ہمہ تن مستعد ہو گیا اور دن رات جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گیا تھا۔

1270 ء میں فرانس کا حکمران لوئی نہم ان گنت صلیبی طالع آزماؤں کا ایک بہت بڑا اور جرار لشکر لے کر ارض مقدس کی طرف روانہ ہوا ابھی وہ کوچ کرنے کے لئے جہاز میں سوار ہوا ہی تھا کہ اسے کچھ سربرآوردہ امیروں اور سالاروں نے مشورہ دیا کہ براہ راست ارض مقدس کا رخ کرنے اور حملہ آور ہونے کے بجائے ہمیں شمالی افریقہ کا رخ کرنا چاہیئے سب سے پہلے ہمیں تیونس کو اپنا ہدف بنانا چاہیئے اور تیونس کی مسلمان حکوت کو شکست دینے کے بعد پھر ہمیں آگے پیش قدمی کرنی چاہیئے اور مصر تک ساری مسلمان مملکتوں کو روندتے ہوئے مصر پر حملہ کرنا چاہیئے اور مصر کو زیر کرنے کے بعد ارض مقدس پر قبضہ کرنا ہمارے لئے آسان تر ہو جائے گا۔

فرانس کے حکمران لوئی نہم نے اس مشورہ کو مان لیا اپنے لشکر کیساتھ اس نے ارض مقدس کے بجائے افریقہ کا رخ کیا اور تیونس کے ساحل پر وہ اپنے لشکر کیساتھ اتر گیا تیونس پر ان دنوں بنی مرین کی حکومت تھی اور ان کی حکومت کو ابھی چونکہ صرف دو ہی سال ہوئے لہذا وہ ایک کمزور ترین حکومت خیال کی جاتی تھی ساحل پر جب لوئی نہم اپنے لشکر کے ساتھ اترا تو بنی مرین کے حکمرانوں نے اس کا مقابلہ کیا لیکن فرانس کے مقابلے میں بنو مرین کی طاقت نہ ہونے کے برابر تھی لہذا پہلی ہی جنگ میں فرانس کے بادشاہ لوئی نہم نے بنی مرین کو بدترین شکست دی اب بنی مرین چھوٹے چھوٹے گروہوں میں فرانسیسیوں کے ساتھ گوریلا جنگ شروع کر چکے تھے وہ اچانک حملہ آور ہوتے اور فرانسیسیوں سے ان کا سامان چھین کر صحرائی پیٹوں میں غائب ہو جاتے اس طرح ایک طرح سے انہوں نے اندرون ملک فرانسیسیوں کی پیش قدمی کو کافی حد تک روکے رکھا تھا

آرمینیا کے مرکزی شہر اونہ سے باہر چند روز تک قیام کرنے کے بعد ایک روز

سلطان رکن الدین نے اپنے لشکر کو اونہ سے قاہرہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دے دیا تھا اس موقع پر سلطان اپنے سالاروں کے ساتھ ایک جگہ کھڑے اپنے لشکریوں کو کوچ کی تیاری کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے اتنے میں دو گھڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے پڑاؤ کے قریب آئے سلطان کے نزدیک آکر وہ اپنے گھوڑوں سے اترے پھر آگے بڑھ کر انہوں نے انتہائی ارادت مندی اور سعادت مندی سے سلطان سے سلام کہا سلطان نے خوش طبعی میں ان کے سلام کا جواب دی سلطان انہیں پہچان چکا تھا وہ اس کے طلایہ گر دستوں کے دو کارکن تھے جونہی وہ نزدیک آئے سلطان نے انہیں مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

کیا تم قاہرہ سے آئے ہو اور میرے لئے کوئی اہم خبر رکھتے ہو اس پر ان میں سے ایک بول پڑا۔

سلطان محترم آپ کا اندازہ درست ہے ہم دونوں قاہرہ سے ایک بری خبر لے کر آئے ہیں سلطان محترم فرانس کے حکمران لوئی نہم ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا پہلے اس کا ارادہ تھا کہ وہ ارض مقدس پر حملہ آور ہو گا پر اپنے سالاروں کے کہنے پر اس نے افریقہ کا رخ کیا اس کے ارادے یہ ہیں کہ افریقہ میں تیونس کی سلطنت پر قبضہ کرنے کے بعد وہ مصر کی طرف بڑھے گا اور راستے میں پڑنے والی ساری اسلامی سلطنتوں کو روندتا ہوا مصر پر وارد ہو گا مصر کو زیر کرے گا اسکے بعد ارض مقدس کا رخ کرے گا۔

سلطان محترم لوئی نہم تیونس پر حملہ آور ہو چکا ہے وہاں بنو مرین کی حکومت ان دنوں کوئی خاص مستحکم نہیں اس لئے کہ اسے قائم ہوئے صرف دو سال ہوئے ہیں لہذا پہلے ہی حملے میں لوئی نہم نے بنو مرین کے لشکر کو شکست دی ہے اب بنو مرین کے لشکری مختلف گروہوں میں فرانسیسیوں کی پیش قدمی کو اپنے ملک کے اندرونی حصوں کی طرف روکے ہوئے ہیں۔

سلطان محترم بنو مرین کی طرف سے ایک قاصد قاہرہ میں آیا تھا اس کے آنے کا مقصد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرانس کے بادشاہ لوئی نہم کے خلاف مدد حاصل کرنا تھا لیکن وہ بے چارہ ناکام و نامراد چلا گیا اس لئے کہ آپ قاہرہ میں نہیں تھے لہذا اس قاصد کے واپس جانے کے بعد ہم دونوں اسی مقصد کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ افریقہ کے مسلمان آپ کو پکارتے ہیں بنو مرین کے حکمران فرانس کے بادشاہ لوئی نہم کے

خلاف آپ سے مدد کے طلب گار ہیں سلطان محترم اس وقت عالم اسلام خطرے میں ہے اور آپ کی توجہ کا طلب گار ہے سلطان محترم اس کے علاوہ انگلستان کا ایک شہزادہ ایڈورڈ بھی ارض مقدس کا رخ کرنے والا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر خاموش ہو گیا قریب کھڑے امیر سیف الدین طرنطائی اور حسام الدین اور دونوں مخبروں نے دیکھا سلطان رکن الدین کے چہرے پر کرب کا ایک طویل سلسلہ ابھرا جس کے اندر انقلاب آفرین حروف لہو میں رقص کرتے جذبوں، طغیانیوں کے مرحلوں کا ایک طوفان تھا اس لمحے سلطان کی دشت دشت آنکھوں میں گھرے کالے سیاہ اندھیروں میں ہزاروں قرنوں کے فاصلے قربتوں میں چھپی قیامت خیز دوریاں اور موت سے بڑھ کر اذیت ناک روگ جوش مارنے لگے تھے تھوڑی دیر تک سلطان ہونٹ کاٹتے ہوئے اپنی حالت کو سنبھالا دیتا رہا پھر اس کی کھولتی ہوئی آواز سنائی دی۔

کیا فرانس کے بادشاہ لوئی نہم نے پھر اپنی جھوٹی شرافتوں کو لمحوں کے رنگ کا لبادہ پہنانے کی کوشش کی ہے کیا وہ بھول گیا ہے کہ میں وہی رکن الدین ہوں جس نے صرف بائیس سال پہلے اسے منصورہ سے باہر بدترین شکست دی تھی کیا وہ بھول گیا کہ جب اس نے ساتویں صلیبی جنگ کی ابتدا کی تھی تو میں مسافرت کی رات، خارچنتی ساعتوں اور اجاڑ موسموں کی طرح اس پر وارد ہوا تھا اور اس کی انا پرستی کو دکھوں کی اذیت اس کی منزلوں کی جستجو کو کانٹوں کے نشتروں میں تبدیل کیا تھا۔

لوئی نہم کیا یہ بھول گیا کہ بائیس سال پہلے منصورہ سے باہر میں نے اسے بدترین شکست دی اس کے لشکریوں کا قلع قمع کیا اور اسے بھی گرفتار کیا پھر اس کے التماس اس کے التجا کرنے پر میں نے اسے قید سے رہائی دے کر واپس فرانس جانے کی اجازت دے دی تھی کیا وہ اپنی اس رسوائی اپنی اس اسیری اور قید کو بھول گیا اگر ایسا ہے تو خداوند نے چاہا تو اس بار بھی میں اس کے دل پر ایک عذاب اس کی ذات کی خواہشوں پر دکھوں کے اندھے کنوئیں اور اس کی روح و جان کے رشتے پر پرانی یادوں کی گرد کی طرح پھیل بکھر جاؤں گا میں اسے بتاؤں گا کہ میں وہی رکن الدین ہوں جس نے آج سے بائیس سال پہلے اس کے مقدر اس کی قسمت میں بدترین شکست ڈالی تھی خداوند نے چاہا تو تیونس کے نواح میں بھی میں اس کے دامن میں نامرادیاں اور دکھوں کے عذاب بھر کے رکھ دوں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان لمحہ بھر کے لئے خاموش ہوا پھر قریب ہی اپنے ایک محافظ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تم ان دونوں مخبروں کو اپنے ساتھ لے جاؤ ان کے کھانے کا انتظام کرو اس کے ساتھ ہی وہ محافظ حرکت میں آیا اور ان دونوں مخبروں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا ان کے جانے کے بعد سلطان نے سیف الدین طرنطائی اور حسام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے محترم ساتھیو۔ لگتا ہے ایک بار پھر ہم سب کے لئے آزمائش کی گھڑی آن پڑی ہے ابھی ہم یہاں سے فی الفور کوچ کریں گے اور سب مل کر سیدھا قاہرہ کی طرف جائیں گے سیف الدین تم اور حسام الدین دونوں اپنے اپنے حصوں کے لشکروں کے ساتھ قاہرہ میں چاق وچوبند اور چوکس رہو گے اس لئے کہ لوئی نہم کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے بحیرہ روم کے کنارے وہ نصرانی قوتیں جو ابھی تک ہمارے حملوں سے محفوظ ہیں وہ سر اٹھا کر ہمارے لئے مشکلات کھڑی کر سکتی ہیں اگر وہ ہماری سرزمینوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتی ہیں تو تم اور حسام الدین مل کر ان کی بیخ کنی کر سکو گے جبکہ میں اور طرنطائی دونوں قاہرہ پہنچنے کے دوسرے روز قاہرہ سے تیونس کی طرف کوچ کر جائیں گے میں لوئی نہم کو صلیب کا طوفان بن کر پھیلنے نہیں دوں گا اگر وہ آٹھویں صلیبی جنگ کی ابتدا کر ہی چکا ہے تو اس کا انجام میں نہ صرف ایشیا کے نصرانیوں بلکہ یورپ کے نصرانیوں کے لئے بھی بڑا بھیانک اور عبرت خیز بنا کے رکھ دوں گا اب تم حرکت میں آؤ میں فی الفور یہاں سے کوچ کرنا چاہتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی سیف الدین طرنطائی اور حسام الدین وہاں سے ہٹ گئے تھے بڑی تیزی کے ساتھ انہوں نے کوچ کی تیاریاں مکمل کیں پھر تھوڑی دیر بعد سلطان اپنے لشکر کیساتھ اونہ شہر کے نواح سے قاہرہ کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

○○○○

ایک روز صبح ہی صبح آموص اور رودہ سوسہ میں اپنی حویلی کے ملحقہ باغ میں پھول چن رہے تھے کہ حویلی میں سوسہ کا مسلمان نعل گر عمیس بن خزرون داخل ہوا اسے دیکھتے ہی آموص اور رودہ دونوں نے پھول چننا بند کر دیئے اور اس کی طرف متوجہ ہوئے اتنی دیر تک عمیس بن خزرون بھی قریب آ چکا تھا اس کے قریب آنے پر آموص نے فوراً اسے

مخاطب کیا۔

ابن خزرون تمہاری حالت تمہارے چہرے سے لگتا ہے کہ تم کوئی اہم خبر لے کر آئے ہو تمہارا صبح ہی صبح یوں ہمارے ہاں آنا کسی علت سے خالی نہیں ہے اس پر ابن خزرون مسکراتا ہوا مزید آموص اور رودہ کے قریب آیا پھر بولا۔

آموص میرے محترم تمہارا اندازہ درست ہے میں تم دونوں کیلئے امیر طرنطائی سے متعلق ایک خبر لے کر آیا ہوں ابن خزرون کے ان الفاظ پر جہاں آموص متفکر ہو گیا تھا وہاں رودہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں وہ پھول جو اس نے ہاتھوں میں پکڑ رکھے تھے وہ اس کے ہاتھوں سے گر گئے تھے اس کا چہرہ ہلدی ہو کے رہ گیا تھا اس کی حالت دیکھتے ہوئے ابن خزرون کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے شفقیانہ لہجے میں کہا۔

رودہ میری بیٹی تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں کوئی بری خبر لے کر نہیں آیا یوں جانو میں تمہاری طرف امیر طرنطائی کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں ابن خزرون کے ان الفاظ پر رودہ کی حالت کچھ سنبھلی اس کی شادابی اس کا حسن اور اس کی ترو تازگی ایک بار پھر لوٹ آئی تھی پھر اس نے چہکتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

رودہ میری بیٹی تم جانتی ہو کہ سوسہ کے نواح سے کوچ کرنے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ بیلفورٹ کا رخ کیا تھا اور بیلفورٹ کو فتح کرنے کے بعد سلطان انطاکیہ پر حملہ آور ہوئے تھے انطاکیہ کی جنگ میں چونکہ آرمینیا کے حکمران نے نصرانیوں کی مدد کی تھی لہٰذا انطاکیہ کی فتح کے بعد سلطان آرمینیا پر حملہ آور ہو گئے تھے اور آرمینیا کے بادشاہ ہیٹن کو شکست دینے کے بعد اس کے مرکزی شہر میں داخل ہوئے وہاں سلطان نے چند روز قیام کر لیا تھا وہاں قیام کے دوران سلطان کو خبر ہوئی کہ فرانس کے بادشاہ لوئی نہم نے افریقہ پر حملہ کر دیا ہے اور وہاں بنو میرین کو شکست دینے کے بعد اس کا ارادہ ہے کہ وہ مصر کی طرف کوچ کرے گا یہ خبر سننے کے بعد سلطان نے آرمینیا سے برق رفتاری کے ساتھ قاہرہ کی طرف کوچ کیا گذشتہ شب آدھی رات کے بعد سلطان کا لشکر یہاں سے گزرا تھا۔

یہاں سے گزرتے وقت امیر طرنطائی نے مجھ سے ملاقات کی وہ صرف چند لمحے میرے ہاں ٹھہر سکا رات کے وقت اس نے آپ کے ہاں آپ کو جگانا مناسب نہیں سمجھا مجھ

سے یہ کہا کہ میں رودہ اور آموص کو یہ پیغام پہنچاؤں کہ اسے چونکہ لشکر کے ساتھ فی الفور قاہرہ پہنچنا تھا لہٰذا واپسی پر وہ آپ دونوں سے مل نہیں سکا اس نے یہ بھی کہا تھا کہ ان دونوں سے میری طرف سے معذرت کیجئے امیر طرنطائی یہ بتا رہا تھا کہ قاہرہ پہنچتے ہی دوسرے روز وہ اور سلطان اپنے حصے کے لشکروں کے ساتھ تیونس کی طرف روانہ ہو جائیں گے بس یہی وہ پیغام تھا جو میں تم دونوں باپ بیٹی تک پہنچانے آیا ہوں۔

جواب میں رودہ بول پڑی اگر یہ خبر ہے تو یہ اچھی خبر ہے اگر امیر طرنطائی جلدی اور عجلت میں ہونے کی وجہ سے مجھ سے نہیں مل سکے تو مجھے ان سے کوئی گلہ اور شکوہ نہیں میں جانتی ہوں حالات ضرور ایسے ہوں گے کہ ان کے پاس ملنے کو وقت نہیں ہو گا ورنہ وہ ضرور ہمارے ہاں قیام کر کے جاتے ابن خزرون میں آپ کی انتہا درجہ کی ممنون اور شکر گزار ہوں کہ آپ نے امیر کا پیغام صبح سویرے ہم تک پہنچایا رودہ جب خاموش ہوئی تو آموص بول پڑا۔

میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ فرانس کے بادشاہ لوئی نے دوسری بار کیوں حماقت کر ڈالی اس سے پہلے بھی ایک بار وہ مصر پر حملہ آور ہوا تھا اس وقت سلطان رکن الدین مصر کے لشکریوں کے سالار تھے اور انہوں نے منصورہ سے باہر لوئی کو وہ بدترین شکست دی تھی جو برسوں یاد رکھنے کے قابل تھی لوئی نہم کے لشکر کا صفایا کر کے سلطان نے لوئی نہم کو اپنا قیدی بنا لیا تھا پھر اس پر رحم کرتے ہوئے اسے رہا کر دیا تھا اگر لوئی نہم صحیح معنوں میں انسان کا بچہ ہوتا تو سلطان کے اس رحم اس احسان کو یاد رکھتا اور دوبارہ صلیبی جنگ کی ابتداء ہر گز نہ کرتا اور اگر اس نے احسان فراموشی سے کام لیتے ہوئے صلیبی جنگ کی ابتداء تیونس سے کی ہے تو مجھے امید ہے سلطان رکن الدین اور طرنطائی دونوں مل کر اس کی حالت پہلے کی نسبت سے زیادہ بدترین بنا کے رکھیں گے۔

آموص کے خاموش ہو جانے کے بعد رودہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی وقفے وقفے سے اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بھی نمودار ہوتی رہی پھر اس نے کوئی فیصلہ کرنے کے بعد اپنے باپ آموص کو مخاطب کیا۔

اے میرے باپ۔ اب جبکہ امیر طرنطائی یہاں سے گزرنے کے بعد قاہرہ جا چکے ہیں اور قاہرہ پہنچنے کے بعد وہ فی الفور تیونس کی طرف روانہ ہو جائیں گے تو میرا خیال ہے کہ

ہم دونوں باپ بیٹی بھی آج نہیں تو کل قاہرہ کی طرف روانہ ہو جائیں آپ جانتے ہیں کہ میں امیر طرنطائی کے لئے ہی یہاں رکی تھی اور میرا ارادہ تھا کہ میں ان کے ساتھ واپس قاہرہ جاؤں گی لیکن اب جبکہ وہ عجلت میں یہاں سے گزر گئے ہیں تو میں سمجھتی ہوں ہم دونوں باپ بیٹی کو بھی اب قاہرہ کا رخ کرنا چاہیئے نانا۔ نانی اور بھائی ہم دونوں کے لئے انتہائی متفکر ہوں گے۔

رودہ کی اس گفتگو پر لمحہ بھر کے لئے آموص نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر اپنا فیصلہ دیا۔

رودہ میری بیٹی تو ٹھیک کہتی ہے ہم خدا نے چاہا تو کل صبح ہی صبح یہاں سے قاہرہ کی طرف کوچ کریں گے تو آج اپنی جو تیاری کرنی ہے اسے مکمل کر لے میں اپنے سارے کارندوں کو آخری ہدایات دینے کے بعد کل صبح تک کوچ کرنے کے لئے تیار ہوں گا آموص کا یہ جواب سن کر رودہ خوش ہو گئی تھی پھر وہ ابن خزرون کی طرف متوجہ ہوئی۔

عم خزرون آپ تھوڑی دیر کے لئے یہیں رکیئے اس کے ساتھ ہی رودہ بھاگتی ہوئی حویلی کے اندر چلی گئی تھی تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئی اس کے پاس چھوٹی سی ایک تھیلی تھی جس میں سکے تھے نقدی کی وہ تھیلی رودہ نے ابن خزرون کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا عم ابن خزرون یہ اپنے پاس رکھیں آپ چونکہ امیر طرنطائی کے خاص آدمیوں میں سے ہیں اور امیر طرنطائی سے تعلق رشتے اور رابطے کی وجہ سے آپ میرے لئے بھی محترم ہیں دیکھئے انکار نہ کیجئے گا ورنہ میرا دل ٹوٹ جائے گا ابن خزرون نے ایک بار احتجاجی سی نگاہوں سے رودہ کی طرف دیکھا پھر اس نے وہ نقدی کی تھیلی سنبھال لی اس کے ساتھ ہی ابن خزرون مڑا اور وہاں سے نکل گیا تھا جبکہ رودہ اور آموص دونوں مل کر اپنے کوچ کی تیاریاں کرنے لگے تھے۔

ایک فاتح کی حیثیت سے سلطان رکن الدین امیر سیف الدین امیر طرنطائی اور امیر حسام الدین اپنے لشکر کے ساتھ جب قاہرہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے جو سلطان اور اس کے لشکریوں کا استقبال کیا وہ دیکھنے کے لائق تھا سارے شہر میں سلطان کے استقبال کے لئے ایک جشن کا سا سماں تھا پورے لشکر پر پھول پتیاں نچھاور کی گئی تھیں قاہرہ کی لڑکیاں اپنے چہروں پر نقاب ڈالے اپنے گھروں کی بالکونیوں چھتوں پر دفیں بجاتی ہوئی خوشی کے نغمے گا گا کر اپنے فاتح لشکریوں کا استقبال کر رہی تھیں اس سارے سے

گزرتے ہوئے سلطان اور اس کے سالاروں کے چہروں پر خوش کن مسکراہٹ تھی قاہرہ پہنچنے کے بعد سلطان نے صرف ایک شب قاہرہ میں قیام کی کیا امیر سیف الدین اور حسام الدین کو اس نے قاہرہ میں ہی چھوڑا جبکہ امیر طرنطائی کو اپنے ساتھ لے کر وہ قاہرہ سے تیونس کی طرف کوچ کر گیا تھا اور اپنے کوچ سے پہلے فرانسیسی لشکر سے متعلق خبریں حاصل کرنے کے لئے سلطان نے اپنے جاسوس بھی تیونس کی طرف روانہ کر دیئے تھے۔

حسین ارزون اپنے شوہر قدغان اور عمیس بن خزرون کا دوپہر کا کھانا لئے سوسہ کی سرائے کے صدر دروازے کے قریب آئی اس نے دیکھا ابن خزرون فارغ بیٹھا ہوا تھا تاہم نعل بندی کے لئے چند گھوڑے صدر دروازے کے قریب بندھے ہوئے تھے جبکہ دروازے کے قریب ہی جو اپنے لئے عمیس بن خزرون نے جھونپڑا بنا رکھا تھا اس کے اندر قدغان بھٹی گرم کئے لوہے کے نعل بنانے کے کام میں مصروف تھا۔

ارزون کھانا لے کر اس جھونپڑے میں داخل ہوئی اسے دیکھتے ہوئے عمیس بن خزرون بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور کھانا کھانے کے لئے جھونپڑے میں وہ قدغان اور ارزون کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

کھانا آنے پر قدغان بھٹی سے اٹھا باہر رکھے ہوئے پانی کے کوزے سے اس نے ہاتھ دھوئے اور چاہتا تھا کہ مڑ کر جھونپڑے میں داخل ہوا اور کھانا شروع کرے کہ وہ چونک کے رہ گیا تھوڑی دیر تک وہ فکرمندی میں سرائے کے اندرونی حصے کی طرف دیکھتا رہا اس کا رنگ پیلا اور ہلدی ہو کے رہ گیا تھا پھر وہ جھونپڑے میں داخل ہوا اور بڑی رازداری میں ارزون کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

ارزون وہ سامنے دیکھو کیا اس شخص کو تم جانتی ہو ارزون نے جب صدر دروازے سے حویلی کے اندرونی حصے کی طرف دیکھا تو ڈر اور خوف کے مارے اس کا رنگ بھی پیلا ہو گیا تھا اس موقع پر عمیس بن خزرون سے نہ رہا گیا اور اس نے ان دونوں کو مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

تم دونوں کس کو دیکھ رہے ہو اور تمہارے چہروں پر خوف اور پریشانی کے آثار کیوں ہیں اس پر قدغان بول پڑا اور سرائے کے صدر دروازے کے اندرونی حصے کی طرف اس نے اشارہ بھی کیا۔

عم عمیس ادھر دیکھو وہ شخص جو سرائے کے صحن سے صدر دروازے کی طرف آرہا ہے اس کا نام برغوس ہے اور یہ جبل شیخ کے فدائیوں میں سب سے زیادہ ہولناک سب سے زیادہ خطرناک انسان ہے تم دیکھو اس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک بہت بڑا تھیلا بھی ہے جس میں اس کا ضروری سامان ہوگا میں سمجھتا ہوں اس نے اسی سرائے میں قیام کیا ہوا تھا اور یہ کہ مجھے ارزون کو ضرور اس نے یہاں سرائے کے صدر دروازے پر کام کرتے دیکھ لیا ہوگا اس لئے کہ سرائے میں قیام کے دوران یہ ضرور آتا جاتا رہا ہوگا اور ہو سکتا ہے اس پر پہلے میری یا ارزون کی نگاہ نہ پڑی ہو اس نے ہمیں دیکھ لیا تو عم عمیس یہ ہمارے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اور لمحوں کے اندر میرا اور ارزون کا خاتمہ بھی کر سکتا ہے۔

جواب میں عمیس نے کسی قدر تاسف کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

سن قدغان اور ارزون میرے بیٹے میری بیٹی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اگر اس نے تم دونوں کے ساتھ الجھنے کی کوشش کی تو ہم تینوں اس کے سامنے سینہ سپر ہو جائیں گے یا ہم تینوں نہیں رہیں گے یا وہ نہیں بچ کے جائے گا بس دونوں میں سے ایک کام تو ضرور ہوگا اتنی دیر تک وہ شخص صدر دروازے سے نکل کر جھونپڑے کے قریب آچکا تھا اور شاید اس نے عمیس بن خزرون کی گفتگو بھی سن لی تھی لہذا وہ بڑا سا چمڑے کا تھیلا اپنے ہاتھ میں پکڑے جھونپڑے کے دروازے پر آیا پھر اس نے انتہائی نرم لہجے میں عمیس بن خزرون کو مخاطب کیا۔

ابن خزرون دونوں میں سے ایک کام نہیں ہوگا بلکہ دونوں کام ہوں گے نہ میری ذات کو کوئی نقصان پہنچے گا نہ تم تینوں میں سے کسی کو ضرر پہنچے گا بلکہ ہم اپنی اپنی زندگیاں پرسکون بسر کریں گے دیکھ قدغان اور ارزون تم دونوں مجھے پہلے اچھی طرح جانتے ہو میں بھی تمہیں اس وقت سے جانتا ہوں جب تم فدائیوں کے مسکن میں تھے تم بھی مجھے وہیں سے جانتے ہو دیکھو میرے بھائی اور بہن میں نے گذشتہ کئی دنوں سے اس سرائے میں قیام کیا ہوا ہے اور میں جس وقت اس سرائے میں داخل ہوا اسی وقت میں نے تم دونوں کو عمیس بن خزرون کے ساتھ کام کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور عمیس بن خزرون کو پہلے میں نہیں جانتا تھا لیکن سرائے کے مالک سے میں نے اس سے متعلق تفصیل معلوم کی جس سے پتا چلا کہ اس نے تم دونوں کو بیٹا اور بیٹی بنا کے اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔

سن قدغان میری طرف سے تمہیں اور تمہاری بیوی ارزون کو کسی قسم کا خطرہ نہیں نہ میں کبھی بھی تمہاری جان کے درپے ہوں گا اور نہ میں عمیس بن خزرون کو کسی قسم کا نقصان پہنچاؤں گا اس پر قدغان نے کسی قدر جرأت اور ہمت کو مجتمع کیا پھر بول پڑا۔

برغوس اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم ہم پر حملہ آور نہیں ہو گے اور ہمیں نقصان نہیں پہنچاؤ گے جبکہ تمہیں دیکھتے ہی میں تو یہ خیال کرنے لگا ہوں کہ تم ضرور ہم دونوں کے تعاقب میں نکلے ہو گے اور ہمیں تلاش کرتے پھر رہے ہو گے اس پر برغوس بول پڑا۔

میں ان علاقوں کی طرف کیا کرنے آیا ہوں یہ میں تم لوگوں کو تفصیل سے بتاتا ہوں پہلے تم لوگ مجھے اس جھونپڑے میں بیٹھنے کے لئے نہیں کہو گے میں سمجھتا ہوں ارزون تم دونوں کے لئے کھانا لے کر آئی ہو گی اور میں تم تینوں کے ساتھ کھانے میں بھی شرکت کرنا چاہتا ہوں دیکھ قدغان میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں کئی روز سے سرائے میں ٹھہرا ہوا ہوں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ارزون تم دونوں کے لئے کھانا لے کر آتی ہے اگر میں نے نقصان ہی پہنچانا ہوتا تو تم دونوں کی غیر موجودگی میں یہ گھر پر اکیلی ہوا کرتی تھی میں اس کا خاتمہ کر سکتا تھا اور تم دونوں کا یہاں جھونپڑے میں آکر کام تمام کر سکتا تھا کوئی مجھے روکنے والا میرا ہاتھ پکڑنے والا نہیں تھا لیکن میں نے یہ کام نہیں کیا اس لئے کہ میں اس کام پر نکلا ہوا ہی نہیں ہوں۔

قدغان کے بجائے اس بار عمیس بن خزرون بول پڑا۔

برغوس! اگر تو قدغان ارزون اور میرے درپے نہیں ہے تو پھر تو میرے بیٹے کی مانند ہے تو یہاں اس جھونپڑے میں بیٹھ ہمارے ساتھ کھانا کھا اور جو کچھ تو ہمیں بتانا چاہتا ہے وہ تفصیل کے ساتھ بتا برغوس آگے بڑھا ہاتھ میں پکڑا ہوا چمڑے کا بڑا تھیلا اس نے ایک طرف رکھ دیا پھر اسی چمڑے کے تھیلے کی ٹیک لگاتے ہوئے بیٹھ گیا۔ اس کے بعد وہ پھر بولا۔

قدغان اور ارزون میری بہن اور میرے بھائی جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں میری بات غور سے سنو مجھ امید ہے کہ اس کے بعد تم مجھ پر اعتبار اور بھروسہ کرو گے۔

سن میرے بھائی اور بہن! مسکن سے مجھے اور دیگر دو فدائیوں کو ایک بہت

بڑے عالم دین کے علاوہ ایک تاجر کو اس وقت قتل کرنے کا حکم ملا تھا جب وہ نقدی کی ایک بھاری رقم ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کر رہا تھا اور وہ نقدی اس سے لوٹ کر اور اس تاجر کا قتل کر کے ہمیں مسکن میں پہنچانی تھی۔

میں تم سے خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں مسکن کی زندگی سے تنگ آچکا تھا میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے زندگی میں بڑے بھیانک طریقے سے بہت سے لوگوں کو مسکن کے مخالف سمجھتے ہوئے زندگی سے محروم کیا اس وقت میرا ضمیر مردہ تھا اور میں ہر برا فعل کرنے پر تل جاتا تھا پھر ایسا لگا جیسے میرا ضمیر بیدار ہو گیا ہو اور یہ واقعہ اس وقت ہوا جب مجھے موجودہ تاجر اور عالم دین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔

جس عالم دین کو قتل کرنے کا مجھے حکم ملا تھا وہ بڑا صاحب علم اور اسلامی دنیا میں بڑا ہر دلعزیز ہے میں کسی بھی صورت اسے قتل کرنا نہیں چاہتا تھا اور جس تاجر کو قتل کرنے کا حکم ملا تھا میں اسے بھی موت کے گھاٹ اتارنا نہیں چاہتا تھا اس لئے کہ وہ عالم اسلام کی اپنی تجارت کے مال کے ذریعے خدمت کرنے والا تھا اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ پہلے میں نے تاجر کا رخ کیا عالم دین کو میں نے جان بوجھ کر میں نظر انداز کیا اس لئے کہ میں ایک بہت بڑا قدم اٹھا چکا تھا۔

جس وقت ہم اس تاجر کو قتل کرنے کے لئے پہنچے تو تاجر پر حملہ آور ہونے کے بجائے میں نے اچانک اپنے دو ساتھی فدائیوں پر حملہ کر دیا اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا اس کے بعد میں نے اس تاجر کو پورے حالات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے کہ کس طرح ہم تین فدائی اسے قتل کرنے کے لئے آئے تھے لیکن چونکہ میں اب اس کام سے بیزار ہو چکا ہوں اور کسی کی جان نہیں لینا چاہتا لہذا اسے قتل کرنے کے بجائے میں نے اپنے ساتھیوں کا کام تمام کر دیا ہے۔

وہ تاجر بڑا نیک بخت آدمی ہے جب اس نے یہ حالات سنے اور اسے یہ احساس ہوا کہ اب وہ میری وجہ سے فدائیوں کی ہاتھوں سے محفوظ ہے تب وہ بڑا خوش ہوا اس کے پاس جس قدر نقدی تھی اسے اس نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک حصہ اس بڑے چمڑے کے تھیلے میں ڈال کر میرے حوالے کیا دوسرا اپنے پاس رکھ لیا میں نے ہر چند یہ نقدی لینے سے انکار کیا لیکن اس نے زبردستی مجھے نقدی تھمائی اور خود اپنی منزل کی طرف چلا گیا میں =

نقدی لے کر روانہ ہوا اور اس سرائے میں آکر قیام کیا دیکھو میرے بھائی میری بہن اب میں مسکن میں واپس نہیں جاؤں گا بلکہ میں عالم اسلام کی خدمت کرنے کا ایک بہت بڑا عہد کر چکا ہوں۔

برغوس جب خاموش ہوا تو قدغان نے پوچھ لیا۔

برغوس جو کچھ تم نے کہا ہے اگر یہ سچ ہے تو پھر میں اور ارزون دونوں میاں بیوی تم پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں پر یہ تو کہو تم عالم اسلام کی خدمت کرنے کے لئے کیا اقدام اٹھانا چاہتے ہو برغوس نے بغیر کسی توقف کے پھر کہنا شروع کیا۔

قدغان میں نے زندگی میں جیسا کہ بتا چکا ہوں بہت لوگوں کو قتل کیا ہے یہ سب کچھ میں نے اپنے مسکن کے کہنے پر کیا یوں جانو زندگی میں بے شمار گناہ اور بدیوں میں اپنے آپ کو ملوث کیا اب ضمیر کے بیدار ہونے کے بعد میں اپنے ان سارے گناہوں اور بدیوں کی تلافی کرنا چاہتا ہوں اور اس تلافی کے لئے میں نے ایک راہ بھی تلاش کر لی ہے لیکن اس کی تفصیل فی الحال میں تم لوگوں کو نہیں بتاؤں گا بس اتنا ہی میں تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ عالم اسلام کو اس وقت دو قوتوں سے بڑا خطرہ ہے ایک فرانس کا بادشاہ لوئی نہم جس نے افریقہ پر حملہ کر دیا ہے اور اس کے متعلق میں نے سنا ہے مصر کا بادشاہ رکن الدین اس کی سرکوبی کے لئے قاہرہ سے تیونس کی طرف کوچ کر چکا ہے۔

دوسرا خطرہ جو عالم اسلام کو پیش آنے والا ہے وہ انگلستان کے شہزادے ایڈورڈ کی طرف سے ہے جو عنقریب انگلستان سے روانہ ہو کر ارض مقدس کی طرف رخ کرنا چاہتا ہے میں نے کچھ صلیبیوں سے سنا ہے کہ شہزادہ ایڈورڈ ایک بہت بڑے اور جرار لشکر کے ساتھ عکہ کی بندرگاہ پر آکر لنگر انداز ہو گا بس جس وقت انگلستان کا شہزادہ ایڈورڈ یہاں پہنچے گا اس وقت ہی میں اپنے کام کی ابتدا کروں گا اس لئے کہ مسکن کی طرف سے ایڈورڈ کے نام میرے پاس ایک خط ہے اس خط کو میں کام میں لاؤں گا کیسے لاؤں گا اس کی خبر تم لوگوں کو ایڈورڈ کے پہنچنے کے بعد ضرور کسی نہ کسی طریقے سے ہو جائے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد برغوس چند ثانیوں تک خاموش رہا کچھ سوچتا رہا پھر اس نے چمڑے کی وہ بڑی خرجین جس سے اس نے ٹیک لگا رکھی تھی تھامی اپنے سامنے رکھا اس میں چمڑے کی ایک چھوٹی سے تھیلی جو نقدی سے بھری ہوئی تھی وہ نکال کر اس نے اپنی کمر

کے منطقے سے باندھ لی پھر وہ بڑی چمڑے کی خرجین اس نے عمیس، قدغان اور ارزون کے سامنے رکھ دی۔

اس چرمی خرجین کو دیکھو یہ نقدی سے بھرا ہوا ہے اس میں چھوٹی چھوٹی تھیلیاں ہیں جو سب نقدی سے بھری ہوئی ہیں میں نے ایک چھوٹی تھیلی رکھ لی ہے یہ میرے لئے کافی ہے باقی نقدی کی ساری تھیلیاں تم لوگوں کے حوالے کرتا ہوں چاہو تو ساری رکھ کر اپنے کام میں لاؤ چاہو تو اس میں سے کچھ اپنے پاس رکھو کچھ امیر طرنطائی کے حوالے کر دو اس لئے کہ سرائے میں قیام کے دوران مجھے یہ خبر ملی تھی کہ طرنطائی کے تمہارے ساتھ بڑے اچھے تعلقات ہیں اور وہ تمہیں بھائی اور بہن سمجھتا ہے اور تم دونوں اسے اپنا بھائی خیال کرتے ہو اور عمیس بن خزرون نے بھی اسے اپنا بیٹا بنا رکھا ہے وہ عالم اسلام کا ایک ایسا مجاہد ہے جس نے بہت اچھے کام کئے ہیں اس نے ان لوگوں کو قتل کیا جو ہمارے رسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کتابچے لکھتے تھے قسم خداوند قدوس و مہربان کی یہ ایک ایسا کام ہے جس کا کوئی معاوضہ جس کی کوئی قیمت نہیں لگائی جا سکتی۔

برغوس جب خاموش ہوا تو ارزون نے پہلی بار چونکنے کے انداز میں کہنا شروع کیا۔

برغوس میرے بھائی ہم اتنی بڑی رقم رکھ کر کیا کریں گے اس میں سے تم کچھ اور لے لو جو تمہارے کام آئے گی برغوس نے بڑی نرم اور شفقت آمیز آواز میں جواب دینا شروع کیا۔

ارزون میری بہن میں اتنی بڑی رقم رکھ کر کیا کروں گا میں جس کام کے لئے نکلا ہوں اس کے لئے میرے پاس کافی رقم ہے اس میں سے ایک تھیلی میں نے اپنے لئے نکال لی ہے باقی اب تم تینوں کی ملکیت ہیں اسے جس طرح چاہو خرچ کرو اور اپنے کام میں لاؤ کیا ایسا ممکن نہیں کہ اب ہم اس موضوع پر گفتگو بند کریں اور کھانا کھانا شروع کریں میں نے آج صبح ہی سے تہیہ کر رکھا تھا کہ آج کا کھانا میں تم تینوں کے ساتھ اس جھونپڑے میں کھاؤں گا خداوند مہربان خداوند کریم کا بڑا شکر ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا ہوں تم تینوں مجھ پر اعتماد اور بھروسہ بھی کرنے لگے ہو اور مجھے کھانے کی بھی پیش کش کر رہے ہو۔

برغوس کی اس گفتگو پر عمیس، قدغان اور ارزون تینوں مطمئن اور خوش ہو گئے تھے پھر ارزون نے سب کے سامنے کھانا رکھا اور چاروں مل کر خوشگوار ماحول میں کھانا کھانے لگے تھے۔

کھانے کے بعد برغوس اٹھ کھڑا ہوا اور پھر کسی قدر غمزدہ سی آواز میں کہنے لگا میرے دونوں بہن بھائیو اور عم عمیس بن خزرون اب تم تینوں اپنے اپنے کام میں لگ جاؤ میں تمہارے پاس سے رخصت ہوتا ہوں برغوس کی اس گفتگو پر قدغان تڑپ کر کھڑا ہوا اور پوچھا برغوس اب جب کہ تم مجھے بھائی ارزون کو بہن اور عمیس بن خزرون کو عم کہہ چکے ہو تو کیا میں تم سے پوچھ سکتا ہوں اب ہمارا اعتماد حاصل کرنے کے بعد تم کہاں جانا چاہو گے کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم ہمارے ہی پاس رہو اور پرسکون زندگی بسر کرو اس طرح ہم عمیس کے پاس رہ کر تینوں خوشگوار زندگی بھی بسر کر سکیں گے اور اپنی حفاظت بھی کر سکیں گے اور میں سوسہ نام کی اس بستی میں تمہارے لئے کوئی مناسب لڑکی تلاش کر کے تمہاری شادی بھی کرا دوں گا۔

قدغان کی اس گفتگو کے جواب میں تھوڑی دیر کے لئے برغوس کے لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ پھیلی رہی پھر وہ بے حد سنجیدہ ہو گیا ساتھ ہی جھونپڑے میں اس کی آواز بلند ہوئی۔

قدغان میرے بھائی ایسا ممکن نہیں یوں جانو کہ میں معاشرے کی وہ اکائی ہوں جس کا ذہن ہی اس کے لئے طوق بن جاتا ہے اور چاروں طرف موت کی سیٹیاں بجانے لگتا ہے میں وہ بدبخت انسان ہوں جو شام زمستان کی ٹھٹھراہٹ، موسموں کی نمی سے بچنے کے لئے اپنے ہاتھ گرم کرتا ہے اور زندگی کے گہرے خواب بننے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے اپنے ہی ہاتھوں کی انگلیاں اس کے لئے خار بن کر اس کے ضمیر کے زخموں کو کریدنا شروع کر دیتی ہیں۔

میں اس مسافت آشنا مسافر کی مانند ہوں جس کا کوئی ہم نشین کوئی جان کا دشمن کوئی روشنی کوئی اشارہ نہیں پر ساتھ ہی ساتھ اس پر کسی اصول کسی قاعدے کا اطلاق بھی نہیں ہوتا۔

میں ایک ہی نام کے مختلف ذائقے رکھنے والی بدی کی وہ تشہیر ہوں جو ہمیشہ

حسین و جمال تذلیل عالم اسلام کی تحقیر علماء کے قتل اخلاق و کردار کی پستی اور پھول سے چہروں پر اذیت کی گھٹن ہی کا باعث بنی۔

سنو میرے عزیزو۔ اب تک میرا تعلق انسانوں کے ایسے ذلیل گروہ سے رہا ہے جو ازل سے نسل آدم کی ابد تک کی تاریخ میں گناہ اور بدیاں ہی بھرتے رہے جو خلاف فطرت، لوگوں کو محروم تبسم کرتے ہوئے انسان کی آنکھ میں آنسو موت کے ہونٹوں پر نغمے سجاتے رہے جو زمانہ ساز چاہتوں کو سرد آہوں میں ڈبوتے رہے۔

قدغان میرے بھائی اس میں شک نہیں کہ میں کسی سنسان راستے پر پڑا بے دام پتھر اور رواجوں کی غلامی میں ٹھکرایا ہوا ایک انسان ہوں اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اب تک میں زرد بارود کے سایوں تلے جبل شیخ کے مسکن میں زندگی بسر کرتا رہا ہوں اب میں نے خود کو ایک نئے ڈھب میں ڈھلنے کا تہیہ کر لیا ہے میں نے جبل شیخ کے مسکن کے شبنمی جزیروں، سبز ریشمی باہنوں، چاند چہروں کی کشادگی اور غزالی چشموں کے ربط و آشنا کو خیر باد کہہ دیا ہے اب میں ازل کے سفر کی وفا انگیزی کی طرف نکل کھڑا ہوا ہوں میں نے اب دھوپ سے خجل پیکر اور حسرت زدہ دلوں کے چمن کو انمول فرازوں سی عرت خیام۔ کی رباعی کا حسن اور پرتو ہستی کو آئینہ علم و فن سے مزین کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔

سن قدغان تو جانتا ہے کہ میں اب تک ایک انتہائی بدکار اور گناہگار کی حیثیت سے جبل شیخ کے مسکن میں کام کرتا رہا ہوں فدائیوں میں میرا مقام تقریباً سب سے اعلیٰ و ارفع رہا ہے لیکن اب میں اپنے آپ کو تبدیل کر چکا ہوں میں قحط جنوں، شہنائیوں کے اٹھتے درد، اذیت و شر کے شعور، جہل کی للکاروں اور ملتہب نغموں کو پیڑوں کے نرم سایوں۔ صدائے پرجمال اور نرم دست مہربان میں تبدیل کر دینے کا عہد کر چکا ہوں میں ماضی کے گناہ آلود شبستانوں کو نیرنگ فسوں اور لفظوں کی شکر سے نواز دینا چاہتا ہوں۔

قدغان! مسکن میں رہتے ہوئے بے شک زیست کے ہنگاموں میں میں انسانی زندگیوں کا صیاد تھا پر اب میری ذات کی فصیل میں شگاف پڑ چکے ہیں زوال عمر کے احساس نے مجھے بیدار کر دیا ہے میں روشنی کی جانب جست لگا چکا ہوں تو نے کبھی دیکھا جس طرح رسی پر رقصاں بازیگر لڑکی توازن کی ایک مثال قائم کرتی ہے اسی طرح مجھے بھی ذات کے بھونچال، تلخیوں کے سورج اور تنہائیوں کی حدت میں رہتے ہوئے ایک مثال ایک توازن

قائم کرنا ہے۔

قدغان اب میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر میں ایک فدائی کی حیثیت سے ماضی میں عالم اسلام کے لئے نزع میں گم پیاسی زمین، نظر اداس نظارہ اور گم صم انا ثابت ہوا ہوں تو اسلام دشمن قوتوں کے لئے میں نڈھال اور بدحال کر دینے والا دشت راہوں کی تیرگی اور تیز دھار خنجر سی ہوا کی صورت بھی اختیار کر سکتا ہوں قدغان اچانک بیچ میں بول پڑا اور پوچھنے لگا۔

برغوس میرے بھائی تمہاری اس گفتگو نے مجھے اداس پریشان اور فکرمند کر دیا ہے اب تم یہاں سے نکل کر کہاں جاؤ گے مجھے اندیشہ ہے کہ تم جبل شیخ کے دوسرے فدائیوں کے ہتھے نہ چڑھ جاؤ اور اگر انہیں یہ علم ہو گیا کہ تم نے اپنے دو ساتھیوں کو قتل کر کے اپنی زندگی تبدیل کر لی ہے تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے اس پر برغوس نے ہلکا سا قہقہ لگایا۔

جبل شیخ کے فدائی مجھ سے انتقام تو اس وقت لیں گے جب میں ان کے ہاتھ لگوں گا میں زندگی کا دھارا بدل چکا ہوں میں عکہ شہر کا رخ کر رہا ہوں جہاں چند دن بعد انگلستان کا شہزادہ ایڈورڈ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرے گا پھر دیکھنا میں اپنی زندگی کے ماضی کے گناہوں کو کیسے دھوتا ہوں کیسے اپنے لئے توبہ واستغفار کا راستہ تلاش کرتا ہوں اور ماضی میں کئے گئے گناہوں کی کیسے تلافی کرتا ہوں دیکھ قدغان میرے چار سو ہست ہے تم دیکھو گے کہ بہت جلد وہ بود ہونے والی ہے میں سرلوح دل ایک نئی عبارت رقم کرنے کا تہیہ کر چکا ہوں۔

یہاں تک کہتے کہتے برغوس خاموش ہو گیا اس لئے کہ سرائے کا ایک لڑکا سیاہ رنگ کے ایک گھوڑے کی باگ پکڑے سرائے سے نکل کر اس جھونپڑے سے باہر آن کھڑا ہوا تھا اس پر برغوس جھونپڑے سے باہر نکلا اور اس لڑکے سے سیاہ رنگ کے گھوڑے کی باگ اس نے پکڑ لی تھی لباس میں ہاتھ ڈال کر چند سکے نکالے اور اس لڑکے کو تھماتے ہوئے کہا۔

میرے بیٹے میرے بچے تیرا بہت شکریہ کہ تو میرے گھوڑے پر زین ڈال کر اصطبل سے یہاں تک لایا یہ سکے رکھ تیرے کام آئیں گے اب تو جا سرائے میں اپنے کام میں

لگ جا اس کے ساتھ ہی وہ لڑکا مڑا اور سرائے میں چلا گیا تھا برغوس نے ایک انگیخت کر دینے والی جست لگائی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اتنی دیر تک قدغان، عمیس بن خزرون اور ارزون بھی جھونپڑے سے باہر نکل کر کھڑے ہو گئے تھے برغوس نے اپنا ہاتھ فضا میں لہرایا۔
اچھا میرے عزیزو۔ میرے مہربانو۔ میں اب تم سے رخصت ہوتا ہوں عنقریب تم لوگ میرے متعلق ایک اچھی خبر سنو گے اس کے ساتھ ہی برغوس نے اپنے سیاہ رنگ کے گھوڑے کی باگ موڑی اسے ایڑ لگائی اور سرپٹ دوڑاتا ہوا ان تینوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

سلطان رکن الدین اور طرنطائی اپنے لشکر کے ساتھ افریقہ کے بے کنار صحراؤں میں سفر کرتے ہوئے ابھی تیونس کی بندرگاہ سے لگ بھگ بیس میل دور تھے کہ صحرا کے اندر انہیں اپنے سامنے ریت کے گرا ؤز اٹھتے ہوئے دکھائی دیئے یہ سماں دیکھتے ہی سلطان نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ریت کے ان بادلوں سے چار گھڑ سوار نمودار ہوئے وہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے سلطان کے لشکر کی طرف آ رہے تھے جب وہ قریب آئے تو سلطان نے انہیں پہچان لیا وہ اس کے مخبر تھے مزید سلطان کے نزدیک ہو کر جب وہ اپنے گھوڑوں سے نیچے اترنے لگے تو اشارے سے سلطان نے انہیں اپنے گھوڑوں پر بیٹھے رہنے اور مزید قریب آنے کے لئے کہا جس پر وہ اپنے گھوڑوں کو آگے بڑھاتے ہوئے سلطان اور طرنطائی کے قریب آن رکے پھر سلطان نے ان چاروں کو مخاطب کیا۔

میرے عزیزو میرے مہربانو۔ کہو کیا تم میرے لئے کوئی اچھی خبر رکھتے ہو اس پر ایک مخبر بول پڑا۔

سلطان محترم آپ کے حکم کے مطابق ہم فرانسیسی لشکر کی نقل و حرکت اور ان کے سارے محل وقوع سے متعلق خبریں حاصل کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں سلطان محترم فرانسیسیوں نے جس بحری بیڑے میں فرانس سے افریقہ تک سفر کیا تھا وہ بحری بیڑہ تیونس کی بندرگاہ پر کھڑا ہے اس بحری بیڑے کے ذریعے ایک بہت بڑا اور

جرار فرانسیسی لشکر افریقہ کے ساحل پر اترا ہے فرانس کا بادشاہ لوئی نہم بنفس نفیس اس لشکر میں شامل ہے اوراس نے افریقہ کے ساحل سے آٹھویں صلیبی جنگ کی ابتداء کردی ہے

سلطان محترم ۔ان علاقوں میں بنو مرین کی حکومت قائم ہوئے صرف دو ہی سال ہوئے ہیں اس کے باوجود بنی مرین بڑی تیزی اور جلدی میں ایک لشکر تیار کرکے فرانسیسیوں کے مقابلے پرلائے تیونس کے ساحل پر بنو مرین اور فرانسیسیوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی لیکن اس جنگ میں فرانسیسی غالب رہے اور مسلمانوں کا جو لشکر ان کے مقابلے پہ آیا اس کے اکثر حصے کو فرانسیسیوں نے تہہ تیغ کردیا۔

سلطان محترم ۔اس جنگ سے پہلے ہی بنو مرین نے اپنے قاصد مدد کے لئے مصر روانہ کئے تھے لیکن بنو مرین اور اس کے علاقے کی بد قسمتی کہ ان دنوں آپ آرمینیا میں حالات درست کرنے میں مصروف تھے اب حالت یہ ہے کہ بنو مرین کا لشکر جو قتل ہونے سے بچ گیا تھا وہ صحراؤں میں روپوش ہو چکا ہے اور اپنے ساتھ انہوں نے کچھ اور مسلح جوانوں کو بھی ملا کر پھر ایک جمعیت تیار کرلی ہے اور وہ گاہے گاہے فرانسیسیوں پر شب خون مار کر انہیں پراگندہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں اب بنو مرین کوئی باقاعدہ اور منظم لشکر لے کر فرانسیسیوں کے سامنے آنے کی حالت میں نہیں۔

جب وہ مخبر یہاں تک کہنے کے بعد خاموش ہوا تو سلطان رکن الدین تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر دوبارہ اس نے مخبر کی طرف دیکھا۔

مجھے یہ بتاؤ کہ فرانس کا بادشاہ لوئی نہم اس وقت کہاں ہے جواب میں وہ مخبر پھر بول پڑا۔

سلطان محترم بنو مرین کے لشکر کو جب شکست ہوئی اور انہوں نے ایک جمعیت ترتیب دے کر فرانسیسیوں پر شب خون مارنے کا سلسلہ شروع کیا تب فرانس کے بادشاہ لوئی نہم نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا لشکر کا آدھا حصہ اس وقت تیونس کی بندرگاہ میں اپنے بحری بیڑے کی حفاظت پر مامور ہے لشکر کا دوسرا آدھا حصہ صحرا کے اندر بنو مرین کے ان لشکریوں کی تلاش میں ہے جو فرانسیسیوں سے چھاپہ مار جنگ کی ابتداء کر چکے ہیں اس خبر پر سلطان کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے پھر پوچھا۔

کیا تم یہ بھی بتا سکتے ہو کہ لوئی نہم اپنے لشکر کے کس حصے میں ہے اور یہ کہ فرانسیسی لشکر کا وہ حصہ جو صحرا کے اندر بنو مرین کے چھاپہ ماروں کی تلاش میں ہے وہ تیونس کی بندرگاہ سے اندازاً کتنی دور ہو گا سلطان رکن الدین کے اس سوال پر اس مخبر نے تھوری دیر چپ رہ کر کچھ سوچا پھر جواب دینا شروع کیا۔

سلطان محترم خود فرانس کا بادشاہ لوئی نہم اپنے لشکر کے شمالی حصے میں ہے ہے جو بنو مرین کے چھاپہ ماروں کی تلاش میں ہے اور چھاپہ ماروں کو تلاش کرنے والا یہ فرانسیسی لشکر میرے خیال میں اس وقت تیونس کی بندرگاہ سے کوئی بیس سے پچیس میل دور صحرا کے اندر اپنی کاروائیوں میں مصروف ہے اور لوئی نہم نے اپنے لشکر کے کچھ دستے ایسے بھی مقرر کئے ہوئے جو رسد اور کمک کے لئے نہ صرف تیونس کی بندرگاہ سے رابطہ قائم رکھتے ہیں بلکہ صحرا کے اندر پھیلی ہوئی ادھر ادھر مسلمانوں کی بستیوں کو لوٹ کر اپنے لشکر کے لئے خوراک اور ضروریات کا دیگر سامان فراہم کرتے ہیں۔

ایک بار پھر سلطان رکن الدین کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اس نے چاروں مخبروں کو مخاطب کیا۔

اب تم جاؤ اور پہلے کی طرح اپنے کام میں مصروف ہو جاؤ اگر تم کوئی نئی خبر حاصل کرو تو پھر مجھ سے رابطہ قائم کرنا تمہاری رہنمائی کے لئے میں اتناہی کہوں گا کہ میرا رخ پہلے تیونس کی بندرگاہ کی طرف ہو گا سلطان کا یہ حکم پاتے ہی وہ چاروں جاسوس جس سمت سے آئے تھے اسی سمت اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے اور ریت کے گراوڑ اڑاتے ہوئے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے ان کے جانے کے بعد سلطان نے اپنے پہلو میں گھوڑے پر سوار طرنطائی کو مخاطب کیا۔

طرنطائی میرے بیٹے میں سمجھتا ہوں کیونکہ اپنے ان مخبروں نے فرانسیسی لشکر سے متعلق ہمیں بہترین اور کارآمد اطلاعات فراہم کی ہی ان خبروں کی روشنی میں میرے بیٹے میں نے ایک فیصلہ کیا ہے مجھے امید ہے کہ تم میرے اس فیصلے سے اتفاق کرو گے۔

سنو طرنطائی میرے بیٹے جیسا کہ یہ مخبر بتا چکا ہے فرانسیسی لشکر اس وقت دو حصوں میں تقسیم ہے ایک حصہ تیونس کی بندرگاہ میں اپنے بحری بیڑے کی حفاظت پر مامور

ہے اور دوسرا حصہ جس میں خود لوئی نہم شامل ہے تیونس کی بندرگاہ سے بیس میل دور صحرا کے اندر بنو مرین کے چھاپہ ماروں کے خلاف کاروائی میں مصروف ہے فرانسیسی لشکر کی یہ حالت یقیناً ہمارے لئے سودمند ہے۔

طرنطائی میرے بیٹے یہ سارے علاقے میرے دیکھے بھالے ہیں اس وقت ہم تیونس کی بندرگاہ سے اندازاً بیس میل کے فاصلے پر ہیں اور میں لشکر کو یہیں پڑاؤ کرنے کا حکم دینے لگا ہوں تم اپنے کچھ مسلح جوان لشکر کے اطراف میں پھیلا دو تاکہ اگر فرانسیسی ہماری جاسوسی کرنے کی غرض سے اس طرف آئیں تو وہ مسلح جوان انکا قلع قمع کر دیں۔

طرنطائی! میرے بیٹے آنیوالی رات گہری ہو گی تو ہم یہاں سے کوچ کریں گے اور پھر خداوند نے چاہا تو آدھی رات کے بعد تیونس کی بندرگاہ پر ہم فرانسیسیوں کے لشکر پر وہ شب خون ماریں گے کہ ایسے شب خون سے انہیں اپنی زندگیوں میں کبھی واسطہ اور پالا نہ پڑا ہو گا ایسا ہی شب خون جو اس سے تقریباً بائیس سال پہلے میں اس وقت فرانسیسیوں پر مارتا رہا تھا جب یہ لوئی نہم براہ راست مصر پر حملہ آور ہوا تھا اور منصورہ شہر سے باہر میں نے اسے بدترین شکست دی تھی۔

طرنطائی اپنے لشکریوں کو سمجھا دینا کہ تیونس کی بندرگاہ پر دشمن کے کسی جہاز کو آگ مت لگائیں اس لئے کہ مجھے پورا یقین ہے کہ فرانسیسیوں کے جہازوں میں خوراک کے ذخائر اور ہتھیاروں کے انبار لگے ہوئے ہوں گے اگر ہم جہازوں کو آگ لگاتے ہیں تو یہ خوراک کے ذخیرے اور ہتھیار بھی تباہ ہو جائیں گے ہمیں ہر صورت میں فرانسیسی جہازوں کو بچانا ہے اور وہ ہتھیار اور خوراک ہمیں بنو مرین کے لئے چھوڑنے ہیں تاکہ وہ ان پر قبضہ کر کے اپنی ٹوٹی ہوئی قوت کو بحال کر سکیں طرنطائی میرے بیٹے ہم نے صرف فرانسیسیوں پر شب خون اس لئے مارنا ہے کہ فرانسیسی لشکر کا وہ آدھا حصہ جو بندرگاہ پر متعین ہے اس کا قتل عام کر کے اس کا مکمل طور پر صفایا کر دیا جائے۔

طرنطائی میرے بیٹے یہ بھی خیال رکھنا کہ فرانسیسی لشکر کا آدھا حصہ بھی ہمارے اس لشکر سے جو اس وقت ہمارے ساتھ ہے لگ بھگ چار گنا بڑا ہو گا اس کے باوجود میں نے اور تم نے رات کی تاریکی میں فرانسیسیوں کو تیونس کی بندرگاہ پر خون میں نہلاتے ہوئے مکمل طور پر ان کا خاتمہ کرنا ہے یہ ہمارا پہلا شب خون ہو گا۔

تیونس کی بندرگاہ فرانسیسیوں سے پاک کرنے کے بعد ہم اپنے دوسرے شب خون کی تیاری کریں گے اور تیونس کی بندرگاہ سے ہم صحرا کے اندر فرانسیسی لشکر کے اس حصے کی طرف بڑھیں گے جس کی راہنمائی خود لوئی نہم کر رہا ہے اور وہ بنو مرین کے چھاپہ ماروں کی تلاش میں ہے رات کی تاریکی میں صحرا کے اندر ہم فرانسیسیوں کے اس لشکر پر بھی نزول کریں گے اور مجھے امید ہے کہ اس پر بھی غالب آتے ہوئے ہم اس کا خوب قتل عام کریں گے اس طرح مجھے امید ہے کہ ہم فرانسیسیوں کو افریقہ کی سرزمین سے بچ کر واپس فرانس جانے کا موقع نہیں دیں گے۔

سلطان رکن الدین کے ان الفاظ سے کچھ لمحے امیر طرنطائی کا چہرہ بالکل سنگین ہو گیا تھا اور اس کی آنکھیں قہرمانی کی آگ برسانے لگی تھیں تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا پھر سلطان رکن الدین کو اس نے مخاطب کیا۔

سلطان محترم ملت کی نگہبانی ہم لوگوں کا محور اور دین کی پشت بانی ہمارے شاندار تمدن کا مرکزی نقطہ ہے اور ہم اس معیار پر ہر صورت میں پورے اتریں گے ہم لوگ وطن کی مانگ کا تارہ بن کر اس کے لئے دل سوزی اور خیر خواہی کرنے والے لوگ ہیں سلطان محترم بحر ظلمات سے لے کر کاشغر تک مسلمانوں کی سرزمین کے سارے خطے ہی ہمارے دل کا اجالا ہماری وفا کے کنج چمن ہیں اور ان ساری سرزمینوں کے لئے ہمارا درد مشترک ہے مسلمان کہیں بھی آباد ہو اس کی سرزمین ہمارے لئے کہکشاں کے زینے، لالہ زاروں کا رنگ، کوہساروں کا روپ اور ماہ پاروں کے حسن کی طرح ہیں سلطان محترم دشمن کے ہاتھوں ہم اپنے صحن گلشن میں خزاں کے پہرے نہیں لگنے دیں گے ہم صدیوں کی غلامی تلے اپنے پھولوں کی لاشوں کا انبار جمع نہ ہونے دیں گے اور اپنی سرزمینوں کی جبین کو زخم آلودہ کرنے کی کسی کو ہرگز اجازت نہ دیں گے۔

سلطان محترم یورپ سے ہمارے لئے لہو سے رنگین صلیبیں لانیوالے شاخ زیتون پر خاموش فاختہ کے بسیرے کو اجاڑنے کے درپے ہیں یہ اگر اپنے ساتھ شر آلودہ رہن اور ناگ بن کر ڈستے ارادے اور جلتے شبستانکی حسرتیں لے کر آئے ہیں تو سلطان محترم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں ہم ان کی جبین غبار آلود، ان کے دل کا ہر گوشہ ویران ان کے دامن ہستی کو خاک آلودہ اور ان کے ہونٹ مقفل اور زبان پتھر بنا کر رکھ دیں گے سلطان

محترم ہم جس خداوند کے گرویدہ، پرستار اور احسانمند شکر گزار، نیاز مند اور عبادت گزار ہیں وہ احسان شناسی قدردانی کے تقاضے پورے کرنے والا ہے وہ خالق کمال ہے نہ کہ صاحب کمال وہ انشاء اللہ غلط بینی اور غلط کاری کے سامنے ہمارے فکر و عمل کی سیدھی راہ کو سرفراز کرے گا وہ دشمن کے قیاسی فلسفوں کی بھول بھلیوں ان کی خدافروشی اور دنیا پرستی ان کی بدعتوں اور تحریفوں ان کے جواز عدم جواز کی خود ساختہ پابندیوں کے سامنے ہم جیسے حلت و حرمت کی پابندیاں کرنیوالے اپنے بندوں اور امر تکوینی کے اطاعت گزار اپنے ماننے والوں کی مدد ضرور کرے گا۔

سلطان محترم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب ہمارے اور فرانسیسیوں کے درمیان ان جلتے بے کراں صحراؤں کے اندر ٹکراؤ ہوگا تو ہم انشاء اللہ موت کی وادیوں میں سرگرداں تیرہ و تار فضاؤں، ارض کے انقلاب برپا کرتے دلوں کے ویرانوں موسمی ہواؤں کے تیز و تند جھونکوں کی طرح ان پر چھا جائیں گے ہم ملت کا دکھ سکھ اپنانے اور اس کا درد بانٹنے والے لوگ ہیں ہم خدائے وحدانیت کی پرستش کرنے والوں کا جہاں ایک ہی رسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے وہاں ہمارے شبستانوں کی آرزوؤں کا چراغ ہماری منزل کا راستہ بھی ایک ہے دشمن دیکھے گا کہ ان صحراؤں کے اندر اس کے سامنے ہم سرد راتوں کے دلخراش لمحوں میں انتظار کی مشعلوں، سرآفاق نگاہوں کو جمائے خاموش چٹانوں کی طرح بن جائیں گے سلطان محترم یورپ سے آنیوالے ان اجنبی چہروں پر انشاء اللہ ہم خاک و خون کے مرحلے رقم کرکے رکھ دیں گے۔

امیر طرنطائی جب خاموش ہوا تو سلطان رکن الدین تھوڑی دیر تک اسے توصیفی نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر سلطان نے بڑی شفقت اور نرمی میں کہا۔

طرنطائی میرے بیٹے تیرے خیالات تیری باتیں ہمیشہ ہی میری دلجمعی میرے سکون میرے اطمینان کا باعث بنتی ہیں جو الفاظ تو نے ادا کئے ہیں انشاء اللہ ان صحراؤں کے اندر ہم انہیں عملی جامہ پہنا کر رکھیں گے میرے بیٹے آداب حرکت میں آئیں لشکر کا پڑاؤ کریں تاکہ لشکری کھانا کھا کر ستالیں آرام کریں اس کے بعد ہمیں آدھی رات کے وقت شب خون مارنے کے لئے یہاں سے کوچ بھی کرنا ہوگا۔

امیر طرنطائی نے سلطان کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر سلطان کے حکم پر آناً فاناً لشکر نے وہاں پڑاؤ کرلیا تھا اور لشکر کے لئے کھانا تیار ہونا شروع ہو گیا تھا۔

OOOO

گہری تاریک شب شبستانوں کو فسوں سازی، درماندہ تمناؤں کو زرفشاں پھولوں کا جمال کوچہ و بازار کی سرگوشی کو سوچوں کے آئینے عطا کرتی بھاگتی جارہی تھی حادثوں اور سانحوں کو جنم دینے والے دشت و صحرا، کوہ و دریا، شہر و قریے اور مشقتوں کے کاروان حادثوں کی تقدیر میں ڈوبی آب و گل کی کوکھ میں دھوئیں کی طرح تحلیل ہو گئے تھے

تاریک ٹھنڈی رات میں جذبات و احساسات کی اتش، ذہن کی قندیلیں اور جسموں کی توانائیاں ماند پڑ گئی تھیں کروٹیں لیتی ترنگ کی طرح انگ انگ کو ہراتی شب میں اندھیرے کے حصار رینگتے سختیاں جھیلتے ہنگام صبح کی طرح بھاگے جارہے تھے چاروں طرف آوارہ تبسم جیسی خاموشی اور خزاں زدہ اشجار جیسا سکوت تھا ایسے میں سلطان رکن الدین اور طرنطائی انقلاب دہر، دستک دیتے لمحوں، گم صم چپ چاپ فضاؤں میں خون اگلتی ساعتوں کی طرح حرکت میں آئے رات کی تاریکی میں انہوں نے اپنا پڑاؤ اٹھا لیا اور بڑی رازداری سے دبے پاؤں چیتے کی طرح وہ بڑی تیزی سے تیونس کی بندرگاہ کی طرف بڑھ تھے۔

تیونس کی بندرگاہ سے تقریباً ایک میل دور رہنے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کو روک دیا پھر رات کی تاریکی میں سلطان نے امیر طرنطائی سے سرگوشی کی۔

طرنطائی میرے بیٹے تیونس کی بندرگاہ اس وقت میرے سامنے صرف ایک میل کے فاصلے پر ہے دیکھ میرا ارادہ ہے کہ ہم دونوں ایک ہی سمت سے حملہ آور نہ ہوں اس طرح دشمن کے بھاگنے کے امکان زیادہ رہیں گے اگر ہم ایک سمت سے حملہ آور ہوں گے تو دوسری سمت سے فرانسیسی لشکر بھاگ کر صحراؤں کے اندر سرگرداں اپنے لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ ملے گا جو ہمارے لئے تکلیف کا باعث بن سکتا ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ ایک طرف سے تم حملہ آور ہو اور دوسری سمت سے میں ہم ان فرانسیسیوں کو نہ سنبھلنے کا موقع دیں نہ انہیں صحراؤں کے وسطی حصے کو بھاگنے کی مہلت دیں اور نہ ہی انہیں اپنے بحری بیڑے میں گھس کر اپنے آپ کو محفوظ کرلینے کا موقع فراہم کریں اب بولو تم کس سمت سے حملہ آور ہونا پسند کرو گے۔

سلطان کی اس گفتگو کے جواب میں طرنطائی بول پڑا۔

سلطان محترم آپ جس سمت کھڑے ہیں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ یہیں رہیں میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بندرگاہ سے ہٹ کر صحرا کے اندر ایک لمبا چکر کاٹتا ہوں اور فرانسیسی لشکری کی مغربی سمت جا کے نمودار ہوتا ہوں اس وقت تک آپ یہیں رہیں اپنی منزل پر پہنچنے کے بعد فضا میں جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر چلاؤں گا جو میری طرف سے وہاں پہنچنے کا اشارہ ہوگا اس کے بعد میرے خیال میں ہمیں بیک وقت مشرق اور مغرب دونوں سمتوں سے فرانسیسیوں پر حملہ آور ہونا چاہئے لیکن اس حملے میں ہمیں ایک احتیاط ضرور رکھنی چاہئیے۔

رات کی تاریکی میں سلطان رکن الدین نے طرنطائی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

طرنطائی میرے بیٹے تم کونسی احتیاط کو مدنظر رکھنا چاہتے ہوں۔

سلطان محترم میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے پہلے حملے میں دشمن پر ضرب سمندر کے کنارے کنارے رہتے ہوئے لگائیں تاکہ فرانسیسی ہمارے سامنے سے پسپا ہوتے ہوئے اپنے بحری بیڑے میں سوار نہ ہو سکیں اگر ہم انہیں بحری بیڑے میں سوار نہ ہونے دیں اور رات کی تاریکی میں اپنے شب خون کو کامیاب کرتے ہوئے انہیں شکست دیں تو لازمی بات ہے وہ ہمارے آگے آگے صحرا کے وسطی حصے میں بھاگیں گے ہم ان کا تعاقب کریں گے اور صحرا میں دور تک انہیں جانے کی مہلت ہی نہیں دیں گے اور ان کا خاتمہ کر کے رکھ دیں گے میرے خیال میں اگر ہم ایسا کریں تو تیونس کی بندرگاہ پر جو اس وقت فرانسیسی لشکر ہے اس کا ہم مکمل طور پر خاتمہ کر سکتے ہیں۔

امیر طرنطائی کے خاموش ہونے پر سلطان رکن الدین کی رات کے اندھیرے میں سرگوشیوں کی سی آواز سنائی دی۔

طرنطائی میرے بیٹے میں تمہاری اس تجویز سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں اپنے حملے کی ابتداء ہم سمندر کے کنارے کنارے رہتے ہوئے کریں گے تاکہ فرانسیسی اپنے جہازوں میں سوار ہو کر اپنے آپ کو محفوظ نہ کرلیں اور اگر وہ ہم سے مار کھانے کے بعد وہ صحرا کے وسطی حصے کی طرف بھاگتے ہیں تو پھر ان کا خاتمہ ہمارے لئے بڑا آسان اور سہل ہو

جائے گا دیکھ میرے بیٹے رات اب آدھی سے زیادہ جا چکی ہے میرے خیال میں اب تم اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آؤ اور تیونس کی بندرگاہ کے مغربی جانب جاؤ میں تمہارے فضا میں جلتے پروں کے تیر بلند ہونے کا بڑی بے چینی سے انتظار کروں گا اس کے ساتھ ہی امیر طرنطائی حرکت میں آیا اپنے حصے کے لشکر کو اس نے لیا اور تیونس کی بندرگاہ سے ہٹتے ہوئے ایک لمبا چکر کاٹ کر وہ بندرگاہ کے مغربی حصے کی طرف جا رہا تھا۔

طرنطائی کے جانے کے بعد سلطان رکن الدین اپنے گھوڑے سے اترا پھر وہ ساحل کی گیلی ریت پر سجدہ ریز ہوا اور انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ اپنے رب کے حضور دعا مانگنے لگا تھا۔

" اے میرے پروردگار اپنے بندگان میں سے جسے چاہے تو باکمال و باہنر کرے جسے چاہے علم وفن سے بہرہ ور، شعلہ نفس، انجم نظر مہتاب روا اور برق خو کر کے رکھ دے۔

اے خدائے لازوال تو ہی جس کو چاہتا ہے پیغمبری زی وقار، آفتاب حق شناس مہتاب خوش کلام کرتا ہے تو ہی جسے چاہتا ہے اس جہان کاخ و کو میں آسمان عزم و جرأت سے نوازتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے زرو مایہ کر کے رکھ دیتا ہے۔

اے اللہ ہر زبان تیرے ہی لئے مصروف توصیف و ثنا ہے میں تیرا ایک ادنیٰ غلام بھی تیرا ہی وظیفہ خواں ہوں تو ہی میرا حفیظ و والی آقا و مولیٰ ہے اے میرے اللہ تو دشمن کے آلات و سامان جدل کے سامنے مجھے روح کی آسودگی، کاوش کی بیداری اور بیکراں و تیز جرأت مندی عطا کر۔

اے اللہ مجھے ہمت اور جرأت دے کہ میں دشمن کے خون کے سیلاب رواں جیسے لشکر اسکے المناک سموں اور مرگ کے جھکڑوں کی یورش کے سامنے اپنی قوم کی عزت و عفت اپنی ملت کی عصمت و عظمت کی حفاظت اپنی ماؤں بہنوں کی محبت کے زمزموں اور مسلمانوں کے جسم و روح کی بالیدگی کی حفاظت کر سکوں۔

اے اللہ میں تیرا درماندہ و بیچارہ خستہ و فکر معاش میں نان جویں کا محتاج ہوں بندہ میں سنجاب و سمود اطلس و حریر کو لات مار کر ساحل کی اس گیلی ریت پر اک لذت آسودگی کے ساتھ غیر کی دریوزہ گری سے منہ موڑتے ہوئے تیرے ہی سامنے سجود و نیاز میں نصرت کی بھیک مانگتا ہوں اے اللہ میری مدد فرما۔ اے اللہ میری مدد فرما اے اللہ میری مدد فرما

دعا مانگنے کے بعد سلطان رکن الدین گیلی ریت سے اٹھ کھڑا ہوا اس کی حالت یہ تھی کہ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور خوف خداوندی میں اسکے کندھے پر جو انگوچھا تھا وہ بار بار لٹک کر گرنے کو ہو جاتا تھا اور اسے اس کو سنبھالنا پڑتا تھا پھر اس نے اپنے کندھے سے اچکالیا اور اپنے بہتے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے ایک بار پھر اس نے رات کی تاریکی میں آسمان کی طرف دیکھا انتہائی دردمندی و دل سوزی میں سلطان پھر بول پڑا۔

اے چاند! اے ستارو! اے کہکشاں! گواہ رہنا میں اپنے اس معاملے کو اب اپنے رب کے سپرد کرتا ہوں اور رات کی تاریکی میں تیونس کی بندرگاہ کے قریب فرانسیسی دشمنوں کے سامنے اپنے ہی رب کو پکارتا ہوں اس کے بعد سلطان کی چھاتی تن گئی تھی چہرے پر سختی آگئی تھی بڑی تیزی سے وہ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا ایک عصیلی جست کے ساتھ وہ گھوڑے پر بیٹھ گیا تھا اور مغرب میں بڑی بے چینی سے دیکھنے لگا تھا شاید اسے امیر طرنطائی کی طرف سے فضاؤں میں جلتے پروں کے تیر کے بلند ہونے کا انتظار تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد دور مغرب میں رات کی تاریکی کے اندر جلتے پروں کا ایک تیر بلند ہوا تھا وہ تیر دیکھتے ہی رات کی تاریکی میں سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی ایک بار بڑی عاجزی سے اس کی گردن پھر اپنی زین کے ہنے کی طرف جھک گئی اور وہ بول اٹھا۔

"اے اللہ میں تیری نصرت تیری مدد کی آرزو لئے اپنے کام کی ابتدا کرنے لگا ہوں اللہ میرے کام میں برکت ڈالنا میرے پروردگار مجھے فتح مند مجھے سرفراز رکھنا"

اس کے ساتھ ہی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے سلطان نے اپنے لشکر کیساتھ تیونس کی بندرگاہ کی طرف رات کی تاریکی میں بڑی تیزی سے پیش قدمی شروع کردی تھی۔

تیونس کی بندرگاہ کے قریب سمندر کے کنارے کنارے سلطان رکن الدین اپنے لشکر کیساتھ ازل کے کیف و مستی، دریائے الفت کے اجنبی سفر، دوریوں کی خلیج کو پاٹتے وقت کے اڑتے تیز روطیور کی طرح آگے بڑھا پھر وہ گہری نیند سوئے رات کی تاریکی میں فرانسیسیوں پر رات کے جبر و قہر کے جادو، نفرت کے زہر اور عظمت انسانی کے مظہر نئے قصوں نئی قدروں میں خون کی بارش کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ سلطان رکن الدین کے اس

حملے میں نئی ڈھب سے لکھی گئی عبارتوں جیسا سکون، جھرنوں کے دھاروں کی روانی، اور چھتوں پر رقص کرتی جلترنگ بجاتی ساون کی منہ زور بارش کا سا سماں تھا۔

فرانسیسیوں پر حملہ آور ہونے کے بعد سلطان نے بلند آوازوں میں تکبیریں پڑھنا شروع کردی تھیں جن کے جواب میں اس کے لشکری بھی تکبیریں بلند کرنے لگے تھے اور ان کی تکبیروں نے فرانسیسی لشکر میں ایک طرح کی بوکھلاہٹ پیدا کرکے رکھ دی تھی۔

سلطان کے یوں حملہ آور ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد امیر طرنطائی بھی حرکت میں آیا سلطان رکن الدین کی تکبیروں کے جواب میں اسنے بھی سمندر کے کنارے مغربی سمت گونجوں کے چکراتے ہراتے بھنور اور خود رفتہ شب خیزی میں شریانوں میں لہو کو کھولا دینے والے انداز میں تکبیریں بلند کرنا شروع کردی تھیں امیر طرنطائی کی تکبیروں نے اس کے لشکریوں کے رگ رگ میں برق کھڑی کرکے رکھ دی تھی اور وہ بھی انوکھے انداز میں تکبیریں بلند کرنے لگے تھے اس کیساتھ ہی امیر طرنطائی قہر بھرے اپنے لشکر کو حرکت میں لایا پھر وہ مغربی سمت سے فرانسیسیوں پر کوچے کوچے میں ہانپتی دروازوں چوکھٹوں پر دستک دیتی گرتی برق کی لہروں کے شور، تند حقارت کے سناٹے کو توڑتے اندیشوں کے اٹل طوفان اور نس نس میں آگ تن تن میں گھاؤ لگاتی مستی پر آئی باغی لہروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک سلطان رکن الدین اور طرنطائی نمو کی بے کل تحریک، اٹھتی گرتی لہروں کے شور کی طرح فرانسیسیوں پر حملہ آور ہو کر تیونس کی بندرگاہ پر ان کی تعداد کو کم کرتے رہے پر جلد ہی فرانسیسیوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور لشکر کا وہ حصہ جو ابھی تک سلطان اور طرنطائی کے قتل عام سے بچا ہوا تھا وہ فوراً سنبھلا پھر اس لشکر نے طلسماتی سنسانیوں میں بھبھوکا سی چنگاریوں، سلگتی خزاں میں نمی میں بھگوتی دھند اور بے کراں ریگ میں بے کل نفس کی طرح سلطان اور طرنطائی پر جوابی حملہ کیا تھا۔

تیونس کی بندرگاہ کے قریب سمندر کے کنارے تھوڑی دیر تک گھمسان کا رن پڑا میدان جنگ گھناؤنے سناٹوں کے کڑے سفر اور آندھیوں کے دوش پر ضدی نقوش کی صورت اختیار کر گیا تھا پر جلد ہی سلطان رکن الدین اور طرنطائی نے سمندر کے جلال پر ہیبتوں کے نزول ہڈیاں چبا جانے والی رت اور زیست کے ذائقوں میں گھس آنیوالے آسیب

کی طرح ضربیں لگاتے ہوئے ان کا خوب قتل عام کرنا شروع کر دیا تھا تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد سلطان اور طرنطائی نے فرانسیسیوں کی حالت جھلسے ہوئے ریگستان، ابلتی آنکھوں، بے کل نفس اور ہر موئے تن زخمی جیسی بنا کے رکھ دی تھی۔

جب فرانسیسیوں کا تقریباً دو تہائی لشکر سلطان اور طرنطائی کے ہاتھوں تہہ تیغ ہوا تب فرانسیسیوں کو یقین ہو گیا کہ وہ کسی بھی صورت رات کی تاریکی میں شب خون مارنے والے مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے ابھی تک وہ یہ جان نہ سکے تھے کہ ان پر حملہ آور ہونے والی قوت کون ہے۔

فرانسیسیوں کے لئے دوسری مصیبت یہ تھی کہ وہ بھاگ کر اپنے جہازوں پر سوار بھی نہیں ہو سکتے تھے اس لئے کہ بڑی ترتیب اور بڑے نظم کے ساتھ سمندر ہی کی طرف سے سلطان اور طرنطائی ان پر ضربیں لگا رہے تھے اور اس سمت سے بھاگ کر جہاز میں سوار ہونا ایک طرح سے ناممکن تھا لہذا بچا کھچا فرانسیسی لشکر شکست کھا کر وسطی صحرا کی طرف بھاگا تھا۔

سلطان رکن الدین اور امیر طرنطائی نے خوفناک انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے صحرا کے اندر رات کی تاریکی میں بھاگتے فرانسیسیوں کا تعاقب کیا یہ تعاقب صحرا میں پانچ میل تک جاری رہا اور اس عرصے میں سلطان رکن الدین اور طرنطائی نے پشت کی طرف سے فرانسیسیوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان کے سارے لشکر کا کام تمام کر کے رکھ دیا تھا۔

جس وقت مشرق سے سورج طلوع ہوا سلطان رکن الدین اور طرنطائی دونوں فرانسیسیوں کا خاتمہ کرنے کے بعد اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پھر تیونس کی بندرگاہ میں واپس آ گئے تھے یہاں فرانسیسیوں کے پڑاؤ سے جو چیز بھی انہیں ملی اس پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا اور فرانسیسیوں کا وہ سارا سامان جس میں خوراک کے ذخیرے اور ہتھیاروں کے انبار تھے جو جہازوں میں لدے ہوئے تھے اس کی طرف سلطان رکن الدین اور طرنطائی نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور اس سارے سامان اور جہازوں کو انہوں نے افریقہ کے بنو مرین سے تعلق رکھنے والے حکمرانوں کے لئے چھوڑ دیا تھا تا کہ وہ فرانسیسیوں کے ہاتھوں اپنی تباہ حال معیشت کو بہتر بنانے میں کامیاب ہو جائیں۔

سورج جب مشرق سے طلوع ہو کر خوب بلند ہوا تو سلطان اور طرنطائی نے اپنے لشکریوں کو کھانا کھانے کے بعد سستانے کا موقع فراہم کر دیا تھا خود سلطان اور طرنطائی ایک جگہ بیٹھ کر اگلے لائحہ عمل سے متعلق گفتگو کرنے لگے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد سلطان اور طرنطائی کے قریب سلطان کے وہی چاروں مخبر نمودار ہوئے قریب آ کر وہ گھوڑوں سے اترے اور سلطان اور طرنطائی کے سامنے آن کھڑے ہوئے سلطان انہیں دیکھ کر خوش ہوا پھر سوال کیا۔

میرے عزیزو شاید تم جان چکے ہو گے کہ فرانسیسی لشکر کا وہ حصہ جو بندرگاہ کی حفاظت پر مامور تھا اس پر شب خون مارتے ہوئے میں نے اور طرنطائی دونوں نے اس کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا ہے اب دشمن کا پڑاؤ ہمارے قبضے میں ہے میرے خیال میں تم دشمن کے دوسرے حصے سے متعلق کوئی خبر لے کر آئے ہو گے جو بنو مرین کے چھاپہ ماروں کی تلاش میں صحرا کے اندر دور تک گھسا ہوا ہے اور جس کی رہنمائی خود فرانس کا بادشاہ لوئی نہم کر رہا ہے۔

اس پر سلطان کا ایک جاسوس بول پڑا۔

سلطان محترم آپ کا اندازہ درست ہے ہم چاروں فرانسیسی لشکر کے اس حصے کا محل وقوع جان کر آ رہے ہیں جس کی رہنمائی اور کمانداری خود فرانس کا شہنشاہ لوئی نہم کر رہا ہے سلطان محترم ہم چاروں سب سے پہلے تو آپ کو بندرگاہ پر مامور فرانسیسی لشکر کا خاتمہ کرنے پر مبارکباد دیتے ہیں اس کے بعد آپ سے گذارش کرتے ہیں کہ اگر آنے والی رات آپ وسطی صحرا کے اندر فرانسیسیوں کے دوسرے لشکر پر بھی شب خون ماریں تو ہمیں یقین ہے آپ کا یہ شب خون بندرگاہ کے شب خون سے بھی زیادہ ہولناک ہو گا اس لئے کہ فرانسیسی صحرا کے اندر بنو مرین کے چھاپہ ماروں کو تلاش کرنے میں ناکام ہوئے ہیں اور ہر وقت وہ سہمے سہمے اور خوفزدہ رہتے ہیں کہ مبادا کہیں سے بنو مرین کے رضا کار اور چھاپہ مار اچانک صحرائی ٹیلوں سے نکل کر ان پر حملہ آور نہ ہو جائیں اور انہیں موت سے ہمکنار نہ کر دیں۔

آنیوالی رات فرانسیسیوں کے اس لشکر پر بھی شب خون ماریں تو پھر سلطان محترم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کسی بھی فرانسیسی کو افریقہ کی سرزمین سے بھاگ کر

فرانس میں داخل ہونا نصیب نہ ہوگا۔

وہ جاسوس جب خاموش ہوا تو سلطان تھوڑی دیر تک دھیرے دھیرے مسکراتا رہا پھر سلطان کہنے لگا۔

میں تمہاری تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں آنے والی رات فرانسیسی لشکر کے دوسرے حصے پر بھی ہم شب خون ماریں گے اور مجھے امید ہے کہ میں لوئی نہم کا قبرستان تیونس کے ان صحراؤں ہی میں بناؤں گا اور میں کسی بھی لشکری کو بھاگ کر فرانس نہ جانے دوں گا اب تم چاروں لشکر میں آرام کرو اس کے بعد جب رات گہری ہوگی تو تم لوگوں نے اس جگہ تک صحرا کے اندر ہماری رہنمائی کرنی ہے جہاں فرانسیسیوں کا دوسرا لشکر مصروف کار ہے اس کے ساتھ ہی وہ چاروں مخبر وہاں سے ہٹ کر لشکر کے اندر چلے گئے تھے۔

ان مخبروں کے جانے کے بعد سلطان رکن الدین نے امیر طرنطائی کی طرف دیکھا۔

طرنطائی میرے بیٹے ابھی اور اسی وقت اپنے لشکر سے چند دستے ایسے متعین کرو جو صحرا کے اندر یہاں سے لگ بھگ دس میل کے علاقے تک پھیل جائیں اور اس علاقے میں جہاں کہیں بھی انہیں کوئی فرانسیسی نظر آئے اسے دیکھتے ہی اس کی گردن کاٹ دیں مقامی اشخاص بھی جو اس علاقے میں دکھائی دیں ان سے پوری تفتیش کی جائے اور انہیں بندرگاہ کی طرف آنے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے اس طرح صحرا کے وسطی حصے میں فرانس کے شہنشاہ لوئی نہم کو یہ خبر نہ ہونے پائے گی کہ اس کا آدھا لشکر جو تیونس کی بندرگاہ پر اس کے بحری بیڑے کی حفاظت پر مامور تھا اس کا ہم نے کام تمام کر دیا ہے۔

طرنطائی میرے بیٹے۔ آج کا پورا دن اور آنے والی رات کا کچھ حصہ اپنے لشکریوں کو آرام کرنے دو آنے والی شب کو وسطی صحرا کے اندر فرانسیسیوں کے ساتھ ہم وہی کھیل کھیلیں گے جو تیونس کی بندرگاہ پر ہم تھوڑی دیر پہلے کھیل چکے ہیں مجھے امید ہے کہ خداوند نے چاہا تو صحرا کے اندر بھی ہم فرانسیسیوں کی حالت ایسی ہی کریں گے جیسی ان کی تیونس کی بندرگاہ پر کی ہے میرے خیال میں اٹھو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں چند مسلح دستوں کو صحرا کے وسطی حصے کی طرف روانہ کرنے کے بعد دونوں مل کر لشکر کے کھانے کے انتظامات پر بھی نگاہ رکھتے ہیں طرنطائی نے سلطان کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر وہ

دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور پہلو بہ پہلو ایک سمت چل دیئے تھے۔

○○○○

دشت افریقہ میں طویل سیاہ رات تصورات کے ستاروں، عجائب پسندی کو آسودگی اور ذہن کی شاہراہ پر دل کی بستیوں کو خواب آلود کرتی اندھی اڑانوں کی طرح بھاگی جا رہی تھی سینۂ ارض قہرمان موسموں میں خوشبو کی اڑانوں سے محروم تھا۔

نظر فریب تہذیب، شاندار تمدن، حیرت انگیز صناعی۔ زبردست سلطنتوں۔ عالیشان حکایات۔ بے پناہ علوم و فنون۔ بے انتہا ادب لطیف و کثیف کے ذخیروں سے محروم و ناآشنا دشت افریقہ چپ اور خاموش تھا لگتا تھا صحرا کا ذرہ ذرہ رات کی گہری تاریکی میں خلاف واقعہ رونما ہونے والے حادثات سے بالکل بے خبر شہر آشفتہ کی طرح پر سکوت ہو۔

دائرہ شب غم میں سارے ماہ پاروں کی جھلکیوں کی طرح مسکراتے ہوئے سینۂ ارض کی طرف دیکھے جا رہے تھے چاروں طرف فضاؤں میں شمع پر مٹتے پروانوں، دل کے دروازے کھولتے مستقبل کے رنگین خوابوں اور صبح و شام تمناؤں کی گرد پھیلاتے عناصر کی طرح خاموشی تھی ایسا لگتا تھا گویا پیار کی راہ درد کی چاہ میں بھاگتی زخم سہتی ہرجائی و سودائی رات کے جسم و جان کے سارے روابط ڈھیلے ہو چکے ہوں۔

ایسے میں آخر شب کے سناٹے میں نیم اندھیرے صحرائی راستوں پر سلطان رکن الدین اور طرنطائی اپنے لشکر کے ساتھ اجنبی رات میں فاصلوں میں لپٹی خاموشیوں اور گہرائیوں میں ڈوبے خوابوں کی سی رازداری، کسی ٹوٹنے والے ستارے کے سفر اور بے انت تاریکیوں کے تیز جھکڑوں کی سی تیزی کے ساتھ صحرا کے وسطی حصوں کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔

صحرا کے اندر سلطان رکن الدین کے وہ چاروں جاسوس جو دشمن کی خبریں لے کر آئے تھے وہ سلطان کے لشکر کی رہنمائی کر رہے تھے گہری رات میں صحرا کے اندر ایک جگہ مخبروں کے کہنے پر سلطان نے اپنے لشکر کو روک دیا پھر اس نے استفہامیہ سے انداز میں مخبروں کی طرف دیکھا تو ایک مخبر بول پڑا۔

سلطان محترم یہاں سے ہم چاروں کے اندازے کے مطابق فرانسیسیوں کا لشکر صرف پانچ میل دور ہوگا لشکر پوری طرح بیدار اور چوکنا ہوگا اس لئے کہ فرانسیسیوں کو

صحرا کے اندر مسلمان چھاپہ ماروں کی طرف سے اچانک حملہ آور ہونے اور شب خون مارنے کا اندیشہ اور خطرہ ہے لہٰذا فرانسیسیوں کا آدھا لشکر رات کے وقت جاگتا ہے ار آدھا آرام کرتا ہے اس طرح باری باری وہ رات کے وقت پہرہ دے کر اپنے آپ کو شب خون سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں سلطان محترم رات کی تاریکی میں ہمارے لشکروں کے گھوڑوں کے نتھنے پھڑپھڑانے یا ہنہنانے کی آوازیں فرانسیسیوں تک پہنچ جائیں گی اور وہ ہمارے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی ہمارا استقبال کرنے کے لئے بیٹھے ہوں گے۔

رات کی تاریکی میں اس مخبر کی گفتگو سے سلطان کے چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر سلطان بول پڑا۔

میں تم چاروں کا شکر گزار ہوں کہ رات کی تاریکی میں تم نے لشکر کو رک جانے کا اشارہ کر کے دشمن کے محل وقوع سے آگاہ کیا اب تم لشکر کے پچھلے حصے میں چلے جاؤ میں یہیں سے اپنے لشکر کی صفیں درست کرتے ہوئے حملہ آور ہونے کی صورت اختیار کر لوں گا دشمن خواہ ہمارے پہنچنے تک جنگ کرنے کی پوری تیاری میں ہو ہم اسے صحرائی جھکڑوں کی طرح اپنی لپیٹ میں لے کے رہیں گے۔

سلطان کا یہ حکم سنتے ہی وہ چاروں مخبر لشکر کے پچھلے حصے میں چلے گئے تھے ان کے جانے کے بعد سلطان نے طرنطائی کو مخاطب کیا۔

طرنطائی میرے بیٹے آؤ دونوں مل کر اپنے اپنے لشکر کو علیحدہ کر لیں تم میرے بائیں جانب رہو میں اپنے لشکر کو دائیں جانب رکھتا ہوں اپنے چھوٹے سالاروں کو ابھی سے سمجھا دو کہ یہیں سے حملہ آور ہونے کے انداز میں اپنی صفیں درست کر لیں اور صحرا کے اندر رات کی تاریکی میں جب اچانک فرانسیسیوں سے ٹکراؤ ہو تو انہیں اپنی صفوں کی درہمی برہمی کا کوئی اندیشہ نہ رہے تم فرانسیسیوں کے بائیں جانب حملہ آور ہونا میں دائیں جانب ضرب لگانے کی کوشش کروں گا اس کے ساتھ ہی سلطان رکن الدین اور طرنطائی دونوں نے اپنے اپنے لشکر کو علیحدہ کیا جنگ کی صورت اختیار کرنیوالی صفیں درست کیں اس کے بعد بڑی برق رفتاری سے وہ صحرا کے اندر آگے بڑھے تھے۔

دوسری جانب فرانسیسیوں کو بھی اپنے جاسوسوں کے ذریعے خبر ہو چکی تھی کہ مصر کا سلطان رکن الدین اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ان پر شب خون مارنے

کے درپے ہے تاہم ابھی تک ان کو یہ خبر نہ ہونے پائی تھی کہ سلطان رکن الدین نے فرانسیسی لشکر کے اس حصے کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا ہے جو تیونس کی بندرگاہ پر اپنے جہازوں کے پاس پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔

اس بناء پر فرانسیسیوں نے بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا تھا اور جب سلطان رکن الدین اور طرنطائی اپنے اپنے لشکر کے ساتھ فرانسیسیوں کے قریب پہنچے تب فرانسیسی اوہام کے جھکڑوں ۔ منافق خونی چھاؤں اور دوغلی دھاڑتی ہواؤں کی طرح صحرا میں آگے بڑھے پھران کے لشکر کا ایک حصہ سوچ کی سیڑھیوں پر دکھ کی دیمک ، سپنوں کے بازار میں خون کی تمازت اور جوہر کی صلابت میں روحوں کے قاتلوں کی طرح سلطان رکن الدین کے لشکر کے حصے پر حملہ آور ہوا تھا اور دوسرا فرانسیسی لشکر اندھیروں کے آسیبوں میں دروازوں پر دستک دیتی سیاہ رات ، دور دیس سے آنیوالی ہواؤں میں رقص کرتی بے کراں ریگ کے بگولوں اور اندھیروں کی صداؤں میں اپنی باچھوں سے خون ٹپکاتے بھیڑیوں کی طرح طرنطائی اور اس کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان رکن الدین اور طرنطائی نے پتھریلے کوہساروں کی استقامت ۔ زمین کے ریزے ریزے کو اپنی لپیٹ میں لئے صبر و تسلیم اور حرارت و برودت اور ہر طرح کی موسمی کیفیت کو خاطر میں نہ لانے والی جانبازی اور فداکاری کی طرح فرانسیسیوں کے اس حملے کو روک دیا تھا تاہم ابھی تک سلطان رکن الدین اور طرنطائی نے جوابی حملہ نہ کیا تھا انہوں نے اپنے آپ کو شروع شروع میں دفاع تک ہی محدود رہنے دیا تھا۔

دوسری جانب فرانس کا شہنشاہ لوئی نہم پہلے ہی مصر کے سلطان رکن الدین کے نام سے لرزیدہ تھا اس لئے کہ بائیس سال پہلے وہ سلطان کے ہاتھوں بدترین شکست کھا چکا تھا اسے جب خبر ہوئی کہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے مصر سے سلطان رکن الدین پہنچ چکا ہے تو وہ انتہا درجہ کا بدحواس ہوا اور جنگ شروع کرنے کے تھوڑی ہی دیر بعد وہ اپنے محافظ دستے کو لے کر چپکے سے میدان جنگ سے نکلا اور تیونس کی بندرگاہ کی طرف بھاگ گیا تھا اس کا خیال تھا کہ صحرا کی اس جنگ میں یقیناً سلطان رکن الدین فاتح رہے گا اور اگر سلطان نے تیونس کی بندرگاہ تک اس کا تعاقب کیا تو وہ اپنے بحری بیڑے میں سوار ہو کر بچے کھچے لشکریوں کو لے کر فرانس کی طرف بھاگ جائے گا۔

تھوڑی دیر تک جم کر دشمن کے حملوں کو روکنے کے بعد سلطان نے حسب معمول بلند آوازوں میں تکبیریں پڑھنی شروع کیں جو اس بات کی نشاندھی تھی کہ سلطان دفاع سے نکل کر جارحیت پر اترنے والا ہے پھر سلطان رکن الدین نے آباد کھنڈروں کی خانقاہوں سے ٹکراتی جنگل میں چیختی شور کرتی ہواؤں اور سکوت نیم شبی میں شکستہ و بے معنیٰ کر دینے والی لہروں کی طرح اپنے لشکر کو آگے بڑھانا شروع کیا اس کے بعد فرانسیسیوں کے لشکر کے ایک حصے پر دفاع سے نکل کر جارحیت اختیار کرتے ہوئے اس نے دلوں کی گرہیں کھولتے آگ کے دہکتے انگاروں اور گردوں کا سینہ چاک کرتی مرگ بدوش ساعتوں کی طرح نزول کرنا شروع کر دیا تھا۔

سلطان کے ان اقدام کا اتباع کرتے ہوئے طرنطائی نے بھی رات کی تاریکی میں تکبیریں پڑھنا شروع کیں پھر اس نے بھی تہوں کے جمال کو روند دینے والے رگ و پے میں اٹھتے طوفانوں، نظر کو غبار غبار کرتے آندھیوں کے گرداب کی طرح اپنے لشکر کو دفاع سے نکل کر جارحیت اختیار کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم ملتے ہی طرنطائی اور اس کے لشکری بھی بارش کی کھنک میں سیال آتش، گرما کے موسم میں سورج کے جلال اور زیست کو جنوں خیز کرتے قلزم خوفناک کی طرح فرانسیسیوں پر جان لیوا ضربیں لگانا شروع کر دی تھیں۔

سلطان رکن الدین اور طرنطائی کے دفاع سے نکل کر جارحیت پر اترنے سے تاریکی کی چادر اوڑھے رات میں میدان جنگ کے اندر تیز ہوتی لے پر وقت کا وحشی ناچ اور اندیشوں کے دروازہ پر ذہنوں کو بنجر، زندگی کو سنسان، خواہشوں اور امنگوں کو دست ناامیدی میں گھسیٹ دینے والی وحشتوں کے گرد باد اٹھ کھڑے ہوئے تھے سلطان رکن الدین اور طرنطائی دونوں نے بڑی تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے اندھیرے میں فرانسیسیوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

اب سلطان رکن الدین اور طرنطائی کے سامنے فرانسیسی لشکر کی حالت بڑی تیزی سے اجڑے راستوں۔ کڑوے ذائقوں۔ دیواروں سے لگی کائی اور بے برگ و ثمر شجر جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی یہاں تک کہ جب جنگ تھوڑی دیر اور جاری رہی تو سلطان اور طرنطائی دونوں نے ملکر فرانسیسی لشکر کے آدھے سے زیادہ حصے کو کاٹ کے رکھ دیا تھا۔ جبکہ مشرق سے اب سورج کے طلوع ہونے کے آثار بھی نمایاں ہونا شروع ہو چکے تھے۔

اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھتے ہوئے فرانسیسیوں کے پاؤں اکھڑنے لگے اسی لمحہ فرانسیسی لشکر میں کسی نے یہ خبر بھی پھیلادی کہ انکا بادشاہ لوئی نہم جنگ کے شروع میں ہی تیونس کی بندرگاہ کی طرف اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ گیا تھا حالانکہ اب تک یہ خبر راز میں رکھی گئی تھی اور یہ خبر پھیلتے ہی فرانسیسیوں کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو کے رہ گئے تھے اور فرانسیسی بدترین شکست اٹھاتے ہوئے سلطان رکن الدین اور طرنطائی کے سامنے سے تیونس کی بندرگاہ کی طرف بھاگے تھے۔

لیکن سلطان رکن الدین اور طرنطائی نے انہیں یوں آسانی سے بھاگنے نہ دیا دونوں نے ملکر فرانسیسیوں کا تعاقب آوازوں کے سیل بے پناہ۔ سلگتی تنہائیوں میں سمندر کے شور گم گشتہ۔ منزلوں کی متلاشی سلگتی دوپہر اور جذبوں کو منہدم کرتی گریز ناآشنا پرانی دکھتی چوٹوں کی طرح کرنا شروع کر دیا تھا۔

مشرق کی طرف سے اب روشنی کے آثار مکمل طور پر عیاں ہو گئے تھے صحرا کی ہر شے اور ریت کے ذرے واضح ہونے لگے تھے یہ تعاقب تقریباً پانچ میل تک جاری رہا اور اس پانچ میل کی مسافت میں سلطان رکن الدین اور طرنطائی نے سارے فرانسیسی کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اسطرح صحرا سے کوئی بھی فرانسیسی اپنی جان نہ بچا سکا تھا۔

فرانس کا شہنشاہ لوئی نہم گو رات کی تاریکی میں جنگ کے شروع میں ہی صحرا کے وسطی حصے سے ہی بندرہ گاہ کی طرف بھاگ آیا تھا لیکن اپنے محافظ دستے کے ساتھ جب تیونس کی بندرگاہ پر وہ پہنچا تو اس نے دیکھا بندرگاہ کے اطراف و کناف میں دور دور تک فرانسیسیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں بندرگاہ کے اطراف میں لاشوں کی وجہ سے تعفن پھیلا ہوا تھا اور جگہ جگہ لومڑیاں اور گیدڑ منڈلاتے پھر رہے تھے۔ لوئی نہم اور اسکا محافظ دستہ جونہی بندرگاہ کے حصے میں داخل ہوا وہ طاعون کا شکار ہو گئے اور لوئی نہم جو اپنی جان بچا کر فرانس کی طرف بھاگنا چاہتا تھا اسے بھاگنا نصیب نہ ہوا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ طاعون کا شکار ہو کر تیونس کے ساحل پر موت سے بغلگیر ہو گیا یوں وہ سارا فرانسیسی لشکر جو فرانس سے افریقی ساحل پر اترا تھا ان میں سے کسی ایک کو بھی جان بچا کر فرانس واپس جانا نصیب نہ ہوا تھا حتیٰ کہ انکا بادشاہ لوئی نہم خود بھی تیونس کی بندرگاہ پر موت کا شکار ہو گیا تھا

سلطان رکن الدین اور طرنطائی اپنے لشکر کے ساتھ جب تیونس کی بندر گاہ کی طرف آئے اور جاسوسوں نے انہیں خبر دی کہ بندرگاہ کے حصے میں داخل ہوتے ہی لوئی نہم اور اسکا محافظ دستہ تقریباً طاعون کا شکار ہو کر موت سے بغلگیر ہو گیا ہے تو سلطان رکن الدین اور طرنطائی نے اپنے لشکر کے ساتھ بندرگاہ کا رخ نہیں کیا بلکہ وہیں سے انہوں نے واپس قاہرہ کی طرف کوچ کر لیا تھا۔

فرانس کے بادشاہ لوئی نہم کے بدترین انجام سے بے خبر انگلستان کا شہزادہ ایڈورڈ انطاکیہ کی شکست کا بدلہ لینے اور سلطان رکن الدین سے بدترین انتقام لینے کے لئے ایک جرار لشکر لے کر انگلستان سے روانہ ہو گیا تھا۔ انگلستان کے علاوہ آس پاس کی چھوٹی بڑی ریاستوں اور نوجوانوں نے بھی ایڈورڈ کا بڑے پرجوش انداز میں ساتھ دیا تھا۔

انگلستان سے روانہ ہو کر راستے میں ایڈورڈ نے چند روز تک صقلیہ میں قیام کیا اپنے لشکر کو چند دن تک سستانے کا موقع دیا اسکے بعد وہ ارض فلسطین کے شہر عکہ پہنچ گیا۔ ایڈورڈ کا ارادہ تھا کہ عکہ شہر میں چند روز تک وہ اپنے لشکر کے ساتھ قیام کرے گا اور تازہ دم ہو کر سلطان رکن الدین کے خلاف جنگ کا آغاز کرے گا

ایک روز عکہ شہر کے نواح میں انگلستان کے شہزادے ایڈورڈ کی لشکر گاہ میں برغوس داخل ہوا وہی برغوس جو اپنے مسکن سے ناراض اور برگشتہ تھا اور وہ سوسہ کی سرائے میں قدغان اور ارزون سے مل چکا تھا اور انہیں اشارہ بھی دے چکا تھا کہ وہ ایڈورڈ کے خلاف حرکت میں آنا چاہتا ہے تاکہ اپنے گزشتہ گناہوں اور بدیوں کی تلافی کر سکے۔

لشکر گاہ میں سے گزرتے ہوئے اور اپنا تعارف ایک فدائی کی حیثیت سے کرتے ہوئے برغوس ایڈورڈ کے خیمے کی طرف بڑھا لشکر گاہ میں داخل ہونے کے بعد اس نے یہ بھی انکشاف کر دیا تھا کہ اس کے پاس شہزادہ ایڈورڈ کے نام مسکن کی طرف سے ایک خط بھی ہے جو بنفس نفیس وہ شہزادے کو پہنچانا چاہتا ہے لہذا ہر لشکری نے ایڈورڈ کے خیمے

تک اسکی صحیح راہنمائی کی تھی۔

برعوس جب ایڈورڈ کے خیمے کے قریب ایڈورڈ کے چوبدار کے پاس آیا تو اس سے ایڈورڈ سے ملنے کی خواہش کا اس نے اظہار کیا اس چوبدار نے پہلے سر سے لیکر پاؤں تک غور سے برعوس کی طرف دیکھا پھر اس نے شکوک بھرے لہجے میں پوچھا۔

تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے اور کیوں تم انگلستان کے شہزادے ایڈورڈ سے ملنا چاہتے ہو اس پر برعوس بول پڑا۔

میں فدائین کے مسکن کی طرف سے آیا ہوں میرے پاس مسکن کے امیر کی طرف سے شہزادہ ایڈورڈ کے نام خط ہے۔اور یہ خط میں بذات خود شہزادے کو پہنچانا چاہتا ہوں تم جانتے ہو کہ ہمارے مسکن کے امیر کے روابط صرف ایشیا کے نصرانی حکمرانوں سے ہی نہیں بلکہ انگلستان اور فرانس تک کے حکمرانوں کے ساتھ بھی اسکے روابط اور دوستانہ مراسم ہیں انہی مراسم کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے مسکن کے امیر نے ایڈورڈ کو خط لکھا ہے وہ خط میں شہزادے کو پہنچانا چاہتا ہوں اس خط میں دیگر امور کے علاوہ شہزادے کو سلطان رکن الدین کے خلاف حرکت میں آنے پر مدد اور تعاون کا بھی یقین دلایا گیا ہے۔

یہاں تک گفتگو کرنے کے بعد برعوس نے اپنے لباس کے اندر سے ایک خط بھی نکال کے چوبدار کو دکھایا وہ ایک جعلی خط تھا جو فدائیوں کے مسکن کے امیر کی طرف سے شہزادہ ایڈورڈ کے نام لکھا گیا تھا خط کو الٹ پلٹ کر دیکھنے کے بعد چوبدار کسی قدر مطمئن ہو گیا پھر اس نے برعوس سے کہا۔

تم میرے ساتھ آؤ میں تمہیں شہزادہ ایڈورڈ سے ملاتا ہوں چوبدار کا یہ جواب پا کر برعوس خوش ہو گیا تھا لہٰذا وہ چپ چاپ اس چوبدار کے پیچھے ہو لیا تھا چوبدار اسے لیکر خیمے میں داخل ہوا اندر ایک مسند پر ایڈورڈ بیٹھا ہوا تھا اسکے دائیں بائیں کچھ اور مسلح لوگ بھی تھے جن سے شاید وہ آنے والی جنگ سے متعلق گفتگو کر رہا تھا خیمے میں داخل ہونے کے بعد چوبدار نے اپنے سر کو زمین کی طرف خوب جھکانے کے بعد ایڈورڈ کو مخاطب کیا۔

آقا یہ شخص جسے میں اپنے ساتھ لایا ہوں اپنا نام برعوس بتاتا ہے یہ فدائیوں کے مسکن کے امیر کی طرف سے آیا ہے اس امیر کا آپکے نام خط بھی اسکے پاس ہے اور یہ خط آپکو پیش کرنا چاہتا ہے اسکا کہنا ہے کہ اس خط میں فدائیوں کے امیر نے سلطان رکن الدین

کے خلاف آپ کو تعاون اور مدد کا یقین دلایا ہے۔

اپنے چوبدار کی یہ گفتگو سن کر ایڈورڈ بے حد خوش ہوا پھر اس نے براہ راست برعوس کو مخاطب کیا اگر تمہارے پاس تمہارے امیر کی طرف سے میرے نام کوئی خط ہے جس میں اس نے مجھے مصر کے سلطان رکن الدین کے خلاف مدد اور حمایت کا یقین دلایا ہے وہ خط مجھے پیش کرو برعوس آگے بڑھا چپ چاپ ہاتھ میں پکڑا ہوا خط اس نے شہزادہ ایڈورڈ کو تھما دیا تھا۔

شہزادہ ایڈورڈ نے تہہ شدہ کاغذ کھولا اور جس وقت وہ خط پڑھ رہا تھا برعوس اچانک حرکت میں آیا اپنی بغل کے نیچے چھپائے ہوئے خنجر کو اس نے نکالا اور آگے بڑھ کر خنجر کا وار اس نے ایڈورڈ پر کیا وہ چاہتا تھا کہ اپنا تیز دھار کا خنجر ایڈورڈ کے دل میں گھونپ دے لیکن ایڈورڈ ایک دم ایک طرف ہٹ گیا جسکی بنا پر برعوس کا خنجر ایڈورڈ کے جسم کے ایک پہلو کو چیرتا ہوا نکل گیا تھا۔

برعوس بے چارا دوسرا وار نہ کر سکا اسلئے کہ پیچھے سے چوبدار نے لپک کر اسے پکڑ لیا تھا اور پھر جس قدر مسلح جوان ایڈورڈ کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور بری طرح برعوس کو مارنے لگے تھے۔ برعوس شاید اپنی زندگی سے مایوس ہوتا جا رہا تھا لہٰذا اس نے خیمے کی چھت کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے رقت آمیز انداز میں کہنا شروع کیا۔

اے اللہ اے میرے خداوند گواہ رہنا میں نے عصمتوں کی تجارت جسموں کی سوداگری کرنے والوں اور نیلے فلک تلے زمرد زمین پر جبر و تشدد کے خنجر چلانے والوں سے کنارہ کشی کرتے ہوئے سچے سوز میں ڈھلی ہدایت کو اپنا لیا ہے میرے اللہ گواہ رہنا میں نے ہلاکت کے دشت سفاک کو چھوڑ کر پورے چاند کی نرم مہکتی رات اور سبک ساحلوں کی ٹھنڈک جیسی حقیقت کو اپنا لیا ہے میرے اللہ حیوان سے انسان بننے کے بعد میں نے اس ایڈورڈ پر حملہ آور ہوتے ہوئے اپنے ماضی کے داغ دھونے کی اپنی طرف سے پوری کوشش اور سعی کی تھی میرے اللہ اس کوشش کو قبول کرنا اور مجھے معاف کر دینا میں تیرے حضور نیک نیتی اور عاجزی سے توبہ کرتا ہوں۔

اس سے آگے برعوس کچھ نہ کہہ سکا اسلئے کہ ان لوگوں نے مار مار کر اسکا خاتمہ

کر دیا تھا پھر اسکی لاش اٹھا کر وہ باہر لے گئے تھے۔

برغوس کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے انگلستان کا شہزادہ ایڈورڈ بری طرح زخمی ہوا ایک ماہ تک وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہا۔ پر اسکی زندگی کے دن باقی تھے کہ وہ بھلا چنگا ہو گیا ادھر انگلستان کے بادشاہ ہنری سوئم کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ اسکا بیٹا عکہ شہر سے باہر زخمی ہو گیا ہے لہذا وہ بڑا فکر مند ہوا اور قاصد بھیج کر اس نے ایڈورڈ کو لشکر سمیت انگلستان واپس آنے کے لئے کہلا بھیجا۔

برغوس کے حملہ آور ہونے سے ایڈورڈ خود بھی ایسا خوفزدہ اور پریشان ہوا تھا کہ زخم کے مندمل ہوتے ہی اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ ایک دن بھی اس سرزمین پر نہیں رہے گا لہذا جونہی اسکے زخم مندمل ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ وہ ناکام و نامراد عکہ شہر کی بندر گاہ میں اپنے بحری بیڑے پر سوار ہوا پھر وہ صقلیہ کے راستے انگلستان کی طرف چلا گیا تھا یوں سلطان رکن الدین کے خلاف یورپ کی آٹھویں صلیبی جنگ اپنی ناکامی اپنی نامرادی کو پہنچ گئی تھی۔

سہ پہر کے قریب ایک روز طرنطائی جب لشکر گاہ سے اپنی حویلی میں داخل ہوا تو ایک دم وہ چونک سا پڑا اس نے دیکھا کہ اسکی حویلی کے دیوان خانے میں رودہ اکیلی بیٹھی شاید اسی کا انتظار کر رہی تھی دیوان خانے کے قریب طرنطائی اپنے گھوڑے سے اتر گیا تھا اتنی دیر تک اسکا خادم ہلدون قریب آیا اور اسکے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے وہ اصطبل کی طرف لے گیا تھا طرنطائی دیوان خانے کے دروازے پر آیا رودہ کو اس نے مخاطب کیا۔

رودہ تم کب سے یہاں آئی بیٹھی ہو کیا خیریت تو ہے اس پر رودہ نے منہ بسورنے کے سے انداز میں کہا میں کافی دیر سے یہاں بیٹھی آپکی منتظر ہوں بس میں آپکے ساتھ ایک فیصلہ کرنا چاہتی ہوں طرنطائی کچھ فکر مند ہوا آگے بڑھا اور رودہ کے سامنے بیٹھ گیا پھر اس نے پوچھا دیکھ رودہ تو میرے ساتھ کیسا فیصلہ کرنا چاہتی ہو جواب میں رودہ گہری آوز میں بول اٹھی۔

آپکو یاد ہوگا کہ کچھ عرصہ پہلے جب میں اور میری نانی آپ کے ہاں آئی تھی اور میری نانی نے آپ پر انکشاف کیا تھا کہ رودہ آپکو چاہتی ہے آپ سے محبت کرتی ہے اور آپ کی رفاقت کی خواہاں ہے تو آپ نے کہا تھا۔ کہ ہم دونوں کو مہلت دی جائے کہ ہم ایکدوسرے

کو سمجھ سکیں بس میں آپ سے یہ ہی پوچھنے آئی ہوں کہ آپ میری ذات کو اب تک سمجھ چکے ہیں یا ابھی مزید میرا کوئی امتحان مقصود ہے حالانکہ سوسہ شہر کے علاوہ اپنے خیمے میں بھی آپ مجھے اپنی محبت کا یقین دلا چکے ہیں پھر بھی کچھ لوگ آپ کی طرف سے مجھے اپنانے کا کھلا اظہار چاہتے ہیں۔

رودہ کی اس گفتگو پر تھوڑی دیر کیلئے طرنطائی کی گردن جھکی رہی پھر اس نے اسے مخاطب کیا۔

پہلے تم اپنے متعلق کہو اسکے بعد میں تمہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کرتا ہوں اس پر رودہ فوراً بول پڑی امیر طرنطائی! میرے متعلق کیا پوچھتے ہیں۔ میں تو آپ کے سامنے ایک عرصے سے کشکول گدائی اور کاسہ خیرات لئے کھڑی ہوں میں تو جب سے آپ سے ملاقات ہوئی ہے کشمکش ذات اور خوشیوں کے انتظار میں مبتلا ہوں میں آپکی طرف سے کسی مثبت جواب کی انتظار میں بوسیدہ اوراق بکھری کرچیوں ساحلوں پر پڑی سیپیوں جیسی گھمبیر خاموشی اور سکوت سی زندگی بسر کر رہی ہوں میری سانسوں کی آہیں اور ویران ہتھیلیوں کی دعائیں بھی اس انتظار میں ہیں کہ کب آپکی طرف سے کوئی فیصلہ کن جواب ملے۔

امیر طرنطائی میری حثیت تو پتھر کے بے جان مجسمے کی سی ہے آپکی طرف سے ایک تبسم زہر لب اور محبت کا ایک اشارہ مجھے زندگی کے نغموں چاہت بھری آہٹوں کی گونج سکون و اطمینان کا آہنگ بنا سکتا ہے۔ میرے جسم و جان کو سراب تن زار کو مہکا سکتا ہے اور مجھے صدیوں کی کہکشاں پر لکھے الفاظ کی تپش حرفوں کی خوشبو عطا کر سکتا ہے۔

جبکہ آپکی طرف سے انکار مجھے سراپا اضطراب مجسم انتظار تاریکیاں جلتی شمع کی آہوں بھری رات میں تبدیل کر کے رکھ سکتا ہے۔

رودہ یہیں تک کہنے پائی تھی کہ طرنطائی پھر بول پڑا۔

رودہ آخر تم بھی مجھ سے ملتی رہی ہو یہ کہو کہ تم نے مجھے کیسا پایا اور میرے متعلق ان ساری ملاقاتوں کے بعد تمہارے کیا خیالات ہیں رودہ پھر جھٹ سے بول پڑی۔

امیر طرنطائی اگر میرے دل کی بات پوچھتے ہیں تو پھر سنیں آپ میرے لئے روح کے روگ میں جسم کی لذت سمندر سے سوگ میں سکھ کی لہریں آپ میرے جسم کی تزئین حیا میرے تن کی سرور انگیزی ہیں خوابوں کی دھنک میں میری چاہتوں کی سیرابی

میرے جذبوں کی آسودگی میری روح کی ضو میرے بدن کی لو ہیں زندگی کی شاہراہ پر آپ میرے لئے میٹھا مہکتا بول بے لباس ویرانیوں کی رونق ہیں اگر آپ مجھے اپنانے سے انکار کرتے ہیں تو میں آپ پر واضح کر دوں کہ ایسے فیصلے کے بعد رودہ زمین پر یادوں کی رینگتی پر چھائیوں ۔ دشت کا تنہا بگولہ ۔ گونگے کواڑوں پر دستک دیتی بے پردہ ۔ وحشت زیست کی سیاہ روا سیاہ سانسوں پر مسافرت کی تھکن اور ہر گام پر آزمائش بنتے چھپے زخموں جیسی ہو کے رہ جائے گی ۔

اور اگر آپ نے مجھ سے چاہت کا اظہار کیا مجھے اپنانے کا وعدہ کیا تو پھر یہ رودہ کی خوش قسمتی ہوگی اور رودہ کی زندگی اس صورت میں سانسوں کی سوندھی مہکار جلترنگ کی لے پر رقص کرتی شگفتگی گل بہ گل آوارہ گردی کرتی تتلیوں پرندوں کی طرح اڑنے کی آرزو مند خواہش ۔ شب خوابی کے ملبوس حریری اور شاداب وادیوں کے آئینے جیسی ہوگی امیر طرنطائی اب سارا معاملہ آپکے ہاتھ میں ہے چاہے میری زندگی کو انکار کر کے دوزخ میں بدل دیں چاہے مجھے اپنا کے جنت فردوس کی نعمتوں سے مالامال کر دیں ۔

رودہ جب خاموش ہوئی تو طرنطائی کی گردن تھوڑی دیر تک جھکی رہی ساتھ ہی ساتھ وہ مسکراتا رہا رودہ غور سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے ایک طرح سے اسکی طرف سے کسی جواب کا بے چینی سے انتظار بھی کر رہی تھی اور اسکی مسکراہٹ سے لطف اندوز بھی ہو رہی تھی پھر طرنطائی نے رودہ کی طرف دیکھا اور کہنا شروع کیا ۔

رودہ ارض و سماء کے اس قافلے میں میں تمہارے بدن کی خوشبو تمہاری سانس کی مہک کو تاریک شب کی روداد نہ بننے دوں گا فضاؤں کی اس نبض ۔ ہواؤں کی سانس زمین کی تیرہ شبی میں میں تمہیں بے لباس شمع بننے کے لئے تنہا نہیں چھوڑوں گا ۔

سن رودہ میں تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی اپنا رفیق اور اپنے جسم کا ایک حصہ بنانے کا فیصلہ کر چکا ہوں اب تم اکیلی نہیں ہو تم میرے وقار کا شاہکار نقش ہو اور تمہار اجمال سحر میرے لئے ایک خیال پائندہ ہے سن رودہ آج کے بعد تو میری زندگی کے صحرا میں پیار کا لمحہ میری چاہتوں کے شجر کا تازہ پھول اور موسم بہار کی لذتوں میں میرے لئے مسرتوں کا ایک سرور ہے ۔

یہاں تک کہنے کے بعد طرنطائی خاموش ہو گیا اسکے ان الفاظ سے رودہ کی

حالت شیشے کے تالاب میں جھرنوں کا سا رقص کرنے کنول ۔ شرماہٹوں کے نقاں میں ہونٹوں کی نقاب کپکپاہٹ ۔ حیا کی آگ میں مہکتے رخسار سرخ ہونٹوں سے ٹپکتی رس پھوار اور پونم کی رات میں کھرے کانچ سے تراشے شفاف بدن سی ہو کے رہ گئی تھی ۔

پھر رودہ کو نہ جانے کیا ہوا خوشی سے سرشار اور جذبات سے مغلوب وہ اپنی جگہ سے اٹھی ایک دم سے آگے بڑھ کر طرنطائی سے لپٹ گئی اور خوشیاں برساتی ہوئی آواز میں کہنے لگی ۔

امیر طرنطائی آج سے آپ میرے جمال کی ایک ایک کرن کی رعنائی میرے حسن کی ایک ایک حسین انگڑائی میرے خیال کے ہر لہر کی زیبائی اور میرے چہرے کی یادوں کا نکھار ہیں ۔

پہلی بار رودہ جذباتی انداز میں یوں امیر طرنطائی کے قریب ہوئی تھی امیر طرنطائی نے دیکھا خوشی میں رودہ پنکھڑی پنکھڑی بو سے بکھیرتے ہلکورے لیتے پھولوں جیسی ہو رہی تھی چھلکتے ساغر جیسی اس کے لبوں کی بھیگی بھیگی کلیاں سرخ ہونٹوں سے ٹپکتی رس پھوار کا سماں پیش کر رہی تھیں اس کی جھلملاتی باہنوں سے اس کا آنچل بار بار سرک رہا تھا اس کی بل کھاتی گلابی باہنیں امیر طرنطائی کے پہلوؤں کا احاطہ کر رہی تھیں اس کے احمریں ہونٹ نغمے بکھیر رہے تھے اس کی عنبر پیشانی کانچ سے تراشا بدن حشر اٹھاتے لپکتے کولہوں کے ابھار، شفق رنگوں سے آراستہ اس کی کیف آگیں گہری آنکھیں اسے حشر برپا کرتے لمحوں میں تبدیل کر رہی تھیں مجموعی طور پر رودہ کی حالت سے یوں لگتا تھا جیسے اس کی زندگی کے تمام طاقوں میں انجم دے جل اٹھے ہوں جیسے اس کی سانسیں کسی نے ان گنت خوشیاں دے کر چنگاریوں میں تبدیل کر دی ہوں ۔

پھر کمرے میں بے پناہ خوشیوں اور مسرتوں میں ڈوبی ہوئی رودہ کی آواز سنائی دی ۔

امیر طرنطائی آپ بیٹھیں میں ابھی آتی ہوں طرنطائی نے فوراً اپنا ہاتھ آگے کرتے ہوئے رودہ کی راہ روک لی اور پوچھا تم کہاں جانے لگی ہوں رودہ کہنے لگی میں ان لوگوں کو بلانے لگی ہوں جن کی وجہ سے میں نے آپ سے یہ گفتگو کی اس لئے کہ انہیں ابھی تک میری اور آپ کی اس گہری محبت کا یقین نہ تھا ۔ میں ان سب کو بلانے لگی ہوں جو

میرے ساتھ آئے ہیں اور جنہوں نے مجھے آپ سے گفتگو کرنے کے لئے اس دیوان خانے میں بٹھایا تھا رودہ نے مسکراتے ہوئے اور غور سے طرنطائی کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا طرنطائی بے چارہ پریشان سا ہو گیا دوبارہ اس نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے ؟

رودہ نے ہلکے ہلکے قہقہے برساتی ہوئی آواز میں پھر کہنا شروع کیا ابھی آپ کو پتہ چل جاتا ہے کہ میرے ساتھ کون آئے ہیں اسی دوران دیوان خانے کے دروازے کے قریب ہی طرنطائی کا خادم ہلدون نمودار ہوا اسے مخاطب کر کے رودہ فوراً کہنے لگی۔

عم ہلدون سب کو بلاؤ میرا اور امیر طرنطائی کا معاملہ آپس میں طے ہو چکا ہے رودہ کی اس گفتگو سے ہلدون کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ پیچھے ہٹ گیا تھا رودہ دوبارہ اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئی تھی طرنطائی عجیب سے شش و پنج اور پریشانی میں اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد دیوان خانے میں سلطان رکن الدین، سیف الدین حسام الدین، اولیاس، سفتونہ، آموص اور سمیر کے علاوہ ہلدون اور حباسہ دونوں میاں بیوی داخل ہوئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہوئے طرنطائی اور رودہ دونوں اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے پھر حیرت زدہ سے لہجے میں طرنطائی بول پڑا۔

سلطان محترم اور امیر سیف الدین آپ یہاں ؟ کیا یہ سب کچھ سوچی سمجھی تدبیر کے تحت کیا گیا ہے جواب میں سلطان رکن الدین اور امیر سیف الدین کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ سب دیوان خانے میں بیٹھ گئے اس کے بعد سلطان رکن الدین نے طرنطائی کو مخاطب کیا۔

طرنطائی میرے بیٹے آج پہلے پہر اولیاس آموص اور سفتونہ تینوں میرے ہاں گئے تھے یہ چاہتے تھے کہ اب جبکہ میں اور تم اپنے لشکر کے ساتھ افریقہ سے لوٹ آئے ہیں تو تمہاری اور رودہ کی شادی کر دی جائے لیکن میں نے ان سے کہا ان دونوں کا عندیہ معلوم کر لیا جائے کہ واقعی وہ دونوں ایک دوسرے کو سمجھنے کے بعد ایک دوسرے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اس کے علاوہ انہیں یہ بھی بتایا کہ اگر وہ دونوں ایک دوسرے کا رفیق اور ساتھی بننے کا عہد کرتے ہیں تو پھر یہ شادی ابھی نہیں ہو گی اس لئے کہ چند روز تک میں طرنطائی، سیف الدین اور حسام الدین ایک اہم مہم پر نکل رہے ہیں اور اس کے بعد تمہاری

اور رودہ کی شادی ہو سکتی ہے۔

طرنطائی میرے بیٹے تم دونوں کے خیالات جاننے کے لئے ہم تمہاری حویلی میں آئے ہلدون اور حباسہ دونوں کو سارے حالات ہم نے بتا دیئے ہم دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھ گئے تھے دیوان خانے میں ہم رودہ کو بٹھا دیا تھا میں چاہتا تھا کہ جب تم لشکر گاہ سے واپس لوٹو تو تنہائی میں دیوان خانے میں رودہ سے ملو اس طرح تم دونوں کو آپس میں گفتگو کرنے کا موقع مل جائے گا اور تم کسی نتیجے پر پہنچ سکتے ہو اب تم دونوں بتاؤ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔

جواب میں امیر طرنطائی نے ایک بار رودہ کی طرف دیکھا پھر سلطان کو اس نے مخاطب کیا سلطان محترم یہ جواب میں نے دینا ہے یا رودہ نے ؟ سلطان مسکراتے ہوئے بول پڑا طرنطائی میرے بیٹے یہ جواب تو تمہیں ہی دینا ہے طرنطائی جھٹ سے بول پڑا۔

سلطان محترم میں اور رودہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اپنانے اور ایک دوسرے کا زندگی بھر ساتھی بننے کا عہد کر چکے ہیں طرنطائی کے اس فیصلے سے جہاں سلطان رکن الدین، امیر سیف الدین اور حسام الدین کے چہروں پر مسکراہٹ پھیلی تھی وہاں اولیاس، آموص، سمیر، سفتونہ، ہلدون اور حباسہ بھی خوشی کا اظہار کر رہے تھے اسی خوشی اور مسرتوں ملے جلے ماحول میں سلطان رکن الدین پھر بول پڑا۔

طرنطائی میرے بیٹے اولیاس اور آموص کے علاوہ رودہ کی نانی سفتونہ کی بھی خواہش تھی کہ ان دنوں جبکہ تم نے قاہرہ میں قیام کر رکھا ہے تمہاری اور رودہ کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے لیکن میں نے اسے تسلیم نہیں کیا دیکھ بیٹے میں تم سیف الدین اور حسام الدین چند دن تک عیسائیوں کے بڑے حصار حصن الاکراد کی طرف روانہ ہونے والے ہیں جہاں ہم سے شکست کھانے والے سارے نصرانی جنگ کے لئے جمع ہی نہیں ہوئے بلکہ باطنیوں کا ایک لشکر اور مزید یہ کہ تاتاریوں کا ایک لشکر بھی وہاں جمع ہو چکا ہے اور یہ متحدہ لشکر ہم پر ضرب لگانے کے لئے پر تول رہا ہے میں چاہتا ہوں قبل اس کے وہ ہماری طرف پیش قدمی کریں ہم اپنے خداوند کا عذاب بن کر ان پر ٹوٹیں اور ان کے اتحاد کو منتشر کر کے انہیں ایسی عبرتناک شکست دیں کہ آئندہ انہیں ہمارے خلاف اکٹھا ہونے کی جرأت نہ ہو سکے۔

ان حالات میں طرنطائی میرے بیٹے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ فی الحال تمہاری اور رودہ کی منگنی کر دی جائے گی اور اس منگنی کی یہ رسم آج بلکہ ابھی ادا کی جائے گی کہو اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض ہے جواب میں طرنطائی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم آپ کوئی فیصلہ کریں تو مجھے کیا مجال کہ میں آپ کے فیصلے سے اختلاف کروں آپ کا فیصلہ طرنطائی کے لئے آخری ہے طرنطائی کا یہ جواب سن کر عجیب سے انداز میں سلطان نے اولیاس کی طرف دیکھا اولیاس آگے بڑھا اور ایک انتہائی قیمتی انگوٹھی اس نے رودہ کو تھما دی تھی اسی دوران سیف الدین بھی حرکت میں آیا اور ایک انگوٹھی اپنے لباس کے اندر سے نکال کر اس نے طرنطائی کی طرف بڑھائی اور بول پڑا۔

طرنطائی میرے بیٹے یہ انگوٹھی تمہاری منگنی کے لئے خصوصیت کے ساتھ سلطان نے خود مہیا کی ہے اب تم خود یہ انگوٹھی رودہ کو پہناؤ ار رودہ کے نانا نے جو انگوٹھی رودہ کو دی ہے وہ تمہیں پہناتی ہے اس طرح اس رسم کی تکمیل ہو گی۔

طرنطائی نے وہ انگوٹھی تھام لی پھر ہاتھ آگے بڑھایا رودہ نے بھی اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا تھا طرنطائی نے وہ انگوٹھی رودہ کی نازک انگلی میں پہنا دی تھی پھر رودہ خود بھی حرکت میں آئی اور جو انگوٹھی اس کے نانا اولیاس نے اسے دی تھی وہ اس نے مسکراتے ہوئے امیر طرنطائی کو پہنا دی تھی اس کے ساتھ ہی سب اولیاس اور آموص کو مبارکباد دینے لگے تھے۔

اس کے بعد اولیاس نے طرنطائی کو مخاطب کیا۔

طرنطائی میرے بیٹے میرے بچے تم اور رودہ ایک دوسرے سے منسوب ہو چکے ہو تو اس نسبت کے حوالے سے میرے ہاں چھوٹی سی ایک تقریب ہو گی جس کی تفصیل خود تم سے سلطان محترم کہیں گے۔

اولیاس خاموش ہوا تو سلطان رکن الدین بول پڑا۔

طرنطائی میرے بیٹے آج شام اولیاس کے گھر تم دونوں کی نسبت طے ہونے کی خوشی میں جو تقریب منعقد کی جا رہی ہے اس میں میں خود بھی شامل ہوں گا سیف الدین، حسام الدین بھی ہوں گے اس کے علاوہ تمہارے لشکر کے بہت سے چھوٹے بڑے سالار بھی تمہاری نسبت کے حوالے سے خوشی کے اس موقع میں شریک ہوں گے اور سنو طرنطائی

میرے بیٹے اولیاس اور آموص کی یہ خواہش بھی ہے کہ اس نسبت کے بعد شام تک تم ان کے گھر رہو یہ ان کی خوشی اور سکون کا باعث ہو گا اب تم رودہ کو لے کر آموص اور اولیاس کے ساتھ جاؤ میں سیف الدین، حسام الدین اور دیگر سالار شام کے وقت اولیاس کی حویلی میں آئیں گے اس کے ساتھ ہی سلطان رکن الدین، سیف الدین، حسام الدین وہاں سے چلے گئے تھوڑی دیر بعد خود امیر طرنطائی بھی اولیاس آموص، سفتونہ، رودہ اور سمیر کے ساتھ ہو لیا تھا۔

چند دن بعد سلطان رکن الدین اپنے جرار لشکر کے ساتھ قاہرہ سے نکلا اس کے لشکر کی نقل و حرکت اتنی تیز تھی کہ صلیبیوں کے لئے اس کے عزائم کو بھانپنا سخت مشکل اور دشوار و محال ہو کے رہ گیا تھا وہ ابھی سلطان رکن الدین کے ہدف کے بارے میں قیاس آرائیاں ہی کر رہے تھے کہ چوبیس مارچ 1271ء کو سلطان رکن الدین حصن الاکراد کے قلعے کے سامنے آ نمودار ہوا یہاں قلعے سے باہر پہلے ہی صلیبیوں تاتاریوں اور باطنیوں پر مشتمل ایک اتحادی لشکر پڑاؤ کئے ہوئے تھا یہ لشکر اس انتظار میں تھا کہ کوئی مناسب موقع ملے تو سلطان پر حملہ آور ہو کر اس پر ناقابل تلافی ضرب لگائے۔

جس وقت حصن الاکراد کے باہر سلطان رکن الدین اپنے لشکر کے ساتھ ان کے سروں پر جا پہنچا تو سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ مستعد ہو گئے ان کا خیال تھا کہ سلطان رکن الدین اپنے لشکر کے ساتھ ان کے سامنے پڑاؤ کرے گا اس کے بعد اپنے لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کرنے کے بعد جنگ کی ابتدا کرے گا لیکن ایسا نہیں ہوا سلطان نے شاید راستے ہی میں اپنے لشکر کی صفیں درست کر کے اسے مختلف حصوں میں بانٹا ہوا تھا لہذا صلیبیوں کے اس متحدہ لشکر کے قریب آتے ہی سلطان ان پر جھلسی دھرتی پر انگاروں کے کھیل ۔ دھواں فضاؤں میں فنا کے خاکے بکھیرتی قلزم زہر کی لہروں اور اجنبی غیر معروف بستیوں کے نامانوس گوشوں میں پنہاں زروں پر بھی عذاب بن کر نازل ہو جانے والے سناٹوں کی گونجتی ہوئی چیخوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان کے ان حملوں کا جواب دینے کے لئے متحد صلیبی لشکر نے بھی جوابی کاروائی کی اور وہ بھی جان کا آزار بنتے سلاسل و خار، تعصب کے تاریک زندانوں کا در کھولتے یادوں کے اندھے سیل اور پارینہ در و دیوار کو پامال کر دینے والے وحشتوں کے رقص کی طرح سلطان رکن الدین کے لشکر پر ٹوٹ پڑے تھے۔

صلیبیوں، تاتاریوں اور باطنیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ قلعہ حصن الاکراد کے باہر سلطان کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیں لیکن ایسا نہ ہو سکا جنگ جب اپنے جوبن پر آئی تو سلطان رکن الدین بار بار اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے تکبیریں بلند کرنے لگا تھا سلطان کے ایسا کرنے سے اس کے لشکر میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک خون کھولا دینے والی تکبیریں بلند ہونا شروع ہو گئی تھیں اور ان تکبیروں کے بلند ہونے کے ساتھ ہی لشکری سر پر کفن باندھے اور اپنی جانوں کو ہتھیلی پر سجائے دشمن کے اندر گھس کر ان کا قتل عام کرنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد سلطان رکن الدین، سیف الدین، طرنطائی اور حسام الدین نے اپنے تیز اور جان لیوا حملوں کے باعث دشمن کو ہلا کے رکھ دیا تھا ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ سلطان کے حملوں کے سامنے صلیبیوں، تاتاریوں اور باطنیوں کے نہ اوسان بس میں رہے ہوں اور نہ احساس باقی بچے ہوں سلطان کے زہریلے حملوں کے باعث ان کے بدن برف کی سل کی طرح منجمد، زبان پارہ چوب ہونے لگی تھی ان کے خیالات کے قرینے بے تکے ہیولوں اور پر یقین گیتوں کی ساری تانیں خواب آلود گونجوں میں تبدیل ہونے لگی تھیں۔

پھر لمحہ بہ لمحہ جنگ تیز ہوتی چلی گئی اور سلطان کے لشکری صلیبیوں کے متحدہ لشکر پر چھاتے چلے گئے یہاں تک کہ سلطان رکن الدین کے مقابلے میں تاتاریوں، باطنیوں اور صلیبیوں کو بدترین شکست ہوئی تاتاری اور باطنی اپنے اپنے مسکنوں کی طرف بھاگ گئے تھے جبکہ صلیبیوں کا لشکر حصن الاکراد کے قلعے میں داخل ہو کر محصور ہو گیا تھا۔

سلطان رکن الدین نے حصن الاکراد کا محاصرہ کر لیا تھا یہ قلعہ ایک گول بنجر پہاڑی کی چوٹی پر بنا ہوا تھا یہ زبردست اور مستحکم قلعہ قمرون وسطیٰ کے قلعوں میں سب سے زیادہ مضبوط ترین خیال کیا جاتا تھا یہ اس شمالی درے کا پاسبان خیال کیا جاتا تھا جو طرابلس

وطرطوس اور حمص وحماۃ کے میدانوں کے درمیان تھا اس قلعے میں بیک وقت کئی ہزار فوج قیام کرسکتی تھی اور یہ طرابلس کے کاؤنٹ کی ملکیت تھا۔

قلعے کے اندر محصور ہونے والے جنگجو ٹیمپلر نے محصور رہتے ہوئے سلطان کا مقابلہ کرناچاہا انہوں نے پندرہ دن تک محصور رہ کر اپنی جان بچانے کی کوشش کی لیکن لمحہ بہ لمحہ سلطان ان پر حاوی ہوتا چلا گیا پھر ایسا ہوا کہ سلطان نے فصیل کا ایک حصہ توڑ کر رکھ دیا یہ صورتحال دیکھتے ہوئے وہ ٹیمپلر جو اپنے آپ کو ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے انہوں نے سلطان رکن الدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔

سلطان نے قلعہ حصن الاکراد پر قبضہ کرنے کے بعد اس کی مرمت کرائی اور اس کی فصیل پر اپنی فتح کا کتبہ نصب کرایا۔

حصن الاکراد پر قبضہ مستحکم کرنے کے بعد سلطان رکن الدین نے اپنے لشکر کیساتھ پھر ایک نیا کھیل کھیلا وہ بڑی تیزی سے غول بیابانی کی طرح طرابلس کی طرف بڑھا اور اس کا محاصرہ کرلیا لیکن اچانک سلطان نے عیسائی دنیا کو ایک عجیب ساچکر دیا چند دن کے بعد سلطان نے یکایک محاصرہ اٹھالیا اور صلیبیوں کے سب سے بڑے گڑھ بیروت، صیدا اور صور کے پاس سے گزرتا ہوا سلطان صلیبیوں کے ایک اور بہت بڑے قلعے مانٹفورٹ کے قریب جانمودار ہوا۔

اس قلعہ میں بھی صلیبیوں کا ایک بہت بڑا لشکر موجود تھا جس کی اطلاع سلطان کو اس کے جاسوسوں نے دی تھی قلعہ میں مقیم صلیبیوں کے لئے یہ حملہ قطعی غیر متوقع تھا تاہم انہوں نے کچھ دیر تک سلطان کا مقابلہ کیا ہاتھ پاؤں مارے مگر سلطان کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ گئی آخر انہوں نے عکہ کے صلیبیوں کو اپنی مدد کے لئے بلایا لیکن اس سے پہلے کہ ان کو کہیں سے مدد پہنچتی سلطان قلعہ کے بیرونی استحکامات کو پامال کرتا ہوا اپنے لشکر کے ساتھ قلعے میں داخل ہو گیا۔

سلطان نے قلعہ پر قبضہ رکھنے کے بعد اس کو منہدم کرنے کا حکم دیا اور اس وقت تک وہاں سے نہ ٹلا جب تک اس مضبوط قلعے کی بنیادیں تک نہ کھودی جاچکیں۔

سلطان کی ان پے درپے فتوحات سے صلیبی دہشت زدہ سے ہو کے رہ گئے تھے سلطان کی لگاتار فتوحات سے خوفزدہ ہوتے ہوئے صلیبوں نے اپنے کئی چھوٹے چھوٹے

قلعے خود بخود ہی سلطان کے حوالے کردیئے تھے اس کے علاوہ جو نصرانی شہر اور قلعے جو ابھی تک سلطان کی فاتحانہ یلغار اور ترکتاز سے بچے ہوئے تھے ان سب قلعوں اور شہروں کو سلطان کے سامنے اپنا مستقبل تاریک نظر آرہا تھا ان حالات میں ان سارے شہروں اور قلعوں کے صلیبی حکمران ایک جگہ جمع ہوئے اور سرجوڑ کر گٹھ جوڑ کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ سلطان رکن الدین سے صلح کی درخواست کی جائے ان سے معافی مانگی جائے اور آئندہ ان کیساتھ پرامن رہنے کا وعدہ کیا جائے۔

چنانچہ سلطان رکن الدین کسی نئے نصرانی قلعے پر حملہ آور ہونے سے متعلق ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ نصرانیوں کے قاصد سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے انتہائی لجاجت آمیز پیرائے میں سلطان سے صلح اور معافی کی درخواست کی سلطان بڑا وسیع الظرف انسان تھا صلیبیوں کی منت سماجت پر اس کا دل پسیج گیا اور اس نے کچھ شرائط پر صلیبیوں سے صلح کرنے پر آمادگی ظاہر کردی ان میں دو اہم شرائف یہ تھیں۔

صلیبی اپنے قلعوں کے موجودہ استحکامات میں اضافہ نہیں کریں گے۔

وہ ان قلعوں اور شہروں میں مقیم مسلمانوں سے رواداری کا برتاؤ کریں گے اور نواحی علاقوں کے مسلمانوں سے بھی چھیڑ چھاڑ نہیں کریں گے۔

صلیبیوں نے سلطان کی سب شرطیں بلاتامل قبول کرلیں اور سلطان کے ساتھ صلیبیوں کا دس سال دس مہینے اور دس دن تک امن معاہدہ ہو گیا یہ معاہدہ 1272ء میں لکھا گیا تھا اس معاہدے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ عیسائیوں کی طرف سے اس پر انگلستان کے بادشاہ اور انطاکیہ کے سابق بادشاہ بوہیمان تک نے دستخط کئے اور ان کی موت کے بعد بھی ان کے جانشینوں نے اس معاہدے کی تصدیق کی۔

صلیبیوں کو مکمل طور پر اپنے سامنے جھکانے کے بعد سلطان رکن الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ باطنیوں کے استحصال کا ارادہ کرلیا تھا باطنیہ حشاشین کی خفیہ تحریک کی بنیاد حسن بن صباح نے ہجری 483 میں رکھی تھی اور وہ دنیاوی لحاظ سے ایک معمولی حیثیت کا حامل تھا لیکن اپنی غیر معمولی ذہانت اور بلند ہمتی کی بدولت اس نے بڑا عروج حاصل کیا۔

اس نے سب سے پہلے قلعہ الموت پر قبضہ کیا جو نہایت پیچیدہ گھاٹیوں کے

اندر ایک بلند پہاڑی کی چوٹی پر واقع تھا اور کسی دشمن کے لئے موت کے دریا میں تیرے بغیر اس پر قبضہ کرنا محال تھا۔

حسن بن صباح نے اس قلعے کو اپنا صدر مقام بنایا سلطان ملک شاہ سلجوقی کے دور میں حسن بن صباح کی قیادت میں باطنیوں نے بڑا زور پکڑا انہوں نے طبس، قاین، تون، خالنجان، گرد کوہ، خور خوسف اردہن، قلعہ الناظر قلعہ الطبنور اور بیسیوں دوسرے قلعوں پر قبضہ کرکے زبردست فوجی قوت جمع کر لی اور ایک علیحدہ مملکت قائم کر لی جو دولت اسماعیلیہ مشرقیہ یا دولت ملاحدہ قہستان کے نام سے مشہور ہوئی اس کے حکمرانوں کا لقب شیخ الجبل تھا۔

ان باطنیوں کے کئی درجے تھے داعی الدعاۃ، داعی الکبیر، داعی رفیق اور فدائی وغیرہ فدائی وہ گروہ تھا جو آنکھیں بند کرکے بلاعذر تحت شیخ الجبل کے حکم کی تعمیل کرنا اپنا فرض عین سمجھتے تھے کہا جاتا ہے کہ حسن بن صباح نے دشوار گزار پہاڑوں سے گھری ہوئی ایک گھاٹی میں ایک مصنوعی جنت بھی بنا ڈالی تھی۔

مؤرخین نے اس مصنوعی جنت کا ایسا دلکش نقشہ کھینچا ہے کہ نگاہوں کے سامنے اصلی جنت کے نظارے گھوم جاتے ہیں حسن اپنے کچھ مریدوں کو بھنگ یعنی حشیش پلا کر مدہوش کر دیتا تھا پھر ان کو اسی مدہوشی کی حالت میں اپنی مصنوعی جنت میں پہنچا دیتا تھا چند دن کے بعد وہ ان کو اسی طرح مدہوش کرکے اپنی جنت سے باہر نکال دیتا تھا۔

یہی لوگ فدائی بن جاتے تھے وہ ایک دفعہ جنت کا جلوہ دیکھ کر ہمیشہ اس کی آرزو میں مست رہتے تھے اور شیخ الجبل کے حکم پہ پہاڑ سے کود کر یا کسی دوسرے طریقے سے جان دینے کو ہنسی کھیل سمجھتے تھے باطنیوں نے چند سال کے اندر اندر اتنی زبردست قوت پیدا کر لی کہ سلطان محمد سلجوقی اور سلطان سنجر سلجوقی اپنا پورا زور لگانے کے باوجود انکا قلع قمع نہ کر سکے۔

حسن بن صباح اور اس کے جانشین جس شخص کو اپنا مخالف پاتے اسے کسی فدائی کے ہاتھوں قتل کروا ڈالتے فدائیوں کا آلہ قتل بالعموم زہر میں بجھی ہوئی تیز دھار کی چھریاں یا خنجر ہوتے تھے انہوں نے مسلمانوں کے بے شمار دینی پیشواؤں اور حکمرانوں اور سیاسی رہنماؤں کو قتل کیا۔

باطنی فدائیوں نے اکابر وقت کے علاوہ عام مسلمانوں کو بھی بکثرت دھوکے سے موت کے گھاٹ اتارا صرف اصفہان میں جو سازش سلطان محمد کے زمانے میں پکڑی گئی اس میں 500 کے قریب مسلمانوں کی لاشیں ایک مکان سے نکلی تھیں۔

ان بدبختوں نے مسلمانوں کے پشت پناہ مجاہد کبیر سلطان صلاح الدین ایوبی پر بھی قاتلانہ حملہ کرنے سے دریغ نہ کیا یہ الگ بات ہے کہ سلطان اپنی خوبی قسمت سے بچ گیا ورنہ باطنیوں نے اپنی طرف سے اس کی زندگی کا چراغ گل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔

غرض یہ دہشت پسند گروہ تقریباً 170 سال تک عالم اسلام کے جسم کا ناسور بنا رہا خدا کی قدرت کہ ان کی مرکزی قوت کا خاتمہ بھی ایک دوسرے دشمن اسلام گروہ کے ہاتھوں ہوا۔

ہجری 654 ھ میں ہلاکو خان سیل بلا کی طرح قلعہ الموت کی طرف بڑھا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اس وقت باطنیوں کا حکمران رکن الدین خور شاہ بن علاؤالدین تھا ہلاکو نے باطنیوں کے مرکزی قلعے الموت کے علاوہ تقریباً 100 دوسرے قلعے بھی برباد کر ڈالے اور 12 ہزار سے زیادہ باطنیوں کو قتل کیا۔

ہلاکو نے اگرچہ باطنیوں پر بڑی کاری ضرب لگائی تھی لیکن وہ ان کا کلیتاً خاتمہ نہ کر سکا اس کا سبب یہ تھا کہ باطنیوں کے کچھ قلعے شام کے علاقے میں واقع تھے چونکہ سلطان رکن الدین نے ہلاکو اور تاتاریوں کو شکست دے کر شام سے نکال دیا تھا اس لئے یہ قلعے ان کی دست برد سے بچ گئے تھے شام میں باطنیوں کی اہم پناہ گاہیں اس وقت بانیاس، مصیاد، کہف اور خوابی تھے اور سلطان رکن الدین نے انہی چار قلعوں پر ضرب لگانے کا تہیہ کر لیا تھا۔

یہ قلعے پہاڑی علاقوں میں نہایت محفوظ مقامات پر بنائے گئے تھے اور ان کے دفاع کے لئے ہزاروں حشیشی جنگجو ہر وقت کمربستہ رہتے تھے ان لوگوں نے اپنی مرکزی قوت کی بربادی سے کوئی سبق حاصل نہ کیا بلکہ ایک دوسرے اسلام دشمن گروہ سے ساز باز کر لی شام ولبنان میں انہوں نے ہیکلی صلیبیوں کو اپنا حلیف بنایا جو سلطان رکن الدین اور عام مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے اسی طرح انہوں نے یورپ کے عیسائی بادشاہوں سے

بھی دوستی کی پینگیں بڑھانے کی کوشش کی۔

سلطان رکن الدین کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنا اور اطراف واکناف کے مسلمانوں کو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنانا ان کا مشہور مشغلہ تھا سلطان نے کئی سال تک ان کی شرانگیزیوں کو برداشت کیا لیکن اب اس کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا لہذا اس نے اپنے لشکر کے ساتھ باقی بچنے والے باطنیوں کے چاروہ قلعوں کو نیست ونابود کرنے کے لئے شام کارخ کیا۔

سلطان رکن الدین کی اس پیش قدمی کی اطلاع باطنیوں کو بھی ہو چکی تھی لہذا ان کے چاروں قلعوں کے اندر جس قدر مسلح اور جنگجو تھے ان سب کو انہوں نے بانیاس کے قلعے سے باہر ایک جرار لشکر کی صورت میں جمع کر لیا تھا تاکہ جب سلطان وہاں پہنچے تو باطنی اپنی پوری قوت سے سلطان کے اوپر اس انداز میں حملہ آور ہوں کہ سلطان کو میدان جنگ سے بھاگے بغیر بن ہی نہ پڑے۔

دوسری طرف سلطان کے جاسوس اور طلایہ گردستے بھی سلطان کو باطنیوں کے پل پل کی خبریں پہنچا رہے تھے اور انہیں خبر ہو چکی تھی کہ باطنیوں نے ایک متحدہ لشکر کو اپنے قلعے بانیاس سے باہر جمع کر لیا ہے لہذا سلطان نے بھی بڑی تیزی کیساتھ اپنے لشکر کے ساتھ بانیاس کارخ کیا تھا راستے میں سلطان سیف الدین اور طرنطائی اور حسام الدین سے مشورہ کرتے ہوئے باطنیوں سے جنگ کرنے کا طریقہ کار بھی طے کر لیا تھا۔

باطنیوں کے کسی اچانک حملے سے محفوظ رہنے کے لئے سلطان رکن الدین نے اپنے لشکر کے چاروں طرف میلوں دور تک اپنے طلایہ گردستے اور جاسوس بھی پھیلا رکھے تھے جن کی اطلاعات کے مطابق سلطان بڑا بے دھڑک اور بے خوف ہو کر بانیاس کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا یہاں تک کہ سلطان بانیاس قلعہ کے باہر باطنیوں کے سامنے پہنچ کر پڑاؤ کر گیا تھا۔

دوسرے روز صبح ہی صبح باطنیوں نے اپنے لشکر میں جنگ کے طبل بجا دیئے تھے جو اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ سلطان کے ساتھ جنگ کی ابتداء کرنا چاہتے ہیں سلطان نے بھی راستے میں طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق اپنے لشکر کی صفیں درست کر لیں تھیں حملے کی ابتداء باطنیوں کی طرف سے ہوئی تھی۔

مورکھ ونادان باطنی انقلابی صداؤں، اندھیروں کی فصیل پر جشن تیرگی اور ہر جذبے کو غم کا نقیب بنا کر بے کفن دفن کر دینے والی ہجر کی بے رنگ دھول کی طرح آگے بڑھے تھے پھر وہ سلطان کے لشکر پر خزاں کے غم میں منحوس ساعتوں، رابطوں ضابطوں کو منقطع کرتی ازلی عداوتوں، کہر زدہ رت کے ہالے میں آتش دل اور تعبیر کے درد کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

باطنی سلطان کے لشکر پر اس خونخواری اس جوش اور جذبے سے مختلف آوازیں نکالتے ہوئے حملہ آور ہوئے تھے کہ بانیاس شہر سے باہر میدان جنگ روتے غاروں پرانے ساحلوں پر بازگشتوں کی گونج اور آرزوؤں کی پھنکارتے ناگوں کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

باطنیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح سلطان کو شکست سے دوچار کر کے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا جائے لیکن وہ ایسا نہ کر سکے ان کے حملوں کی گرمی وحدت، ہستی دہر میں ان کی خوفناکی، بے کراں ہجر میں ڈوبتی چلی گئی سلطان نے ان کے سامنے اپنے لشکریوں کا کچھ اس انداز اور تدبیر سے دفاع کیا تھا کہ حملہ آور یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ سلطان سے ٹکرانے کے بعد ان کی ہر نظر بے بصر ہر صدا بے صدا ہر تدبیر دربدر ہونا شروع ہو چکی ہو سلطان نے ابھی تک اپنے جوابی حملوں یا جارحیت کی ابتداء نہ کی تھی ابھی تک وہ صرف دفاع تک محدود تھا اس کے باوجود باطنی یہ محسوس کر رہے تھے کہ سلطان کے مقابلے میں ان کے حرف ومعانی کے رشتے منقطع ہونا شروع ہو گئے ہیں اور ان کا ہر ہنر ہر صناعی درد کے رشتوں، سرد جذبوں اور زرد چہروں کا شکار ہونا شروع ہو گیا ہے باطنی عیاں طور پر یہ محسوس کر رہے تھے کہ ان کی ساری ہمراہیاں گمراہیاں ان کے سارے ضابطے اور رابطے قسمت کا منہ چڑاتی سلطان اور اس کے لشکریوں کی تلواروں کا شکار ہو کے رہ گئے تھے۔

جس وقت جنگ اپنے عروج اور زور پر آئی تھی تب امیر سیف الدین نے اچانک اپنی بلند آواز میں لشکر کے اندر تین بار تکبیر بلند کی شاید سلطان نے رستے میں امیر سیف الدین طرنطائی اور حسام الدین کے ساتھ مل کر جو جنگ کا لائحہ عمل تیار کیا تھا اس کے مطابق ہی امیر سیف الدین نے تکبیریں بلند کرتے ہوئے سلطان کو کوئی اشارہ دیا تھا

شاید امیر سیف الدین کی طرف سے سلطان کے نام یہ پیغام تھا کہ وہ اپنے کسی نئے کام کی ابتداء کرنے لگا ہے۔

امیر سیف الدین کے تھوڑی ہی دیر بعد اسی کے انداز میں دوسری جانب طرنطائی نے بھی تین بار تکبیریں بلند کی تھیں وہ بھی شاید اپنے خفیہ انداز میں سلطان کو کوئی پیغام دے رہا تھا تھوڑی دیر بعد سلطان نے بھی ایسی ہی تکبیریں بلند کیں پھر اس کے بعد ایک انقلاب رونما ہونا شروع ہو گیا۔

سلطان پہلے حسام الدین کو اپنے ساتھ ملا کر باطنیوں کے لشکر کیسامنے جما رہا جبکہ امیر سیف الدین اور طرنطائی باطنیوں کے دائیں بائیں پہلو پر ضرب لگانے کے لئے بھوکے شاہینوں کی طرح پہلوؤں کی طرف ہٹتے ہوئے ضرب لگانے کی تیاریاں کرنے لگے تھے

نئے انداز میں حملے کی ابتداء امیر سیف الدین نے کی تھی وہ ازلی عداوتوں میں سلگتی گفتگو، ہونٹوں پر قفل، پاؤں میں بیڑیاں لگا دینیوالے سیل زماں کی طرح دشمن کی طرف بڑھا پھر شب و روز کے تسلسل میں نئی صبحوں کے باب کھولتے طوفانوں کی طرح وہ باطنیوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

امیر سیف الدین کے ساتھ ہی ساتھ امیر طرنطائی بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تیز ہواؤں کے فسوں، ریت کو سہاگن کرتے صحراؤں میں پھوٹتے چشموں، گم صم راہوں پر اونچی اڑانوں کے پرندوں اور زندانی شب کی اسیری سے رہائی پاتی کہر زدہ راتوں کو کھنگالتی صداؤں کی ویرانیوں کی طرح آگے بڑھا پھر وہ باطنیوں پر سناٹوں کی دیواریں گراتی چیخوں، راتوں کی ناہمواریاں ناپتی عذابوں کی خاک اور بنتے بگڑتے بگولوں کے درمیان بربادی کے رقص کی طرح باطنیوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

عین اس موقع پر جبکہ امیر سیف الدین اور امیر طرنطائی دونوں ہی باطنیوں پر عذاب کی طرح نزول کرنے لگے تھے اپنے لشکر کے وسط میں سلطان رکن الدین بھی حرکت میں آیا ایک بار اس نے عجیب سے عاجزی اور انکساری میں آسمان کی طرف دیکھا پھر اس کی گردن اپنے گھوڑے کی زین کے ہنے پر جھک گئی تھی اور وہ بڑی عاجزی سے کہہ رہا تھا۔

" میرے اللہ تیرے اسم سے ہی میرا کمال جراتمندی، تیرے اسم سے ہی میرا

جمال سپاہگری ہے میرے اللہ تو ہی کشتیوں کے پاسبانوں کو پوشیدہ قوتیں عطا کرتا ہے تو ہی فاصلوں میں قربتوں قربتوں کو شدت اور موسموں کے انقلاب کو ساعتوں میں سمیٹتا ہے

میرے اللہ موسموں کے گیت گاتی ہوائیں، انجانی مسافتوں کو جاتے راستے، صحراؤں کو نگلتی دریاؤں کی روانیاں، ابر گریزاں کی طلب میں اڑتے جھونکے، چاندنی میں رقص کرتا سمندر بادلوں میں چھپ کر گنگناتے پرندے تیرے ہی کن سے اپنے کام میں مشغول ہیں اور ہر شے میں تیری ہی ہستی کا وجود کارفرما ہے میرے اللہ تو ہی بدی کے پہرے اٹھاتا ہے رات کو جاگتے جھینگر تیری ہی تسبیح کرتے ہیں صبح کا اعلان کرتی چڑیاں تیری ہی حمد گاتی ہیں ڈال ڈال اڑتی تتلیاں تیری ثنا، کرتی ہیں پاگل ہلکان بھونسرے تیرے ہی تکوینی احکامات کی پیروی کرتے ہیں یا اللہ میں بھی تیرا ایک عاجز ایک حقیر بندہ ہوں میری بھی سب زیر لب دعائیں تیرے لئے ہیں میری آہوں کی آوازیں میری فریاد کے صدا و حروف سب میرے اللہ تیری ہی ذات کے آگے فریاد و کناں ہیں میرے اللہ میں تیرا عاجز بندہ ہوں تو اپنے عاجز بندے کو ان باطنیوں کے سامنے عالم حیرت و عبرت بنا کے رکھ دے یا اللہ میں تجھ سے گزارش و فریاد کرتا ہوں کہ تو مجھے ان باطنیوں کے مقابلے میں کامیابیاں و کامرانیاں عطا فرما"

دعا مانگنے کے بعد سلطان سیدھا ہو کے بیٹھا اس کی آنکھوں میں نمی تھی تاہم اس کی چھاتی تن گئی تھی لگتا تھا دعا مانگنے کے بعد اس کے سارے رنج و ملال رفع دفع ہو گئے ہوں اور عمر کی ساری خوشیاں اس کے چہرے پر رقص کر گئی ہوں پھر سلطان حرکت میں آیا اور اپنے محافظ دستوں کے ساتھ وہ طوفانوں کی بیداری، یادوں کے شعلوں رگ و پے کو پابند آئین کرتے قانون فطرت کی طرح باطنیوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

اب صورتحال یہ تھی کہ باطنیوں کے لشکر کے وسطی حصے پر خود سلطان رکن الدین اور حسام الدین قہر بن کر نازل ہو رہے تھے جبکہ دائیں بائیں پہلوؤں پر امیر سیف الدین اور امیر طرنطائی دونوں ہی نہ رکنے نہ تھمنے والا عذاب بن کر نزول کرتے جا رہے تھے جس کی وجہ سے باطنیاں شہر سے باہر میدان جنگ کھولتے سمندر کی صورت اختیار کر گیا تھا جسم و روح کے رشتے کٹنے لگے تھے اوج و پستی کے قصے لہو لہو زیست کے علائم رقص کرنے

لگے تھے ہر گام محشر بپا ہونے لگا تھا سلطان اور اس کے لشکری قسمت گر آدم، حق آشنا باطن شکن کی طرح باطنیوں پر ناقابل برداشت ضربیں لگا رہے تھے جس کے نتیجے میں باطنیوں کے لشکر کی اگلی کئی صفیں مکمل طور پر تباہ و برباد ہو کے رہ گئیں اور اب باطنیوں کے لشکر کی پچھلی صفیں بھی بکھری یادوں ۔ ٹوٹے سپنوں ۔ تنہائی کے ہانپتے سایوں ۔ بجھتے دیوں اور بند دریچوں کی سی ہو کے رہ گئی تھیں۔

سلطان رکن الدین، حسام الدین، امیر طرنطائی اور سیف الدین نے جب دیکھا کہ اگلی صفوں کی تباہی و بربادی کے بعد باطنی اپنی پچھلی صفوں کو آگے لاتے ہوئے لشکر کی کمی کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے پہلے کی نسبت زیادہ شدت اپنے حملوں میں پیدا کر لی تھی اور وہ اپنے سامنے آنے والے ہر باطنی کو کاٹتے ہوئے آگے بڑھنا شروع ہو گئے تھے۔

باطنیوں نے جب دیکھا کہ سلطان رکن الدین اور اس کے سالاروں کی سرکردگی میں جو سیلاب اور عذاب ان پر طاری ہونے والا ہے وہ کسی بھی صورت رکنے والا نہیں تو وہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنے قلعے بانیاس کی طرف بھاگے لیکن سلطان رکن الدین سے یوں بچ کر بھاگنا بھی کوئی آسان کام نہ تھا سلطان نے اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر حسام الدین کو چھوڑ جبکہ سیف الدین اور طرنطائی کو لے کر وہ میدان جنگ سے بھاگتے باطنیوں کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

باطنی جب سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتے ہوئے بانیاس کے قلعے میں داخل ہوئے تو ان کے پیچھے پیچھے سلطان رکن الدین، سیف الدین اور طرنطائی بھی اپنے حصے کے لشکروں کے ساتھ شہر میں داخل ہو گئے ایک بار پھر بانیاس شہر کے اندر خوفناک رن پڑا باطنیوں کو امید تھی کہ شہر کے لوگ بھی جنگ میں ان کا ساتھ دیں گے لہذا وہ کامیاب رہیں گے اس لئے کہ ان کے عام آدمی بھی بہترین جنگجو کی حیثیت رکھتے تھے لیکن سلطان رکن الدین، امیر سیف الدین اور امیر طرنطائی کے سامنے باطنیوں کی کوئی تدبیر کامیاب نہ ہوئی ان کی ہر کوشش ان کا ہر جتن نامراد رہا اور ان پر پوری طرح چھاتے ہوئے سلطان اور اس کی لشکریوں نے ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

گھمسان کی جنگ کے بعد شہر کے اندر بھی سلطان نے باطنیوں کو بدترین شکست دی اس کے بعد اپنے لشکر کو چاروں طرف پھیلاتے ہوئے سلطان نے بانیاس شہر کے باطنیوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا یوں بانیاس شہر سے کسی بھی باطنی کو سلطان نے جان بچا کر بھاگنے کا موقع نہ دیا اور سارے باطنیوں کو تہہ تیغ کرنے کے بعد بانیاس شہر اور قلعے پر سلطان کا قبضہ ہو گیا تھا۔

بانیاس پر قابضہ ہونے کے بعد سلطان رکن الدین نے باطنیوں کو دم نہیں لینے دیا یکے بعد دیگرے وہ ان کے دیگر قلعوں مصیاد، کہف اور خوابی پر بھی حملہ آور ہوئے ان قلعوں اور شہروں میں بھی جو باطنی حفاظت پر مامور تھے سلطان رکن الدین نے بے پناہ طاقت اور قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان شہروں اور قلعوں کی فصیلوں کو گرا مارا اپنے لشکر کے ساتھ سلطان ان قلعوں اور شہروں میں بھی داخل ہوا اور ان کے اندر بھی جس قدر باطنیوں نے پناہ لے رکھی تھی ان کا بھی سلطان نے خاتمہ کر کے رکھ دیا یوں ہلاکوں کے ہاتھوں ارض شام میں بانیاس، مصیاد، کہف اور خوابی نام کے جو باطنیوں کے قلعے بچے تھے سلطان نے انہیں نیست و نابود کر کے رکھ دیا تھا یوں ایک طرح سے حسن بن صباح کے جانشین فدائیوں کا خاتمہ ہو کے رہ گیا تھا۔

باطنیوں کا مکمل طور پر صفایا اور خاتمہ کرنے کے بعد سلطان رکن الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ باطنیوں ہی کے علاقے میں ایک جگہ پڑاؤ کر لیا تھا پھر سلطان نے اپنے سالاروں کو اپنے خیمے میں طلب کیا جب سارے سالار سلطان کے خیمے میں جمع ہو گئے تب سلطان نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیزو! شمال کے ان علاقوں کی طرف آنے کا ہمارا مقصد صرف یہ تھا کہ باطنیوں کا مکمل طور پر صفایا کر دیا جائے اور تم دیکھتے ہو اپنے کام میں ہم مکمل طور پر کامیاب رہے ہیں اب جبکہ باطنیوں کی طرف سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں لشکر کو صرف ایک دو روز تک یہاں سستانے کا موقع فراہم کیا جائے گا اس کے بعد لشکر واپس قاہرہ کی طرف کوچ کرے گا۔

میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ گذشتہ دنوں میں نے ایک اپنے قاصد کو قاہرہ کی طرف بھجوا دیا ہے میں چاہتا ہوں کہ قاہرہ پہنچ کر طرنطائی کی شادی کا اہتمام کروں تم سب لوگ جانتے ہو کہ طرنطائی کو میں نے اپنے بیٹوں کی طرح رکھا ہے اور اس کی شادی کا اہتمام بھی میں اپنا بیٹا سمجھ کر ہی کروں گا تم سب کو یہ بھی علم ہو گا کہ طرنطائی کی شادی کا اہتمام قاہرہ کے یہودی رئیس اولیاس کی نواسی رودہ سے طے ہو چکا ہے میں نے جو قاصد قاہرہ کی طرف بھجوایا ہے اس کے ہاتھ میں نے اولیاس اور رودہ کے باپ آموص کو یہ پیغام بھجوایا ہے کہ چند روز تک میں اپنے لشکر کے ساتھ قاہرہ پہنچوں گا میرے قاہرہ پہنچنے سے پہلے ہی پہلے

وہ رودہ اور طرنطائی کی شادی کا اہتمام اور انتظام کر رکھیں میں نے ان پر یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ طرنطائی کی شادی کے سارے اخراجات اور اہتمام و انتظام میری طرف سے ہو گا شادی کا یہ اہتمام قاہرہ شہر سے باہر لشکر گاہ میں کیا جائے گا اور طرنطائی کی اس شادی میں ہمارا سارا لشکر ایک طرح سے باراتیوں کی حیثیت سے شامل ہو گا میں چاہتا ہوں کہ کسی لشکری کو بھی یہ شکوہ نہ رہے کہ اسے طرنطائی کی شادی میں شریک نہ کیا گیا۔

سلطان رکن الدین ابھی اپنی اس گفتگو کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے اور ابھی کچھ کہنا چاہتے تھے کہ اسی موقع پر ان کا چوبدار خیمے میں داخل ہوا اور سلطان کو تعظیم پیش کرتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم ہمارے طلایہ گردستوں کے دو مخبر ابھی ابھی لشکر گاہ میں داخل ہوئے ہیں اور فی الفور آپ سے ملنے کے متمنی ہیں میرے خیال میں وہ کوئی انتہائی اہم خبر آپ کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں۔

اپنے چوبدار کے ان الفاظ پر سلطان رکن الدین چونک سا پڑا تھا وہاں بیٹھے ہوئے سالار بھی متفکر سے دکھائی دینے لگے تھے پھر سلطان کی آواز خیمے میں گونجی تھی۔

ان دونوں طلایہ گردوں کو فوراً خیمے میں لے کر آو تا کہ میں جانوں وہ کس سمت سے آئے ہیں اور ہمارے لئے کیا خبر رکھتے ہیں اس کے ساتھ ہی چوبدار مڑا اور خیمے سے نکل گیا تھا تھوڑی دیر بعد سلطان کے طلایہ گردستوں کے دو مخبر خیمے میں داخل ہوئے اور سلطان کے سامنے آن کھڑے ہوئے تھے سلطان نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھنا شروع کیا۔

میرے مہربانو۔ تم کس سمت سے آئے ہو اور ہمارے لے کیا خبر رکھتے ہو اس پر ایک مخبر بول پڑا۔

سلطان محترم ہم منگولوں کے مرکزی شہر مراغہ کی طرف سے آرہے ہیں جہاں منگولوں کا حکمران اور ہلاکو کا بیٹا اباقا خان بڑے زور شور سے جنگ کی تیاریاں کرنے میں مصروف ہے دراصل منگولوں کو اس بات کا بڑا دکھ اور قلق ہے کہ ہم نے بحرہ روم کے کنارے کنارے بڑے بڑے نصرانی قلعوں کو زیر کر لیا ہے اور باقی بچنے والے چھوٹے قلعوں نے ہمار ساتھ صلح کا معاہدہ کر لیا ہے دراصل ہلاکو خان کی طرح اس کے بیٹے اباقا خان کی

بیوی بھی نصرانی ہے اور وہ برابر اباقاخان کو مسلمانوں کے خلاف اکساتی رہتی ہے اباقاخان کی بیوی قسطنطنیہ کے شہنشاہ کی شہزادی ہے اور وہ ہر صورت میں مسلمانوں سے انتقام لینے پر تلی ہوئی ہے اس نے اباقاخان کو اکسا کر مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریاں کرنے اور پھر جنگ کی ابتداء کرنے کے دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے۔

سلطان محترم جس قدر جنگی تیاریاں جاری ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بہت جلد اباقاخان ہمارے خلاف اعلان جنگ کرے گا سلطان نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا پھر مخبروں کو اس نے مخاطب کیا۔

میں اس انکشاف سے زیادہ فکر مند نہیں کہ ہلاکو کا بیٹا اباقاخان ہمارے خلاف جنگی تیاریوں میں مصروف ہے اگر ہم اس سے پہلے ہلاکو خان کو شکست دے سکتے ہیں تو اباقاخان کا انجام بھی اس کے باپ سے مختلف نہیں ہوگا میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ ہلاکو خان کا ایک دوسرا بیٹا بھی ہے جو موجودہ حکمران اباقاخان کا بھائی ہے کہتے ہیں اس کا نام تکوداراوغان تھا اور اب اس نے اسلام قبول کر کے اپنا نام احمد رکھ لیا ہے اس سے متعلق بھی تم کچھ خبر رکھتے ہو کہ اس نے ایک مسلمان کی حیثیت سے کہاں تک منگولوں کے اندر اپنی گرفت مضبوط کی ہے۔

سلطان محترم۔ جہاں تک آپ کے اس سوال کا تعلق ہے تو ہم تکوداراوغان یعنی احمد سے بھی مل کے آرہے ہی تکوداراوغان اباقاخان کا چھوٹا بھائی ہے اور اسلام قبول کر چکا ہے لیکن طاقت اور قوت کے لحاظ سے وہ ابھی اس قابل نہیں ہے کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ اپنے بڑے اور حکمران بھائی اباقاخان کے خلاف کھل کر بغاوت کر سکے تاہم سلطان محترم اندر ہی اندر یہ نو مسلم منگول احمد اپنی طاقت اور قوت کو استحکام بخشتا جارہا ہے اور بڑی تیزی سے اس کی پکار پر منگول اسلام قبول کرتے جارہے ہیں سلطان محترم میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ عالم اسلام کے دو بہترین عالم اس وقت منگولوں کے مرکزی شہر مراغہ میں احمد کے ہاں قیام کئے ہوئے ہیں دو علماء میں سے ایک کا نام علامہ قطب الدین شیرازی اور دوسرا اتابک بہاؤالدین ہے یہ دن رات اپنے نائبوں کے ساتھ منگولوں کے اندر اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہیں اور ان کی وجہ سے ان گنت منگول اسلام قبول کر چکے ہیں سلطان محترم اسلام قبول کرنے والے یہ منگول اباقاخان کے بجائے اسکے چھوٹے

بھائی احمد کو اپنا نجات دہندہ تسلیم کر رہے ہیں سلطان محترم جس رفتار سے احمد منگولوں کے اندر اپنی طاقت اور قوت بڑھاتا چلا جارہا ہے اگر یہ جاری رہی تو ہمارا خیال ہے کہ عنقریب وہ اعلانیہ اپنے بڑے بھائی اباقاخان کے خلاف بغاوت کر دے گا جو نصرانیوں کی حمایت میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کے درپے ہے لیکن اگر مستقبل قریب میں اباقاخان کے خلاف ہماری کوئی جنگ ہوتی ہے تو اس صورت میں احمد ابھی فی الحال اس حالت میں نہیں کہ کھل کر اباقاخان کے سامنے آسکے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ طلایہ گر خاموش ہو گیا تھا سلطان رکن الدین تھوڑی دیر تک نگاہیں جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر ہلکا سا تبسم اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوا ساتھ ہی خیمے میں سلطان کی آواز بھی گونج گئی تھی۔

میرے ساتھیوں۔ میرے رفیقو۔ آنیوالے طلایہ گرو۔ لگتا ہے تاریخ اپنے آپ کو ایک بار پھر دہرا رہی ہے جس وقت ہلاکو خان نے مسلمان علاقوں کو تاراج کرتے ہوئے فلسطین اور مصر کا رخ کیا تھا تم جانتے ہو گے اس وقت ہلاکو خان کا چچازاد بھائی برقائی خان اسلام قبول کر چکا تھا اور اسلام قبول کرنے کے بعد روسی علاقوں میں اس نے بہت بڑی طاقت اور قوت حاصل کر لی تھی اور اسے اپنے ساتھ ملا کر ہم نے ہلاکو خان کو وہ شکست دی جو منگولوں کے لئے ایک عبرت بن گئی تھی۔

اب حالات پھر اس ڈگر اسی دوراہے پر آن کھڑے ہوئے ہیں اباقاخان اگر ہم پر حملہ آور ہونے کے درپے ہے تو منگولوں کے اندر اس کا بھائی احمد اسلام قبول کرنے کے بعد ایک طاقت اور قوت بن کر اٹھ رہا ہے مجھے امید ہے کہ اگر اباقاخان سے ہمارا ٹکراؤ ہوتا ہے تو یہ احمد اپنے ساتھیوں کیساتھ اپنے بھائی اباقاخان کے خلاف ہماری مدد کرے گا اور ہم اگر خدا نے چاہا تو ارض شام سے بھی منگولوں کو نکال باہر کریں گے۔

اس نئی خبر کے بعد اب میں یہاں سے قاہرہ کی طرف کوچ کرنے کے اپنے لائحہ عمل کو تبدیل کرتا ہوں۔

سلطان رکن الدین یہیں تک کہنے پایا تھا کہ چوبدار ایک بار پھر اندر آیا اس کے ہاتھ میں تہہ کیا ہوا کاغذ تھا سلطان کے قریب آیا اور کاغذ اس نے سلطان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا سلطان محترم! نامہ بر کبوتروں کے ذریعے سے قاہرہ سے یہ پیغام ابھی ابھی

وصول ہوا ہے۔

سلطان نے ہاتھ آگے بڑھا کر وہ کاغذ لے لیا چوبدار باہر نکل گیا سلطان تھوری دیر تک خط کا مطالعہ کرتا رہا اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے پھر اس نے تہہ کر کے کاغذ کو اپنے قریب ہی رکھ لیا اس کے بعد اس کی آواز پھر خیمے میں گونج گئی تھی۔

میرے سالارو میرے ساتھیوں میرے عزیزو۔ یہ خط قاہرہ سے آیا ہے اور سب سے اہم خبر یہ ہے کہ نوبہ کے عیسائی حکمران ڈیوڈ نے ہماری مملکت پر حملہ کر دیا ہے اور ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے اس نے دور تک تباہی اور بربادی کا کھیل شروع کر دیا ہے۔

دراصل نوبہ کے حکمران ڈیوڈ کو بحرہ روم کیساتھ ساتھ شہروں کے نصرانیوں نے ہمارے ہاتھوں پے درپے شکست اٹھانے کے بعد اس وقت ہی مدد کے لئے پکارا تھا جس وقت انہوں نے اپنے کچھ پادری پاپائے اعظم کلیمنٹ کے پاس مدد کے لئے روانہ کئے تھے لیکن نوبہ کا عیسائی حکمران فی الفور ہمارے خلاف حرکت میں نہ آیا بلکہ کچھ عرصہ اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف رہا اس دوران تک پاپائے اعظم کلیمنٹ کے کہنے پر فرانسیسی اور انگلستان کے لشکر ہمارے خلف حرکت ہیں آئے لیکن ناکام و نامراد لوٹ گئے اب نوبہ کا حکمران ڈیوڈ اٹھا ہے اور وہ ہم سے اس بات کا انتقام لینے پر تلا ہوا ہے کہ ہم نے بحرہ روم کے ساحلی نصرانی قلعوں کو کیوں اپنے سامنے زیر اور مغلوب کیا لگتا ہے نوبہ کے نصرانی حکمران ڈیوڈ کے بھی دن گنے جا چکے ہیں۔

سنو رفیقان دیرینہ اگر نوبہ کا حکمران ڈیوڈ ہماری جان کا آزار بننا چاہتا ہے اور ہمارے ساتھ نوک سنان کا رقص کرنے کا خواہش مند ہے تو یہ کوئی بڑی اور انوکھی بات نہیں اس سے پہلے بڑے بڑے سرکش اپنے دل میں صحراؤں کا سا اضطراب لئے اک سیل بے پناہ، ایک دیرینہ خواہش کی طرح ہمارے مقابل آئے لیکن وقت نے ایسے سارے باغیوں اور سرکشوں کو فضاؤں کی شفاف نیلی آنکھوں میں اٹھتی پامالی اور بدحالی کی صورت میں دیکھا اور سب کو ہم نے اپنے سامنے شہر خموشاں کی طرح چپ کرا کے رکھ دیا۔

سنو رفیقو! اس ڈیوڈ سے پہلے کبھی منگولوں کبھی نصرانیوں کبھی باطنیوں کی صورت میں بڑے بڑے سورما وقت کی خلیج میں سالہا سال کے دھندلکوں میں کروٹیں لیتی

بربادیوں کی طرح ہمارے خلاف حرکت میں آئے لیکن ہم نے ہر ایک کی طوفانی جولاہ گاہوں کو تباہ و برباد کیا بڑے بڑے خسروان قہرمانیت کو ہم نے بزم کے آداب سکھائے ان کا مقابلہ کرتے ہوئے اندھیروں کی ردا کو ان کی صبحوں کا مقدر بنایا اور ان کی حرص و ہوس کی ہر قبا کو ہم نے جیر جیر کر رکھ دیا۔

ہلاکو جو اپنی دانست میں ناقابل شکست خیال کیا جاتا تھا اور بڑے بڑے حکمران اس سے خوفزدہ رہتے تھے ہم نے جسم میں چبھتی روح کو ڈستی غموں کی دھوپ کی طرح اسے بھی چاٹ ڈالا اس کے ارمانوں کی پکی فصل کو کاٹا اس کے صبر و استقلال کی دیواروں کو گرایا اور اس کے عقل و خرد کے چشموں کو منجمد کر کے رکھ دیا اب اگر نوبہ کا حکمران ڈیوڈ ہم سے ٹکرانے کا عزم کئے ہوئے ہے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس کی حالت بھی ہم ندامتوں کے مناظر جیسی کریں گے اس کی نفرت کی چبھتی سانسوں کو ریزہ ریزہ کرتے ہوئے شکست کو اس کے نفس نفس میں برپا کر کے رکھ دیں گے وقت کی محرومیوں کی باہنوں میں اس کی ساری جرأت مندی کو سمیٹیں گے اور اس کی ساری شجاعتوں کو لہو رنگ ہزیمت کی قبا پہنا کے رہیں گے ہم سے ٹکرانے کے بعد نوبہ کا عیسائی حکمران ڈیوڈ محسوس کرے گا کہ اس کی پگھلتے لوہے کی سی زندگی کے لئے ہم نے کسی بھی مسیحا کو نہیں رہنے دیا۔

سنو میرے عزیزو۔ یہ خبر آنے سے پہلے میں ارادہ کر چکا تھا کہ اپنے سارے لشکر کے ساتھ قاہرہ جاؤں گا اور وہاں طرنطائی کی شادی کا اہتمام کروں گا لیکن اب میں اپنے ارادوں کو تبدیل کرتا ہوں۔

یہاں سے ہم جنوب کی طرف پیش قدمی کریں گے سوسہ شہر میں ایک روز قیام کریں گے حسام الدین کو اس کے حصے کے لشکر کیساتھ سوسہ شہر میں متعین کیا جائے گا اور اپنے جاسوسوں کے ذریعے یہ مشہور کر دیا جائے گا کہ سوسہ شہر میں طرنطائی اور حسام الدین دونوں نے اپنے اپنے حصوں کے لشکروں کے ساتھ پڑاؤ کر لیا ہے تا کہ منگولوں کے اچانک حملے سے نپٹا جا سکے۔

سنو میرے ساتھیو۔ طرنطائی کا نام منگولوں باطنیوں نصرانیوں میں ہی نہیں ہمارے دوسرے دشمنوں میں بھی خاصا جانا پہچانا ہے اور یہ نام ان پر ہیبت طاری کرنے کے لئے کافی ہے منگول جب سنیں گے کہ طرنطائی اور حسام الدین نے ان سے نمٹنے کے لئے

سوسہ میں اپنے لشکروں کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا ہے تو وہ میرے خیال میں ہم پر حملہ آور ہونے کی پہل کر کے حماقت کا ثبوت نہیں دیں گے جبکہ حقیقت یہ ہو گی کہ حسام الدین کو سوسہ میں چھوڑ کر میں سیف الدین اور طرنطائی تینوں قاہرہ جائیں گے قاہرہ میں ہم قیام نہیں کرینگے بلکہ وہاں سے سامان رسد اور خوراک کے ذخیرے اپنے ساتھ لے کر فوراً نوبہ کا رخ کریں گے اور ڈیوڈ کیسامنے پڑاؤ کریں گے مجھے امید ہے کہ بہت جلد ہم ڈیوڈ کو بدترین شکست دے کر فارغ ہو جائیں گے۔

اس کے بعد ایک بار میں پھر قاہرہ آؤں گا قاہرہ میں قیام کے دوران طرنطائی کی شادی کا اہتمام کروں گا حسام الدین میرے بیٹے مجھے افسوس ہے کہ تم اس شادی میں شرکت نہیں کر سکو گے طرنطائی کی شادی کے چند روز بعد میں پھر قاہرہ سے کوچ کروں گا سوسہ میں آؤں گا سوسہ میں حسام الدین کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد پھر ہم منگولوں کے مرکزی شہر مراغہ کا رخ کریں گے اور قبل اس کے ہلاکو کا بیٹا اباقاخان ہم پر حملہ آور ہونے میں پہل کرے ہم خود اس پر پہل کر کے اس کی طاقت اور قوت کو کچل کر رکھ دیں گے سنو تم میں سے اگر میرے اس لائحہ عمل کے خلاف کسی کو کوئی اعتراض ہو تو کھڑا ہو کر بولے

سلطان رکن الدین تھوڑی دیر رک کر اپنے سالاروں پر نگاہ جمائے رہے لیکن ان میں سے کوئی بھی اپنی جگہ پر نہ کھڑا ہوا یہ اس بات کی دلیل تھی کہ سب سلطان رکن الدین کی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہیں اس پر سلطان کے چہرے پر خوشگوار تاثرات نمودار ہوئے اس کے بعد سلطان کی آواز خیمے میں پھر سنائی دی تھی۔

میرے عزیزو۔ میرے رفیقو۔ اگر یہ بات ہے تو پھر سنو کل فجر کی نماز کے بعد لشکر صبح کا کھانا کھانے کے بعد یہاں سے کوچ کرے گا اور حسام الدین بھی ہمارے ساتھ ہو گا حسام الدین سوسہ میں پڑاؤ کرے گا جبکہ ہم باقی لشکر کے ساتھ رکے بغیر بڑی تیزی سے قاہرہ کا رخ کریں گے اور پھر وہاں سے نوبہ کی طرف کوچ کر جائیں گے اب تم سب لوگ کل کے لئے اپنے لشکر کے کوچ کی تیاریاں کرو اس کے ساتھ ہی سلطان کے حکم پر اس کے سارے سالار سلطان کے خیمے سے نکل گئے تھے۔

OOOO

اگلے روز اندھیرے منہ فجر کی نماز ادا کرنے لئے طرنطائی جب اٹھ کر اپنے خیمے سے باہر آیا تو دنگ رہ گیا چاندنی رات میں اس کے خیمے کے باہر تین لاشیں پڑی تھیں اور اس کے خیمے سے ارد گرد پہرہ دینے والے چوکس وچوکنے تھے طرنطائی پہرہ دینے والوں کے قریب آیا اور انہیں مخاطب کر کے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جو مرے پڑے ہیں اس پر ایک محافظ بول پڑا۔

امیر محترم ۔ رات کی تاریکی میں یہ تین اشخاص ہمارے لشکریوں اور مسلمانوں کے بھیس میں ہمارے لشکر میں داخل ہوئے اور آپ پر حملہ کر کے آپ کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی یہ تینوں آپ پر حملہ آور ہونے کے لئے آپ کے خیمے سے دور ہی تھے کہ ان تینوں کو للکارتے ہوئے ہم نے ان سے متعلق جب دریافت کیا تو یہ ہمارے سوال کا جواب دینے کے بجائے خیمے کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے ان کی اس حرکت سے ہم چوکس اور چوکنے تھے اور ان کے قریب آنے پر ان پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے کہ رات کی تاریکی میں ایک انقلاب رونما ہوا۔

امیر محترم رات کی تایکی میں خیموں کی اوٹ سے ان تینوں حملہ آوروں پر ایسی تیر اندازی کی گئی کہ ہم تک پہنچنے سے قبل ہی یہ تینوں چھد کر زمین پر گر پڑے اور ہلاک ہو گئے اس کے بعد ایک تیر خیمے کے بالکل قریب مارا گیا اس تیر کے ساتھ کپڑے میں بندھا ہوا ایک کاغذ ہے میرے خیال میں اس میں آپ یا کسی اور کے نام پیغام ہے۔

اپنے محافظوں کے اس انکشاف پر طرنطائی چونک سا پڑا پھر وہ دوبارہ بول پڑا

وہ تیر جس کے ساتھ کپڑے میں لپٹا ہوا پیغام تھا وہ کہاں ہے اس پر ایک محافظ ایک طرف گیا اور تیر لے آیا اور وہ تیر اس نے طرنطائی کو تھماتے ہوئے پھر انکشاف کیا۔

امیر محترم وہ پیغام ویسے کا ویسا ہی کپڑے میں لپٹا ہوا تیر کیساتھ بندھا ہوا ہے ہم نے اسے اس احتیاط سے نہیں کھولا کہ شاید یہ کوئی اہم نوعیت کا پیغام آپ کے نام ہو لہذا یہ پیغام ویسے کا ویسا ہی ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔

طرنطائی نے جلدی جلدی اس پتلے سے کپڑے کو کھولا جو تیر کے ساتھ بندھا

ہوا تھا پھر گانٹھ کی صورت میں کپڑے کے اندر جو پیغام تھا وہ نکالا وہ تہہ کیا ہوا ایک کاغذ تھا فضاؤں میں چونکہ ابھی تک تاریکی پھیلی ہوئی تھی لہذا طرنطائی اپنے خیمے کے اندر چلا گیا خیمے میں جلتی مشعل کی روشنی میں اس نے کاغذ کی تہیں کھولیں اور پڑھنا شروع کیا وہ خط کسی لڑکی کی طرف سے تھا اور لکھا گیا تھا۔

"امیر طرنطائی جو لوگ آپ پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں آپ کی جان کے درپے ہیں اور آپ کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں ان میں سے اکثر کو میں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اب ان میں سے صرف پانچ باقی بچتے ہیں اگر حالات نے میرا ساتھ دیا تو میں ان پانچوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار کر آپ کو آپ کے دشمنوں سے محفوظ کر دوں گی یقیناً آپ جاننا چاہیں گے کہ میں کون ہوں میں ایک بے بس مجبور لاچار لڑکی ہوں اور آپ کی مدد آپ کی حفاظت کرنے کی پابند اور خوگر ہوں۔"

طرنطائی تھوڑی دیر تک خط کے ان الفاظ کو غور سے دیکھتا رہا ساتھ ہی ساتھ وہ عجیب سے انداز میں سوچتا بھی جارہا تھا پھر آپ ہی آپ طرنطائی بول اٹھا۔

میں نہیں جانتا تو کون ہے اور کیوں میری حفاظت کرنا چاہتی ہے اور کس نے تجھے میری حفاظت کا پابند اور خوگر بنا رکھا ہے لیکن تو وہی ہے جس نے سوسہ سے باہر مجھ پر حملہ آور ہونے والے باطنیوں پر تیر اندازی کی تھی اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے چٹانوں کی اوٹ سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ گئی تھی۔

کاش میں جان سکتا کہ تو کون ہے کاش مجھے یہ علم ہو جاتا کہ تو کن سرزمینوں کی طرف سے آتی ہے کہاں چلی جاتی ہے کاش میں یہ بھی جان سکتا کہ تیرا نام کیا ہے تیرا مجھ سے کیا تعلق کیا واسطہ کیا رابطہ اور کیا ضابطہ ہے اور میری کس نیکی کے صلے میں تو آپ سے آپ میری محافظ بن کر اپنے آپ کو خطرات میں ڈال رہی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد طرنطائی خاموش ہو گیا تھا پھر اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کاغذ تہہ کر کے اپنے لباس میں محفوظ کر لیا تھا اس کے بعد وہ فجر کی نماز ادا کرنے کے لئے اپنے خیمے سے نکل گیا تھا اسی روز صبح کے کھانے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کیساتھ قاہرہ کی طرف کوچ کیا تھا راستے میں حسام الدین کو اس کے لشکر کے ساتھ سوسہ میں چھوڑ کر سلطان باقی لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے قاہرہ کا رخ کر رہا تھا۔

OOOO

ایک روز اولیاس صبح ہی صبح اپنی حویلی میں داخل ہوا دیوان خانے میں اس وقت آموص رودہ سمیر اور سفتونہ بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے وہ چاروں بھی کسی قدر سنجیدہ دکھائی دے رہے تھے اولیاس بکھرا بکھرا سا دیوان خانے میں داخل ہوا اور آموص کے قریب ہی ایک نشست پر بیٹھ گیا تھا اس کے بیٹھنے کے تھوڑی ہی دیر بعد آموص نے اسے مخاطب کیا۔

بزرگ اولیاس جیسا کہ گزشتہ شام آپ نے مجھ پر انکشاف کیا تھا کہ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ آدھی رات کے لگ بھگ قاہرہ میں داخل ہوں گے تو مجھے امید تھی کہ سلطان کے ساتھ طرنطائی بھی قاہرہ میں داخل ہو گا لہذا آج صبح ہی صبح میں طرنطائی کی حویلی میں گیا تھا میں اسے ملنا چاہتا تھا اور پھر اسے اپنے ساتھ یہاں لانا چاہتا تھا اس لئے کہ یہ رودہ کی خواہش تھی لیکن حویلی میں پہنچ کر مجھے مایوسی ہوئی۔

میرے محترم حویلی میں اس وقت صرف طرنطائی کا خادم اور اس کی بیوی ہیں طرنطائی نہیں ہے میں نے جب ان دونوں میاں بیوی سے امیر طرنطائی سے متعلق پوچھا تو انہوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کر دیا لہذا میں فکر مند اور پریشان سا واپس گھر آگیا ہوں آپ کو طرنطائی سے متعلق کوئی خبر ملی ہے۔

اس پر اولیاس نے جھکی ہوئی گردن سیدھی کی اور کہنے لگا۔

آموص میرے بیٹے تمہارا اندازہ درست ہے طرنطائی واقعی اپنی حویلی میں نہیں ہو گا اور نہ ہی اسے ہونا چاہئیے تھا دیکھ آموص نوبہ کے عیسائی حکمران ڈیوڈ نے سلطان کی مملکت پر حملہ کر دیا ہے اور سرحدی علاقوں کو اس نے بری طرح پامال اور برباد کرنا شروع کر دیا ہے یہ خبر سلطان کو باطنیوں کا قلع قمع کرنے کے بعد ملی تھی لہذا نوبہ کے حکمران ڈیوڈ سے نمٹنے کے لئے سلطان نے شمال سے کوچ کیا وہ یقیناً آدھی رات کو قاہرہ میں داخل ہوئے لیکن سلطان اپنے قصر میں نہیں گئے نہ ہی طرنطائی اپنی حویلی میں آیا امیر سیف الدین اور دوسرے سالار بھی اپنے گھروں کو نہیں گئے بلکہ پورے کا پورا لشکر شہر سے باہر مستقر کی طرف چلا گیا تھا وہاں سے سلطان نے اپنے لئے خوراک اور ہتھیاروں کے ذخائر حاصل کئے پھر فجر کی نماز قاہرہ شہر سے باہر اپنی لشکر گاہ میں ادا کرنے کے بعد سلطان رکن الدین اپنے لشکر

کے ساتھ نوبہ کی طرف کوچ کر چکا ہے امیر طرنطائی امیر سیف الدین بھی ان کیساتھ ہیں لہذا جب صبح ہی صبح تم طرنطائی کی حویلی میں گئے تو یقیناً حویلی میں طرنطائی کو نہیں ہونا چاہیئے تھا۔

کہتے ہیں دل کی بستی بھی عجیب بستی ہوتی ہے اولیاس کے ان الفاظ نے رودہ کے دل کی بستی پر بھی عجیب اثر کیا تھا اس انکشاف سے لگتا تھا اسے لمس جنون خیز سے دوچار کر دیا ہو وہ سوز شمع گردش پروانہ سی بے رنگ و بے آب ہو کے رہ گئی تھی اور وہ لڑکی جس نے دنیا میں بہاروں کے سوا کچھ نہ دیکھا تھا شناسائے درد اور اسیر غم الفت دکھائی دے رہی تھی۔

امیر طرنطائی کے یوں بتائے بغیر اور ملے بغیر قاہرہ سے نوبہ کی طرف چلے جانے کے انکشاف نے رودہ بے چاری کو نالہ شبگیر جیسا فریاد اثر انگیز، اسیر الم ویاس، خونیں حسرتوں کا سا افسردہ، سرد آہوں، گرم اشکوں سے لبریز نالوں کے تسلسل، خوابوں سے بیزار خزیں قلب و جگر جیسا بنا کے رکھ دیا تھا اس لمحہ اس کی آنکھیں غم فرقت میں افسردہ و حیران تھیں اور لگتا تھا کسی نے اس بیچاری کو زہر بھرا جام دے کر اسے خوگر آلام، واقف درد، دقف مصیبت کرتے ہوئے اسے روح و جسم کی ہم آہنگی سے محروم کر کے رکھ دیا ہو۔

کمرے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی آموص بے چارہ بڑے غور سے رودہ کو لمحہ بہ لمحہ بدلتی ہوئی حالت کو افسردگی و پریشانی سے دیکھ رہا تھا اسی لمحہ دیوان خانے میں بوڑھے اولیاس کی آواز گونج گئی تھی۔

سنو میرے بچو۔ ایک مجاہد کی زندگی بھی عجیب زندگی ہے کبھی وہ ساحل نشان ناخدا اور منجدھاروں سے واقف مانجھی بن کر اپنی قوم کے سامنے آتا ہے دم بدم پھیلتا، یم یم بکھرتا کراں تا کراں فاصلوں کو لپیٹتا ہوا طوفان ثابت ہوتا ہے اور اپنی قوم کی بھولی بسری یادوں ٹپ ٹپ جلتے پاؤں اور چشم اشکبار کو اپنی جرأت مندی اپنی دلیری اور شجاعت سے خوشیاں ہی خوشیاں بخشتا چلا جاتا ہے۔

کبھی ایسے مجاہد ڈوبتی کشتی پھٹے بادبان تشکیک سے امید تک اعصاب میں دوڑتی سنسنی کی طرح اپنی قوم کے سامنے آتے ہیں رنگ و بو کے غبار اور چمکیلی سنہری دھوپ کی طرح اپنی قوم پر اپنے خون کا آخری قطرہ بھی نچھاور کر دیتے ہیں اور اپنے اس عمل

سے وہ اپنی قوم کے زرد دریچوں کو گھروں کی رونق، غمزدہ ہمدموں کو ہمسائیگی کی لذت، بھوک و ذلت و مجبوری کے اسیروں کو لوریوں کے ترنم اور پھول چنتی گیت گاتی لڑکیوں کا سا رنگ حسن بہار عطا کر کے اپنی زندگی کی آخری حدوں سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔

میرے بچو۔ طرنطائی بھی ایک مجاہد ہے اس کی زندگی میں دلکشی بھی ہے افسردگی بھی بہار بھی ہے خزاں بھی وہ چونکہ اپنے آپ کو قوم کے لئے وقف کر چکا ہے لہذا اپنی ملت اپنی قوم کی پکار پر وہ اپنے ہر ذاتی کام کو ترجیح دے سکتا ہے یہ حالت صرف طرنطائی ہی کی نہیں سلطان رکن الدین امیر سیف الدین اور دوسرے سالاروں کی بھی ہے۔

میں تم پر یہ انکشاف بھی کروں کہ اپنے لشکر کے ساتھ قاہرہ شہر میں داخل ہونے کے بعد سلطان اپنے قصر میں نہیں گئے نہ ہی وہ اپنے بیوی بچوں سے ملے ہیں امیر سیف الدین اور دوسرے سالاروں نے بھی ایسا کیا طرنطائی بھی اپنی حویلی میں نہیں آیا بلکہ رات کا آخری حصہ انہوں نے لشکر گاہ میں اپنی تیاری میں گزارا اور صبح کی نماز کے بعد وہ اپنے دشمن کی طرف کوچ کر گئے تھے اس سلسلے میں ہمیں طرنطائی سے کوئی گلہ کوئی شکوہ نہیں جو کچھ اس نے کیا یہ اس کی قوم کی مانگ اس کے منصب کی ضرورت تھی۔

یہاں تک کہنے کے بعد اولیاس جب خاموش ہوا تب آموص بول پڑا۔

بزرگ اولیاس ہم نے تو رودہ اور طرنطائی کی شادی کی تیاریاں مکمل کر لی تھیں اور اپنے سارے جاننے والوں اور عزیز و اقارب کو بھی اس کی اطلاع کر دی تھی اب جب ہمیں اس تقریب کو التوا میں ڈالنا پڑے گا تو کیا سب لوگوں کی طرف سے ہمیں شرمندگی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

اولیاس نے جھٹ جواب دیا۔

آموص۔ میں تمہاری گفتگو سے اتفاق کرتا ہوں ہمیں کوئی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا جب ہم لوگوں کو اطلاع دیں گے کہ رودہ اور طرنطائی کی شادی کو اس وجہ سے التوا میں ڈال دیا گیا ہے نوبہ کے حکمران نے مملکت کی سرحدوں پر حملہ کیا ہے اور سلطان اور طرنطائی نوبہ کے حکمران ڈیوڈ سے نمٹنے کے لئے جا چکے ہیں اس بناء پر شادی کو التوا میں ڈال دیا گیا ہے تو میری بات لکھ رکھنا قاہرہ شہر میں جس قدر ہمارے جاننے والے واقف ہیں جن کو ہم نے اس تقریب میں مدعو کر رکھا ہے ان میں سے کوئی بھی نہ تم سے گلہ کرے گا نہ

شکوہ اور نہ ہی انہیں اس التوا پر کوئی اعتراض ہوگا بلکہ وہ خوشی اور تفاخر محسوس کریں گے کہ امیر طرنطائی نے اپنے ذاتی کام پر قوم وملت کی مانگ کو ترجیح دی ہے۔

اپنے نانا اولیاس کی اس گفتگو سے رودہ نے اپنے آپ کو کسی قدر سنبھال لیا تھا پھر وہ اپنے باپ آموص کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اے میرے باپ۔ مجاہد کرنوں کی باگیں تھامے دھرتی کے رکھوالے اور تپتے رن کی زمین کی جراتوں کے امین ہوتے ہیں مجاہد اپنی ملت کے لئے۔ فصیل شہر، اور اس کے مفاد کے محافظ، جیون کی پھلواری اور آشاؤں کے میلے کے پاسبان ہوتے ہیں۔

مجاہد اپنی ملت اپنی قوم کے دشمنوں کے لئے فضائے آتش میں منکران احترام کے لئے تیغ بے نیام اور دشمن کے دام عصیاں کے سامنے رقصاں طلسم بے ثبات ثابت ہوتے ہیں اے میرے باپ۔ امیر طرنطائی بھی انہی مجاہدوں میں سے ایک ہیں وہ بھی اپنی قوم کے لئے طبل تمنا کی گونج، نقاب زرفشاں کے اندر تاروں کی قندیل، حلقہ بوئے چمن میں رنگینیوں کا جہاں اور مہکتی فضاؤں میں پیکر جرائت آموز ہیں اپنی شادی کی تقریب کو التوا میں ڈالنے کے بعد امیر جو اپنی قوم اپنی ملت کی مانگ پر نوبہ کی طرف گئے ہیں تو اے میرے باپ یہ فعل نہ صرف ان کے منصب کی ضرورت ہے بلکہ قوم اور ملت کی خدمت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ اپنے ذاتی فعل پر قومی مفاد کو ترجیح دیں اے میرے باپ میں امیر طرنطائی کے اس فعل اس عمل کو سلام کرتی ہوں کاش وہ رخصت ہونے سے پہلے مجھے ملتے تو میں خود مسکراتے ہوئے انہیں نوبہ کی طرف جانے پر الوداع کہتی ان کے ہتھیار سجاتی ان کے گھوڑے پر زین کستی اور ان کی ضروت کا سامان باندھتی اے میرے باپ امیر سے ہمیں کوئی شکوہ نہیں بلکہ ہمیں ان کی ذات پر فخر ہے۔

رودہ کی اس بدلی ہوئی حالت پر اس کا باپ آموص بھی کسی قدر خوش اور پرسکون ہو گیا تھا پھر وہ بول پڑا۔

رودہ میری بیٹی اگر تیرے یہ خیال ہیں تو سن رکھو مجھے بھی طرنطائی سے کوئی شکوہ کوئی شکایت نہیں میں تو تمہاری حالت دیکھتے ہوئے شکوہ۔ شکایت کرنے لگ گیا تھا ورنہ قسم موسیٰ اور داؤد کی امیر طرنطائی نے جو قدم اٹھایا ہے اس کے منصب کا یہی تقاضا تھا اور اس نے یقیناً ان تقاضوں کو پورا کر کے ایک اچھا قدم اٹھایا ہے دیکھ بیٹی اب جبکہ

سارے گلے شکوے جاتے رہے ہیں اور کوئی ہمارے ماحول میں غلط فہمی کی دھند نہیں رہی تو میں اب تم سے یہ کہتا ہوں کہ بھوک لگی ہے اٹھو کھانا لاؤ کھانا کھا کر ہم تینوں دکان کی طرف جائیں۔

آموص کی اس گفتگو پر رودہ مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی پھر وہ کہنے لگی میں ابھی کھانا تیار کر کے لاتی ہوں سفتونہ بھی اس کے ساتھ باہر نکل گئی تھی جبکہ اولیاس، آموص اور سمیر دیوان خانے میں ہی بیٹھ کر باہم گفتگو کرنے لگے تھے۔

سلطان رکن الدین اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے سفر کرتے ہوئے اپنی سلطنت کی جنوبی سرحدوں کے اندر اس جگہ جا پہنچا تھا جہاں نوبہ کا نصرانی حکمران ڈیوڈ اپنی کاروائی میں مصروف تھا ڈیوڈ کو جب علم ہو کہ مسلمانوں کا سلطان رکن الدین ایک لشکر لے کر اس کی سرکوبی کے لئے جنوب کی طرف سفر کر رہا ہے اس نے سلطان رکن الدین کی سلطنت کے ایک صحرائی حصے میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا سلطان کے طلایہ گردستے اور مخبر بھی نوبہ کے نصرانی حکمران ڈیوڈ کے متعلق لمحہ لمحہ کی معلومات فراہم کر رہے تھے لہذا سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ ڈیوڈ کے سامنے آنے میں تاخیر نہ کی اور جس جگہ ڈیوڈ اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن تھا سلطان نے بھی اس کے سامنے آکر پڑاؤ کر لیا تھا۔

صحرا کے اندر دو دن تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہے ڈیوڈ نہ جانے کن خدشات کے تحت خود جنگ کے لئے صفیں درست کرنے کی ابتدا نہیں کرنا چاہتا تھا اور دوسری طرف سلطان رکن الدین بھی خاموش تھا اس لئے کہ وہ جنگ کی ابتدا سے پہلے تھکے ماندے اپنے لشکریوں کو زیادہ سے زیادہ آرام مہیا کرنا چاہتا تھا۔

پھر تیسرے روز جب نوبہ کے حکمراں ڈیوڈ نے جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنی شروع کیں تو سلطان بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کے بعد اس کے سامنے صف آراء ہو گیا تھا سلطان نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا اور وہ لشکر کے وسطی حصے میں رہا دائیں

جانب امیر سیف الدین کو اس کے لشکر کے حصے کے لشکر کے ساتھ رکھا گیا تھا اور بائیں پہلو پر طرنطائی کو اس کے تحت کام کرنے والے لشکر کے ساتھ مقرر کیا گیا تھا اس طرح اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کے بعد سلطان رکن الدین اپنے گھوڑے پر سوار دشمن کی طرف سے کسی رد عمل کا انتظار کرنے لگا تھا۔

دوسری جانب نوبہ کے حکمران ڈیوڈ کے لشکر میں ابھی تک ایک جنوں جیسا عالم تھا بڑے زور زور سے جنگ کے طبل اور افریقی بڑی بڑی دفیں پیٹی جا رہی تھیں ان دفوں اور طبل جنگ کی وجہ سے میدان جنگ میں ہر طرف ایک شور اٹھ کھڑا ہوا تھا اسی شور میں سلطان رکن الدین کی گردن جھکی پھر اس کا چہرہ اپنی گھوڑے کی زین کے ہنے پر ٹک گیا اور انتہائی عاجزی اور دردمندی سے وہ اپنے رب کے حضور دعا مانگ رہا تھا۔

اے اللہ یہ دشمن دین خوابوں کی ویران نگری میں اجالوں کو ڈستی شب، آرزوؤں کے نقرئی پیکر کو نسل در نسل تک ریت کی لو، چلچلاتی دھوپ کے طوفان کا شکار کرتی قوت، رقص کرتے آگ کے شعلوں اور پھٹتے بپھرتے آتش فشاں کی طرح کھڑا ہے میرے اللہ اس دشمن بد نہاد کے مقابلے میں میری مدد میری حمایت فرما۔

اے خداوند عالم۔ دنیا کے بازار میں تیری ہی مشیت سے صداقت کی لو باقی ہے تو ہی ماضی کی دھول میں اٹے چہروں کو رقصاں تبسم کی ضو عطا کرتا ہے تیرے ہی کن کے باعث انجمن در انجمن نگہتوں کے گلستان بزم در بزم باطن نکھارتی آفاقی رمزیں کارفرما ہوتی ہیں۔

میرے اللہ تو ہی مہتاب کو اندھیرے کی بکل سے نکالتا ہے تو ہی رات کو دن سے کشید کرتا ہے اور دھوپ سے چھاؤں کو کاٹتا ہے تو ہی دانشوروں اور دیدہ وروں کو بصارتوں کی دہلیز پر لا کھڑا کرتا ہے۔

میرے آقا تو اندیشہ سود و زیاں سے پاک ہے تو ہی لفظوں کو نکھرے معانی عطا کرتا ہے روشنی کے متلاشی رات کے سیل بے پناہ کو تو ہی خوش رنگ سویرے اور پستی اور ذلت کے قصوں کو امید و عزائم کی تابانی عطا کرتا ہے میرے اللہ تو ہی مایوسی کے گہرے سمندر میں امیدوں کے گوہر، آگہی کی شمعیں، تازگی علم و فن اور رعنائی فکر و خیال کے علم کھڑے کرتا ہے میرے اللہ میں تیرا ایک تھکا تھکا، لٹا لٹا، بجھا بجھا اور ٹوٹا پھوٹا عاجز و منکسر بندہ

تیرے سامنے سرنگوں ہوں اور التجا کرتا ہوں کہ دشمن کے مقابلے میں میری مدد اور نصرت عطا فرما مجھے اس قابل بنا کہ میں قہر بن کر دشمن کے نفس میں تاریکی اور اس کے قلب وجان میں حادثوں اور سانحوں کے طوفان بھر کے رکھ دوں میرے اللہ میں ہر قوت کو پس پشت ڈال کر تجھ سے ہی مدد کی درخواست کرتا ہوں اس لئے کہ تیری ہی ذات اس قابل ہے جس کی بندگی، عبادت کی جائے اور جسے مدد کے لئے پکارا جائے۔"

دعا مانگنے کے بعد سلطان رکن الدین اپنے گھوڑے پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا اور اس کی نگاہیں حرکت میں آتے دشمن کے لشکر پر جم کر رہ گئی تھیں اس کے دائیں بائیں امیر سیف الدین اور طرنطائی بھی بڑے مستعد تھے اور بڑے غور سے دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔

دوسری جانب نوبہ کے حکمران ڈیوڈ کے لشکر میں ایک عجیب طرح کا جوش اور ولولہ پایا جاتا تھا سلطان رکن الدین کی غیر موجودگی میں سلطان کے علاقوں میں گھس کر جو انہوں نے تباہی اور بربادی مچائی تھی اور کسی نے ان کی راہ نہ روکی تھی اس بنا پر ان کے حوصلے اور ولولے بے حد وکناں ہو کر رہ گئے تھے انہی ولولوں میں نوبہ کے حکمران ڈیوڈ نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا اور اس کا یہ حکم پاتے ہی اس کا لشکر خروش کے بے کنار سمندر، جسم کی دیواریں گراتی خون کی شریانوں کے جل تھل، گھمبیر اندھیروں کی بھٹکتی شب میں سیاہ کتابوں کے اڑتے اوراق کی طرح آگے بڑھا اور پھر سلطان کے لشکر پر ڈیوڈ نے روشنی کے شہروں پر ظلمتوں کی لہروں کے نزول، جسم وجان کے رابطے منقطع کرتی ہوس کی آگ۔ طوق وسلاسل توڑ کر اندیشوں کی موت پھیلاتی غموں کی دھوپ کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

نوبہ کے حکمران کے مقابلے میں سلطان نے اپنا جنگ کا لائحہ عمل بالکل بدل کے رکھ دیا تھا انہوں نے اپنے آپ کو دفاع تک محدود نہیں رکھا بلکہ جونہی ڈیوڈ اپنے لشکر کے مختلف حصوں کے ساتھ حملہ آور ہوا سلطان نے زوردار انداز میں تکبیریں بلند کرنا شروع کیں جو سیف الدین اور طرنطائی کی طرف اشارہ تھا کہ شروع ہی میں دشمن پر زوردار حملے کرتے ہوئے اسے ہلا کر رکھ دینا ہے۔

تکبیریں بلند کرنے کے بعد سلطان رکن الدین اپنے حصے کے لشکر کو بے سطوت وبے ننگ ونام بے زرو بے مایہ کر دینے والے بھوک وافلاس کے قہر، دل کبیدہ تن

دریدہ، سربریدہ اور خون چکیدہ کر دینے والے آدمیت کی قضا کی طرح آگے بڑھایا پھر سلطان نے ڈیوڈ کے لشکر کے وسطی حصے پر ہر تضاد اور ہر افتراق کو ختم کر دینے والی رعنائی فکر و خیال، ابتلا اور آزمائش کے مراحل کو ختم کر دینے والے افکار وآگہی کے طلسم اور جسم میں چبھتی روح کو ڈستی، کروٹیں لیتی ترنگ کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

سلطان رکن الدین کے حملہ آور ہونے کے بعد امیر سیف الدین حرکت میں آیا اور وہ دائیں جانب سے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بصارت اندھی سماعت بہری جذب واحساس کو منجمد کر دینے والی آتشیں لہروں، وصل کی ساعتوں، لمس کی لذتوں، جام کی گردشوں رقص ساغر کو تاریک عزم میں ڈبوتی ساحرانہ فضاؤں کی طرح اپنے حملوں کی ابتداء کر گیا تھا۔

امیر سیف الدین کے ساتھ ہی ساتھ امیر طرنطائی بھی دشمن کے دائیں پہلو پر گردنوں اور جسموں کے مینار کھڑے کرتی مرگ مسلسل کے فرمان، دہشت کی عفریت اور بگولوں کی صورت چھا جانے والے پارتھی دیوزادوں، اقصائے عالم میں زندگی کے طلسمی تصور کو کشت وخون میں اڑاتے اور شبستانوں کی ہر آسودگی کو مصائب کی صبر آزما گھاٹیوں میں پھینکتے عناصر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دونوں لشکروں کے یوں صحرائی حصے میں ٹکرانے کے باعث میدان جنگ ریزہ ریزہ ہو کر بکھرے اندھیروں کے حصار، بے تاب روحوں کی پکار، آسیب زدہ لمحوں اور ہوس کو اسیر قفس کرتی موت کی لہروں کا شکار ہو کے رہ گیا تھا۔

اپنے جوابی حملے میں جب سلطان رکن الدین، امیر سیف الدین اور امیر طرنطائی نے دشمن کے لشکر میں اس کی لاشوں کے ڈھیر اور انبار لگانا شروع کر دیئے تھے تب ڈیوڈ کے لشکری جن کے حوصلے مسلمانوں کے علاقوں میں بے روک ٹوک بڑھ آنے اور تباہی پھیلانے کی وجہ سے خوب بلند ہو چکے تھے ان کے اندر شکستگی کم حوصلگی اور بدنیتی رقص کرنے لگی تھی انہوں نے جب سلطان کے لشکریوں کا لڑنے کا انداز دیکھا تو وہ دنگ رہ گئے وہ دیکھ رہے تھے کہ سلطان کے لشکری پچھلی صفوں سے نکل کر اگلی صفوں کی طرف آنے میں انتہائی بے تابی اور تیزی کا مظاہرہ کر رہے تھے اور یہ بات ڈیوڈ کے لشکریوں کو حوصلہ شکن کرنے کے لئے کافی تھی سلطان رکن الدین کی جنوبی صحرائی حدوں کے اندر

ہولناک جنگ ہوئی اور اس جنگ میں نوبہ کے حکمران ڈیوڈ کو بدترین شکست ہوئی اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ بھاگ کھڑا ہوا لیکن سلطان رکن الدین اسے یوں بچ کر بھاگ جانے دینے والا نہ تھا لہذا پوری قوت اور خونخواری سے سلطان نے ڈیوڈ کا تعاقب کیا۔

سلطان رکن الدین کے ہاتھوں عبرت خیز شکست کھانے کے بعد نوبہ کا عیسائی حکمران ڈیوڈ اپنے دوسرے بڑے شہر دنقلہ کی طرف بھاگ اٹھا سلطان تعاقب کرتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے تھا اب صورتحال یہ تھی کہ اپنی سلطنت سے نکل کر سلطان ڈیوڈ کی سلطنت میں داخل ہو چکا تھا اور جس سمت آگے آگے بھاگتا ہوا ڈیوڈ جا رہا تھا راستے میں پڑے والی ہر شے کو سلطان تیز آندھی اور نہ رکنے والے طوفان کی طرح روندتا چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ سلطان کے آگے آگے بھاگتا ہوا ڈیوڈ دنقلہ شہر میں محصور ہو گیا تھا۔

سلطان بھی اسکے پیچھے پیچھے دنقلہ پہنچ گیا لیکن اس وقت تک ڈیوڈ نے شہر پناہ کے دروازے بند کر کے اپنے آپ کو محصور کر لیا تھا اس بنا پر سلطان نے اپنے لشکر کو دشمن کی سلطنت کے اندر دنقلہ شہر سے باہر پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا یہ سلطان کی طرف سے بڑی جرأت مندی دلیری اور بے خوفی کا مظاہرہ تھا وہ اپنی حدود سے نکل کر عین دشمن کی سلطنت کے وسط میں اس سے نبرد آزما ہو رہا تھا۔

جس وقت سلطان کے لشکر کا پڑاؤ ہو چکا تب سلطان نے اپنے خیمے کے سامنے ایک کھلی جگہ پر سیف الدین طرنطائی اور دیگر سالاروں کو بلایا جب وہ سلطان کے پاس آئے تو سلطان تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کیا۔

میرے رفیقو۔ میرے عزیزو۔ پہلے تو میں تم سب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ہم نے ڈیوڈ کو بدترین شکست دی اور میں تم سب کا شکر گزار بھی ہوں کہ ڈیوڈ کو شکست دینے میں تم سب نے اپنی کاروائیوں اور اپنے حملوں کو اپنے عروج پر رکھا۔

اب صورتحال یہ ہے کہ ڈیوڈ اپنے دوسرے بڑے شہر دنقلہ میں محصور ہو چکا ہے لیکن ہم نے اسے باہر نکال کے ہر صورت میں اسے عبرت خیز سبق دینا ہے میں نے اپنے دل میں تہیہ کر لیا ہے کہ ڈیوڈ کو زندہ گرفتار کروں گا اور اسے باز پرس کروں گا کہ میری غیر موجودگی میں وہ کیوں میری سلطنت پر حملہ آور ہونے کی جرأت اور جسارت کر گیا میں تم سب سے بھی یہی کہوں گا کہ اگر تم میں سے کسی کا ٹکراؤ براہ راست ڈیوڈ سے ہو تو اسے

قتل نہ کیا جائے بلکہ زندہ گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کیا جائے۔

میرے ساتھیو۔ شام تک لشکریوں کو آرام کرنے اور سستانے کا موقع فراہم کرو تاہم لشکر کا ایک حصہ مستعد رہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے دنقلہ شہر کے اندر ڈیوڈ کو کوئی تازہ دم لشکر مہیا ہو جائے اور وہ شہر سے باہر نکل کر اچانک ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے۔

اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو پھر رات کے وقت ہم دنقلہ شہر پر حملہ آور ہوں گے یہ حملہ صرف میں اور سیف الدین کریں گے رات کی تاریکی میں شہر پر حملہ آور ہوتے ہوئے ہم شہر کی فصیل پر قبضہ کرنے کے بعد دونوں شہر میں اتریں گے اور ڈیوڈ اور اس کے لشکریوں سے نبرد آزما ہوں گے۔

مجھے امید ہے کہ میں اور سیف الدین دونوں مل کر دنقلہ شہر میں ڈیوڈ اور اس کے لشکر کو بدترین شکست دیں گے ہمارے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد ظاہر ہے کہ ڈیوڈ دنقلہ شہر سے نکل کر اپنی جان بچانے کی خاطر بھاگے گا پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ شمال کی طرف نہیں بلکہ جنوب کی طرف بھاگے گا اس لئے کہ اس کا مرکزی شہر یہاں سے جنوب کی طرف ہے میں اور سیف الدین بھی شہر سے نکل کر اس کے تعاقب میں لگ جائیں گے طرنطائی میرے بیٹے تمہارا کام یہ ہو گا کہ جس وقت میں اور سیف الدین رات کی تاریکی میں دنقلہ شہر پر حملہ آور ہوں گے تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دنقلہ شہر کے جنوب میں کسی مناسب جگہ گھات میں بیٹھ جانا جب رات کی تاریکی میں ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد ڈیوڈ جنوب کی طرف بھاگے تب تم اس کی راہ روک کھڑے ہونا اس طرح رات کی تاریکی میں جب سامنے کی طرف سے تم پشت کی جانب سے میں اور سیف الدین حملہ آور ہوں گے تو اس طرح ڈیوڈ کے بھاگنے کی ساری راہیں مسدود ہو جائیں گی اور ہم اسے زندہ گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تم سب اپنے اپنے لشکریوں کو بھی یہ احکامات جاری کر دو کوئی بھی جنگ کے دوران ڈیوڈ کو قتل نہ کرے بس اسے گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کرے۔

جب سارے سالاروں نے سلطان رکن الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا تب سلطان نے حکم دیا کہ وہ واپس اپنے اپنے لشکریوں کی طرف چلے جائیں اور لشکریوں

کے آرام اور ان کے کھانے کا بھی انتظام کریں سب سالار سلطان کے سامنے سے ہٹ گئے تھے۔

OOOO

افق تا افق پھیلے اندھیروں کے اندر رات رہبر و رہزن کے درمیان تمیز مٹاتی بھاگتی جا رہی تھی مجالس خوباں اور محافل یاراں، کوچہ قاتل اور حلقہ عدو میں تبدیل ہو کر رہ گئے تھے اجالوں نے اندھیروں کا لباس پہن لیا تھا ہر شیئے شب گزیدہ صبح کو نور کی پوشاک پہنائے جانے کے انتظار میں تھی ہر آنکھ میں مستقبل کے رنگین ناچتے خواب گھومنے لگے تھے چاروں طرف سرد راتوں کے دلخراش لمحوں اور انتظار کی شمعوں جیسا سکوت، عذاب لمحوں اور حسرت زدہ تمناؤں کی آسودگی جیسی چپ تھی۔

دنقلہ شہر کی فصیل شب کی طرح تاریک تھی اور اس کے اوپر اور اطراف میں سوچوں کے آئینوں جیسی خاموش تھی ایسے میں فصیل کے شمال کی طرف سے لپنے لشکر کے ساتھ سلطان رکن الدین تابکاری شعاعوں، وقت کی گردشوں، حوادث کی بھٹیوں اور بجلیوں کے نگاہوں کے تہور کی طرح نمودار ہوا زوردار انداز میں اس نے لپنے لشکریوں کے ساتھ تکبریں بلند کرنا شروع کیں اور ان تکبیروں کے جواب میں سلطان رکن الدین کے لشکری احساس کی تختیوں پر آدمیت کی تعمیر اور علو ہمتی کی تعبیریں ثبت کرتے۔ مہر و محبت کے روشن ستاروں سے سجے پرچم اخوت بلند کرتے تقدیس کے عمامے شرافتوں کے لبادے، الفتوں کی قبائیں اڑاتے۔ مہیب و تاریک راستوں کو اپنی منزلوں کا سنگ نشان سنگ میل بناتے ہوئے فصیل پر حملہ آور ہوئے تھے۔

سلطان کے اگلے لشکر کے سپاہیوں نے دو دو ڈھالیں سنبھال رکھی تھیں ایک ایک ڈھال انہوں نے اپنی چھاتی پر باندھ رکھی تھی دوسری ڈھال انہوں نے لپنے چہرے کے سامنے کر رکھی تھی ان کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں جب کہ ان کی آڑ میں پچھلی صفوں کے لشکری بڑے تیز انداز میں دنقلہ شہر کی فصیل پر تیر اندازی کرنے لگے تھے۔

رات کی تاریکی میں سلطان رکن الدین کے یوں حملہ آور ہونے سے دنقلہ شہر کے محافظ گھبرا اٹھے تھے جوں جوں تکبیریں بلند ہوتی جارہی تھیں ان کے جگر چھلنی ہوتے جارہے تھے انہوں نے یہ خیال کیا کہ سلطان لپنے پورے لشکر کے ساتھ شمال کی طرف سے

حملہ آور ہو چکا ہے لہذا فصیل کے اوپر انہوں نے اپنی قوت کا زیادہ حصہ شمال کی طرف متعین کر دیا تھا۔

لیکن یہ سلطان رکن الدین کی چال تھی جس وقت سلطان شمال کی طرف سے حملہ آور ہوا تھا اسی وقت بڑی رازداری سے امیر سیف الدین مشرقی سمت سے فصیل کے قریب گیا تھا اس کے لشکریوں نے بھی دو دو ڈھالیں سنبھال رکھی تھیں تاکہ فصیل کے اوپر سے ان پر اگر تیر اندازی کی جائے تو وہ محفوظ رہیں جبکہ پچھلی صفوں نے اپنی کمانوں میں تیر جما رکھے تھے اور تیروں کی اس بارش میں اگلی صفوں کے کچھ سپاہیوں نے فصیل کے اوپر رسوں کی سیڑھیاں پھینک دی تھیں بس رسوں کی سیڑھیاں فصیل پر پھینکی جانی تھیں کہ امیر سیف الدین کے لشکری شراروں کی طرح دنقلہ شہر کی فصیل پر چڑھانا شروع ہو گئے تھے

فصیل کے اوپر نوبہ کے حکمران ڈیوڈ کے لشکریوں نے اپنی پوری کوشش کی کہ وہ فصیل کے اوپر چڑھنے والے مسلمانوں کو کسی نہ کسی صورت روک دیں لیکن انہیں بری اور پوری طرح ناکامی ہو رہی تھی امیر سیف الدین خود اور اس کے لشکری لمحوں کے اندر فصیل پر چڑھ گئے تھے اور فصیل کے چھوٹے سے ایک حصے پر جہاں انہوں نے رسوں کی سیڑھیاں پھینک رکھی تھیں قبضہ کرنے کے بعد دائیں بائیں سے حملہ آور ہوتے دنقلہ شہر کے محافظوں کو روک دیا تھا اتنی دیر تک امیر سیف الدین کا سارا لشکر فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور وہ دائیں بائیں فصیل پر پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔

فصیل کے اوپر اور شہر کے اندر آن کی آن میں یہ خبر پھیل گئی کہ سلطان رکن الدین کا سپہ سالار اعلیٰ امیر سیف الدین دنقلہ شہر کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا ہے بس یہ خبر اڑتے ہی فصیل کے اوپر سے سارے لشکری امیر سیف الدین پر حملہ آور ہونے کے لئے لپکے تھے۔

قبل اس کے کہ دنقلہ شہر کا سارا محافظ لشکر امیر سیف الدین پر ٹوٹ پڑتا امیر سیف الدین نے اس سمت کے لشکر کو اپنا ہدف بنانے کا تہیہ کیا جو سلطان رکن الدین کی طرف سے آرہا تھا اس سمت کے لشکر پر امیر سیف الدین آفتاب کے سینے اور مہتاب کی پیشانی پر چھا جانے والے گرد و غبار کے رقص، وقت کی کوکھ سے اچانک نمودار ہو جانے

والے وجدان کے طیور، ریت پر مرقوم تحریروں کو مٹاتے ۔ پتھروں کے پرجمال صنم کو توڑتے ۔ بت کدوں کے چراغ گل کرتے ازل سے ابد کی طرف رواں تاریخ کے بدترین طوفاں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

اپنے تیز حملوں سے امیر سیف الدین اپنے سامنے آنیوالے دشمن کو جانوروں کے گلوں کی طرح ہانکتا ہوا پیچھے لے جا رہا تھا اپنے لشکریوں کی پشت پر اس نے کچھ دستوں کو چوکس کر دیا تھا تاکہ پشت کی طرف سے اگر دشمن حملہ آور ہو تو دفاع کیا جا سکے۔

جتنی دیر تک امیر سیف الدین کے ساتھ دشمن پرزور انداز میں ٹکرایا تھا اتنی دیر تک سلطان رکن الدین بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ فصیل پر چڑھ گیا تھا اب فصیل پر دونوں طرف سے دشمن پر ضرب پڑنے لگی تھی اور لمحہ بہ لمحہ اس کی تعداد کم کرتی چلی جا رہی تھی۔

فصیل کے اوپر کافی دیر تک جنگ جاری رہی یہاں تک کہ فصیل کے اوپر جس قدر نوبہ کے حکمران ڈیوڈ کے محافظ تھے ان سب کا سلطان اور امیر سیف الدین نے قلع قمع کر دیا تھا پھر دونو اپنے متحدہ لشکر کو لے کر شہر میں اتر گئے تھے اور شہر کے اندر جو محافظ لشکر تھا اس سے ٹکرا گئے تھے۔

دونوں لشکروں کے شہر کے اندر ٹکراؤ کے باعث رات کی تاریکی میں ایسا محسوس ہونے لگا تھا جیسے شہر میں بہار و خزاں ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو گئے ہوں جیسے آگ و پانی کا ملاپ ہونے لگا ہو جیسے روشنی اور تیرگی ایک دوسرے سے دست و گریبان ہونا شروع ہو گئی ہوں اور آندھیوں کی زد میں گھرے گھاؤ لئے بے کل ہو کر تڑپ اٹھی ہوں رزمگاہ کی فکر انگیزی سایہ عفریت کی طرح چاروں طرف بڑی تیزی سے پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔

سلطان رکن الدین اور امیر سیف الدین ڈیوڈ کے ایک بڑے لشکر کو فصیل کے اوپر پہلے ہی تہہ تیغ کر چکے تھے اور لشکر کا وہ حصہ جو شہر کے اندر موجود تھا وہ زیادہ دیر تک سلطان رکن الدین اور امیر سیف الدین کا سامنا نہ کر سکا رات کی تاریکی میں ڈیوڈ نے جب یہ اندازہ لگایا کہ اگر وہ مزید مزاحمت کرتا ہے تو اس کے سارے کے سارے لشکر کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا لہذا اس خطرے کو سامنے رکھتے ہوئے اس نے اپنے کچھ

کچھ لشکر کو لیا اور شہر کے جنوبی راستے سے نکل کر وہ جنوب میں اپنے مرکزی شہر کی طرف بھاگا تھا لیکن لگتا تھا قسمت اور مقدر اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے اس لئے کہ دنقلہ شہر سے تھوڑے ہی فاصلے پر طرنطائی اپنے لشکر کے ساتھ اس کا استقبال کرنے کے لئے گھات لگائے بیٹھا تھا۔

مشرق میں اب صبح کے آثار پیدا ہونا شروع ہو گئے تھے ڈیوڈ اپنے لشکر کے ساتھ دنقلہ شہر سے لگ بھگ دو میل کے فاصلے پر گیا ہو گا کہ ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ طرنطائی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ فطرت کے جبر، طبقاتی تشدد، قبائیلی خشونت، متشددانہ نظریات کی سختی، دکھی اور ناآسودہ انسان کی درشتی کی طرح اپنی گھات سے نکلا ایک دم وہ ڈیوڈ کے لشکر کی راہ روک کھڑا ہوا پھر وقت ضائع کئے بغیر اس نے عظمتوں کے نشاں، فن کی صباحت، نقیب شعور، امین خرد کی طرح تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا اس کے بعد وہ ڈیوڈ کے لشکر پر شب کی تاریکیوں کو کاٹ دینے والے قانون تقدیس کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا اپنے پہلے ہی حملے میں ڈیوڈ کے محافظ دستوں کی کئی صفیں طرنطائی نے کاٹ کر رکھ دی تھیں اور اتنی دیر تک پشت کی جانب سے سلطان رکن الدین اور امیر سیف الدین بھی حملہ آور ہو گئے تھے یوں اس دو طرفہ حملے سے صبح ہونے تک ڈیوڈ کے لشکر کی حالت چہروں کو ترستے آئینوں، گریہ نیم شب، سوکھی بنجر زمیں، زرد مدقوق چہروں، سکوت شام میں لرزاں افق اور سہمی سہمی آوازوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔

ڈیوڈ زیادہ دیر تک سلطان رکن الدین، سیف الدین، اور طرنطائی کا سامنا نہ کر سکا اس کے ساتھ جس قدر لشکر تھا اس میں سے آدھے کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا باقی آدھا لشکر اسیر بنا لیا گیا ڈیوڈ کو بھی زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔

OOOO

جس وقت سورج طلوع ہوا اور سلطان کے لشکر نے پڑاؤ کر لیا تب نوبہ کے حکمران ڈیوڈ کو سلطان کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت سلطان کے پاس سیف الدین اور طرنطائی کے علاوہ دیگر سالار بھی بیٹھے ہوئے تھے جس وقت نوبہ کے عیسائی حکمران ڈیوڈ کو سلطان کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت اس کے ہاتھ اس کی پشت پر بندھے ہوئے تھے سلطان کے سامنے آنے کے بعد ڈیوڈ انتہائی شرمساری میں اپنی گردن کو جھکاتے ہوئے

سلطان کے سامنے ایک مجرم کی طرح کھڑا ہو گیا تھا۔

سلطان رکن الدین تھوڑی دیر تک بڑے غور سے ڈیوڈ کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے ان محافظوں کو مخاطب کیا۔

اس کے پشت پر بندھے ہوئے ہاتھ کھول دو تاکہ میں جب اس سے مخاطب ہوں تو یہ آسانی سے میری گفتگو کا جواب دے سکے سلطان کا حکم سنتے ہی ایک محافظ آگے بڑھا اور اس نے ڈیوڈ کی پشت پر بندھے ہوئے ہاتھ کھول دیئے تھے سلطان کے اس حکم پر ڈیوڈ نے شکر گزارانہ انداز میں سلطان کی طرف دیکھا تھا اس کے بعد اس کی گردن پھر جھک گئی تھی اس موقع پر سلطان نے اسے مخاطب کیا۔

ڈیوڈ کیا تو تسلیم کرتا ہے کہ تیرے ساتھ ٹکراؤ میں ہم نے تیرے دل کی بستی کو ویران ۔ تیر نگاہوں کی پستی کو عیاں ۔ تیری ہستی کے گمان کو خار خار اور تیرے خوابوں کی نگری کو دلدل بنا کر رکھ دیا ہے ذرا اپنی حالت غور سے دیکھ تیری آنکھوں کی بے رنگ تہوں میں ہجر رتوں کے دکھ بھر دیئے ہیں تیرے ظلم کے گہرے اندھیرے ہم نے مٹائے تیرے رنگوں کے میلے، تیرے خوشبوؤں کے ریلے ویران کئے اور تجھے ہجر کے صدموں اور شباب کے آخری لمحوں کی سی جراحتوں سے دوچار کر کے رکھا گیا تو ہمارے مقابلے میں اپنی بدترین شکست اور ناکامی کو تسلیم کرتا ہے۔

اس موقع پر ڈیوڈ نے اپنی گردن سیدھی کی بڑی شرمندگی سے سلطان کی طرف دیکھا پھر اس کی ڈوبی ڈوبی سی آواز بلند ہوئی۔

سلطان محترم ۔ میں آپ کے سامنے اپنی شکست اپنی ناکامی کو تسلیم کرتا ہوں میں اس بات کو بھی مانتا ہوں کہ آپ اور آپ کے لشکری وہ آندھی، وہ نہ تھمنے والا طوفان ہیں جن کے سامنے بند نہیں باندھا جا سکتا میں نے آپ کے خلاف جنگوں کا سلسلہ شروع کیا اس کے لئے میں شرمندہ ہوں اور معافی کا طلبگار ہوں۔

سلطان نے پھر ڈیوڈ کو مخاطب کیا۔

ماضی میں تم اپنی سرحدوں کے اندر رہ کر پرامن دن گذارتے رہے یہ کہو تمہیں کس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھانے کے لئے انگیخت دی سلطان رکن الدین کے اس سوال پر ڈیوڈ نے عجیب بے بسی میں تھوڑی دیر کے لئے سلطان کی طرف دیکھا پھر اس کی

آواز سنائی دی۔

سلطان محترم ۔ آپ اس بات کو تسلیم کریں گے کہ ایک ہمسائے کی حیثیت سے میں ہمیشہ آپ کے سامنے دب کر رہا کبھی آپ کے خلاف میں نے تلوار بے نیام کرنے کی جرأت نہیں کی لیکن برا ہو بحرہ روم کے کنارے نصرانی قلعوں کا کہ ان کے حکمرانوں نے پے در پے میری طرف پیغام بھجوائے اور مجھے آپ کی سرزمین پر حملہ آور ہونے کا مشورہ دیا انہوں نے یہیں تک اکتفا نہیں کیا انہوں نے پاپائے اعظم کلیمنٹ کی طرف بھی پیغام بھجوایا اور ایک قاصد پاپائے روم کی طرف سے آیا اور مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں اپنی پوری طاقت اور قوت سے سلطان رکن الدین کی مملکت پر حملہ آور ہو جاؤں۔

سب کا یہ خیال تھا کہ آپ جب شمالی قوتوں سے نبرد آزما ہوں گے اور میں پشت کی طرف سے حملہ آور ہو جاؤں گا تو سلطان دوطرفہ حملوں کا خاطر خواہ جواب نہیں دے سکے گا اور نصرانی دنیا کے سامنے دبنے پر مجبور ہو گا اور اس سے من مانی شرائط منوائی جا سکیں گی لیکن میں سمجھتا ہوں دنیا کے اندر کوئی ایسی نصرانی طاقت اور قوت نہیں ہے جو آپ کو اپنے سامنے زیر کر سکے سلطان محترم میں آپ اور آپ کے لشکریوں کی شجاعت دلیری بیباکی کو سلام کرتا ہوں اور آپ سے یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ میری اس گستاخی کو معاف کیا جائے آئندہ میں ہمیشہ کے لئے جب تک زندہ رہا آپ کا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہوں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ڈیوڈ خاموش ہو گیا اس کی گفتگو کے سامنے سلطان تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے سیف الدین اور طرنطائی کے ساتھ رازدارانہ انداز میں مشورہ کیا اس کے بعد سلطان کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اور ڈیوڈ کو سلطان نے پھر مخاطب کیا۔

ڈیوڈ میں جس کا عبد ہوں وہ بڑا رحمان بڑا رحیم ہے میں جس کا بندہ ہوں وہ ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے لہذا اس کی ان صفات کے صدقے ڈیوڈ میں تمہیں معاف کرتا ہوں پر یاد رکھو آئندہ اگر تم نے میرے خلاف ہتھیار اٹھانے کی کوشش کی یا میری حدود کے اندر گھس کر یلغار اور ترکتاز کرنا چاہی یا اپنی قوت کو مزید مستحکم کرتے ہوئے میرے لئے خطرات کھڑے کرنے کی

کوشش کی تو یاد رکھنا میں تیرے ملک میں ایسا گھسوں گا کہ پھر یہاں سے نکلوں گا نہیں اور اسے اپنی مملکت میں شامل کر کے رہوں گا اب تم جاسکتے ہو معاف کئے جانے پر ڈیوڈ بے حد خوش تھا شکر گذار نگاہوں سے اس نے سلطان کی طرف دیکھا پھر بھرائی ہوئی سی آواز سنائی دی سلطان محترم ۔ جب تک میں زندہ رہوں گا ہمیشہ آپ کا ممنون اور شکر گذار رہوں گا قسم یسوع مسیح کی اگر آئندہ مجھے کبھی قوت سے جنگ کرنا پڑی تو میں اس قوت سے جنگ کروں گا جو آپ کی دشمن بن کر نمودار ہو گی ایک بار پھر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کے اس رحمدلانہ فیصلے کو سلام کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی ڈیوڈ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

تھوری دیر بعد ڈیوڈ اپنے بچے کھچے لشکر کیساتھ اپنے مرکزی شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا جبکہ سلطان نے بھی اپنا پڑاؤ اٹھایا پھر وہ قاہرہ کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

قاہرہ شہر کی حالت آج عکس در عکس نغمات کے صد رنگ بچھونے، رنگین آنچل، شبنمی سائیبانوں، کرنوں کے بنجارے چاند اور ٹھٹھرتے یخ بستہ برفیلے راستوں پر سکھ چین کی برکھا جیسی ہو رہی تھی اس لئے کہ آج رودہ سے امیر طرنطائی کی شادی کا دن تھا۔

شہر کی گلیاں ۔ کوچے ۔ لب و رخسار کے سیل ۔ محو رقص کوہ قاف کی شگوفیوں اور بوئے گلاب جیسے ہو رہے تھے جبکہ اولیاس کی حویلی کی حالت بھی عجیب تھی شہر کے معززین کی عورتیں اور لڑکیوں کا ایک ہجوم تھا جو اولیاس کی حویلی میں جمع تھا۔ لگتا تھا اولیاس کی حویلی میں خوشبو بھرے الفاظ، رنگوں کی قوسیں، بہاروں کے لباس، صندلی نقوش اور فردوس کے خوش رنگ طیور جمع ہو گئے تھے۔

شام سے تھوڑی دیر پہلے سلطان رکن الدین، سیف الدین دیگر سالار اور سارے علماء قضا اور دیگر معززین شہر کی موجودگی میں امیر طرنطائی اور رودہ کا نکاح پڑھا دیا گیا تھا سلطان رکن الدین نے طرنطائی کو اپنے بیٹے کی حیثیت سے جہاں بہت سے قیمتی اور انگنت تحائف سے نواز وہاں طرنطائی اور رودہ دونوں میاں بیوی کے لئے سلطان نے ایک شاہی بگھی بھی مہیا کی تھی امیر سیف الدین اور شہر کے دیگر معززین مہمانوں کی طرف سے بھی دونوں میاں بیوی کے لئے بے شمار تحائف پیش کئے گئے تھے۔

سورج غروب ہونے کے تھوڑی دیر بعد جب سارے مہمان اولیاس کی حویلی سے رخصت ہو گئے تب اولیاس، آموص، سفتونہ اور سمیر طرنطائی اور رودہ کو لے کر اپنی

حویلی کے دیوان خانے میں آئے اس سے پہلے اولیاس، آموص، سفتونہ اور سمیر آپس میں کچھ صلاح و مشورہ کر چکے تھے جس وقت وہ سب دیوان خانے میں داخل ہوئے تو اولیاس نے طرنطائی اور رودہ دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا بچو۔ یہ سامنے والی نشست پر بیٹھو میں تم دونوں سے ایک نہایت اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

امیر طرنطائی فوراً ایک نشست پر بیٹھ گیا جبکہ رودہ ذرا فاصلے پر ہٹ کر بیٹھ گئی تھی اس موقع پر اولیاس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے رودہ کو مخاطب کرکے کہا۔

رودہ میری بیٹی۔ اب تو امیر طرنطائی کی بیوی اس کی ساتھی اس کی رفیق ہے تو تو بالکل ہی اجنبیوں کی طرح پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئی ہے میں نے تم دونوں سے کہا تھا کہ تم دونوں ایک ساتھ یکجان ہو کے میرے سامنے بیٹھو تاکہ جس موضوع پر میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں اس کی ابتدا کرسکوں۔

اپنے نانا اولیاس کی اس گفتگو سے حسین و خوبصورت رودہ شرم میں ستارہ، قوس قزح، چاند، کہکشاں، کرن، کچنار کلی اور کیف خماریں سی ہو کے رہ گئی تھی حیا میں وہ اپنے گھر والوں کے سامنے چونکہ ایسی گفتگو سننے کی عادی نہیں تھی لہذا وہ بے چاری دوہری ہوتی ہوئی رنگین بشکل گلاب ہو گئی تھی گلابوں جیسے سرخ اس کے چہرے پر اس سے غزلوں کے روپ حریم دل کے مدھ بھرے راگ اور کرن کرن میں چھلکتے رنگ جمال رقص کر گئے تھے۔

اپنے نانا کے ان الفاظ سے اس کی عروس فطرت آنکھوں میں لذت محبت کی گرمی، جمال درخشاں، شبنمی لوریوں کی کہانیاں، آرزوؤں کی آبشاروں سے بھرپور سرار بھر گئے تھے جبکہ اس کے ہونٹوں کی سرخ کپکپاہٹ اور لبوں کی بھیگی کلیوں پر گیتوں کی تانیں وصال کے خواب اور مدھ بھرا ترنم اپنا رنگ جما گئے تھے۔

اپنے نانا کے کہنے پر رودہ اپنی جگہ سے اٹھی اور بالکل امیر طرنطائی کے قریب اس کے جسم سے جسم اور پہلو سے پہلو ملاتے ہوئے بیٹھ گئی تھی چونکہ زندگی میں پہلی بار وہ سب کی موجودگی میں یوں امیر طرنطائی کے اس قدر قریب ہو کر بیٹھی تھی لہذا اس کا شباب میں مہکتے پھول جیسا جسم، لہکتی شاخ گل، صبح کی کرنوں کی پھوار، شام پر محیط کپکپاتی شفق،

اور نکہت لالہ و گل پر لہراتے چندا سے روپ جیسا ہو کے رہ گیا تھا۔ اس سے اس کے خوشبو سے معطر نفس کی آنچ میں صندلی سبک جھونکے اور تمناؤں کی کہکشائیں بھر گئی تھیں اس کے تخیل کی کرنوں میں رس بھرے خوابوں کا ہجوم اور لذت کش شبنم کا نزول اتر آیا تھا جبکہ اس کے لہو کی حرارت میں دل آویز رنگینیاں ساغر مہتاب کی سی کیف و مستیاں حلول کر گئی تھیں۔

تھوڑی دیر تک دیوان خانے میں خاموشی رہی اس کے بعد رودہ کا نانا اولیاس پھر بول پڑا۔

رودہ میری بیٹی میں نے تیری نانی سفتونہ تیرے باپ آموص اور بھائی سمیر کے ساتھ مل کر ایک فیصلہ کیا ہے اور اس فیصلے کا آغاز اور انجام ہم نے تم پر چھوڑا ہے اس کے ساتھ ہی ٹین کے ایک خول کے اندر سے اولیاس نے دو کاغذ نکالے اور باری باری انہیں کھولتے ہوئے اس نے رودہ کے سامنے رکھ دیئے ساتھ ہی اس نے رودہ کو مخاطب بھی کیا تھا۔

رودہ میری بیٹی یہ تیرے سامنے دو کاغذ پڑے ہیں یہ دو وصیتیں ہیں ایک کاغذ پر لکھی وصیت میری طرف سے ہے دوسرے کاغذ پر جو وصیت ہے وہ تیرے باپ آموص کی طرف سے ہے سن میری بیٹی جو وصیت میری طرف سے تیرے نام ہے اس میں میں نے اپنی یہ حویلی اور قاہرہ شہر میں جو میرا تجارت کا کاروبار ہے وہ میں نے تیرے اور امیر طرنطائی کے نام کر دیا ہے دوسری وصیت تیرے باپ کی طرف سے اس میں اس نے سوسہ شہر کے اندر جو اس کی حویلی زمین اور باغات ہیں وہ تیرے نام کئے ہیں بیٹی اب فیصلہ ہم تم پر چھوڑتے ہیں کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو قبول کر لو چاہے تو میری حویلی اور میرا جو تجارت کا کاروبار ہے اسے پسند کر لو چاہے سوسہ میں اپنے باپ کی حویلی باغات اور زمین لینا پسند کر لو دونوں میں سے ایک چیز تم لے سکتی ہو اور دوسری وصیت پھاڑنے کے بعد وہ سارا کاروبار ہم تیرے بھائی سمیر کے نام کر دیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد بوڑھا اولیاس جب خاموش ہوا تو رودہ نے اپنے ہاتھ بڑھائے دونوں کاغذ اٹھا کر اس نے باری باری پڑھے پھر دونوں کاغذ اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے امیر طرنطائی کی طرف بڑھائے اور سوالیہ اور جواب طلب نگاہوں سے اس کی طرف

دیکھنے لگی تھی۔

امیر طرنطائی نے وصیت کے وہ دونو کاغذ لے لئے پہلے غور سے ان دونوں کاغذوں کو پڑھا پھران دونوں کاغذوں کو یکجا کیا اور انہیں پھاڑ کر ان دونوں کاغذوں کے اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے امیر طرنطائی کی اس حرکت پر جہاں اولیاس آموص سفتونہ اور سمیر حیرت زدہ تھے وہاں رودہ بھی طرنطائی کی طرف بڑے پریشان کن انداز میں دیکھ رہی تھی اس موقع پر دیوان خانے میں امیر طرنطائی کی آواز گونج گئی تھی۔

اولیاس میرے بزرگ یہ دونو وصیت نامے لکھ کر آپ نے اپنی طرف سے رودہ سے محبت اور چاہت کا اظہار کیا تھا اس کے لئے میں آپ کا انتہا درجہ کا شکر گزار ہوں لیکن میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا بزرگ اولیاس آپ جانتے ہیں میں ایک غلام تھا ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ بکتا رہا کوئی میرا قریبی عزیز اور رشتہ دار بھی نہ تھا میری زندگی ایسے ماحول میں گہری رات کی ظلمت سے مختلف نہ تھی آپ نے رودہ کو مجھے دے کر صبح نور کی بشارت دی ہے میں اس سے قبل ویرانوں میں رکھے جھلملاتے دیپ جیسا تھا جسے رودہ کی صورت میں دھڑکتے جاگتے جذبوں کی ضو عطا کر دی گئی ہے۔

بزرگ اولیاس میں راتوں کی ظلمت میں ہیولوں کی طرح کھڑا پیڑ، زمین میں اڑتے بگولوں کے خاکوں اور گلیوں میں ناچتی اس وحشت جیسا تھا جس میں نہ کوئی ستارہ تھا نہ کوئی چاند، رودہ کو آپ نے مجھے دے کر میرے انتہائے خیال کو نگہتوں کا کمال اور معطر لمس عطا کر دیا ہے میں اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہوں کہ پہلے اپنے قلب کے سوا میرا کوئی مونس کوئی غمخوار نہ تھا اب رودہ میرے ساتھ میری زیست کی کہکشاں بن کے رہے گی۔

محترم اولیاس ۔ کچھ دھنک رنگ خدوخال اور چہرے ایسے بھی ہوتے ہیں جو آئینوں کو بے عکس کرتے ہیں جن کے سنورنے سے آئینے سنورتے ہیں کچھ چہرے ایسے بھی ہوتے ہیں جو پھیلتے غم بکھرتے اعصاب کو آسودہ جان کرتے ہیں کچھ چہرے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی روشنی رنگ اور خوشبو بند دریچوں سے بھی در آتے ہیں انہی چہروں جیسا ایک چہرہ رودہ کا بھی ہے جو اب میری بیوی ہے میری زندگی کا ساتھی ہے رودہ شادی کے بعد اب میری روح کی سیرابی اور آسودگیوں کا علم ہے میں اسے اپنے ساتھ محبت میں وقار کے ضابطوں کیساتھ رکھنا چاہتا ہوں اب جبکہ آپ اسے میرے حوالے کر چکے ہیں میری زندگی کی ساتھی

میری بیوی بنا چکے ہیں تو جو کچھ آپ کے پاس ہے اس پر رودہ کا کوئی حق میں تسلیم نہیں کرتا

اولیاس میرے بزرگ رودہ کی ماں آپ کی بیٹی تھی اور اس کا بیٹا آپ کا نواسا سمیر موجود ہے جو کچھ آپ کے پاس موجود ہے یا جو کچھ رودہ کے باپ آموص کے پاس ہے اس کا واحد مالک ووارث سمیر ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ شادی سے پہلے رودہ ان سب اشیاء پر ملکیت رکھتی تھی لیکن اب نہیں اب یہ طرنطائی کی بیوی ہے جو کچھ طرنطائی کے پاس ہے اب اسی کی یہ مالک ہے لہذا میں آپ یا بزرگ آموص کی طرف سے رودہ کے لئے کسی بھی چیز کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنے ہی وسائل میں رودہ کو خوش اور مطمئن رکھنے میں کامیاب رہوں گا۔

امیر طرنطائی کی اس گفتگو سے رودہ عجیب سے پیار اور چاہت بھرے انداز میں طرنطائی کی طرف دیکھے جا رہی تھی اس کے چہرے اور اس کی آنکھوں میں امیر طرنطائی کے لئے عجیب چاہت اور تفاخر بھرے جذبے تھے اس موقع پر رودہ کا چھوٹا بھائی سمیر بول پڑا۔

امیر طرنطائی جو کچھ آپ نے کہا وہ درست ہے لیکن اگر میں اپنی مرضی اور اپنی خوشی سے اپنے باپ یا اپنے نانا کی جائیداد میں سے کچھ اپنی بہن رودہ کے حق میں دستبردار ہو جاؤں تب ۔ امیر طرنطائی جو دو وصیتیں لکھ کر آپ اور رودہ کے سامنے پیش کی گئی تھیں ان میں سے آپ دونوں مل کر اگر ایک کو قبول کر لیتے تو یقیناً وہ میری خوشی کا باعث ہوتا اس پر طرنطائی فوراً بول پڑا۔

سمیر میرے بھائی میں تمہاری اس گفتگو کا شکر گزار ہوں لیکن اپنے باپ اور نانا کے تم واحد وارث ہو میرے بھائی رودہ اب اپنے گھر میں رہے گی اور مجھے امید ہے کہ وہاں طرنطائی کی حویلی میں اسے کسی شے کی کمی محسوس نہ ہو گی اس موقع پر سفتونہ بول پڑی

طرنطائی میرے بیٹے تم نے جو خلوص جو بے غرضی کا مظاہرہ کیا ہے میرے بیٹے ایسا بہت کم لوگ کرتے ہیں میری دعا ہے کہ تم دونوں ہمیشہ خوش اور باتفاق رہو میرے بیٹے میری اولیاس، آموص اور سمیر سب کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہی سفتونہ نے آموص کی طرف دیکھتے ہوئے کہا آموص میرے بیٹے بگھی تیار کرواؤ تاکہ اس

میں بیٹھ کر رودہ اور طرنطائی دونوں میاں بیوی اپنی حویلی میں جائیں آموص فوراً اپنی جگہ پر اٹھا اور باہر نکل گیا تھا سمیر بھی اس کے ساتھ چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد آموص لوٹا اور بگھی کے تیار ہونے کی اطلاع دی جسے سنتے ہی سفتونہ اور اولیاس دونوں اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے پھر سفتونہ نے طرنطائی اور رودہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا میرے بچو۔ میرے ساتھ آؤ اس کے ساتھ ہی طرنطائی اور رودہ نے ایک بار گہری نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا دونوں اٹھ کھڑے ہوئے پھر وہ پہلو بہ پہلو چلتے اولیاس اور سفتونہ کے پیچھے ہو لئے تھے۔

جب وہ سب حویلی سے نکل کر باہر آئے تو دو گھوڑوں کی بگھی گلی میں کھڑی تھی یہ وہی بگھی تھی جو سلطان رکن الدین کی طرف سے رودہ اور طرنطائی کو تحفہ میں دی گئی تھی پھر سفتونہ کے کہنے پر طرنطائی اور رودہ دونوں میاں بیوی بگھی میں بیٹھ گئے طرنطائی نے بگھی کے گھوڑوں کو ہانک دیا یوں طرنطائی اور رودہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے اپنی حویلی کی طرف چلے گئے تھے۔

OOOO

نوبہ کی شاندار فتح کے بعد سلطان رکن الدین نے منگولوں کی طرف توجہ دی عام حالات میں شاید وہ ان کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے اس قدر جلدی اور سرعت سے کام نہ لیتا لیکن پچھلے کچھ ماہ سے منگولوں نے ایسا رویہ اختیار کر رکھا تھا کہ منگولوں کے مقابلے میں سلطان کے قاہرہ میں خاموش بیٹھے رہنا مشکل اور ناقابل برداشت ہو گیا تھا۔

ہلاکو کی موت کے بعد منگولوں کی قیادت اس کے بیٹے اباقاخان نے سنبھال لی تھی اور ان کا مرکز مراغہ شہر تھا اباقاخان اپنے باپ ہلاکو خان سے بھی زیادہ عیسائیت نواز اور اسلام دشمن تھا اور آرمینیا اور فلسطین و شام کے صلیبیوں سے اس کے گہرے اور دوستانہ تعلقات تھے لیکن یہ سارے حلیف بھی اسے سلطان رکن الدین کی ہولناک یلغار اور بے روک ترکتاز سے نہ بچا سکے۔

سلطان رکن الدین پر حملہ آور ہونے کے لئے اباقاخان نے بے پناہ جنگی تیاریوں کی تکمیل کر لی تھی اسے اس بات کا سخت صدمہ تھا کہ بحیرہ روم کے کنارے نصرانی قلعوں اور شہروں پر حملہ آور ہوتے ہی یکے بعد دیگرے سلطان رکن الدین نے ان

سب پر قبضہ کر لیا ہے اسے انطاکیہ شہر کے فتح ہونے کا بھی غم تھا اس لئے کہ انطاکیہ شہر ایشیا میں عیسائیت کا مرکز اور بڑا مستحکم قلعہ خیال کیا جاتا تھا

اس کے بعد سلطان رکن الدین نے یکے بعد دیگرے جب افریقہ میں فرانس کے بادشاہ لوئی نہم کو بدترین شکست دی اور وہ جنگ میں مارا گیا اور اس کے بعد افریقہ میں سوڈان کے ریگزاروں اور دشت میں وہاں کے بادشاہ ڈیوڈ کو بھی سلطان نے بدترین شکست دیکر ایک قیدی کی حیثیت سے اپنے سامنے پیش ہونے پر مجبور کیا تو منگولوں کے عیسائی حکمران اباقاخان کا غصہ سلطان رکن الدین کے خلاف اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا لہذا وہ سلطان پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تولنے لگا تھا

اباقاخان کو یہ فہم ہو گیا تھا کہ اس کے ٹڈی دل لشکر کے مقابلے میں چونکہ سلطان رکن الدین کے لشکر کی تعداد کم ہے لہذا وہ سلطان رکن الدین کو شکست دے کر نہ صرف یہ کہ سلطان کی قوت اور طاقت کا خاتمہ کر دے گا بلکہ ماضی میں سلطان رکن الدین نے جو اس کے باپ ہلاکو خان کو بدترین شکست دی تھی اس کا بھی انتقام لے لے گا

سلطان رکن الدین سے ٹکرانے اور حملہ آور ہونے سے پہلے اباقاخان نے یورپ کے عیسائی حکمرانوں سے برابر نامہ و پیام جاری رکھا اور انہیں سلطان رکن الدین کے خلاف لشکر کشی پر آمادہ کرنے کی حتی المقدور کوشش کی اس کے ایک ایسے ہی خط کے جواب میں انگلستان کے بادشاہ ایڈورڈ نے 26 جنوری 1275ء کو جو خط لکھا وہ منگولوں اور یورپ کے عیسائی حکمرانوں کے باہمی تعلقات پر بڑی گہری اور بخوبی روشنی ڈالتا ہے یہ خط اب تک محفوظ ہے اور اس کا مضمون کچھ یوں ہے

پادری ڈیوڈ ہمارے درمیان میں پہنچا اور اس نے ہمیں وہ خطوط دکھائے جو آپ نے مقدس باپ پاپائے اعظم اور یورپ کے دوسرے فرمانرواؤں کو بھیجے ہیں ان خطوط میں آپ نے دین مسیح کے ساتھ جس محبت کا اظہار کیا ہے ہم اس کی قدر کرتے ہیں ہم آپ کے مبارک عزم کو بھی سراہتے ہیں جو آپ ارض مقدس کو دین مسیح کے دشمنوں کے پنجے سے چھڑانے کے لئے رکھتے ہیں ہم آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ اس مبارک ارادے کو ضرور عملی جامہ پہنائیں اپنے بارے میں ہم فی الحال یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ارض مقدس کب پہنچ سکیں گے کیونکہ ابھی تک پاپائے اعظم کسی فیصلے پر نہیں پہنچے۔

یہ تھا وہ خط جو انگلستان کے حکمرانوں نے منگولوں کے حکمران اباقاخان کے نام لکھا تھا اپنی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد اباقاخان نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اسے حرکت میں لایا پھر فلسطین شام اور آرمینیہ کی سرحدوں کے ساتھ ساتھ اس نے وسیع پیمانے پر نقل وحرکت شروع کر دی تھی شاید ایسا کر کے وہ سلطان پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ سلطان کے مقابلے میں بیک وقت اس کے لئے کئی محاذ کھول سکتا ہے

لیکن سلطان ایسی زبانی دھمکیوں سے خوفزدہ نہیں ہونے والا تھا سلطان کو جب خبر ہوئی کہ منگولوں کے حکمران اباقاخان نے فلسطین شام اور آرمینیہ کی سرحدوں پر اپنے لشکریوں کے ساتھ نقل وحرکت شروع کر دی ہے تو سلطان اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے قاہرہ سے نکلا سینکڑوں میل کا پر صعوبت سفر کرنے کے بعد وہ ایشیا کوچک میں داخل ہوا منگولوں کا حکمران اباقاخان اس وقت اپنے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ابلستین کے مقام پر ڈیرے ڈالے ہوئے تھا اور سلطان رکن الدین بھی ابلستین ہی میں آندھی اور طوفان کی طرح پہنچا اور اباقاخان کے سامنے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا

ابلستین نام کا یہ مقام فلسطین اور شام کی سرحد کے قریب واقع تھا اور اسی مقام سے متصل بیرالقاب نام کے میدان میں دونوں لشکر ایک دوسرے سے جنگ کرنے کے لئے پڑاؤ کر چکے تھے

سلطان رکن الدین کے میدان جنگ میں پہنچنے کے دوسرے ہی روز صبح ہی صبح منگولوں کے لشکر میں جنگ کے طبل بجنے لگے تھے جو اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے کہ ہلاکو خان کا بیٹا اباقاخان جنگ کی ابتدا کرنا چاہتا ہے یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان رکن الدین نے بھی بڑی تیزی سے اپنے لشکر کو استوار کیا اور اس کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں جب تک اباقاخان کے لشکر میں جنگ کے طبل بجتے رہے اور خونخوار آوازوں میں نعرے لگتے رہے سلطان نے سیف الدین طرنطائی حسام الدین اور دیگر سالاروں کو اپنے پاس جمع کیا اور کافی دیر تک پیش آنے والی جنگ سے متعلق ان سے صلاح مشورہ اور گفتگو کرتے رہے اس کے بعد سارے سالاروں کو انہوں نے اپنے اپنے لشکر کے حصوں کی طرف جانے کا حکم دے دیا تھا

اب سلطان رکن الدین کے لشکر کی حالت کچھ یوں تھی کہ سلطان نے اپنے

حصے کے لشکر کو وسط میں رکھا تھا دائیں جانب امیر سیف الدین تھا اور بائیں جانب طرنطائی تھا گویا سلطان نے اپنے لشکر کو تین ہی حصوں میں تقسیم کیا تھا حسام الدین کو اپنے نائب کی حیثیت سے سلطان رکن الدین نے اپنے ساتھ رکھ لیا تھا

سلطان رکن الدین اور اس کے سالار اپنے اپنے حصوں کے لشکریوں کے سامنے مستعد اور تیار کھڑے تھے شاید سلطان جنگ کی ابتدا نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ وہ اس بات کی امید رکھتے تھے کہ جنگ کی یہ ابتداء اباقاخان ہی کی طرف سے ہو اور یہ سارا لائحہ عمل انہوں نے اپنے سالاروں سے مشورے کے بعد ہی طے کیا تھا اسی بنا پر سلطان اپنے لشکر کے ساتھ بالکل پر سکون شاید اس انتظار میں تھا کہ کب منگول ان پر حملہ آور ہوں اور وہ اپنا ہاتھ اور اپنا رنگ دکھائیں

تھوڑی دیر بعد اباقاخان اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا جفا و شقاوت کے خوگر منگول تاریخ عالم کی روح کو ہیولوں کے ہالوں میں بدلنے والے بے بصر وحشی انسان سلطان رکن الدین پر حملہ آور ہونے کے لئے وسوسوں کے پرتو اور رہزن امید وہوش کی طرح آگے بڑھے تھے پھر دیکھتے ہی دیکھتے اباقاخان اور اپنے دوسرے کمانداروں کی سربراہی میں خونخوار اور انسانی جان کے دشمن منگول تپتے طوفانوں کے ریلے، جذبات وجوانی کے وفور ماگھ کی کالی رات اور عرض حیات کی دیمک کی طرح سلطان رکن الدین کے لشکر پر ٹوٹ پڑے تھے

اپنے تیز اور خونخوار حملوں سے منگولوں نے میدان جنگ کو چھلاوں کا دیس پچھلپائیوں کا مسکن روگ بھرا سنسار اور گھور سیاہ جیون بنا کے رکھ دیا تھا وہ موج وگرداب مناظرہ موت وحیات اور انتہائے فریب کی بازگشت کے جہاں کی طرح ادھر ادھر بھاگتے ہوئے حملہ آور ہو رہے تھے میدان جنگ میں چاروں طرف دل کی خستگی۔ رگ رگ میں مچلتے جذبات کا عالم اور خواہشوں کا ایک ہیجان برپا ہو گیا تھا

سلطان رکن الدین امیر سیف الدین اور امیر طرنطائی تھوڑی دیر تک جم کر منگولوں کا مقابلہ کرتے رہے جس سے منگولوں نے بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ سلطان رکن الدین اور اس کے لشکریوں کو تیز اور خونخوار حملے کرتے ہوئے پسپا کرنا اتنا آسان نہیں جتنا منگولوں نے گمان کر لیا تھا تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد منگولوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور

وہ بری طرح وحشیانہ انداز میں نعرے بازی کرنے لگے تھے اس لئے کہ لشکر کا وہ حصہ جو خود سلطان رکن الدین کی کمانداری میں تھا آہستہ آہستہ پسپا ہونا شروع ہو گیا تھا امیر سیف الدین اور طرنطائی بھی پسپائی اختیار کئے ہوئے تھے لیکن ان دونوں کی پسپائی کی رفتار کافی سست اور دھیمی تھی جبکہ سلطان رکن الدین کا لشکر بڑی تیزی سے پسپا ہو کر پیچھے ہٹتا تھا اس پسپائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اباقا خان نے اپنے لشکریوں کو للکارا تا کہ اپنے حملوں میں مزید تیزی پیدا کریں اور پسپائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سلطان رکن الدین اور اس کے سالاروں کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں

لیکن اباقا خان اور اس کے لشکری شاید نہیں جانتے تھے کہ عنقریب اہرمن کی ڈھالیں یزدان کی تلواروں سے کٹنے والی ہیں اور یہ کہ بشاشت زوال پذیر گردش شام و سحر اور فریب امید کے سنگیت میں ڈوبنے والی ہے۔ شاید وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ دہر کے آشوب خانے میں شعور کا فقدان۔ زیست کا آشوب اور بے یقینی کا سماں نزول کرنے والا ہے دشمن پر آندھل جھپٹ کرنے والے خونخوار منگول بے خبر تھے کہ عنقریب نظروں کے مرکز تبدیل ہونے والے ہیں اور یہ کہ فطرت کے عناصر پیغمبرانہ متانت کے ساتھ حرکت میں آتے ہوئے منگولوں کی مسکراتی ضیاء پوشی کو نوحہ خواں اور ان کی ساحرانہ فضاؤں کو ماتم گساری میں تبدیل کرنے والے ہیں مسلمانوں کی پسپائی کو دیکھتے ہوئے اپنی فتح کی امید کے نعرے لگانے والے منگول ابھی دھوکے اور فریب میں تھے نہ جانتے تھے کہ وقت کے عناصر تمتماتے جذبوں کی ساری وارفتگی اور ان کی جرات و شجاعت کی قندیلوں کو ان کی کج روی۔ قلب کی تیرگی ذہن کی مفلسی اور آسیب زدہ لمحوں میں ڈھلنے والے ہیں

تھوڑی دیر تک گھمسان کا رن پڑتا رہا منگول یہی خیال کرتے رہے چونکہ مسلمان ایک بار ان کے سامنے پسپا ہو چکے ہیں لہٰذا ان کے ہم قدم جمنے نہ دیں گے اور جنگ میں شکست کو ان کا مقدر بنا کے رکھ دیں گے لیکن قدرت شاید کچھ اور ہی فیصلے کر چکی تھی اس لئے کہ جس وقت پسپائی جاری تھی اچانک ایک تبدیلی اور انقلاب رونما ہوا اور وہ یہ کہ وسطی لشکر کے درمیان سلطان رکن الدین کی تکبیریں بلند ہونا شروع ہو گئی تھیں اور یہ شاید اپنے سالاروں اور لشکریوں کے لئے سلطان رکن الدین کا کوئی مخصوص اشارہ تھا اس کے بعد سلطان نے بلند آواز میں اپنے لشکریوں کو مخاطب کرنا شروع کیا تھا

" سنو میرے آتش نفس فرزندو! شعلہ دل ساتھیو! تم لوگ تخلیق فن کا اوج ہو ہم سب کی زندگی بھی امتحان ہے موت بھی امتحان یہ دشمن جو بلا کے حبس اور لمحوں کی آوارگی کی طرح تم پر نزول کر رہا ہے یہ زیادہ دیر تک اپنی اس حالت کو برقرار نہ رکھ سکے گا میرے عظیم ساتھیو! ان نیم حیوانی قسم کے لوگوں پر ثابت کر دو کہ ہم وہ لوگ ہیں جو اپنے دشمنوں کو بے حیائی کی ساری حدیں پھلانگنے نہیں دیتے ہم وہ مجاہد ہیں جو اپنے دشمن کو جنسی مواسلت کی حکایات کی تکمیل کسی بھی صورت نہیں کرنے دیتے میری عظیم مجاہدو! لطف و لذت کے پرستار ان منگولوں پر ثابت کر دو کہ ہم جارحیت کو خدا پرستی مادہ پرستی کو رحمانیت اور صریح کذب اور حقیقت پر کذب اور مشرکانہ حرکات کو غالب نہیں آنے دیں گے میرے عظیم اور پراسرار ساتھیوں رتوں کے عذاب، امتوں کی وحشت اور طائروں کی ٹولیوں کی طرح آگے بڑھو اور پسپائی دفاع کو ترک کرتے ہوئے ان منگولوں پر جارحیت بھرے جوابی حملوں کی ابتدا کر دو"

سلطان رکن الدین نے جس وقت پسپا ہوتے ہوئے پہلی تکبیر بلند کی اسی وقت ہی انکا اشارہ پاتے ہوئے امیر سیف الدین اور طرنطائی حرکت میں آچکے تھے چونکہ سیف الدین اور طرنطائی کے پسپا ہونے کی رفتار سست تھی اور ان کے مقابلے میں سلطان رکن الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تیزی سے پسپا ہوئے تھے لہذا منگولوں کا لشکر جو میدان جنگ میں سلطان رکن الدین سے ٹکرا رہا تھا وہ کافی آگے بڑھ آیا تھا اور امیر سیف الدین اور طرنطائی کی رفتار سست ہونے کی وجہ سے درمیان میں سلطان رکن الدین کے تعاقب میں آگے بڑھنے والا منگولوں کا لشکر اس قدر آگے بڑھا تھا کہ سلطان رکن الدین اس لشکر کے سامنے تھے اور امیر سیف الدین اور امیر طرنطائی اب اسی لشکر کے دائیں بائیں ہو کے رہ گئے تھے جس وقت سلطان نے پہلی تکبیر بلند کی تھی شاید امیر سیف الدین اور امیر طرنطائی سلطان کے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق ہی حرکت میں آگئے تھے

سلطان کی ان تکبیروں کے جواب میں امیر سیف الدین گرد و پیش کے ہنگاموں کو نظرانداز کرتا ہوا قیامت کے مراحل۔ روح کی وحشت۔ امڈ کر لپکتے طوفانوں اور بپھر بپھر کر اٹھتے بگولوں کی طرح حرکت میں آیا پھر وہ خون رگ جاں کو مدقوق مفلوج اور معذور کر دینے والے عناصر زندگی خاموش پرسکون لمحوں کو طلسم فریب۔ ملگجی فضاؤں کو

الجھے الجھے خیالات اور اپنے سامنے دشمن کو اجاڑ تنہائیوں میں تبدیل کر دینے والے خاک بکھیرتے بگولوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا

امیر سیف الدین کے ساتھ ہی ساتھ تکبیریں بلند کرتے ہوئے امیر طرنطائی بھی لذتوں سے شرابور عجیب جادواں سحر، سرکتی پرچھائیوں میں تباہی کے تازہ بوسوں اور درد کی فصیل پر رقص کرتی غم کی یلغار کی طرح حملہ آور ہونے لگا تھا۔

اب صورتحال یہ تھی کہ منگولوں کے لشکر کا وہ حصہ جو سلطان رکن الدین کے تعاقب میں کافی آگے تک بڑھ آیا تھا اس کے بائیں پہلو پر امیر سیف الدین اور دائیں پہلو پر امیر طرنطائی نے ہوش و حواس معطل کر دینے والے انداز میں ضربیں لگانا شروع کر دیں تھیں

تیسری جانب سلطان رکن الدین جو تھوڑی دیر پہلے اپنے لشکر کے ساتھ منگولوں کے سامنے پسپائی اختیار کیئے ہوئے تھے وہ سنبھل گیا لگتا تھا یہ پسپائی ایک ضابطے اور پہلے سے طے شدہ رد عمل کے تحت کی گئی تھیں تاکہ منگولوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جائے امیر سیف الدین اور امیر طرنطائی کے منگولوں کے دائیں بائیں سمتوں پر حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی سلطان رکن الدین اور حسام الدین نے بھی ایک خوفناک کروٹ لی تھوڑی دیر پہلے تک جہاں سلطان اور حسام الدین پسپائی اختیار کر رہے تھے وہاں ایک دم انہوں نے اپنے لشکر کو روک دیا پھر دونوں اپنے سامنے منگولوں پر رموز حیات میں وحشت بام و در۔ بے خودی کی کیفیت میں بارودی دھماکوں اور دیو دار کے جنگلوں میں موسموں کی خوفناک آگ کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے

منگولوں کے لشکر کا وہ حصہ جو سلطان کے تعاقب میں کافی آگے تک بڑھ آیا تھا اس کے بائیں پہلو پر امیر سیف الدین دائیں پہلو پر امیر طرنطائی اور سامنے کی طرف سے سلطان رکن الدین اور حسام الدین ناقابل تلافی ضربیں لگا رہے تھے تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد منگولوں کے اس لشکر نے اندازہ لگا لیا کہ اگر کچھ دیر تک مزید جنگ جاری رہی تو ان کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا جائے گا لہذا انہوں نے فوراً پسپائی اختیار کر لی

لیکن یہ پسپائی بھی اب ممکن نہ رہی تھی اس لئے کہ دائیں بائیں سے زوردار حملہ آور ہوتے امیر سیف الدین اور امیر طرنطائی نے منگولوں کے آگے بڑھنے والے لشکر کو

ان کے اصل لشکر سے کاٹ دیا تھا پھر تین اطراف کے اس حملے نے منگولوں کے لشکر کے اس حصے کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا تھا تعاقب کرنے والے منگولوں کے لشکر کا خاتمہ کرنے کے بعد سلطان رکن الدین نے اپنے لشکر کی ہیئت پھر درست کی سلطان بڑی تیزی سے آگے بڑھے، سیف الدین پہلے کی طرح سلطان کے دائیں پہلو پر اور امیر طرنطائی بائیں پہلو پر آگیا تھا پھر انہوں نے ایک ساتھ بڑے خوفناک انداز میں پوری طاقت اور قوت کے ساتھ منگولوں پر یلغار کر دی تھی

سلطان رکن الدین، سیف الدین، طرنطائی اور حسام الدین کے اس طرح کے حملہ آور ہونے سے چاروں طرف ایسی کیفیت طاری ہو گئی تھی گویا دل کے شب خانوں میں دکھی روحوں کے نوحوں اور شعور کے شیش محل میں نامہربانیوں کی ریکھائیں رقص کر گئی ہوں جلد ہی سلطان اور اس کے سالاروں نے منگولوں پر جان لیوا حملے کرتے ہوئے انکی حالت ٹوٹے پروں والے آبی پرندوں، روشنی کو روتی شمع، سمتوں کے گونگے ساگر، تابوت کی تنہائیوں میں شام کے المناک سایوں جیسی بنا کے رکھ دی تھی منگول بھی اب اندازہ لگا چکے تھے کہ وہ زیادہ دیر تک سلطان کے لشکر کے سامنے ٹھہر نہیں سکیں گے حالانکہ قتل عام ہونے کے باوجود اب بھی ان کے لشکر کی تعداد سلطان کے کل لشکر سے زیادہ تھی

اس ہولناک جنگ کے تھوڑی ہی دیر بعد بیر التاب کا میدان جنگ لاشوں کی بستی، جیون کے خونی جنجال، فطرت آدم کی بے ربطگی کا منظر پیش کرنے لگا تھا منگولوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ ایک بار پھر جم کر سلطان رکن الدین کا مقابلہ کریں اور کسی نہ کسی طرح انہیں پسپا ہونے پر مجبور کریں لیکن ان کی ہر کوشش ان کا ہر جتن ناکام رہا سلطان اور اس کے سالار لمحہ بہ لمحہ اپنے حملوں میں تیزی اور خونخواری پیدا کرتے چلے جا رہے تھے اور پھر سلطان نے اپنا وہی پرانا جنگی طریقہ استعمال کرنا شروع کر دیا تھا

یعنی دشمن کے سامنے سے وہ خود ضربیں لگا رہے تھے جبکہ سیف الدین اور طرنطائی کو انہوں نے دشمن کے پہلو پر حملہ آور ہونے کا حکم دیدیا تھا

سلطان کا یہ حکم ملتے ہی امیر سیف الدین اور طرنطائی آہستہ آہستہ دشمن کو کاٹتے ہوئے ان کے بازوؤں کی طرف پھیلتے چلے گئے تھے اور پھر انہوں نے جب دشمن کے پہلوؤں پر جا کر جنگ کی بھٹی پہلے سے بھی زیادہ گرم کر دی تب منگول محسوس کرنے لگے

جیسے ان کے پاؤں تلے سے کسی نے زمین سرکانی شروع کر دی ہو سامنے کی طرف سے اب سلطان رکن الدین دائیں بائیں سے سیف الدین اور طرنطائی نے ان کا مکمل طور پر قتل عام شروع کر دیا تھا

منگولوں کا لشکر جب آدھا کٹ کر میدان میں ڈھیر ہو گیا تب منگول مایوس ہو گئے اور انہیں اپنی شکست یقینی دکھائی دینیلگی تھی تب وہ اپنے پڑاؤ کی ہر چیز چھوڑ کر شکست اٹھاتے ہوئے میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے

اس جنگ میں گو سلطان رکن الدین کے کئی مہلک زخم لگے تھے لیکن بھاگتے ہوئے دشمن کا انہوں نے پوری طاقت اور قوت سے تعاقب کیا میلوں تک ہلاکو خان کے بیٹے اباقاخان کے لشکر کو کاٹتے ہوئے سلطان نے اس کے لشکر کی تعداد کم کی پھر سلطان میدان جنگ میں واپس لوٹا منگولوں کے پڑاؤ کی ہر شے پر اس نے قبضہ کر لیا میدان جنگ میں چاروں طرف منگولوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں بیرالتاب میں منگولوں کو بدترین شکست دیکر سلطان رکن الدین نے معرکہ عین جالوت کی یاد تازہ کر دی تھی جس میں سلطان نے ہلاکو خان کے لشکر کو بدترین شکست دیکر پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تھا

بہر صورت اس جنگ نے منگولوں پر سلطان رکن الدین کی طاقت کا رعب بٹھا دیا اور وہ سمجھ گئے کہ مصر اور شام پر حملہ کرنا بہت مہنگا سودا ہے، منگولوں کو شکست دینے اور ان کے پڑاؤ کی ہر شے پر قبضہ کرنے کے بعد اسی روز سلطان رکن الدین اپنے لشکر کے ساتھ دمشق کی طرف روانہ ہو گیا تھا

دمشق پہونچنے کے بعد بیرالتاب کی جنگ میں جو سلطان رکن الدین کو زخم آئے تھے ان کی وجہ سے سلطان بیمار ہو گیا طبیبوں نے جو علاج بھی ہو سکتا تھا کیا لیکن سلطان کا چونکہ آخری وقت آچکا تھا لہذا کوئی بھی علاج کارگر ثابت نہ ہوا یوں 27 مئی محرم 767 ھ کو تاریخ عالم کے اس بطل جلیل نے 57 برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا

سلطان رکن الدین کی وفات پر سارے عالم اسلام میں گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور اس کی مغفرت کیلئے دعائیں مانگی گئیں تھیں اس کے برعکس نصرانی اور صلیبیوں، منگولوں اور دیگر دشمنوں نے اپنے اس سب سے بڑے حریف کی موت پر بے پناہ خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا

دمشق شہر کو ایک بار پھر یہ شرف حاصل ہوا کہ اس نے اپنے دور کے سب سے بڑے مجاہد اسلام کے جسد خاکی کو اپنی خاک کے اندر جذب کیا اس سے پہلے یہ شہر سلطان نورالدین زنگی اور مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبی کا مدفن بننے کی سعادت حاصل کر چکا تھا

اتفاق کی بات کہ تاریخ عالم کی ان تینوں عظیم شخصیتوں نے صلیبیوں کے خلاف معرکہ آرائیوں میں نام پیدا کیا ان تینوں نے دمشن میں سفر آخرت اختیار کیا اور تینوں دمشق ہی میں آسودہ خاک ہوئے

دمشق میں سلطان رکن الدین کا مقبرہ اس کے لقب الملک الظاہر کی نسبت سے الظاہریہ کہلاتا ہے وہاں آج کل ایک عظیم الشان کتب خانہ ہے

سلطان رکن الدین کی وفات کے بعد چند ماہ تک اس کے بیٹے حکمران رہے لیکن وہ سلطان رکن الدین جیسی قابلیت، شجاعت اور دور اندیشی نہ رکھتے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چاروں طرف بغاوتیں اور غدر سا اٹھ کھڑا ہوا تھا سب سے پہلے والی دمشق شرف الدین سنجر نے بغاوت کر دی اس کو خیال ہوا کہ سلطان رکن الدین فوت ہو چکا ہے اس کے مرنے کے بعد ایسی کوئی قوت نہیں جو اس پر قابو پا سکے لہذا اس نے بغاوت کرتے ہوئے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور دمشق کا سلطان ہونے کا اعلان کر دیا

دوسری جانب منگولوں کو جب خبر ہوئی کہ سلطان رکن الدین وفات پا چکا ہے تو انہوں نے بھی ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور وہ بھی مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تولنے لگے تیسری جانب صلیبی بھی چپ نہ بیٹھے تھے سلطان رکن الدین کی موت ان کے لئے ایک طرح کی خوشخبری تھی اور سلطان کی موت کا سنتے ہی انہوں نے چاروں طرف سے صلیبی جنگ کے لئے لشکروں کو طرابلس میں جمع کرنا شروع کر دیا تھا اس طرح صلیبی طرابلس میں اپنی طاقت اور قوت کو مجتمع کرتے ہوئے سلطان کے ہاتھوں اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لینے کا تہیہ کر چکے تھے

جب چاروں طرف سے خطرات اٹھتے دکھائی دینے لگے تب ان کے آگے بند باندھنے کے لئے امیر سیف الدین کو سلطان بنایا گیا تخت نشین ہونے کے ساتھ ہی سلطان سیف الدین نے امیر طرنطائی کو اپنے لشکریوں کا سپہ سالار اعلی اور حسام الدین کو سالار

اول مقرر کیا تھا

ایک روز امیر طرنطائی اور رودہ اپنی حویلی کے دیوان خانے میں بیٹھے کسی موضوع پر باہم گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک رودہ کو کوئی خیال گزرا اور اس نے طرنطائی کو مخاطب کیا

"کیا آپ کو اس لڑکی کا پتہ چلا جو کئی مواقع پر آپکی جان بچا چکی ہے اور آپ پر حملہ آور ہونے والوں کو موت کے گھاٹ اتار چکی ہے رودہ کے اس سوال پر طرنطائی نے بڑے غور سے رودہ کی طرف دیکھا اور کہا دیکھ رودہ اس لڑکی کا پتہ نہ چلنا ہی بہتر ہے اس لئے کہ وہ لڑکی ہمیں مل گئی تو وہ سب کے لئے نقصان دہ ہو گی یہ الفاظ امیر طرنطائی نے حسرت آمیز لہجے میں کہے تھے جواب میں رودہ بھی فورا" بول پڑی

وہ لڑکی جو ماضی میں آپ کی حفاظت کا باعث بنتی رہی ہے وہ آخر ہمارے لئے نقصان دہ کیسے ثابت ہو سکتی ہے جواب میں طرنطائی بھی فورا" بول پڑا

"سن رودہ وہ لڑکی چونکہ چھپ چھپ کر میری حفاظت کرتی رہی ہے مجھ پر حملہ آور ہونے والوں کو موت کے گھاٹ بھی اتارتی رہی ہے میں سمجھتا ہوں وہ ایسا صرف اس بنا پر کر رہی ہے کہ وہ مجھے پسند کرتی ہے یاد رکھو میرا کوئی عزیز اور رشتہ دار ایسا نہیں ہے جو یہ کام کرے اس لڑکی کا یہ کام اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے لہذا اگر وہ مجھے مل جاتی ہے تو پھر مجھے تو کوئی نقصان نہیں ہوگا تیری محبت بٹ جائیگی جو صرف تمہارے لئے ہی نقصان دہ ہے اس پر رودہ بڑے فراخدالانہ سے انداز میں بول پڑی

" امیر طرنطائی یہ آپ کی خوش فہمی ہے وہ لڑکی میرے لئے کسی بھی صورت میں خطرے کا باعث نہیں بن سکتی اگر وہ مل جاتی ہے اور آپ سے شادی کی خواہشمند ہے تو قسم خداوند قدوس کی میں اس کے آڑے نہیں آؤں گی بلکہ میں سمجھتی ہوں کہ اگر وہ مل جائے تو میں خود اس کی شادی آپ سے کراؤں گی اس طرح ہم دونوں مل کر بہتر انداز میں آپ کی خدمت کر سکیں گی اس موقع پر طرنطائی نے توصیفی سے انداز میں رودہ کی طرف دیکھا

رودہ! تو ایک عظیم لڑکی ہے، تمہارے اس سلوک تمہاری ان عادتوں پر میں ہمیشہ فخر کرتا رہوں گا

یہاں تک کہتے کہتے طرنطائی کو رک جانا پڑا اس لئے کہ حویلی کے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی تھی طرنطائی فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور رودہ کی طرف دیکھا

رودہ تم یہیں بیٹھو میں دیکھتا ہوں دستک دینے والا کون ہے

اس کے ساتھ ہی طرنطائی دیوان خانے سے نکلا اس نے جب صدر دروازہ کھولا تو حویلی کے صدر دروازے پر سلطان سیف الدین کے محافظ دستوں کا سالار کھڑا تھا جونہی طرنطائی نے دروازہ کھولا اس سالار نے بڑی عقیدت مندی سے طرنطائی کو مخاطب کیا

"امیر محترم! سلطان نے آپ کو کسی انتہائی اہم کام کے سلسلے میں طلب کیا ہے سلطان اس وقت دارلعدل میں بیٹھے ہیں سارے مشیر اور عدلیہ کا عملہ اس وقت وہاں موجود ہے اور سلطان نے فی الفور آپ کو طلب کیا ہے جواب میں طرنطائی فوراً بول پڑا

تم چلو میں ابھی تیار ہو کے آتا ہوں اس کے ساتھ ہی وہ سالار چلا گیا تھا طرنطائی نے حویلی کا دروازہ بند کیا پھر وہ دیوان خانے میں آیا اور رودہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا رودہ! مجھے سلطان نے طلب کیا ہے میں جاتا ہوں میرے خیال میں کوئی انتہائی اہم اور ضروری کام ہے اس لئے کہ سلطان اپنے سارے مشیروں اور عدلیہ کے کارندوں کے علاوہ قاضیوں کا بھی اجلاس طلب کر چکے ہیں اور آنے والے سالار کا کہنا ہے کہ صرف میرا انتظار کیا جارہا ہے لہذا میں جاتا ہوں اور بہت جلد لوٹ کر آؤں گا

جواب میں رودہ نے کچھ نہ کہا وہ دیوان خانے سے نکلی طرنطائی کا ہاتھ پکڑ کر وہ اپنی خوابگاہ کی طرف لے گئی تھی پہلے اس نے طرنطائی کی تیاری کرائی پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر حویلی کے صدر دروازے تک آئی۔ طرنطائی کو رخصت کر کے دروازہ بند کیا اور حویلی کے سکونتی حصے کی طرف چلی گئی تھی

امیر طرنطائی جس وقت قصر کے دارلعدل میں داخل ہوا تو اس وقت سلطان سیف الدین مجلس میں موجود تھے اور ہر کوئی اپنی اپنی نشست پر بیٹھا ہوا تھا صرف طرنطائی کی نشست خالی تھی طرنطائی تیزی سے آگے بڑھا حاضرین مجلس کو اس نے سلام کیا پھر وہ نشست پر آکر بیٹھ گیا تھا تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد دارالعدل میں سلطان سیف الدین کی آواز گونج گئی تھی

میرے رفیقان کار، مجھے طرنطائی ہی کا انتظار تھا اب جبکہ طرنطائی یہاں پہنچ

چکا ہے میں اپنی گفتگو کا آغاز کرتا ہوں اس کے بعد سلطان سیف الدین نے براہ راست طرنطائی کو مخاطب کیا

"طرنطائی میرے بیٹے تمہیں خبر ہے کہ دمشق کے حاکم شرف الدین سنجر نے مرکز سے بغاوت کر رکھی ہے اگر یہ بغاوت طول پکڑتی ہے تو ہر صورت میں ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے دمشق کا حاکم شرف الدین سنجر کا یہ خیال کرنے لگا ہے کہ سلطان رکن الدین کی وفات کے بعد کوئی ایسی قوت نہیں جو اسے سبق سکھائے یا اس کا ہاتھ پکڑ کر سیدھے راستے پر چلنے کی تنبیہہ کرے طرنطائی میرے بیٹے میں چاہتا ہوں کہ شرف الدین سنجر کے خلاف لشکر کشی کی جائے اور جو لشکر شرف الدین سنجر کی بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ ہو اس کی کمانداری تم خود کرو، کہو اس سلسلے میں تم کچھ کہو گے"

طرنطائی نے ایک بار بڑے غور سے سلطان سیف الدین کی طرف دیکھا پھر عاجزی میں اس کی آواز سنائی دی

"سلطان محترم! آپ بچپن سے لیکر جوانی تک طرنطائی کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں اس لئے کہ طرنطائی کے ساتھ آپ نے ہمیشہ بیٹوں کا سا سلوک کیا ہے سلطان محترم، آپ کی ہر بات میرے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے آپ جب بھی پسند کرینگے میں لشکر لیکر شرف الدین سنجر کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو جاؤنگا اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہر صورت میں سنجر کو زیر اور مغلوب کر کے کامیاب لوٹونگا طرنطائی کا یہ جواب سن کر سلطان سیف الدین کے لبوں پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اس کے ساتھ ہی ان کی آواز پھر سنائی دی

"طرنطائی میرے بیٹے قسم خداوند قدوس کی مجھے تم سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی سن میرے بیٹے میں چاہتا ہوں کہ تم کل ہی لشکر کے ساتھ دمشق کی طرف روانہ ہو جاؤ، حسام الدین ایک نائب کی حیثیت سے تمہارے ساتھ ہوگا اس سلسلے میں جو میں نے لائحہ عمل تیار کیا ہے وہ بھی غور سے سنو شرف الدین سنجر کو یہ یقین ہو چکا ہے کہ وہ بغاوت کر کے ایک خود مختار حکمران بن سکتا ہے لیکن ہم اسکے خواب کو پورا نہ ہونے دینگے دیکھ بیٹے جب تم لشکر لیکر دمشق کے قریب پہنچو گے تو شرف الدین سنجر تمہارے مقابلے پر آئے گا اس لئے کہ بغاوت کا اعلان کرنے سے پہلے اس نے اپنی حفاظت اور جنگ کے لئے ایک بڑا

لشکر تیار کر لیا تھا اور اسی کے بل بوتے پر وہ ہم سے ٹکرانے کے لئے تلا ہوا ہے

طرنطائی! میرے بیٹے جب شرف الدین سنجر کا تیرے ساتھ سامنا ہو تو اپنی طرف سے پوری کوشش کرنا کہ شرف الدین کو قتل مت کرنا اسے زندہ پکڑ کر میرے سامنے پیش کرنا پھر میں اس سے بازپرس کرونگا کہ اس نے سلطان رکن الدین کی وفات کے بعد ہماری حکومت کو کیوں کمزور اور ناتواں سمجھا اور کیسے اس نے بغاوت اور سرکشی کرنے کی جسارت کی

سن طرنطائی میرے بیٹے جب تو شرف الدین سنجر پر غلبہ حاصل کر لے اسے شکست دے اور اسے زندہ گرفتار کر لے تب تو اپنی طرف سے لپنے ساتھی حسام الدین کو دمشق کا والی مقرر کرنا

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان سیف الدین لحہ بھر کے لئے خاموش رہے پھر اس کے بعد حسام الدین کی طرف دیکھا

حسام الدین میرے بیٹے گو میں نے سلطان بننے کے بعد تمہیں لشکریوں کا سالار اول مقرر کیا تھا اس لئے کہ طرنطائی کے سپہ سالار اعلیٰ بننے کی وجہ سے سالار اعلیٰ کی نشست خالی تھی دیکھ بیٹے اب میں تیری ضرورت دمشق میں محسوس کرتا ہوں شرف الدین نے دمشق میں بغاوت کر کے مجھے چوکنا اور محتاط کر دیا ہے میں چاہتا ہوں کہ شرف الدین کو جب شکست ہو تو دمشق کے والی کے طور پر تم کام کرو، تاکہ میں شمالی علاقوں کی طرف سے تمہاری وجہ سے مطمئن ہو جاؤں

جواب میں حسام الدین فوراً بول پڑا

سلطان معظم میری اتنی مجال کہاں کہ میں آپ کے فیصلے کے خلاف بولوں سلطان محترم، میں جانتا ہوں کہ جو فیصلہ بھی آپ کرینگے اس میں ہماری اور ساری قوم کی بہتری پنہاں ہو گی اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں دمشق کے والی کی حیثیت سے آپ اور قوم کی بہتر خدمت کر سکتا ہوں تو میں دمشق کا والی بننے کے لئے تیار ہوں حسام الدین کا یہ جواب سن کر سلطان سیف الدین خوش ہو گئے تھے اس کے بعد ایک بار انہوں نے امیر طرنطائی کو پھر مخاطب کیا

"طرنطائی میرے بیٹے میں جانتا ہوں کہ تیری نئی نئی شادی ہوئی ہے میرے

خیال میں جب کل تو یہاں سے دمشق کی طرف روانہ ہو گا تو رودہ بھی تمہارے ساتھ جانے پر اصرار کرے گی، لہذا میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم رودہ کو لپنے ساتھ لشکر میں رکھ سکتے ہو اسے ساتھ لے جا سکتے ہو اور حسام الدین تم بھی سنو، تم چونکہ جنگ کے بعد دمشق کے والی کی حیثیت سے کام کرو گے تم بھی لپنے بیوی بچے اور اہل خانہ کو لپنے ساتھ لے جا سکتے ہو

اس کے ساتھ ہی سلطان سیف الدین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا وہ اجلاس اس نے برخواست کر دیا تھا اجلاس میں بیٹھے افراد بھی باری باری دار العدل سے نکل گئے تھے

تھوڑی دیر بعد امیر طرنطائی اپنی حویلی کے صدر دروازے پر آیا اور دستک دی فی الفور ہی دروازہ کھل گیا اور دروازہ خود رودہ نے کھولا تھا لگتا تھا وہ بڑی بے چینی سے طرنطائی کی واپسی کی انتظار کر رہی تھی جونہی طرنطائی اندر داخل ہوا رودہ نے دروازہ بند کیا اور پھر بڑی بے چینی میں طرنطائی سے پوچھا

سلطان نے آپ کو کیوں طلب کیا تھا طرنطائی مسکرانے لگا کہنے لگا دیوان خانے میں آؤ میں تمہارے ساتھ تفصیل سے گفتگو کرتا ہوں دونوں میاں بیوی دیوان خانے میں آکر بیٹھ گئے تھے اس کے بعد طرنطائی نے گفتگو کا آغاز کیا

دیکھ رودہ تو پہلے ہی جانتی ہے کہ دمشق کے حاکم شرف الدین سنجر نے بغاوت کر رکھی ہے سلطان نے مجھے اس لئے طلب کیا تھا کہ میں لشکر لیکر دمشق کی طرف روانہ ہوں اور سلطان نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ شرف الدین سنجر کو زندہ گرفتار کرنے کے بعد دمشق کا والی حسام الدین کو بنا دیا جائے بس میں تم سے یہی کہنا چاہتا ہوں کہ کل میں یہاں سے لپنے لشکر کے ساتھ دمشق کی طرف کوچ کرونگا

رودہ نے غور سے طرنطائی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا اور میں؟

طرنطائی مسکراتے ہوئے کہنے لگا، تمہارا کیا ہے تم جس طرح پہلے رہ رہی تھیں اسی طرح یہیں حویلی میں رہو گی میں نے سلطان کی معیت میں ہلاکو خان کے بیٹے اباقا خان کے خلاف جنگ میں حصہ لیا تھا اور تم حویلی میں رہی تھیں اسی طرح اب بھی تو تم حویلی میں رہ سکتی ہو رودہ کی طرف دیکھتے ہوئے شرارت آمیز انداز سے طرنطائی نے کہا تھا

ہرگز نہیں منگولوں کے خلاف جب آپ نے جنگوں میں حصہ لیا تھا میں اس

وجہ سے آپ کے ساتھ نہیں گئی تھی کہ سلطان رکن الدین نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں یہیں رہوں لہذا سلطان کا کہا مانتے ہوئے میں آپ کے ساتھ جانے سے رک گئی تھی طرنطائی فوراً" بول پڑا اگر یہ معاملہ ہے تو میں سلطان سیف الدین سے بھی تمہیں کہلوا دوں گا کہ میرے لشکر کی روانگی پر بھی تم یہیں رہو اور میرے ساتھ جانے پر اصرار نہ کرو

نہیں اس بار میں ہر صورت میں آپ کے ساتھ جاؤں گی اگر آپ کے کہنے پر سلطان سیف الدین نے مجھے روکنے کی کوشش کی تو میں انہیں اس بات پر آمادہ کرنیکی کوشش کروں گی کہ میرا آپ کے ساتھ جانا انتہائی ضروری ہے اس پر طرنطائی پیار بھری آواز میں کہنے لگا

دیکھ رودہ میں تو یونہی تیرے ساتھ مذاق کر رہا تھا سلطان سیف الدین نے خود مجھے اجازت دے دی ہے کہ میں تمہیں لشکر میں شامل رکھوں اور اپنے ساتھ دمشق بھی لیجاؤں لہذا میں اس وقت لشکر گاہ کی طرف جا رہا ہوں کل لشکر یہاں سے کوچ کرے گا تم ابھی سے اپنی تیاریاں مکمل کر لو رودہ اپنے شوہر کا فیصلہ سن کر بے حد خوش ہوئی فوراً" ہی اپنی جگہ سے اٹھی اور پورے زوردار انداز میں وہ طرنطائی سے لپٹ گئی تھی پھر وہ اس کا شکریہ ادا کرنے لگی تھی اس کے بعد دیوان خانے سے نکل کر رودہ حویلی کے دوسرے حصے کی طرف چلی گئی تھی جبکہ طرنطائی حویلی سے نکل کر شہر سے باہر لشکر گاہ کی طرف چلا گیا تھا

دوسرے روز طرنطائی ایک جرار لشکر لیکر قاہرہ سے دمشق کی طرف روانہ ہوا تھا رودہ اس کے ساتھ تھی جبکہ حسام الدین بھی ایک نائب کی حیثیت سے اس کے ساتھ کام کر رہا تھا

امیر طرنطائی جس وقت اپنے لشکر کے ساتھ دمشق کے نواح میں پہنچا تو اس نے لشکر کو رک جانے کا حکم دے دیا اس لئے کہ اس کے تھوڑے ہی فاصلے پر دمشق شہر کے نواح میں شرف الدین سنجر طرنطائی کی راہ روکنے اور اس سے جنگ کرنے کے لئے پہلے ہی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر چکا تھا یہ صورتحال دیکھتے ہوئے طرنطائی نے بھی فوراً" شرف الدین سنجر کے سامنے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا

باغی حاکم دمشق شرف الدین خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ امیر طرنطائی ان جوانوں میں سے ہیں جو دل کے آبگینوں میں دعاؤں کی کرچیاں اکٹھی کرنے کا فن جانتے ہیں

جو خاموشی کے تہوں میں قلزموں کا مدوجزر کھڑا کر دینے کا ہنر جانتے ہیں اور جو صبح تا شام خاشاک ہوتی جانثاری کے لمحوں کو جاں طلب ساعتوں میں تبدیل کر دینے کی صناعی سے بھی آشنا ہیں

شرف الدین سنجر جانتا تھا کہ امیر طرنطائی ظلمتوں کے تاجروں کے لئے کرب کا احساس لئے موت کی علامت، قوت باطل کی صف آرائیوں کے سامنے آگ و موت کا کھیل، آمادہ جنگ و جدل اغیار کے لئے ماہ و سال کی تقویم کے پابند عناصر جیسا جوان ہمت اور نسلوں کی نفرت سے بھرپور وحشت میں ٹھٹھرتی رات جیسا خوفناک ہے اس کے باوجود اس نے طرنطائی سے جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا

شرف الدین سنجر یہ بھی جانتا تھا کہ ماضی میں طرنطائی اپنی قوم کے دشمنوں ان کے جھوٹے خوابوں ان کے پاتال کے نیلے اندھیروں کو ہمیشہ درد کی اڑتی خاک اور آتش لمحوں کے دست فنا کا شکار کرتا رہا ہے اس کے باوجود وہ طرنطائی سے اس بناء پر دست و گریباں ہونے پر آمادہ ہو گیا تھا کہ اس نے بغاوت کرنے کے بعد ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا تھا اور جو اس کے خیال اور ظن کے مطابق اس کی خود مختاری کا تحفظ کرنے کے لئے کافی تھا

دونوں لشکر ایک رات اور ایک دن ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہے

تیسرے روز دونوں لشکروں نے جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہونا شروع کر دیا تھا دونوں جانب تکبیریں بلند ہونے کے ساتھ ساتھ جنگ کے طبل بھی بجنے لگے تھے یہ پہلا موقعہ تھا کہ طرنطائی مسلمانوں کے ایک لشکر کے خلاف صف آراء ہو رہا تھا جس نے حاکم وقت کے خلاف بغاوت کر دی تھی اور وہ اس بغاوت کو ہر صورت میں کچلنے کا عزم کئے ہوئے تھا

جس وقت صفیں درست ہو رہی تھیں طرنطائی اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اس جگہ آیا جہاں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حسام الدین کھڑا تھا حسام الدین کے قریب طرنطائی رکا پھر طرنطائی نے اسے مخاطب کیا

دیکھ حسام الدین میرے بھائی میں نے لشکر کے پیچھے جو پڑاؤ رکھا ہے اس کی حفاظت کے لئے کچھ دستے مقرر کر دیئے ہیں ساری عورتیں بھی پڑاؤ کے اندر رہیں اور ان کی

حفاظت کا بھی میں نے خاطر خواہ انتظام کر دیا ہے سن حسام الدین میرے بھائی یہ پہلا موقع ہے کہ میں اور تم تنہا اور اکیلے مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہو رہے ہیں یہ ہماری بد قسمتی اور بد بختی ہے کہ شرف الدین نے اپنی ہی حکومت کے خلاف بغاوت کر کے مسلمانوں کے دو گروہوں کو ایک دوسرے کے سامنے لاکھڑا کر دیا ہے لیکن میں نے عہد کر رکھا ہے کہ میں اس شرف الدین سنجر کو عبرتناک شکست دوں گا تاکہ آنے والی دوسری نسلوں کو احساس ہو کہ مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی کیا سزا ملتی ہے

حسام الدین میرے بھائی حملے میں میں اور تم پہل نہیں کریں گے حملے کی ابتدا شرف الدین سنجر کو کرنے دو میرا اور تمہارا جنگ کرنے کا طریقہ وہی ہوگا جو سلطان رکن الدین کے ماتحت رہتے ہوئے ہم کرتے رہے ہیں اپنے آپ کو پہلے دفاع تک محدود رکھیں گے شرف الدین سنجر کے حملوں کو پوری طرح روکنے کے بعد ہم اپنی جوابی کارروائی کریں گے اور سنجر کو بتادیں گے کہ بغاوت کے نتائج کس قدر بھیانک ہوتے ہیں

حسام الدین میرے بھائی دفاع سے نکل کر جب جارحیت پر اترو گے تو اپنے لشکر کو دائیں بائیں پھیلاتے چلے جانا اور دشمن کی صفیں کاٹتے ہوئے پیشقدمی کی ابتدا کرنا میں بھی ایسا ہی کروں گا مجھے امید ہے کہ بہت جلد ہم شرف الدین سنجر کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کر لینگے میرے بھائی اپنے حصے کے لشکر میں یہ بھی منادی کرادو کہ شرف الدین سنجر کو ہر صورت میں زندہ گرفتار کرنا ہے میں اپنے لشکر کو پھیلاتے ہوئے اس کے پہلو کی طرف جاؤں گا تاکہ ہم سے اگر شکست اٹھانے کے بعد شرف الدین سنجر دمشق شہر میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اس کی راہ روک دی جائے سارے باغیوں کا خاتمہ کر دیا جائے اور شرف الدین سنجر کو سلطان سیف الدین کی خواہش کے مطابق زندہ گرفتار کر لیا جائے

امیر طرنطائی جب خاموش ہوا تب بڑی عاجزی بڑی انکساری میں حسام الدین نے جواب دینا شروع کیا۔

امیر محترم آپ بالکل مطمئن اور پرسکون رہیں میں باغیوں پر آپ کی خواہش آپ کی مرضی کے مطابق ضرب لگاؤں گا اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس پہلو پر حملہ آور ہونے کے لئے آپ مجھے حکم دے رہے ہیں وہاں میں آپ کی خواہش کے مطابق ضرب لگاتے ہوئے باغیوں کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کر کے رکھ دوں گا حسام الدین کا یہ جواب سن

کر طرنطائی کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے حسام الدین کا شانہ تھپتھپایا پھر اپنے گھوڑے کو اس نے موڑا اور اپنے حصے کے لشکر کے سامنے جا کر وہ کھڑا ہو گیا تھا۔

دمشق کے باغی والی شرف الدین نے جب دیکھا کہ اس کے مقابلے میں طرنطائی نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے تو اس نے بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا حسام الدین کا مقابلہ کرنے کے لئے جو لشکر کا حصہ اس نے مختص کیا تھا اس کی کمانداری اس نے اپنے ایک نائب کے حوالے کی تھی دوسرے لشکر کی کمانداری اس نے اپنے ہاتھ میں رکھی تھی اور اس نے طرنطائی کا سامنا کرنے کی ٹھان لی تھی۔

شرف الدین سنجر طرنطائی سے مقابلہ کرنے کی ہمت اس لئے کر رہا تھا کہ اس کے لشکر کی تعداد اس لشکر سے کہیں زیادہ تھی جو طرنطائی کی کمانداری میں اس کا مقابلہ کرنے کے لئے صف آرا ہوا تھا اپنی عددی برتری کی بنا، پر وہ یہ امید لگا بیٹھا کہ وہ طرنطائی کو شکست دے کر اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دے گا لیکن قدرت دمشق کے نواح میں کھلے میدانوں میں لڑی جانے والی اس جنگ کے متعلق کچھ اور ہی اہم فیصلے کر چکی تھی۔

تھوڑی دیر تک شرف الدین سنجر کے لشکر میں جنگ کی ابتدا کرنے سے پہلے جنگ کے طبل اور دفیں بجتی رہیں اس موقع پر شرف الدین سنجر کے لشکر میں درد کے لمبے سفر، وقت کے بے لگام لمحوں، ملامتوں کے طوفانوں کی سی کیفیت چھائی رہی تھی پھر شرف الدین سنجر نے اپنے لشکر کی صفیں اور ترتیب درست کی اس کے بعد اس نے اپنے لشکر کو مقدر کی سیاہی، کذب و ریا کی نابینا تانوں میں ظلمتوں کے باب کی طرح آگے بڑھایا پھر شرف الدین طرنطائی اور اس کے لشکریوں پر رات کی آنکھوں میں اڑتی دنیا بھر کی ملامتوں۔ بستیوں کی پراسرار گونجوں میں رقص کرتے شرار برق اور درد کی اندھی گذرگاہ پر ہجرتوں کے تاریک سفر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اپنے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق طرنطائی اور حسام الدین دونوں نے پہلے اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھا پہلے انہوں نے شرف الدین سنجر کے لشکر کو روکا اور ان حملوں کو انہوں نے روکا بھی کمال انداز میں تھا شرف الدین کے حملوں کیسامنے طرنطائی اور حسام الدین دونوں مزاحمت کے سمندر ان کہے راز کی طغیانی، وقت کی بے رحم گونگی

چٹانوں اور تصورات میں مسکراتے صحرا کی خاموشی کی طرح پرسکون رہے تھے اور بڑے تجربہ کارانہ انداز میں انہوں نے شرف الدین کے حملوں کو روک دیا تھا۔

تھوڑی دیر تک طرنطائی نے اپنے لشکر کو دفاع تک ہی محدود رکھا تھا لگتا تھا وہ شرف الدین اور اس کے لشکریوں کو تھکا مارنے کا عزم کر چکا ہو اس کے بعد طرنطائی نے لگاتار تکبیریں بلند کرنا شروع کر دی تھیں وہ وہی طریقہ استعمال کر رہا تا جو جنگوں میں سلطان رکن الدین استعمال کیا کرتا تھا جارحیت اختیار کرنے سے پہلے سلطان رکن الدین بھی اکثر و بیشتر تکبیریں بلند کرتے ہوئے سالاروں کو متنبہ کرتے تھے اس کے بعد دشمن کے وہ پرخچے اڑاتے چلے جاتے تھے طرنطائی نے بھی یہی طریقہ استعمال کیا اس نے تکبیریں بلند کرنا شروع کیں اس کے لشکریوں کے لئے یہ پیغام تھا کہ عنقریب وہ زوردار حملہ کرنا چاہتا ہے دوسری جانب حسام الدین کے لئے بھی یہ پیغام تھا کہ وہ نئے انداز میں حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

تھوڑی دیر تک تکبیریں بلند کرنے کے بعد طرنطائی نے کروٹ بدلی دفاع سے وہ نکلا جارحیت پر اترا پھر شرف الدین سنجر کے حصے کے لشکر پر وہ ساری یکسوئی برباد کردینیوالے ملامتوں کے طوفان، خوابوں کو بے عصمت کر دینے والے آدھی رات کے طوفانی جھکڑوں اور دھوپ مانگتے ابر پر بدگمانی کے انگاروں کی طرح حلول کر جانے والے عناصر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

طرنطائی کے یوں حملہ آور ہونے کے تھوڑی دیر بعد حسام الدین نے بھی اپنا رنگ دکھانا شروع کیا اس نے بھی دفاع کو ترک کر دیا پھر اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے وہ بھی دل پر غربت کے کڑے دنوں کی بارش کرتے ستم کے ابر، زندگی بھر کی تاخیر، عمر بھر کے اضطراب کو شراروں میں تبدیل کرتے دست قضا، زندگی کے گلستانوں میں باب حسرت کھڑے کر دینی والی موت کی آہٹوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

امیر طرنطائی اور حسام الدین کے اس انداز میں حملہ آور ہونے سے چہار سو زندگی کے حوالوں میں سایہ سائے کے تعاقب میں لگ گیا تھا درد کے سیاہ ہیولے دلوں کی تفسیر، اور درد و ضرب کی ضو ہست کی بزم کے رنگوں کے درپئے ہو گئی تھی میدان جنگ میں چاروں طرف جبر کی دھرتی پر ظلم و تشدد کی میزان، اور کالی گور شاہراہوں پر وقت کے گھرے

طوفانی ساگر سے سے برپا ہو گئے تھے کچھ دیر تک دونوں لشکروں میں ہولناک جنگ ہوتی رہی پھر وقت کی آنکھوں نے دیکھا طرنطائی اور حسام الدین نے شرف الدین سنجر کے لشکر کی اگلی کئی صفوں کو ادھیڑ کر رکھ دیا تھا اور اب وہ ایک طرح سے شرف الدین سنجر کے لشکر کے اگلے حصے کا صفایا کرنے کے بعد وسطی حصے کی طرف لپک رہے تھے۔

امیر طرنطائی اور حسام الدین کے سامنے لمحہ بہ لمحہ شرف الدین کے لشکر کی حالت دور تک پھیلی کہر میں خوابوں کے مسافر سایوں، وحشت صحرا میں غم زدہ سسکی۔ دشت کے جلس وجبر کے موسموں میں زیست کی بدترین تہمتوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی جنگ کے اندر اب لمحہ بہ لمحہ ایک نمایاں تبدیلی نمودار ہونا شروع ہو گئی تھی شرف الدین سنجر کے سپاہیوں کے جنگ کرنے کے جذبات سرد پڑنے لگے تھے جبکہ طرنطائی اور حسام الدین کے لشکری پہلے کی نسبت کہیں زیادہ جوش اور جذبے کا اظہار کرتے ہوئے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کرتے چلے جا رہے تھے۔

اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھتے ہوئے دمشق کے باغی والی شرف الدین سنجر کے پندار کا سارا نشہ گم ہو کر رہ گیا تھا اپنے لشکر کے وسط میں اس نے دیکھا کہ اس کے لشکری لمحہ بہ لمحہ طرنطائی اور حسام الدین کے حملوں کے سامنے درد کے جوہڑ میں خزاؤں کے لقموں اور بے انت خلاؤں میں بھول بھلیوں کے مسافر جیسی بے بسی کا شکار ہوتے چلے جا رہے تھے اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھتے ہوئے شرف الدین سنجر نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر اس نے جنگ کو مزید جاری رکھا تو پھر اس کا جنگ کو جاری رکھنا اپنی ہی خواہشوں لپنے ہی جینے کے وسائل اور اپنی ہی زیست کی فصیل پر حملہ آور ہونے کے مترادف ہو گا لہذا اس نے شکست کو تسلیم کرتے ہوئے پسپا ہونے کا ارادہ کر لیا اس کا عزم یہ تھا کہ وہ بھاگ کر دمشق شہر کی طرف جائے گا اور شہر میں محصور ہو کر طرنطائی اور حسام الدین کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرے گا۔

لیکن شرف الدین سنجر کے مقابلے میں طرنفائی جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا اس کے سامنے سے یوں آسانی کے ساتھ بھاگ کر اپنی جان بچانا بھی کوئی آسان کام نہ تھا طرنطائی نے اندازہ لگا لیا تھا کہ شرف الدین سنجر اپنے لشکر کی حالت دیکھتے ہوئے ضرور پسپا ہو کر شہر میں محصور ہونے کی کوشش کرے گا لہذا اس نے اپنے لشکر کو دائیں جانب

پھیلانا شروع کر دیا تھا اور جونہی شرف الدین نے اپنے لشکر کو پیچھے ہٹاتے ہوئے دمشق شہر کی طرف بھاگنا چاہا طرنطائی فوراً ایک کاوا کاٹتے ہوئے اس کے سامنے آیا اس کی راہ روک کھڑا ہوا پھر شرف الدین کے لشکر پر سامنے کی طرف سے طرنطائی نے سانسوں میں گھس جانیوالی قربتوں کی خوشبو، دکھ کے سایوں، وجد آفریں فضاؤں میں رقص احساس بگولوں، آتشی آندھی اور وحشت پرستی کے فرمان کی طرح حاوی ہوتا چلا جارہا تھا۔

شرف الدین کے بھاگ کر دمشق شہر میں محصور ہو جانے کی ساری امیدیں ختم کر دی گئیں اور اب دونوں جانب سے اس کے باقی ساتھیوں کا قتل عام شروع ہو گیا تھا۔ سامنے کی طرف سے طرنطائی اپنے سامنے ٹکرانے والی ہر شئے کو خون میں ڈبوتا چلا جارہا تھا اور پشت کی جانب ٹھاٹھیں مارتے طغیانی پر آئے بحر کی طرح حسام الدین ہر باغی کو نگلتا چلا جارہا تھا یوں دونوں جانب سے باغیوں کا خوب قتل عام شروع ہوا یہ صورتحال دیکھتے ہوئے باقی بچنے والے باغیوں نے ہتھیار ڈال دیئے امیر طرنطائی سے انہوں نے صلح کی درخواست کی اور بغاوت ترک کر کے مطیع و فرمانبردار ہونے کا عہد کیا اسکے ساتھ ہی طرنطائی کے لشکریوں نے شرف الدین سنجر کو زندہ گرفتار کر لیا تھا۔

شرف الدین کا ساتھ دینیوالے جن باغیوں نے ہتھیار ڈال کر معافی طلب کی تھی انہیں طرنطائی نے فراخدلی سے کام لیتے ہوئے معاف کر دیا اور انہیں دمشق شہر کی طرف چلے جانے کا حکم دیا تھا وہیں طرنطائی نے اپنے لشکر کیساتھ پڑاؤ کیا اور پھر دمشق کے باغی والی شرف الدین سنجر کو اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا تھوڑی دیر بعد جب شرف الدین سنجر کو طرنطائی کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کے ہاتھ اس کی پشت پر بندھے ہوئے تھے طرنطائی تھوڑی دیر تک قہربانی بڑے غصے اور بڑے غضبناک انداز میں شرف الدین کی طرف دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کیا۔

شرف الدین تو نے کسی بناء پر بغاوت کھڑی کرتے ہوئے اپنے لئے زندان کی کالی سلاختوں کو آواز دی کیا سوچ کر تو نے ظلم و تشدد کی میزان کھڑی کی اپنے ساتھیوں کو وقت کے گہرے خونی ساگر میں ڈبونے کی کوشش کی کیوں تو نے شیطان کے خونی اشارے پر لفظ انسانیت، عفت کے آنچلوں، جوانوں کے پرعزم تیور، تہذیب کے دل اور علم و ثقافت کے گہوارے دمشق کو خون آلود کرنا چاہا شرف الدین، سلطان رکن الدین کی وفات

کے بعد تو نے بغاوت کھڑی کرنے کی کیسے جرأت و جسارت کی کیا تو نہیں جانتا تھا کہ سلطان رکن الدین کے ساتھ وہ لوگ ہیں جو بڑے بڑے جابر اور ظالم حکمرانوں کے قصر آرام اور نشاط کو مقدر کی زنجیروں میں جکڑ دینے کا فن جانتے ہیں اور جو نفرت کے لاوے کی طرح پھیلنے والے اپنے دشمنوں کو ہزیمت کے سیاہ عفریت کا شکار کرنے کی ہمت و جرأت رکھتے ہیں۔

یہاں تک کہتے کہتے طرنطائی کو رک جانا پڑا اس لئے کہ شرف الدین سنجر فوراً آگے بڑھا اور اپنے آپ کو اس نے طرنطائی کے قدموں میں گرا دیا اور گڑگڑاتے ہوئے لہجے میں کہنے لگا۔

امیر طرنطائی میں جانتا ہوں آپ اس وقت سلطان سیف الدین کے لشکریوں کے سپہ سالار اعلیٰ ہیں اگر آپ چاہیں تو مجھے معافی مل سکتی ہے میں خلوص دل سے گڑگڑاتے ہوئے آپ سے معافی کی درخواست کرتا ہوں اور آپ سے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی بھی میں بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔

تحکمانہ سے انداز میں طرنطائی نے شرف الدین سنجر کو کھڑا ہونے کے لئے کہا جس پر شرف الدین فوراً اٹھا اور سیدھا کھڑا ہو گیا اس کے بعد پھر طرنطائی کی غصیلی آواز سنائی دی۔

سن شرف الدین۔ میں تجھے معاف کرنے کا مجاز نہیں ہوں میں اپنے سلطان سیف الدین کے ہر حکم کا پابند ہوں تیرے لئے سلطان نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ تجھے پابجولاں کر کے قاہرہ روانہ کر دیا جائے لہٰذا تیری قسمت کا فیصلہ قاہرہ میں خود سلطان سیف الدین کرے گا میں آج ہی تجھے قاہرہ روانہ کر دوں گا اس کے ساتھ ہی طرنطائی نے شرف الدین سنجر کو بیڑیاں پہنانے کا حکم دیا اور ایک محافظ دستے کے ساتھ اسے قاہرہ روانہ کر دیا۔

اس کے بعد طرنطائی اور حسام الدین اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے اور دمشق شہر میں وہ داخل ہوئے اور شہر میں قیام کر لیا تھا دوسری جانب شرف الدین سنجر جب قاہرہ پہنچا تو سلطان سیف الدین نے بغاوت کے جرم میں اسے قتل تو نہیں کیا لیکن اسے زندان میں ڈال دیا تھا۔

منگولوں کے مرکزی شہر مراغہ میں منگولوں کا حکمران اور ہلاکو خان کا بیٹا اباقا خان اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اس کے دائیں جانب اس کی حسین و جمیل نصرانی بیوی جو قسطنطنیہ کے شہنشاہ کی بیٹی تھی اور اس کے بائیں جانب اور سامنے دو رویہ انداز میں اس کے مشیر اور صلاح کار بیٹھے ہوئے تھے ایسے میں قصر کے اندر دو پادریوں کو پیش کیا گیا۔ اباقا خان کے سامنے آنے کے بعد ان دونوں پادریوں نے اپنے سر کو زمین کی طرف خوب جھکاتے ہوئے اباقا خان کو تعظیم دی پھر ان دونو پادریوں میں سے کوئی گفتگو کا آغاز کرنا ہی چاہتا تھا کہ اباقا خان پہلے ہی بول پڑا۔

میرے چوبدار نے مجھے بتایا ہے کہ تم دونوں طرابلس کی طرف سے آئے ہو اور میرے لئے کوئی انتہائی اہم پیغام رکھتے ہو اس پر ان دو پادریوں میں سے ایک بول پڑا۔

عظیم خاقان۔ آپ کے چوبدار نے آپ کو درست ہی بتایا ہے آپ کے پاس آنے سے پہلے اس نے ہم سے ساری معلومات حاصل کی تھی دیکھ خاقان نصرانیوں نے اس وقت اپنی ساری قوت کو طرابلس میں جمع کرنا شروع کر دیا ہے اور کمک کے طور پر اپنے کچھ لشکروں کو ایک اور قلعے میں بھی منتقل کرنا شروع کر دیا ہے تا کہ مسلمان اگر طرابلس پر حملہ آور ہوں تو اس قلعے سے بروقت رسد، کمک اور دیگر امدادی صورت میں ہر چیز مہیا اور میسر آسکے۔

طرابلس کے سرکردہ نصرانیوں کی طرف سے خاقان ہم تمہارے پاس آئے ہیں

اور تم سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا عظیم سلطان رکن الدین فوت ہو چکا ہے شاید اباقا خان کو علم ہوگا کہ مسلمانوں کا سلطان رکن الدین ایک عجیب و غریب انسان تھا اس نے غلام سے لے کر شہنشاہ تک زندگی کے سارے ہی مراحل سے آشنائی حاصل کی تھی اور وہ جنگجوئی اور فن سپاہ گری میں بھی اپنا کوئی جواب نہیں رکھتا تھا اسی بنا پر نصرانی اور منگولوں میں سے جو قوت بھی اس کے ساتھ ٹکرائی پاش پاش ہو کر ختم ہو گئی اس کے سامنے نصرانی ہی نہیں منگولوں اور باطنیوں نے بھی ذلت آمیز شکستیں اٹھائیں۔

اباقا خان طرابلس کے نصرانیوں کا خیال ہے کہ ان علاقوں میں آپ کی قوت سب سے بڑی قوت ہے اب اگر آپ چاہیں تو مصری حکومت کو اپنے سامنے زیر و مغلوب کر کے اپنی ماضی کی ساری شکستوں کے داغ دھو سکتے ہیں اس وقت مسلمانوں کا سلطان سیف الدین ہے گو وہ بھی ایک غلام سے سلطان بنا ہے لیکن کہنے والوں کا کہنا ہے کہ وہ نہ ہی رکن الدین جیسا جنگی تجربہ نہ ہی جرأت و ہمت میں اس جیسا دم خم رکھتا ہے لہذا ہمیں امید ہے کہ اگر آپ سیف الدین سے ٹکرانے کی کوشش کریں تو شکست کو سیف الدین کا مقدر بنا سکتے ہیں۔

عظیم خاقان۔ طرابلس کے نصرانی گو اس وقت مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک بہت بڑا لشکر جمع کرنے کے عمل سے گذر رہے ہیں اور وہ جنگ کی تیاری میں پوری طرح مصروف ہیں اور وہ فی الوقت فی الفور جنگ کرنے کی حالت میں نہیں ہیں لیکن اگر آپ مسلمانوں کے خلاف جنگ کی ابتدا کریں تو اس جنگ میں وہ آپ کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہوں گے مجھے امید ہے کہ اگر دونوں قوتیں مل کر مسلمانوں کے نئے سلطان سیف الدین سے ٹکرائیں تو سیف الدین کو پاش پاش کر کے رکھ سکتی ہیں۔

عظیم خاقان۔ طرابلس سے ہم دونوں پادری یہی پیغام آپ کے پاس لے کر آئے ہیں کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی موقع نہیں ملے گا اگر آپ نے اس موقع کو ضائع کر دیا تو پھر ساری عمر ہمارے پاس پچھتانے کے علاوہ کچھ نہ رہے گا اور پھر آئندہ کبھی بھی ہم مسلمانوں سے اپنی شکستوں ہزیمتوں اور ناکامیوں کا انتقام نہ لے سکیں گے۔ منگولوں کے عظیم خاقان۔ ایسا وقت پھر کبھی نہ آئے گا اور ہم یہی پیغام لے کر آئے ہیں کہ آپ وقت ضائع کئے بغیر مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اس لئے کہ

آپ کے پاس پہلے سے ہی ایک عظیم اور جرار لشکر موجود ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ پادری جب خاموش ہوا تو اباقا خان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ کہنے لگا۔

بزرگ پادریو! میں تمہارا اور تمہیں بھیجنے والے طرابلس کے معزز نصرانیوں کا شکر گذار ہوں کہ تم ہمارے ساتھ تعاون اور اتحاد کی پیشکش کر رہے ہو پر میں تم پر انکشاف کروں کہ اگر یہ مشورہ لے کر نہ بھی آتے تب بھی میں مسلمانوں سے ٹکرانے اور ان پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر چکا ہوں۔

سنو دونو پادریو۔ میں نے اپنی جنگی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا رکھا ہے اور عنقریب تم سنو گے کہ میں خود اپنے لشکر کے ساتھ مسلمان علاقوں کی طرف پیش قدمی کروں گا اور مسلمان حکمرانوں اور سلطنتوں کی حالت وہی کروں گا جو اس سے پہلے میرا باپ ہلاکو خان اور میرے باپ کا دادا چنگیز خان کر چکا ہے اب تم جاؤ اور ہمارے شاہی مہمان خانے میں جا کر قیام کرو جب تم چاہو طرابلس کی طرف رخصت ہو سکتے ہو عنقریب تم سنو گے کہ میں نے مسلمان علاقوں کے اندر تباہی و بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا ہے

دونوں پادری اباقا خان کے اس جواب سے مطمئن ہو گئے تھے اور وہ بڑے پرسکون اور مسکراتے ہوئے انداز میں قصر کے اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

OOOO

جن دنوں منگولوں کے مرکزی شہر مراغہ میں طرابلس سے آنے والے پادریوں نے ہلاکو کے بیٹے اور منگولوں کے حکمران اباقا خان کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی تھی ان دنوں ہلاکو خان کا چھوٹا بیٹا اور اباقا خان کا چھوٹا بھائی اپنے مرکزی شہر سے دور شمال میں برفستانوں کے اندر شکار کرنے میں مصروف تھا اس شخص کا نام پہلے تکودار اوغلان تھا یہ انتہائی شجاع دانشور اور عاقل انسان تھا لہذا نصرانی مبلغوں نے اسے اپنے حلقے میں لے لیا تھا یہ پہلے عام منگولوں کی طرح نیلے جاودانی آسمان کی عبادت کرنے والا تھا لیکن عیسائی مبلغوں کے ہاتھ بچپن ہی میں اس نے عیسائیت قبول کر لی اور عیسائی مبلغوں نے اس کا نام نکولس رکھا۔

لیکن یہ تکودار اوغلان جب بڑا ہوا تو مسلمانوں کے اطوار اور ان کے مذہب سے

ایسا متاثر ہوا تھا کہ یہ مسلمانوں کے دین کو پسند کرنے لگا یہاں تک کہ اس نے مسلمان مبلغوں کے ہاتھوں اسلام قبول کر لیا اور اپنا نام نکولس سے احمد رکھ لیا تھا۔

اسی احمد ہی کی وجہ سے منگولوں میں بیشماری لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اپنے مسلمان مبلغوں کی وجہ سے احمد نے منگولوں کے اندر اسلام کی نشر و اشاعت کا کام جاری رکھا اور دن بدن بڑی تیزی سے منگول احمد کے کہنے پر اسلام قبول کرنے لگے تھے اس لئے کہ احمد منگولوں میں بڑی ہر دلعزیز شخصیت رکھتا تھا۔

اپنے مرکزی شہر مراغہ سے احمد نے دور برفستانوں کے اندر خیموں کا ایک شہر آباد کر رکھا تھا اور شکار میں مصروف تھا خیموں کے اس شہر میں اس کے ساتھ ایک پورا لشکر تھا جس میں زیادہ تر مسلمان ہی تھے اور یہ گرتی برف میں برفانی جانوروں کا شکار کرنے میں لگا ہوا تھا کہ چند قاصد اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے مراغہ سے برفستانوں میں لگے ہوئے اس کے پڑاؤ میں داخل ہوئے تھے۔

احمد کو جب ان سواروں کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے شکار بند کر دیا وہ اپنے خیمے میں آیا اور مراغہ سے آنے والے سواروں کو اس نے اپنے خیمے میں طلب کیا وہ سوار تعداد میں چار تھے احمد کے ذاتی محافظ ان سواروں کو اس کے خیمے میں لے کر گئے جب وہ چاروں اس کے سامنے پیش ہوئے تو احمد نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھنا شروع کیا۔

کیا تم چاروں مراغہ سے میرے لئے کوئی اہم خبر لے کر آئے ہو کیا مراغہ میں میرے خلاف کوئی قوت حرکت میں آچکی ہے یا آنے والی ہے یا یہ کہ میرا بڑا بھائی اباقا خان مسلمانوں کے خلاف کوئی غلط یا بڑا قدم اٹھانے والا ہے یا یہ کہ حالات میرے حق میں پلٹا کھا چکے ہیں اباقا مر چکا ہے اور میں منگولوں کا حکمران بننے کے بعد سلطان ہونے کا اعلان کرنے والا ہوں۔

احمد کے خاموش ہو جانے پر ان چاروں میں سے ایک بول پڑا۔

خاقان مسلمان ہونے کے ناطے سے ہم آپ کے لئے مراغہ سے ایک بری خبر لے کر آئے ہیں آپ جانتے ہیں ہم چاروں نے آپ ہی کی موجودگی میں مسلمان مبلغوں کے ہاتھوں اسلام قبول کیا تھا لہذا کسی کو بتائے بغیر ہم مراغہ سے روانہ ہوئے تا کہ وہ بری خبر آپ کے کانوں تک پہنچائیں احمد چوکنا ہو گیا اور پریشان کن انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

تم کون سی بری خبر لے کر آئے ہو کیا اسلام قبول کرنے کے جرم میں میرا بھائی اباقا مجھ پر گرفت کرنا چاہتا ہے وہ سوار پھر بول پڑا۔

نہیں ۔ خاقان ایسی بات نہیں ہے دراصل اباقا خان مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر چکا ہے خاقان طرابلس سے دو پادری آئے تھے انہیں نصرانیوں کے سرکردہ لوگوں نے اباقا کی خدمت میں بھیجا تھا اور ان پادریوں نے اباقا خان کو ترغیب دی ہے کہ وہ فی الفور مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائے خاقان آپ خود بھی جانتے ہیں کہ مسلمانوں کا سلطان رکن الدین وفات پا چکا ہے اس کی جگہ سیف الدین اب مسلمانوں کا سلطان ہے ان دونوں پادریوں کا کہنا تھا کہ رکن الدین کی وفات کے بعد مسلمانوں کی طاقت کمزور اور ضعف کا شکار ہو گئی ہے لہٰذا اگر اباقا خان اس وقت حملہ آور ہو جائے تو مسلمانوں کے پاس کوئی ایسی قوت نہیں جو منگولوں کی راہ روکے لہذا منگول مصر کے مرکزی شہر قاہرہ تک اپنی فتوحات کا دائرہ بڑی آسانی سے پھیلاتے چلے جائیں گے پادریوں کے ذریعے طرابلس کے معزز نصرانیوں نے یہ بھی پیغام بھجوایا تھا کہ اگر اباقا مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو طرابلس کے نصرانی پوری طاقت اور قوت سے مسلمانوں کے خلاف اس کا ساتھ دیں گے۔

اباقا خان نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ مصر کی حکومت پر حملہ آور ہو گا اس لئے اباقا خان نے تین لاکھ کا ایک بہت بڑا اور جرار لشکر تیار کر لیا ہے تین لاکھ کے اس لشکر میں لگ بھگ ایک لاکھ سوار ہیں اور باقی پیادہ لشکر ہے لوگوں کا کہنا ہے کہ جب اباقا تین لاکھ کے اس لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرے گا تو دنیا کی کوئی طاقت اس کی راہ نہ روک سکے گی۔

اس قاصد کے اس انکشاف پر احمد کی گردن جھک گئی تھی اس کے چہرے پر دکھ غم اور پریشانی کے آثار تھے تھوڑی دیر تک وہ گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر ان قاصدوں کی طرف دیکھا ساتھ ہی اس کی دھیمی مگر غم میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

کاش اسلام قبول کرنے کے بعد منگولوں کے اندر میں نے اتنی طاقت اور قوت جمع کر لی ہوتی کہ آج میں اپنے بھائی اباقا خان کے سامنے ایک مسلمان کی حیثیت سے کھڑا ہوتا اور اس کی راہ روکتا اور اسے مصر پر حملہ آور ہونے کی کبھی اجازت نہ دیتا کاش میرے پاس ایسے وسائل ہوتے کہ میں اپنے بھائی کو مسلمانوں کی ہلاکت اور خونریزی سے روک سکتا لیکن سنو آنے والے قاصدو، مسلمان کی حیثیت سے میرا ایمان ہے کہ جب کوئی نہیں

دیکھتا تو خداوند ہر چیز کا دیکھنے والا ہے وہ مسلمانوں کا محافظ اور ناصر ہے مجھے امید ہے کہ اباقا خان کے تین لاکھ کے لشکر کے مقابلے میں میرا خداوند جو خالق کائنات ہے اور جو دلوں کے بھید جانتا ہے ضرور مسلمانوں کی مدد فرمائے گا۔

سنو میرے عزیزو۔ میرا دل کہتا ہے کہ سلطان سیف الدین بھی منگولوں پر سیاہ رنگ تقدیر، آتش صفت برہمی اور جدائی کی صبح کی طرح نزول کرے گا ان کی جہالت کے پنجوں کو کاٹے گا دھوادھواں خواش، ہدف ہدف صداؤں کی طرح ان پر چھائے گا اور ان کی ایک ایک لمحے کی زندگی کو دشوار اور ان کی عمر رواں کی ایک ایک ساعت کو بے ربط کر کے رکھ دے گا۔

میرے ساتھیو۔ اگر ماضی میں سلطان رکن الدین منگولوں پر سسکتی ویرانیوں کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے ان کی حالت سلگتے لمحوں، پیاسی روح کے عذاب جیسی بناتا رہا ہے تو میرا دل کہتا ہے چونکہ موجودہ سلطان سیف الدین اور اس کے دونوں ساتھیوں طرنطائی اور حسام الدین نے بھی سلطان رکن الدین ہی کی نگرانی اور رہنمائی میں جنگی تجربات حاصل کئے ہیں ۔ لہذا وہ تینوں بھی سرابوں کے جزیروں میں دشت فسوں کی طرح ان پر حملہ آور ہوں گے اور دھوئیں کے بادلوں کی طرح ان پر چھائیں گے اور ان کی حالت بولتے زخموں، سیلاب غم اور درد اعصاب سے بھی بدتر بنا کر رکھیں گے میرے ساتھیو میرا دل کہتا ہے کہ سلطان سیف الدین اور اس کے قیمتی متاع جیسے ساتھی طرنطائی اور حسام الدین منگولوں کی جوان امنگوں ان کے خوش آئند وسوسوں اور جستجو کے سارے پیچ و خم کو نکال کر سیدھا کر دیں گے۔

میرے ساتھیو ایسے میں جبکہ میرا بھائی اباقا خان میری مسلم قوم کے خلاف حرکت میں آرہا ہے تو میرا مراغہ شہر میں ہونا لازمی ہے سنو میرے رفیقو میں منگول ضرور ہوں لیکن منگول ہونے سے پہلے چونکہ مسلمان ہوں لہذا میں مسلم قوم ہی کا ایک فرد ہوں اس بناء پر منگولوں کے مقابلے میں میری ساری ہمدردیاں اپنی مسلم قوم کے ساتھ ہیں اپنا پڑاؤ اٹھا لو ابھی اور اسی وقت اپنے مرکزی شہر مراغہ کی طرف کوچ کریں گے اور جو حالات رونما ہونے والے ہیں ان پر کڑی نگاہ رکھیں گے سنو میرے ساتھیو میرا دل کہتا ہے اب وقت آگیا ہے مجھے خود بھی حرکت میں آنا ہو گا اور اپنے بھائی اباقا خان سے نپٹنا ہو گا اس لئے

کہ اباقاخان بار بار نصرانیوں کے کہنے پر مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر میری ملت میری قوم کے نقصان کا باعث بن رہا ہے لہذا مجھے بھی اب کوئی ایسا قدم اٹھانا ہو گا جس کے باعث مراغہ کی منگول سلطنت ایک مسلمان سلطنت میں تبدیل ہو کر رہ جائے اس کے ساتھ ہی احمد اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اس کے ساتھی بڑی تیزی سے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ کر اپنے مرکزی شہر مراغہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

OOOO

امیر طرنطائی نے دمشق میں قیام کے دوران اپنے ساتھی حسام الدین کو سلطان سیف الدین کے حکم کے مطابق دمشق کا والی مقرر کر دیا تھا اور اس نے بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دمشق ہی میں قیام کر لیا تھا۔

ایک روز جبکہ امیر طرنطائی اپنے لشکر کے کھانے کی نگرانی کر رہا تھا کہ حسام الدین کچھ لوگوں کے ساتھ طرنطائی کے پاس آیا اور بڑی ارادتمندی میں طرنطائی کو اس نے مخاطب کیا۔

امیر طرنطائی۔ میں کچھ قاصد آپ کے پاس لے کر آیا ہوں یہ قاصد سیدھے میرے پاس آئے تھے یہ پہلے آپ کو تلاش کرتے رہے ہیں چونکہ آپ لشکر میں تھے یہ آپ کو نہ پا کر سیدھے میرے پاس آئے لہذا میں انہیں آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا ہوں ان آنے والے قاصدوں کے پاس بڑی اہم خبریں ہیں۔

حسام الدین کی اس گفتگو پر طرنطائی چونکا ہوا باری باری اس نے ان قاصدوں کی طرف دیکھا وہ تعداد میں چار تھے اس موقع پر حسام الدین پھر بول پڑا۔

امیر طرنطائی۔ یہ جو چار قاصد ہیں ان میں سے دو منگولوں کے مرکزی شہر مراغہ کی طرف سے آئے ہیں اور دو قاہرہ سے آ رہے ہیں طرنطائی نے پہلے منگولوں کے مرکزی شہر مراغہ سے آنیوالے قاصدوں کی طرف غور سے دیکھا پھر پوچھا کیا تم منگولوں کے شہر مراغہ سے کوئی اہم خبر لے کر آئے ہو ان دو میں سے ایک بول پڑا۔

امیر محترم ہم ایک بری خبر لے کر آئے ہیں سلطان رکن الدین کی وفات کے بعد نصرانیوں اور منگولوں کو کچھ غلط فہمیاں ہو گئی ہیں نصرانیوں نے اب اپنی طاقت اور قوت کا سرچشمہ اپنے شہر طرابلس کو بنا لیا ہے طرابلس کے سرکردہ عیسائی پادریوں نے اپنے دو

پادری منگولوں کے مرکزی شہر مراغہ کی طرف بھجوائے اور ان پادریوں کے ذریعے منگولوں کے حکمران اباقاخان کو یہ پیغام بھجوایا گیا تھا کہ مسلمان رکن الدین کی وفات کے بعد چونکہ کمزور ہو چکے ہیں لہذا اباقاخان فوراً مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر اپنی ماضی کی شکست کے داغ دھوئے اور مسلمانوں کو شکست دے کر اپنے لئے فوائد حاصل کرے۔

اباقاخان مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار ہو گیا ہے جو لشکر اس نے ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار کیا ہے اس کی تعداد تین لاکھ کے لگ بھگ ہے تین لاکھ کے اس لشکر میں تقریباً ایک لاکھ سوار ہیں اور باقی دو لاکھ کا لشکر پیدل ہے اور یہ تین لاکھ کا لشکر بہت جلد مراغہ سے کوچ کر کے مسلمان علاقوں پر حملہ کرنے کے لئے جنوب کی طرف پیش قدمی کرے گا۔

مراغہ کی طرف سے آنیوالے ان قاصدوں کا یہ پیغام سن کر امیر طرنطائی کسی قدر فکر مند ہوا تھا لمحہ بھر کے لئے اس کی گردن جھکی تھی اس نے کچھ سوچا پھر اس نے حسام الدین کی طرف دیکھا۔

حسام الدین، منگولوں کا لشکر اگر تین لاکھ سے بھی زیادہ ہے تو ہم پیٹھ نہیں دکھائیں گے حسام الدین میرے بھائی ـ ہمیں آج یا کل یہاں سے کوچ کرنا ہو گا اپنے سارے لشکر کو لے کر ہم منگولوں کی راہ روکیں گے اور مجھے امید ہے کہ ہم انہیں شکست دینے اور پسپا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے میری خداوند سے دعا ہے کہ وہ منگولوں کے اس طوفان کے سامنے ہماری مدد اور اعانت فرمائے جواب میں حسام الدین نے دعائیہ انداز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے آمین کا تھا اس کے بعد طرنطائی نے قاہرہ کی طرف سے آنے والے قاصدوں کو مخاطب کیا۔

تم دونوں کیا سلطان کی طرف سے آئے ہو میرے لئے کوئی اہم پیغام لے کر آئے ہو اس پر ان دونوں میں سے بھی ایک بول پڑا۔

امیر طرنطائی آپ کا اندازہ درست ہے سلطان کی طرف سے ہم آپ کے نام اہم پیغام لے کر آئے ہیں مراغہ کی طرف سے آنیوالے ہمارے دونوں بھائیوں نے آپ کو جو خبر دی ہے یہ خبر پہلے ہی قاہرہ پہنچ چکی ہے اور یہ خبر منگولوں کے حکمران اباقاخان کے بھائی کے کچھ ساتھیوں نے بڑی رازداری کے ساتھ قاہرہ پہنچا دی تھی لہذا سلطان سیف الدین وقت

ضائع کیئے بغیر ایک لشکر کیساتھ قاہرہ سے نکل چکے ہیں وہ حمص شہر کا رخ کر رہے ہیں تا کہ منگولوں کے طوفان کو روکا جاسکے آپ اور حسام الدین کے نام سلطان کا پیغام یہ ہے کہ آپ بھی اپنے لشکر کے ساتھ حمص کے طرف سلطان کے لشکر سے جاملیں قاہرہ کی طرف سے آنے والے قاصدوں کے اس انکشاف پر طرنطائی کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اس کے بعد اس نے دوبارہ منگولوں کے مرکزی شہر مراغہ کی طرف سے آنے والے قاصدوں کی طرف توجہ کی۔

تم دونوں کا کیا خیال ہے کیا منگول ابھی تک مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے مرکزی شہر مراغہ سے کوچ کر چکے ہوں گے اس پر اس بار دوسرا قاصد بول پڑا۔

امیر طرنطائی آپ کا اندازہ درست ہے میرے خیال میں منگول لشکر اباقا خان کی سرکردگی میں اپنے مرکزی شہر مراغہ سے نکل کر جنوب کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے کئی میل کا سفر طے کر چکا ہوگا۔

اس پر طرنطائی فوراً بول پڑا۔

حسام الدین میرے بھائی میں اپنے خیمے کی طرف جا رہا ہوں تم فوراً کوچ کی تیاری کرو آج شام تک ہم دونوں اپنے لشکر کو لے کر حمص شہر کی طرف روانہ ہو جائیں گے اس کے ساتھ ہی تقریباً بھاگنے کے انداز میں طرنطائی اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔

طرنطائی تقریباً بھاگتا ہوا جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو خیمے میں حسین و پرجمیل رودہ اسے اس حالت میں دیکھتے ہوئے پریشان ہو گئی تھی بھاگ کر وہ آگے بڑھی بڑے پیار بڑی چاہت بڑی مٹھاس بڑی ہمدردی میں اس نے طرنطائی کے دونوں ہاتھ اپنے گداز نرم اور مرمریں ہاتھوں میں لئے پھر سپردگی کے انداز میں اپنے جسم کا کچھ بوجھ اس نے طرنطائی پر ڈالتے ہوئے پیار بھری آواز میں پوچھا۔

آپ اس قدر بدحواس اور جلدی میں کیوں ہیں کیا کوئی دشمن کی طرف سے یا قاہرہ کی سمت سے نئی خبر موصول ہوئی ہے اس پر طرنطائی فوراً بول پڑا۔

رودہ میری عزیزہ تمہارا اندازہ درست ہے منگول ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے تین لاکھ کے ایک لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر مراغہ سے کوچ کر چکے ہیں اس خبر کی

اطلاع سلطان سیف الدین کو قاہرہ میں پہنچ چکی ہے اور سلطان ایک لشکر کے ساتھ قاہرہ سے نکل کر حمص شہر کی طرف روانہ ہو چکے ہیں میرے اور حسام الدین کے لئے بھی سلطان نے حکم بھیجا ہے کہ ہم بھی اپنے اپنے لشکر کو لے کر حمص کی طرف سلطان سے جاملیں لہذا شام سے پہلے پہلے لشکر یہاں سے کوچ کرے گا آؤ اپنے سامان کو سمیٹیں اس لئے کہ تھوڑی دیر تک خیمے باندھ لئے جائیں گے اور لشکر کوچ کی تیاری کرے گا۔

رودہ چونکہ اب ان چیزوں کی عادی ہو چکی تھی لہذا اس کے چہرے پر کسی تشویش کے آثار نمودار نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ طرنطائی کے ساتھ مل کر اپنے خیمے کی ساری چیزیں سمیٹنے لگی تھی تھوڑی ہی دیر بعد طرنطائی اور حسام الدین دونوں نے اپنے اپنے لشکر کیساتھ دمشق سے حمص کیطرف کوچ کر لیا تھا۔

OOOO

امیر طرنطائی اور حسام الدین دونوں متحدہ لشکر کیساتھ حمص کی طرف جانے والی شاہراہ پر سلطان سیف الدین سے جاملے تھے پھر جب وہ حمص شہر کے نواح میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے مزار کے قریب گئے تو انہوں نے دیکھا ان سے پہلے ہی حضرت خالد بن ولیدؓ کے مزار سے متصل کھلے میدانوں میں منگولوں کا لشکر پڑاؤ کیئے ان کا منتظر تھا سلطان سیف الدین نے بھی اپنے لشکر کو منگولوں کے لشکر کے سامنے پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

سلطان سیف الدین امیر طرنطائی اور حسام الدین کے ساتھ اپنے لشکر کے سامنے آیا۔ تھوڑی دیر تک سلطان منگولوں کے لشکر کا جائزہ لیتا رہا پھر اس نے بڑی حیرت اور پریشانی ملے جلے جذبے میں طرنطائی اور حسام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میرے ساتھیو۔ میرے عزیزو۔ منگول اس بار اس قدر بڑا لشکر لے کر ہمارے سامنے آئے ہیں میرے خیال میں اس سے بڑے لشکر کے ساتھ وہ کبھی بھی مسلمانوں کے سامنے نہ آئے ہوں گے میرے فرزندو ماضی میں ہم نے انگنت بار منگولوں کا سامنا کیا لیکن آج کا دن میں سمجھتا ہوں کہ سخت اور ہمارے امتحان اور آزمائش کا دن ہو گا تم دیکھتے ہوئے جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے منگولوں کا لشکر پھیلا ہوا ہے اور کہنے والوں کا کہنا ہے کہ اس لشکر کی تعداد تین لاکھ کے لگ بھگ ہے۔

میرے فرزندو۔ فکر مندمت ہونا ماضی میں ہم یک جان اور متحد ہو کر دشمن پر

ضربیں لگاتے ہوئے اسے اپنے سامنے سے بھگاتے رہے رہیں مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ یہ جنگ بھی ہماری کامیابیوں ہماری کامرانی کی نوید لے کر آئے گی جنگ کے دوران اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھاتے رہنا اور انہیں بتانا کہ ہم مٹھی بھر ہونے کے باوجود منگولوں پر قہر مذلت بن کر چھاجانے کی ہمت اور جرأت مندی رکھتے ہیں۔

میرے فرزندو۔ میرا خیال ہے کہ منگول ہمارے ساتھ جنگ کی ابتدا کرنے میں دیر نہیں لگائیں گے لہذا ہمیں بھی اپنے لشکر کو ترتیب دیتے ہوئے صفیں درست کر لینی چاہئیں

اس کیساتھ ہی سلطان سیف الدین بالکل سلطان رکن الدین کی طرح اپنے گھوڑے سے اترا پہلے وہ بڑی عاجزی بڑی انکساری میں زمین کی ننگی پیٹھ پر قبلہ رو خدا کے حضور سجدہ ریز ہوا اس موقع پر اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور اس کے کندھے پر جو انگوچھا تھا وہ بار بار ڈھلک جاتا تھا پھر سلطان سیدھا ہو کر بیٹھا دعا کے انداز میں اس نے ہاتھ بلند کیے چند لمحوں تک عجیب سی بے بسی اور بے چارگی میں آسمان کی طرف دیکھا پھر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"اے اللہ! تو ہی زندان میں قید جذبوں کو عمل کی صورت ڈھالتا ہے تو ہی بے نور اجالوں میں سورج کو طلوع وغروب کرتا ہے تو ہی میرے اللہ سر کٹے منحوس کالے لمحوں کو حسین رنگوں کی کہکشاں اور زندگی کی مسافتوں میں جینے کے وسائل بانٹتا ہے اے اللہ تیرے ہی کن سے بے کراں بے انت خلا میں تاروں بھرا گگن ابھرتا ہے فلک پر اڑتے بادلوں کے ٹھنڈے جزیرے تیرے ہی کن کے تحت افق کے کناروں کو سندوری کر جاتے ہیں میرے اللہ تیرے ہی کن کے تحت روز خورشید دہکتا ہے ڈوبتا ہے چاند کی بزم سنورتی اور نکھرتی ہے۔

میرے اللہ یہ بادلوں کی گرج۔ آندھیوں کا شور۔ یہ شمع پر نچھاور ہوتے پتنگے کوئل کے گیت۔ جھینگر کی ملہار۔ تیری مشیت کے تحت ہے میرے اللہ تو ہی اپنے حکم سے زیست کے فانی سلسلوں میں حیات نو کی صباحتیں اور سرشاریوں کی فصل کھڑی کرتا ہے سکھ سپنوں کے بادلوں کو تو ہی شفق کی لالی اور سرخی عطا کرتا ہے تو ہی میرے اللہ سراغ اوہام کے اندیشوں کو نور کی کرنیں اور راستوں کے الجھاؤں کو سلجھا کر منزل عطا کرتا ہے۔

میرے اللہ یہ حیات کی قدروں کو پامال کرنے والے منگول۔ یہ زندگی کے رقیب یہ عزتیں اجاڑنے اور پگڑیاں اچھالنے والے منگول میرے اللہ تیرے بندوں کے درپئے ہیں میرے اللہ ہم سب عاجز بندے تیرے سامنے دست بدعا ہیں مجھے ہمت دے کہ میں کذب وریا کے نرغے میں جرأت اظہار، معتبر وخوددار اور پیغام کی ترسیل بن کر نمودار ہوں مجھے طاقت دے کہ میں دشمن کی شدت ہیجان کو شل۔ انکے اوہام کی چادر کو لیر لیر کرتے ہوئے ان کی بنجر سماعتوں پر طوفانی شرر بن کر نزول کر جاؤں۔

میرے اللہ۔ یہ منگول غموں کی شدت تحریک بغاوت لئے وحشتوں کے سیل بے اماں کی طرح ہمارے جذبوں کی توقیر اور ہمارے شعلہ دل کی جلا کو ماند کرنا چاہتے ہیں مجھے ہمت دے کہ میں صورت الہام اترتی نئی کرنوں کے افسانے اور آگ وخون کے سحاب کی طرح ان پر حملہ آور ہوتے ہوئے اپنی قوم اپنی ملت کے لئے نئی مثالیں رقم کروں میرے اللہ تو مجھے ہمت دے کہ میں ان منگولوں کو بے تحریر دکھ میں مبتلا کروں آزادی کے نشے میں سرشار ہو کر ان کی آرزوؤں کو سر بریدہ اور سیلاب بلاخیز کی طرح ان کی حسرتوں کو پریشان کن کر کے رکھ دوں۔

میرے اللہ۔ ہمارے قریب ہی تیرے محبوب بندے حضرت خالد بن ولیدؓ کا مزار ہے میرے اللہ جس طرح تو نے خالد بن ولیدؓ کو استطاعت دی کہ انہوں نے وقت کی طنابیں کھینچتے ہوئے ساعتوں کو اپنے سامنے مجمند کیا جس طرح انہوں نے صدیوں کے اندھے تمدن میں نئے پیغام کے آئینے آویزاں کئے جس طرح انہوں نے قرنوں کی احادیث اور تخریب کی آتش میں اقدار شکستہ کو وقار عطا کیا اس طرح میرے اللہ تو بھی اپنے اسم مقدس کے طفیل مجھے میرے سالاروں میرے لشکریوں کو بھی خالد بن ولیدؓ جیسی ہی کامیابی و کامرانی عطا فرما۔"

جب تک سلطان سیف الدین ہاتھ بلند کئے بڑی عاجزی اور انکساری میں دعا مانگتے رہے امیر طرنطائی اور حسام الدین دونوں ان کے دائیں بائیں کھڑے ہاتھ بلند کئے بار بار آمین کہتے رہے اس موقع پر ان دونوں کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور ان کا جسم کپکپا رہا تھا جس وقت سلطان سیف الدین اپنی جگہ سے اٹھا تو طرنطائی اور حسام الدین نے دیکھا سلطان سیف الدین کی آنکھیں بھی آنسوؤں کی نمی سے تر تھیں باری باری انہوں نے

طرنطائی اور حسام الدین کی طرف دیکھا پہلے اپنی آنکھیں خشک کیں پھر ہلکی سی مسکراہٹ میں کہا۔

میرے فرزندو۔ میرے ساتھیو۔ مجھے امید ہے کہ میرا خداوند میرا اللہ جو بڑا مہربان ہے ہمارے آنسوؤں میں بھیگی دعاؤں کو ضرور قبولیت عطا فرمائے گا آؤ اب اپنے لشکر کو استوار کریں اور دشمن کے جنگ کی ابتدا کرنے کا انتظار کریں اس کیساتھ ہی سلطان سیف الدین اور طرنطائی اور حسام الدین اپنے اپنے لشکروں کو استوار کرنے لگے تھے۔

جس طرح سلطان رکن الدین دشمن کے خلاف جنگ کیا کرتا تھا سلطان سیف الدین نے بھی جنگ کا وہی طریقہ رکھا وسط میں خود سلطان سیف الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رہا دائیں جانب امیر طرنطائی کو رکھا گیا تھا اور بائیں جانب حسام الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تھا یوں تینوں بڑی تیزی سے اپنے حصے کے لشکر کی صفیں درست کرنے لگے تھے دوسری جانب منگولوں کے لشکر میں بھی ہلچل برپا ہو چکی تھی وہ بھی اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں بانٹتے ہوئے جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے اپنی صفیں درست کرنے لگے تھے۔

اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کے بعد سلطان سیف الدین، طرنطائی اور حسام الدین یکجا ہوئے تھوڑی دیر تک وہ جنگ کے طریقہ کار پر بڑی رازداری کے ساتھ صلاح و مشورہ کرتے رہے اس کے بعد پھر منگولوں کی پیش قدمی کا انتظار کرنے کے لئے وہ اپنے اپنے لشکر کے سامنے جا کھڑے ہوئے تھے۔

منگولوں کے لشکر میں تھوڑی دیر تک عجیب سا سماں رہا وہ ڈھول اور دفیں پیٹتے رہے ساتھ ہی ساتھ عجیب طرح کی آوازیں نکالتے ہوئے وہ میدان جنگ میں وحشت برپا کرنے لگے تھے لیکن سلطان سیف الدین، طرنطائی اور حسام الدین اپنے لشکریوں کے ساتھ بالکل خاموش اور ان کی ہر حرکت سے بے پرواہ اور منتظر کھڑے تھے یہاں تک کہ ہلاکو خان کے بیٹے اباقا خان نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے بھی اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا وسط کا حصہ اس نے اپنے پاس رکھا دائیں بائیں جانب اس نے دیگر سالار مقرر کر کے لشکر تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔

سلطان سیف الدین، طرنطائی اور حسام الدین بڑی گہری نگاہوں سے ان کا

جائزہ لیتے رہے جب منگول مزید آگے بڑھے تو ایک ساتھ سلطان سیف الدین، طرنطائی اور حسام الدین حرکت میں آئے اپنے گھوڑوں کو انہوں نے موڑا اور اپنی اگلی تین چار صفوں کے پیچھے جا کھڑے ہوئے تھے یہ سب کچھ شاید تینوں نے مل کر پہلے ہی طے کر لیا تھا لہذا ان کے لشکریوں پر بھی یوں ان کے اس طرح پیچھے آنے سے کوئی اثر نہ ہوا تھا۔

منگول جب مزید آگے بڑھے تو ان پر ایک قیامت ایک حشر برپا ہو گیا اس لئے کہ سلطان سیف الدین کے لشکر کی اگلی صفوں نے ان پر ایسی زوردار اور تیز تیر اندازی کی تھی کہ منگولوں کی اگلی تقریباً تین صفیں بری طرح چھد کر زمین بوس ہو گئیں تھیں۔

پچھلی صفیں ابھی سنبھل ہی رہی تھی کہ مسلمانوں کی طرف سے پھر بھاری پھلوں کے تیروں کی باڑیں ماری گئیں تھی اس کے نتیجے میں منگولوں کے لشکر کی مزید صفیں تباہ ہو گئیں تھی اب منگول مزید سنبھلے وہ پیچھے ہٹے اور اپنے سامنے انہوں نے ڈھالیں کر لی تھیں۔

سلطان سیف الدین کے لشکر کی طرف سے تیروں کی کئی بوچھاڑیں مرنے والے منگولوں کے گھوڑوں کو ماری گئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گھوڑے بری طرح بدکتے ہوئے اپنے لشکر کے اندر گھستے ہوئے افراتفری بارپا کرنے لگے تھے۔

بس اسی افراتفری سے سلطان سیف الدین، امیر طرنطائی اور حسام الدین نے فائدہ اٹھانے کا عزم کر لیا تھا۔ وہ فوراً اپنے لشکر کے آگے آئے پھر لشکر کو انہوں نے عام حملہ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

گھوڑوں کے پیچھے ہی پیچھے سب سے پہلے سلطان سیف الدین منگولوں کے لشکر کے وسطی حصے پر سکوت ازل میں صداکاریوں اور اڑتے بگولوں کے رقص، شفق، رنگ لمحوں سے آباد صحرا میں تنکے اڑاتے صدیوں کے پلٹتے طوفانوں اور سوچوں کے بدن لہو لہو کر دینے والی ازلی ابدی خواہشوں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

سلطان کے ساتھ ہی ساتھ امیر طرنطائی بھی منگولوں کے لشکر کے بائیں پہلو پر وارد ہوا اور اس نے بھی منگولوں پر آفرینش کے تسلسل میں زندگی کے ذائقے بدل دینے والے سیال جذبوں، کسی کی کھوج میں جل تھل سوالات کو جنم دینے والے تجسس، قرنوں کی احادیث کا چہرہ اور تہذیب و تمدن کے تراشے اڑا دینے والے عناصر کی طرح حملہ آور

ہو گیا تھا۔

امیر حسام الدین نے منگولوں کے لشکر کے دائیں پہلو کا رخ کیا تھا اور سلطان سیف الدین اور امیر طرنطائی کے ساتھ ہی ساتھ وہ منگولوں پر روٹھی شاموں کی دھنک پر دہکتے خوابوں کے سایوں، ٹیڑھی میڑھی بے ہنگم راہوں کو نگلتے دکھ کے صحرا اور ذہن کے طیور کو پابند قفس کر دینیوالے طوفان الم کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اندھا دھند بھاگتے اور اپنے لشکر کی تنظیم کو درہم برہم کرتے گھوڑوں کے پیچھے ہی پیچھے جس وقت سلطان سیف الدین، امیر طرنطائی اور حسام الدین حملہ آور ہوئے تھے تو منگولوں کے اندر پیلی رتوں کے پھیلتے زہر، عجیب ویران موسموں کی کڑواہٹ، چیخوں کے غضبناک بھنور میں زندگی کی زنگ آلود ٹوٹتی زنجیروں کا سا سماں برپا ہو کر رہا گیا تھا اور یہ کیفیت زیادہ دیر تک قائم نہ رہی گو سلطان سیف الدین، امیر طرنطائی اور حسام الدین نے اپنے حملے میں ہزاروں منگولوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا لیکن منگولوں کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی لہذا اپنا کافی نقصان کرانے کے باوجود منگول سنبھلے پھر وہ اپنی اغراض نفسانی کی ساری بندگی، نیت کی خرابی، مقاصد کی خباثت اور ارادوں کی ناپاکی لئے اندھے قوائے فطرت اور تختۂ شب سے لبریز کالے نکروں سایوں کی طرح حرکت میں آئے اور سلطان سیف الدین کے لشکر پر انہوں نے ماضی کے بند دیو لاخوں سے نکلتے زندگی کے تیز جھکڑوں پت جھڑ کے پیلے پتوں کو یادوں کے بوسیدہ اوراق کی طرح اڑاتے تیز طوفانوں کے جھونکوں اور شدت سے رواں دربدری کے آزار کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

دونوں لشکروں کے آپس میں یوں خونخواری اور طاقت و قوت کے ساتھ ٹکرانے سے میدان جنگ کی حالت نیتوں کے عکس میں ڈوبی ظلمتوں کی رات۔ کالے تمدن کے عذاب، اور علامات جفا میں رقص کرتے وحشت بھرے خوابوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی بڑی تیزی کے ساتھ سانسوں کا خودکار عمل ٹوٹنے لگا تھا انسانی انگ ریزہ ریزہ ہونے لگے تھے ذہن و دل کی محرابوں پر پتھریلے لمحوں سی موت سوار ہونے لگی تھی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کے مزار کے قریب کھلے میدانوں میں تھوڑی دیر تک منگولوں اور مسلمانوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوتی رہی منگولوں کا خیال تھا کہ چونکہ ان کے مقابلے میں سلطان سیف الدین کے لشکر کی تعداد چھ گنا سے بھی کم ہو گی لہذا وہ بہت جلد مسلمانوں کو شکست دے کر میدان جنگ سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے لیکن جوں جوں جنگ طول پکڑتی جا رہی تھی ان کے اوسان خطا ہوتے جا رہے تھے اور جب ان کے کانوں میں یہ خبریں پڑنے لگیں کہ سلطان سیف الدین، طرنطائی اور حسام الدین نے بری طرح منگولوں کا قتل عام شروع کر رکھا ہے تو ان کے خونخوار اور وحشت بھرے ولولے برف ہونا شروع ہو گئے تھے۔

پھر آہستہ آہستہ مسلمان منگولوں پر ساون کے برستے بادلوں کی طرح چھانا شروع ہو گئے تھے منگول لشکری جو تھوڑی دیر پہلے تک پچھلی صفوں سے لپک کر اگلی صفوں میں حملہ آور ہونے کے لئے بڑھ رہے تھے اب وہ اگلی صفوں سے پچھلی صفوں کی طرف جانا پسند کر رہے تھے جبکہ بعض مقامات پر مسلمان لشکر بری طرح ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کا قتل عام کرنا شروع کر چکے تھے۔

آہستہ آہستہ پورے منگول لشکر میں بددلی اور افراتفری کی لہر پھیلنا شروع ہو گئی تھی اس لئے کہ ان کے لشکر کے بائیں پہلو کو بری طرح کاٹتے ہوئے طرنطائی ان کا قتل عام شروع کر چکا تھا سلطان سیف الدین وسطی لشکر کو پوری طرح ادھیڑ کر ان کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا دائیں جانب حسام الدین بھی انگنت منگولوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔

منگولوں کے حکمران اور ہلاکو خان کے بیٹے اباقا خان نے جب تیزی سے تباہ ہوتے اپنے لشکر کو دیکھا تو اس نے شکست تسلیم کرتے ہوئے اپنے لشکر کو پسپا ہو کر بھاگنے کا حکم دے دیا تھا جونہی منگول سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے سلطان سیف الدین نے فوراً حسام الدین کو اپنے پڑاؤ کے اندر موجود لشکر کی خواتین کی حفاظت پر چھوڑا ساتھ ہی اسے یہ بھی حکم دیا کہ وہ منگولوں کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹ لے خود سلطان سیف الدین نے امیر طرنطائی کیساتھ منگولوں کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

منگول بدکے ہوئے گھوڑوں کی طرح سلطان سیف الدین اور طرنطائی کے آگے آگے بھاگتے رہے اور وہ دونوں بری طرح ان کی پشت کی طرف سے ضربیں لگاتے ہوئے ان کی تعداد کم کرتے رہے یہ تعاقب منگولوں کے مرکزی شہر مراغہ تک جاری رہا اور وہاں تک پہنچتے پہنچتے اباقا خان کی ساری عسکری قوت کو ایک طرح سے سلطان سیف الدین اور

طرنطائی نے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔

سلطان سیف الدین اور طرنطائی دونوں اپنے لشکر کے ساتھ تعاقب کرتے ہوئے منگولوں کے مرکزی شہر مراغہ کا محاصرہ کر لینا چاہتے تھے پر اسی دوران اباقا خان کے چھوٹے بھائی احمد نے جو اسلام قبول کر چکا تھا اندر ہی اندر سلطان سیف الدین کی طرف پیغام بھجوایا اور گذارش کی کہ مراغہ کا محاصرہ نہ کیا جائے اور یہ بھی یقین دلایا کہ وہ اباقا خان کو مسلمانوں سے ٹکرانے کی اور ان پر حملہ آور ہونے کی خوب سزا دے گا۔

احمد کی طرف سے یہ پیغام ملنے کے بعد سلطان سیف الدین اور امیر طرنطائی اپنے لشکر کے ساتھ منگولوں کے مرکزی شہر مراغہ کے قریب سے واپس لوٹ گئے تھے۔

ان کے پہنچنے تک حسام الدین نے منگولوں کے پڑاؤ کی ہر شے سمیٹ کر اپنے پڑاؤ میں منتقل کر لی تھی منگولوں کے پڑاؤ سے جہاں حسام الدین کو خوراک کے ان گنت ذخائر میسر آئے وہاں نقدی کے علاوہ ہتھیاروں کے بڑے ذخائر بھی ہاتھ لگے تھے اپنے سفید رنگ کے گھوڑے پر سوار طرنطائی جب اپنے خیمے کے قریب آیا تو اس نے دیکھا بدحواس اور بے چین سی رودہ خیمے سے بھاگتی ہوئی نکلی تھی اور اس کے گھوڑے کے قریب آکر اس کی ٹانگ پکڑ کر کھڑی ہو گئی تھی پھر وہ بڑے پریشان کن لہجے اور غمزدہ سی آواز میں پوچھنے لگی آپ ٹھیک تو ہیں جواب میں طرنطائی نے مسکراتے ہوئے پوچھا کیا ہوا مجھے ؟ رودہ پھر فکر مندی میں اس کے لباس اور اس کے گھوڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی ذرا اپنے لباس اور گھوڑے کی حالت تو دیکھیں۔

طرنطائی اپنے گھوڑے سے نیچے اترا اس نے دیکھا منگولوں کے خون سے اس کا لباس تر تھا اور سفید گھوڑا بھی منگولوں کے خون سے تربتر ہو رہا تھا یہ صورتحال دیکھتے ہوئے طرنطائی مسکرایا پھر رودہ کا گداز ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہنے لگا دیکھ رودہ تجھے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیا تو مجھے مبارکباد نہ دے گی کہ ہم نے منگولوں کے تین لاکھ کے لشکر کو بدترین شکست دی ہے یہ جو میرے لباس اور میرے سفید گھوڑے پر تو خون دیکھ رہی ہے یہ سب منگولوں کا خون ہے۔

رودہ جواب میں کچھ نہ بولی پہلے اس نے گھوڑے کو اپنے خیمے کی طنابوں کے کھونٹے سے باندھا پھر طرنطائی کا ہاتھ پکڑ کر وہ اندر لے گئی خیمے میں جا کر وہ طرنطائی سے لپٹ گئی پھر پیار بھری اور مٹھاس سے بھرپور آواز میں وہ کہنے لگی میں آپ کو آپ کی فتح پر مبارکباد پیش کرتی ہوں طرنطائی بدک کر پیچھے ہٹ گیا۔

میرے ساتھ لپٹو نہیں تمہارا لباس خراب ہو جائے گا رودہ پھر آگے بڑھی اور بری طرح طرنطائی سے لپٹتے ہوئے کہنے لگی اگر لباس خراب ہوتا ہے تو ہو جائے آپ کا لباس بھی تو خراب ہے میں آپ سے مختلف تو نہیں آپ ہی کی ذات کا ایک حصہ ہوں رودہ کے اس جواب سے طرنطائی مسکرا کر رہ گیا تھا پھر رودہ اپنا لباس تبدیل کرنے کے بعد طرنطائی کا لباس بھی تبدیل کرانے لگی تھی۔

منگولوں کو بدترین شکست دینے کے بعد سلطان سیف الدین نے چند روز تک میدان جنگ ہی میں قیام کئے رکھا پھر انہوں نے وہاں سے کوچ کیا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ دمشق میں داخل ہوئے۔

دمشق میں قیام کے دوران سلطان سیف الدین اچانک بیمار ہو گیا بیماری کے دوران سلطان نے خداوند کے حضور منت مانی کہ اگر وہ صحت یاب ہو گیا تو قاہرہ میں ایک عدیم المثال اسپتال قائم کرے گا چنانچہ جب خداوند تعالیٰ نے سلطان سیف الدین کو مرض سے نجات دی تو سلطان سیف الدین نے دمشق کے والی کی حیثیت سے حسام الدین کو دمشق ہی میں رکھا جبکہ اپنے لشکر کے ساتھ وہ طرنطائی کے ہمراہ دمشق سے قاہرہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

قاہرہ میں پہنچتے ہی سلطان سیف الدین نے اپنی منت کے مطابق اسپتال تعمیر کیا جو بے مثال تھا اس اسپتال کے اخراجات پورے کرنے کے لئے تقریباً دس لاکھ درہم سالانہ کے اوقاف مقرر کئے گئے تھے اور یہ اسپتال تمام مریض انسانوں امیر و غریبوں عورتوں مردوں کے لئے بلا تخصیص تھا اور اس میں عورتوں کے لئے بھی ایسے ہی علیحدہ کمرے بنائے گئے تھے جیسے مردوں کے لئے تھے۔

بیمار عورتوں کی تیمارداری کے لئے ویسی ہی تربیت یافتہ عورتیں رکھی گئی تھیں جیسے مردوں کے لئے تربیت یافتہ تیماردار اور خدام مقرر تھے۔

اس اسپتال میں ایک بڑا شعبہ مختلف بخاروں کے مریضوں کے لئے مختص تھا ایک شعبہ امراض چشم میں مبتلا لوگوں کے لئے ایک جراحی سے تعلق رکھنے والے مریضوں کی خاطر ایک اور شعبہ پیچش اور اس نوع کے دوسرے مریضوں کے لئے مخصوص تھا اس کے علاوہ اس اسپتال میں باورچی خانے، درس و تقریر کے کمرے، طبی آلات اور دواؤں کی ذخیرہ گاہیں اطباء اور دوسرے عملے کے رہنے کے مکانات بھی تھے۔

بیمارستان الکبیر المنصوری کا قیام سلطان سیف الدین کا ایک عظیم الشان کارنامہ شمار کیا جاتا ہے اس اسپتال کے علاوہ سلطان نے اپنی سلطنت میں اور بھی کئی شفا خانے قائم کئے مدرسے بنائے مسجدیں بنائیں سلطان سیف الدین کی تعمیر کردہ مساجد میں جامع المنصوری بڑی شہرت کی حامل تھی۔

○○○○

دوسری جانب ہلاکو کا بیٹا اور منگولوں کا حاکم اباقا خان سلطان سیف الدین طرنطائی اور حسام الدین کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد جب اپنے مرکزی شہر مراغہ پہنچا تو اس کا چھوٹا بھائی احمد جو اسلام قبول کر چکا تھا اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ حرکت میں آیا اور اس نے اباقا خان کا خاتمہ کر دیا اباقا خان کا خاتمہ کرنے کے بعد احمد سلطان احمد کے نام سے منگولوں کا حکمران بنا اس طرح ہلاکو کے بعد پہلی بار اس کا ایک بیٹا اسلام قبول کرنے کے بعد منگولوں ہی کی ایک مسلمان سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔

سلطان احمد نے مراغہ شہر میں تخت نشین ہوتے ہی سلطان سیف الدین کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ اس نے ایک دوستانہ سفارت مرتب کی اور اس سفارت کا سربراہ اس نے مشہور عالم دین علامہ قطب الدین شیرازی کو بنا کر قاہرہ کی طرف روانہ کیا۔

علامہ قطب الدین شیرازی ایک بہت بڑے عالم دین تھے شیراز میں پیدا ہوئے فلسفہ، علم، طب، ہیئت کے نامور عالم تھے اور سلطان احمد کی حکومت کے عمائدین میں شمار ہوتے تھے۔

علم ہیئت میں ان کا استاد خواجہ نصیر الدین طوسی تھا طب کی تعلیم انہوں نے پہلے اپنے باپ پھر اس دور کے دوسرے سربرآوردہ حکماء سے حاصل کی تحصیل علم کے بعد کئی

سال سیر و سیاحت میں مشغول رہے پھر منگول حکومت میں سیواس کے قاضی مقرر ہوئے اس وقت کی سیاست میں نمایاں حصہ لیا آخری عمر میں تبریز میں اقامت اختیار کر لی اور وہیں وفات پائی۔

جب علامہ قطب الدین شیرازی کی سربراہی میں سلطان احمد کا یہ وفد بہت سے تحائف لے کر سلطان سیف الدین کی خدمت میں حاضر ہوا تو سلطان نے اس سفارت کی پیشوائی کے لئے پندرہ مسلح جوانوں کو روانہ کیا۔

چنانچہ سلطان احمد کے سفیروں کو یہ مسلح جوان اپنے جلو میں لے کر بڑی شان و شوکت سے قاہرہ میں داخل ہوئے سلطان نے سفارت کے اراکین کو شاندار محلوں میں ٹھہرایا اور ان کی خوب خاطر مدارت کی سلطان کی نئی سلطنت کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم ہونے پر بڑی مسرت کا اظہار کیا اور سلطان احمد کے لئے کئی بیش بہا تحائف بھی روانہ کئے اس طرح منگولوں اور سلطان سیف الدین کے درمیان دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے۔

OOOO

سلطان سیف الدین ایک روز قاہرہ کے قصر کے دار المجالس میں اپنے مشیروں اپنے سالاروں کے ساتھ کسی اہم موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ سلطان سیف الدین کا چوبدار اندر آیا سلطان کو سلام پیش کیا پھر مخاطب ہوا۔

سلطان محترم۔ ارض شام کی طرف سے دو مخبر آئے ہیں اور وہ آپ کی خدمت میں کوئی اہم خبریں پیش کرنا چاہتے ہیں سلطان سیف الدین نے فوراً ان مخبروں کو اندر لانے کو کہا سلطان سیف الدین کا حکم پاتے ہی وہ چوبدار باہر نکل گیا تھا تھوڑی ہی دیر بعد سلطان کے دو طلایہ گر اندر آئے سلطان کے سامنے آکر انہوں نے سلطان کو سلام پیش کیا پھر سلطان کی آواز قصر میں گونج گئی تھی۔

کہو تم ارض شام کی طرف سے ہمارے لئے کیا خبر لے کر آئے ہو اس پر ایک طلایہ گر بول پڑا۔

سلطان محترم۔ نصرانی صلیبی ٹیمپلرز اور ہاسپٹلرز اس کے علاوہ اور دیگر بہت سے علاقوں کے صلیبی رضا کار ہم سے فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے اپنی تیاریوں کو عروج پر پہنچا چکے ہیں سلطان محترم اس کے علاوہ ہلاکو خان کے بیٹے اباقا خان کی موت کے بعد جو منگول سلطان احمد کے ہاتھ پر ایمان نہیں لائے اور اپنے قدیم مذہب پر قائم رہے ہیں اور وہ اباقا خان کے ہم نوا ہیں وہ بھی بھاگ کر نصرانیوں سے آن ملے ہیں ان لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ مسلمانوں کے سلطان سیف الدین سے اپنی گذشتہ شکستوں کا ہولناک انتقام لیں گے اسی بنا پر ان لوگوں نے المرکب نام کے قلعے کے اندر خوراک اور ہتھیاروں کے ڈھیر لگانے شروع کر دیئے ہیں تاکہ مسلمانوں کے ساتھ نہ ختم ہونے والے جنگ کی ابتدا کی جائے۔

سلطان محترم۔ صلیبیوں کا سب سے بڑا مرکز طرابلس ہے طرابلس شہر صلیبیوں کے ایک اہم مرکز کی حیثیت اختیار کر چکا ہے مفتوح علاقوں کے اکثر صلیبی ٹیمپلرز ہاسپٹلرز اور دیگر رضا کار اس شہر میں آکر آباد ہو چکے ہیں اور انہوں نے بھی عہد کر رکھا ہے کہ وہ ہر صورت مسلمانوں سے اپنی گذشتہ شکستوں کا انتقام لیں گے۔

سلطان محترم۔ صلیبیوں کا تیسرا بڑا مرکز ان دنوں البترون نام کا ایک قلعہ ہے گو اس قلعے کے اندر کوئی بڑا لشکر موجود نہیں تاہم صلیبیوں نے اس قلعے کے اندر خوراک اور اپنے لئے ہتھیاروں کے ذخائر جمع کر رکھے ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ طرابلس اور المرکب میں اگر ضرورت پڑے تو یہاں سے ہتھیار اور خوراک فی الفور ان دونوں قلعوں اور شہروں کو منتقل کی جا سکیں۔

سلطان محترم گو ارض فلسطین میں عکہ نصرانیوں کا سب سے بڑا مرکز ہے لیکن لگتا ہے کہ عکہ کے اندر جو نصرانی اور صلیبی قوت ہے وہ مسلمانوں سے ٹکرانے کا خطرہ نہیں مول لینا چاہتی اور اسی بنا پر یہ لوگ طرابلس، المرکب اور البترون کے صلیبی جنگجوؤں کے ساتھ تعاون نہیں کر رہے سلطان محترم عکہ کے جنگجو صلیبیوں کا اپنے دوسرے صلیبیوں سے غیر جانبدارانہ رہنا ہمارے حق میں بہتر اور سود مند ثابت ہو سکتا ہے۔

سلطان سیف الدین نے ان طلایہ گروں کی ساری گفتگو کو بڑے غور سے سنا جب وہ خاموش ہو گئے تو سلطان کی آواز پھر سنائی دی میرے عزیزو، تم دونوں جا کر آرام کرو اس کے بعد اپنے کام میں لگ جاؤ اب اس کاروائی کو نپٹانا ہمارا کام ہے اس کے ساتھ ہی جب وہ دونوں طلایہ گر باہر نکل گئے تو سلطان سیف الدین نے اپنے پہلو میں بیٹھے امیر طرنطائی کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کیا۔

طرنطائی میرے بیٹے ۔ اب بولو تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے طرنطائی نے فوراً سلطان سیف الدین کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم ۔ میں نے اس سلسلے میں کیا کہنا ہے آپ کا فیصلہ میرے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے جو بھی آپ فیصلہ کریں گے آپ جانتے ہیں طرنطائی آنکھیں بند کر کے آپ کے ساتھ ہے اور جس قوت سے بھی آپ طرنطائی کو ٹکرانے کا حکم دیں گے طرنطائی خداوند نے چاہا تو آپ کو مایوس نہیں کرے گا سلطان محترم ۔ یہ طرابلس ۔ المرکب اور البترون کے جنگجو عیسائی کتنی بھی طاقت اور قوت پکڑ لیں لیکن جب ہم ان پر وارد ہوں گے تو انہیں اپنے سامنے ان کو کسی بھی گھات میں ٹکنے نہیں دیں گے ۔

سلطان سیف الدین نے کچھ سوچا اس کے بعد طرنطائی کو مخاطب کیا۔

طرنطائی میرے بیٹے ۔ تمہارے خیال میں ہمیں اپنی مہم کا آغاز کس قلعے سے کرنا چاہیئے طرنطائی فوراً بول پڑا۔

سلطان محترم ۔ میرے خیال میں ہمیں سب سے پہلے المرکب قلعے کو اپنا ہدف بنانا چاہیئے تین قلعے جن کا ذکر طلایہ گروں نے کیا ہے ان میں سب سے پہلے اہم مستحکم اور مضبوط طرابلس کا شہر اور قلعہ ہے میرا ارادہ ہے کہ پہلے ہم المرکب پر حملہ آور ہوں ظاہر ہے المرکب میں جو صلیبی شکست کھائیں گے وہ طرابلس کی طرف بھاگیں گے اس کے بعد ہم طرابلس کا رخ کریں گے ۔ اور طرابلس میں سارے صلیبیوں کو بدترین شکست دیں گے اور کوشش کریں گے کہ انہیں طرابلس سے بھاگ کر کسی اور سمت نہ جانے دیا جائے اس طرح طرابلس پر اگر ہم قبضہ کر لیتے ہیں تو صلیبی قوت ایک طرح سے ختم ہو کر رہ جائے گی اس کے بعد جو تیسرا البترون نام کا قلعہ ہے وہ چھوٹا ہے اس میں زیادہ تر خوراک اور ہتھیاروں کے ذخائر ہیں اور میرے خیال میں اس پر قبضہ کرنے میں ہمیں کچھ زیادہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

طرنطائی کی اس گفتگو سے سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اس کے بعد وہ دوبارہ بول پڑا۔

طرنطائی میرے بیٹے ۔ ان طلایہ گروں نے ہمارے علم میں ایک طرح کا اضافہ ضرور کیا ہے لیکن تم جانتے ہو ان تینوں قلعوں پر ہم پہلے ہی حملہ کرنے کا ارادہ کئے ہوئے

ہیں اس لئے کہ طرابلس کے عیسائی فرمانرواؤں نے منگولوں کیساتھ ساز باز کی تھی اور منگولوں کے خلاف نکلتے وقت میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ طرابلس کو اپنا ہدف ضرور بناؤں گا لہذا میں تمہارے اس طریقہ کار کو تسلیم کرتا ہوں پہلے المرکب کا رخ کیا جائے گا اس کے بعد طرابلس اور آخر میں البترون قلعے پر حملہ آور ہوا جائے گا دیکھ میرے بیٹے دو دن بعد لشکر یہاں سے روانہ ہوگا تم لشکروں کو کوچ کی تیاری کرنے کا حکم دے دو اس کے ساتھ ہی سلطان سیف الدین نے وہ اجلاس برخواست کر دیا تھا۔

OOOO

اپنے گھوڑے کی باگیں تھامے طرنطائی اپنی حویلی میں داخل ہوا گھوڑے کو اس نے اصطبل میں باندھا اس کی زین اور دھانہ اتارنے کے بعد اس کے سامنے چارہ ڈالا پھر وہ باہر نکلنے کے لئے مڑا ہی تھا کہ دنگ رہ گیا اس نے دیکھا کہ پیچھے حسین رودہ کھڑی ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں بس طرنطائی کو دیکھے چلی جا رہی تھی ۔

رودہ کو اصطبل میں اس حالت میں کھڑے دیکھ کر طرنطائی بھی مسکرانے لگا تھا اس نے چاہت بھری آواز میں پوچھا رودہ تم اصطبل میں کب داخل ہوئیں ۔

آپ کے اصطبل میں داخل ہونے کے بعد میں دبے پاؤں یہاں آئی میں یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ آپ کی حرکات اور چہرے کے تاثرات کیا ہیں سیف الدین نے جو آج مجلس منعقد کی تھی اس کے کیا فیصلے ہوئے ہیں یہ بات رودہ نے انتہائی خوشگوار اور شہد بھری مسکراہٹ میں کہی تھی جواب میں طرنطائی بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

پھر تم نے میرے چہرے اور حرکات و سکنات سے کیا اندازہ لگایا ہے رودہ فوراً بول پڑی ۔

آپ کی حرکات و سکنات اور آپ کا چہرہ کہتا ہے کہ بہت جلد لشکر یہاں سے ارض فلسطین کی طرف کوچ کرے گا اس پر طرنطائی کھل کر ہنس دیا اور کہنے لگا۔

لگتا ہے تو نے اب میرے ساتھ ہی چکر بازیاں کرنا شروع کر دی ہی یہ بات تو میں کئی روز پہلے ہی تمہیں بتا چکا تھا کہ لشکر عنقریب ارض فلسطین کی طرف کوچ کرے گا یہ بات تم میرے چہرے سے کیسے اندازہ لگا کر کہہ سکتی ہو جواب میں رودہ کھلکھلا کر ہنس دی اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا طرنطائی کا مضبوط ہاتھ اس نے اپنے نازک گداز اور چکنے ہاتھ

میں لیا پھر کہنے لگی۔

اچھا چھوڑیں ان باتوں کو آئیں پہلے کھانا کھائیں میں نے آپ کے کچھ لباس بھی مکمل کیۓ ہیں وہ پہن کر مجھے دکھائیں اور ہاں یہ میں پہلے آپ کو بتادوں کہ ارض فلسطین کی اس مہم میں میں بھی آپ کے ساتھ ہوں گی جواب میں طرنطائی نے اثبات میں سرہلادیا تھا اور روہ ایک طرح سے اسے کھینچتی ہوئی اپنی حویلی کے سکونتی حصے کی طرف لے جارہی تھی

OOOO

دو دن بعد سلطان سیف الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ قاہرہ سے کوچ کیا لشکر کارخ اب ارض فلسطین کے مشہور قلعے المرکب کی طرف تھا کوہستانی سلسلے کے اندر المرکب ایک انتہائی مستحکم اور مضبوط قلعہ تھا سلطان سیف الدین اور امیر طرنطائی دونوں المرکب پہنچے یہ سلطان رکن الدین کے بعد پہلا موقع تھا کہ سیف الدین اور طرنطائی صرف دو نے کسی نصرانی شہر یا قلعے کا محاصرہ کیا تھا۔

قلعے کے سامنے سلطان سیف الدین نے اپنے لشکر کو قیام کرنے کا حکم دیا آن کی آن میں قلعے کے قریب خیموں کا ایک شہر آباد کردیا گیا تھا اور خیمے قلعے سے لتنے فاصلے پر نصب کیۓ گۓ تھے کہ اگر قلعے سے چھوٹی منجلیقوں کے ذریعے سنگباری یا تیر اندازی کی جائے تو وہ خیموں تک نہ پہنچ سکے۔

اس کے بعد سلطان سیف الدین اور امیر طرنطای اپنے کچھ دیگر سالاروں کے ساتھ ایک جگہ بیٹھ گۓ تب سلطان سیف الدین نے طرنطائی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا طرنطائی میرے بیٹے اب کہو المرکب پر ہمیں کس انداز میں حملہ آور ہونا چاہیئے اور کیا المرکب کی فتح کی تکمیل کے لۓ ہمیں حسام الدین کو بھی دمشق کی طرف پیغام بھجوانا چاہیئے کہ وہ بھی ایک لشکر لے کر دمشق سے المرکب پہنچ جائے جواب میں طرنطائی نے کچھ سوچا پھر وہ کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ میرا خیال ہے ابھی حسام الدین کو نہ بلایا جائے اس میں شک نہیں کہ المرکب بڑا مضبوط قلعہ ہے چٹانوں سے گھرا ہوا ہے اس کی فصیلوں کو توڑنا کوئی آسان کام نہیں اس کے باوجود اسے ہم فتح کرنے کی کوشش کریں گے مجھے امید ہے کہ ہم

ایسا کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے سلطان محترم ہمیں اب کسی اور سمت سے کوئی خطرہ نہیں ہے ہاں صرف طرابلس کی طرف سے اہل المرکب کو رسد اور کمک کی صورت میں امداد پہنچ سکتی ہے اس لۓ کہ عکہ والے بالکل غیر جانبدارانہ رویۓ کا اظہار کر رہے ہیں ہم صرف اس شاہراہ کو نگاہ میں رکھیں گے جو طرابلس سے المرکب کی طرف آتی ہے سلطان محترم۔ شہر پر ہم آہستہ آہستہ حملوں کی ابتدا کریں گے محاصرے کو طول دینے کی کوشش کریں گے اور شہر کے گردو نواح پر ایسی کڑی نگاہ رکھیں گے کہ نہ کوئی شخص شہر سے باہر نکل سکے نہ شہر میں داخل ہوسکے اس طرح المرکب شہر میں خوراک کے جو ذخائر ہیں وہ جب ختم ہونے کے قریب آجائیں گے تو پھر اس کا دو میں سے ایک نتیجہ ضرور نکلے گا۔

اول یہ کہ المرکب میں محصور ٹیمپلرز، ہاسپٹلرز اور دیگر صلیبی رضاکار شہر سے باہر نکل کر ہم سے ٹکرانے کی کوشش کریں گے اور اس کوشش میں مجھے امید ہے کہ ہم انہیں نیست و نابود کرکے رکھ دیں گے دوسری کہ یہ شہر کے جنگجو محصورین ہم سے صلح کی گفت و شنید کریں گے اور ہم اپنی شرائط پر انہیں صلح کی تکمیل پر مجبور کریں گے۔

طرنطائی جب خاموش ہوا تو سلطان سیف الدین بول پڑا۔

طرنطائی میرے بیٹے۔ دو کے علاوہ تیسری صورتحال بھی ہوسکتی ہے طرنطائی نے فوراً پوچھا لیا وہ کیا سلطان محترم سلطان سیف الدین کہنے لگا۔

طرنطائی میرے بیٹے یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ جب ہم محاصرے کو طول دیں تو اس طول کے دوران ہم بار بار شہر پر حملہ آور ہوں تو ان حملوں کے دوران شہر ہمارے ہاتھوں فتح ہوجائے طرنطائی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی سلطان محترم آپ کا کہنا درست ہے بلکہ میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ یہ تیسرا نتیجہ جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے وہ سب سے پہلے رونما ہوسکتا ہے اور ہم کوشش بھی کریں گے کہ محاصرے کو طول دینے کے ساتھ ساتھ شہر پر تیز حملے کیۓ جائیں اور شہر کی فصیل پر چڑھنے یا شہر کی فصیل کو توڑ کر شہر میں داخل ہونے کی کوشش کی جائے اس طرح ہم محاصرے کے دوران ہی المرکب شہر پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

سلطان محترم۔ المرکب پر حملہ آور ہونے کے لۓ میری ایک اور بھی تجویز ہے اور وہ یہ کہ ہم المرکب کی صرف ایک ہی سمت سے حملہ ہوں اور محاصرے کو طول دیتے چلے

جائیں اگر نتائج ہماری خواہش کے مطابق نہیں نکلتے تو پھر ہم آخری حربہ استعمال کرتے ہوئے بھی شہر فتح کر سکتے ہیں اس موقع پر سلطان سیف الدین نے تیز نگاہوں سے سیف الدین کی طرف دیکھا۔

طرنطائی میرے بیٹے کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو طرنطائی پھر بول پڑا۔

سلطان محترم۔ میں یہ کہنا چاہتا ہونکہ ہمارے ساتھ جو منجنیقیں ہیں انہیں ایک طرف نصب کر دیا جائے یعنی اس سمت جہاں ہم نے پڑاؤ کر رکھا ہے اور اسی سمت سے شہر پر حملے کئے جائیں جب تک شہر فتح نہیں ہوتا پھر ہم آخری حربہ یہ استعمال کریں گے کہ آپ کسی بھی رات اسی سمت سے منجنیقوں کے ذریعے سنگباری کرتے رہیں اور شہر پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتے رہیں اور میں اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ دوسری سمت جاؤں گا اور شہر کی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کروں گا۔

سلطان محترم۔ جب ہم ایک سمت سے شہر پر حملہ آور ہوتے رہیں گے تو شہر کے محافظ بھی اسی سمت سے اپنا دفاع کرنے کے عادی ہو جائیں گے اور دوسری سمت وہ دھیان نہ دے سکیں گے اس سے میں فائدہ اٹھاؤں گا اور شہر میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا۔

سلطان سیف الدین نے طرنطائی کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر سلطان کے حکم پر پڑاؤ سے آگے منجنیقیں نصب کی جانے لگی تھیں۔

سلطان سیف الدین اور طرنطائی نے لگاتار اڑتیس روز تک المرکب نام کے اس قلعے اور شہر کا محاصرہ کئے رکھا اس دوران وقفے وقفے سے شہر پر منجنیقوں کے ذریعے شہر پر سنگباری کی جاتی رہی ساتھ ہی ساتھ تیروں کی بوچھاڑیں مارتے ہوئے منجنیقوں کے سامنے والے حصے سے حملہ آور بھی ہوا جاتا رہا سب سے بڑھ کر یہ کہ قلعے کے اطراف میں سلطان سیف الدین نے اپنے لشکری پھیلا دیئے تھے اور وہ قلعے کے اندر محصور صلیبی لشکر کے لئے کسی بھی قسم کی امداد یا خوراک نہیں آنے دے رہے تھے اس طرح قلعے کے اندر محصور ٹیمپلرز، ہاسپٹلرز اور دیگر صلیبی رضاکار مایوس ہونے لگے تھے اور انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ قلعے سے باہر نکل کر اچانک سلطان سیف الدین کے لشکر پر شبخون ماریں گے اور ناقابل تلافی نقصان پہنچائیں گے۔

لیکن سلطان سیف الدین اور امیر طرنطائی کے جاسوس بھی اپنا کام کر رہے تھے انہوں نے ایک روز پہلے ہی سلطان سیف الدین کو آگاہ کر دیا تھا کہ آنیوالی شب صلیبی جنگجو المرکب کے قلعے سے نکل کر سلطان کے لشکر پر شبخون مارنے کی کوشش کریں گے لہذا آنیوالی اس شب کو سلطان اپنے مخبروں کے خبر دینے کے بعد مستعد اور چوکس ہو گیا تھا

آنے والی آدھی رات کے قریب جبکہ چاروں طرف ہو کا عالم تھا شہر نیند سے بغلگیر ہو کر لطف و لذت کی گہرائیوں میں ڈوب چکا تھا صلیبیوں کا لشکر المرکب شہر سے بڑی رازداری کے ساتھ نکلا پھر وہ صف بہ صف رقصاں، ہزاروں وسوسوں تہ بہ تہ غم کی پرتوں میں حرکت کرتے زیست کے زہریلے عنوان اور سکوت بیکراں میں بھنور بناتی لہروں کی طرح آگے بڑھا سلطان سیف الدین کے لشکر کو بدحواس کرنے کے لئے نزدیک آکر صلیبیوں نے کومل راگوں کی بندش میں عجیب طرح کے زہر بھرے لہجے میں نعرے لگائے تا کہ سلطان سیف الدین کے لشکری گہری نیند سے جب ہڑبڑا کر اٹھیں تو اچانک ان پر حملہ آور ہو کر ان کی زندگیوں کا خاتمہ کر دیں۔

نعرے لگاتے ہوئے صلیبی سلطان سیف الدین کے لشکر پر زندگی کی مسافتوں کو بے ثمر کرتے کھولتے بکھرتے لاوے، قلب و جگر کے خاموش زخموں پر درد کی گہری اذیت نزول اور خوابوں کے گھروندوں میں بے ضمیری کی خونی لہروں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے

حملہ آور صلیبی یہی خیال کر رہے تھے کہ سلطان اور اس کے لشکری گہری نیند سو رہے ہوں گے اور جب وہ ہڑبڑا کر بیدار ہوں گے تو وہ ان کا قتل عام شروع کر چکے ہوں گے لیکن یہ ان کی غلط فہمی تھی سلطان سیف الدین نے رات کے پہلے حصے میں ہی دشمن کے حملے کی روک تھام کرنے کے لئے اپنے سارے انتظامات مکمل کر لئے تھے جس جگہ صلیبی حملہ آور ہوئے تھے اس جگہ سلطان صرف اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ موجود تھا جبکہ طرنطائی کو سلطان نے ذرا بائیں جانب کرتے ہوئے گھات میں بٹھا دیا تھا تا کہ رات کی تاریکی میں جب دشمن حملہ آور ہو اور وہ سلطان سیف الدین کے ساتھ پوری طرح الجھ جائے تو امیر طرنطائی پشت کی جانب سے دشمن پر حملہ آور ہو کر اس کے سارے دم خم نکال کر رکھ دے

اس لئے کہ سلطان کو اس کے جاسوس اس حملے سے متعلق پہلے ہی آگاہ کر چکے تھے۔

آدھی رات کے قریب جس وقت صلیبی حملہ آور ہوئے تو اس وقت سلطان سیف الدین اپنے لشکر کے ساتھ اپنی اتھاہ میں جاگتے بیدار طوفانوں کی طرح چوکس اور الفاظ و معانی کی شفق میں صبح کے اجالے کی طرح تیار و مستعد تھا جونہی صلیبی المرکب کے قلعے سے نکل کر سلطان کے حصے کے لشکر پر حملہ آور ہوئے سلطان بھی اپنے لشکر کو گردش دوران کے دیولاخوں اور قطار اندر قطار نوکیلی چوٹیوں میں بے نام لمحوں کی سرسراہٹ کی طرح حرکت میں آیا پھر سلطان حملہ آور صلیبیوں پر فراز کوہ سے گذرتی سیال چاندنی میں رقص کرتی وحشتوں، زندگی کی پناہ گاہوں میں ہر در پر صدا دیتی آندھیوں اور ہانپتی خاموشی کے بھیانک کھنڈرات میں سایوں کا تعاقب کرتی خونیکرنوں کی طرح صلیبیوں پر جوابی حملہ کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر تک حملہ آور صلیبیوں اور سلطان سیف الدین کے درمیان رات کی تاریکی میں ہولناک جنگ ہوتی رہی پھر ایک انقلاب رونما ہوا اور وہ اس طرح کہ صلیبیوں کے لشکر کی پشت کی جانب سے سناٹوں کی فضاؤں میں عزت نفس کے بلند ہوتے پرچموں کی طرح اور ہلاکتوں کے ہاتھوں کو کاٹتی بپھری صداؤں میں تکبیریں بلند ہونا شروع ہو گئیں تھی یہ طرنطائی تھا جو اپنی گھات سے نکل کر صلیبی حملہ آوروں کی پشت کی طرف آیا تھا پھر اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ امیر طرنطائی صلیبیوں کی پشت کی طرف سے کرنوں کی متلاشی رات میں زمین پھاڑ کر نمودار ہو جانے والے آتشی لاوے، محبت اور نفرت کی کشمکش میں خون آشام عتاب اور بے کراں خلاؤں کی وسعتوں میں زندگی کے المیوں کی رقص کرتی آگ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اب صورتحال یہ تھی کہ شبخون مارنے والے صلیبی درمیان میں گھر گئے تھے سامنے کی طرف سے سلطان سیف الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ان پر ناقابل برداشت ضربیں لگا رہا تھا پشت کی جانب سے طرنطائی نے ایک عذاب ایک سیلاب کی طرح صلیبیوں کو بری طرح کاٹتے ہوئے ان کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرنا شروع کر دی تھی چاروں طرف خزاں کے زرد آنچلوں میں دکھ کے خنجر چلنے لگے تھے رقص کرتی تاریکیوں میں زخم سلگنے لگے تھے میدان جنگ تاریک روحوں کے استحصال، زندگی کے اجڑے شمشان، ہانپتی زیست

کے بھیانک کھنڈرات، آفت رسیدہ خود ناآشنا فنا گاہوں اور شہر سنسان میں کسی گرداب کی سی مجبوریوں کا سا منظر پیش کرنے لگا تھا۔

رات کی تاریکی میں دونوں جانب سے حملہ آور صلیبیوں کا خاتمہ ہوتا رہا بڑی تیزی سے تلواریں حلقوم کاٹتی رہیں اور حملہ آوروں کی تعداد کم کرتی چلی گئیں صلیبیوں نے جو سب سے بڑی حماقت کی وہ یہ تھی کہ المرکب نام کے قلعے سے نکل کر جس وقت وہ شبخون مارنے کے لئے سلطان کے لشکر پر وارد ہوئے تھے اپنے پیچھے انہوں نے شہر کے اس دروازے کو بند نہیں کروایا تھا جس سے نکل کو وہ حملہ آور ہوئے تھے ان کا ارادہ تھا کہ وہ کامیاب شبخون مارنے کے بعد پلٹیں گے اور دوبارہ شہر میں داخل ہو کر محصور ہو جائیں گے لیکن حالات اب ایسے نہ رہے تھے جیسا انہوں نے سوچا تھا۔

صلیبیوں نے جب دیکھا کہ ان کا شبخون ناکام رہا ہے اور یہ کہ جس وقت انہوں نے شبخون مارا تھا سلطان سیف الدین اپنے لشکر کے ساتھ پورا چوکس اور بیدار تھا اور جب ان پر یہ انکشاف ہوا کہ پشت کی جانب سے سلطان کے سالار اعظم امیر طرنطائی نے حملہ آور ہو کر انہیں بری طرح کاٹنا شروع کر دیا ہے اور یہ کہ ان کے لشکر کی تعداد کافی حد تک کم ہو گئی ہے تو وہ ایسے بدحواس ہوئے کہ آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد وہ بائیں طرف مڑے اور امیر طرنطائی سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے شہر کے کھلے دروازے کی طرف بھاگے تھے۔

سلطان سیف الدین اپنے لشکر کے ساتھ ان کے تعاقب میں لگ گیا تھا امیر طرنطائی نے بھی بھاگتے ہوئے نصرانیوں کی راہ روکنے کی کوشش نہیں کی سلطان کیساتھ ساتھ وہ بھی ان کے پیچھے ہو لیا اس طرح جب صلیبی سلطان سیف الدین اور امیر طرنطائی کے آگے آگے بھاگتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے تو ان کے ساتھ ہی ساتھ ان پر ضربیں لگاتے ہوئے سلطان اور طرنطائی بھی شہر میں داخل ہو گئے تھے شہر میں ایک بار پھر گھمسان کا رن پڑا۔ جس میں صلیبیوں کو بدترین شکست ہوئی اور جو صلیبی بچ گئے وہ ادھر ادھر چھپ کر اپنی جان بچانے کی فکر میں لگ گئے تھے اس تگ و دو اور کوشش میں صبح کا سورج بھی طلوع ہو گیا تھا۔

دوسرے روز صلیبی رضاکاروں، ٹیمپلرز، اور ہاسپٹلرز کو جب خبر ہوئی کہ شہر پر

پوری طرح سلطان سیف الدین کا قبضہ ہو گیا ہے تو وہ بڑے بدحواس ہوئے پھر وہ جوق در جوق سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے رویئے پر معافی کے طلب گار ہونے لگے سلطان نے ان لوگوں کے ساتھ انتہائی فیاضانہ برتاؤ کیا۔

سلطان نے ان لوگوں کو اجازت دے دی کہ وہ منقولہ جائیداد میں سے جتنی اٹھا سکیں ساتھ لے کر جہاں چاہیں چلے جائیں البتہ ان کو ہتھیار لے جانے کی ممانعت کر دی گئی تھی مشہور مؤرخ ابوالفداء کا بیان ہے کہ جس فوج نے المرکب کو تسخیر کیا اس میں وہ خود بھی شریک تھا اس وقت اس کی عمر صرف بارہ سال تھی اور اسے پہلی مرتبہ جنگ کا تجربہ المرکب ہی میں ہوا اس کا کہنا ہے کہ یہ معاف کئے جانے والے صلیبی المرکب سے نکل کر طرابلس کی طرف چلے گئے تھے۔

سلطان سیف الدین اور امیر طرنطائی دونوں نے چند روز تک المرکب ہی میں قیام کیا اور وہاں کے حالات اور انتظامات کو اپنے حق میں درست کیا پھر دونوں اپنے لشکر کے ساتھ المرکب سے نکلے اور طرابلس کا رخ کیا۔

اس شہر پر صلیبیوں نے ایک سو پچاسی سال پہلے قبضہ کیا تھا اس کے اردگرد کے علاقوں کو ضم کر کے اس کو ایک صلیبی ریاست کی شکل دے دی گئی تھی سلطان سیف الدین کے زمانے تک یہ شہر صلیبیوں کے ایک اہم مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا تھا اور مفتوحہ علاقوں سے صلیبی اسی علاقے میں آکر آباد ہو گئے تھے سلطان سیف الدین اور طرنطائی نے طرابلس پہنچتے ہی شہر کا محاصرہ کر لیا۔

یہ شہر بھی اپنے استحکامات اور مضبوطی کے لحاظ سے اپنی مثال نہیں رکھتا تھا یہاں بھی سلطان سیف الدین اور طرنطائی نے محاصرے کو طول دیتے ہوئے صلیبیوں کو شہر سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر مجبور کیا لیکن یہ شہر چونکہ کافی بڑا تھا اس میں ہتھیاروں اور خوراک کے ذخائر بھی لامحدود تھے لہٰذا صلیبی باہر نہیں نکلے۔

سلطان نے بھی محاصرے کے دوران شہر کی فصیل کا ایک نازک حصہ نگاہوں میں رکھ لیا تھا اور اس پر لگاتار منجنیقوں کے ذریعے سنگباری کی گئی تھی کئی بار فصیل کا وہ حصہ ٹوٹا سلطان نے اس راستے سے اندر داخل ہونے کی کوشش کی لیکن ہر بار صلیبی راہ روکتے ہوئے فصیل کو پھر استوار اور مضبوط کر کے رکھ دیتے تھے اس طرح اس شہر کے

محاصرے پر لگ بھگ ایک ماہ گزر گیا۔

ایک ماہ بعد سلطان نے شدید سنگباری کراتے ہوئے ایکبار پھر فصیل کا وہ حصہ منجنیقوں کے ذریعے توڑ ڈالا تھا اور جونہی فصیل کا وہ حصہ ٹوٹا سلطان سیف الدین اور طرنطائی نے اپنے لشکریوں کو آگے بڑھایا تاکہ فصیل کے ٹوٹے حصے سے اندر داخل ہو کر شہر پر حملہ آور ہو جائے۔

جونہی سلطان سیف الدین اور طرنطائی کا متحدہ لشکر فصیل کے ٹوٹے ہوئے حصے کے پاس پہنچا اندر سے صلیبی لشکر قریہ قریہ دھول، گلشن گلشن غبار کھڑا کرتے طوفان، نفس نفس کو آزمائش، لمحے لمحے کو امتحان میں ڈالتے درد والم کے نصاب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

لیکن سلطان سیف الدین اور طرنطائی بھی صلیبیوں کے اس حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھے انہوں نے پہلے اس حملے کو روکا اس کے بعد انہوں نے بھی جوابی کاروائی شروع کی انہوں نے صلیبیوں پر بہتے دریا کے دھاروں میں سرگم شور مچاتی لہروں، مرگ سے ہمیشہ ستیزہ گر رہنے والی زیر کرنے والی ازلی آرزوؤں، روح کی بدترین عقوبت گاہوں میں کرب جان کے مضمرات کی طرح حملہ آور کر دیا تھا۔

دونوں لشکر بری طرح ایک بار پھر طرابلس شہر کی فصیل کے قریب ٹکرائے تھے تھوڑی دیر تک خون چاٹتی خواہشیں، موت و مرگ کی حدیں رقص کرتی رہیں پھر صلیبی پسپا ہونا شروع ہوئے جبکہ سلطان سیف الدین اور امیر طرنطائی اپنے حصے کے لشکروں کے ساتھ شہر میں داخل ہونا شروع ہو گئے تھے صلیبی ایک طرح سے شکست و ہزیمت اٹھاتے ہوئے پیچھے ہٹنا شروع ہوئے تھے جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سلطان سیف الدین اور امیر طرنطائی بھی اپنے سارے لشکر کو لے کر طرابلس شہر میں داخل ہوئے تھے ایک بار پھر طرابلس شہر میں گھمسان کا رن پڑا۔ صلیبیوں نے اپنی پوری کوشش کی کہ اپنی ساری طاقت کو کام میں لاتے ہوئے مسلمانوں کو شہر سے باہر نکال دیں لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی کیونکہ جو قوت بھی مسلمانوں پر حملہ آور ہوئی سلطان سیف الدین اور امیر طرنطائی نے اسے کاٹ کر رکھ دیا انگنت صلیبی جنگجو اور رضاکار طرابلس شہر میں تہہ تیغ کر دیئے گئے تھے یوں صلیبیوں کو شہر کے اندر بھی بدترین شکست ہوئی اور طرابلس شہر پر سلطان سیف

الدین اور امیر طرنطائی نے قبضہ کر لیا تھا۔

آخر ایک ماہ کے تابڑتوڑ حملوں کے بعد سلطان سیف الدین اور امیر طرنطائی نے طرابلس شہر کو فتح کر لیا ہزاروں صلیبی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور شہر کو نذر آتش کر دیا گیا مشہور مؤرخ ابو الفداء اس جنگ میں بھی شریک تھا وہ خود لکھتا ہے۔

"طرابلس شہر میں ہر طرف صلیبیوں کی لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے ان میں سے ایسی مکروہ بدبو اٹھ رہی تھی کہ میرے لئے وہاں ٹھرنا مشکل ہو گیا تھا۔"

طرابلس شہر پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان نے وہاں سے بھی کوچ کیا اور نصرانیوں کے تیسرے قلعے البترون کا رخ کیا البترون میں ایک چھوٹا سا لشکر تھا جو وہاں ہتھیاروں اور خوراک کے ذخائر کی حفاظت کے لئے چھوڑا گیا تھا اس لشکر کو جب خبر ہوئی کہ المرکب اور طرابلس کو فتح کرنے کے بعد سلطان سیف الدین اور امیر طرنطائی البترون کا رخ کر رہے ہیں تو ان پر ایسا خوف ایسا لرزہ طاری ہوا کہ انہوں نے شہر سے باہر نکل کر سلطان سیف الدین کا استقبال کیا اور البترون بغر کسی مزاحمت کے سلطان کے حوالے کر دیا اس طرح سلطان سیف الدین اور امیر طرنطائی نے فلسطین میں ایک طرح سے نصرانیوں کی قوت کو کچل کر رکھ دیا تھا (فلسطین میں اب مسلمانوں کے مقابلے میں صلیبیوں کا سب سے بڑا مرکز عکہ اور چند دیگر قلعے تھے جو سلطان سیف الدین کے بعد ان کے جانشینوں نے فتح کر لئے جس روز عکہ شہر مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا تو نصرانیوں پر ایک طرح کا خوف اور لرزہ طاری ہو گیا عکہ فتح ہونے پر صور شہر کے صلیبیوں نے آپ سے آپ شہر خالی کر دیا اور صیدا کے صلیبیوں نے بھی ان کی پیروی کی اور صیدا شہر بھی انہوں نے مسلمانوں کے حوالے کر دیا اس واقعہ کے سات دن بعد بیروت تیس دن کے بعد انطرطوس اور ایک ماہ کے بعد دوسرے صلیبیوں نے بھی مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے یوں رکن الدین کے چھوڑے ہوئے کام کی تکمیل ہو گئی اور یورپ کے صلیبیوں نے جو جدوجہد مجنونانہ جوش و خروش کے ساتھ شروع کی تھی وہ ایک سو ترانوے سال کے بعد خاک میں ملا دی گئی بقول مشہور مؤرخ فلپ کے حتی مسیحیت اور اسلام کے درمیان کشمکش کے شاندار ڈرامے کا آخری پردہ گر گیا اور صلیبیوں کو ہمیشہ کے لئے ارض فلسطین سے نکال دیا گیا یہی عماد الدین زنگی، نور الدین زندگی، صلاح الدین ایوبی، رکن الدین اور سیف الدین کے

خوابوں کی تعبیر تھی۔)

البترون کو فتح کرنے کے بعد سلطان سیف الدین اور طرنطائی نے چند روز تک وہاں قیام کر کے حالات درست کئے پھر وہاں سے کوچ کیا اور لگاتار سفر کرتے ہوئے قاہرہ کی طرف جانے کے لئے انہوں نے سوسہ نام کی بستی کے نواح میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

OOOO

اسی روز جس وقت امیر طرنطائی اور رودہ دونوں میاں بیوی اپنے خیمے میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اپنے خیمے کے دروازے پر کسی کے شور کرنے اور جھگڑنے کی آوازیں سنیں دونوں میاں بیوی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے خیمے کے دروازے پر آکر طرنطائی اور رودہ دونوں نے دیکھا طرنطائی کے خیمے کے محافظ قدغان سے الجھ رہے تھے قدغان اندر آنا چاہتا تھا وہ اسے روک رہے تھے قدغان کو دیکھتے ہی طرنطائی نے اپنے محافظوں کو مسکرا کر مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

میرے عزیزو۔ اس سے مت الجھو یہ میرا بھائی ہے۔ اسے اندر آنے دو۔

امیر طرنطائی کے اس حکم پر وہ محافظ ایک دم پیچھے ہٹ کر کھڑے ہوئے قدغان بھاگ کر آگے بڑھا پہلے وہ امیر طرنطائی سے بغلگیر ہو کر ملا پھر اس نے رودہ سے سلام کہا امیر طرنطائی اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خیمے میں لایا پھر پوچھنے لگا کہو قدغان خیریت تو ہے تمہارا چہرہ پیلا ہے اور تمہارے چہرے پر فکر کے آثار بھی ہیں خیریت تو ہے قدغان بول پڑا۔

امیر طرنطائی کیا آپ کسی ایسی لڑکی کو جانتے ہیں جس کا نام برینس ہے قدغان کے ان الفاظ پر امیر طرنطائی ہی نہیں رودہ بھی چونک پڑی تھی امیر طرنطائی نے پوچھا تم برینس کو کیسے جانتے ہو کیا ہوا اس کو قدغان پھر بول پڑا۔

امیر طرنطائی برینس اس وقت زخمی حالت میں ہمارے گھر میں پڑی ہوئی ہے یوں جانو اس کے زخم لاعلاج ہیں اس وقت وہ موت کی دہلیز پر کھڑی ہے میں آپ کو بلانے کے لئے آیا ہوں اس کی خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے وہ ایک بار آپ کو دیکھ لے۔

امیر طرنطائی۔ برینس نے مجھے اور ارزون دونوں کو اپنے حالات تفصیل کے ساتھ بتائے تھے حیرت کی بات یہ ہے کہ برینس ارزون کی بہن نکلی ہے طرنطائی فوراً بول پڑا

میں اس بھید کو پہلے سے جانتا تھا تم کہو کیا کہنے والے ہو۔

قدغان نے پھر کہنا شروع کیا۔

امیر طرنطائی برینس کا کہنا ہے کہ جس وقت اس پر یہ انکشاف ہوا کہ سلطان رکن الدین کا سالار اول طرنطائی لنگڑے راہب کے بھیس میں ان کے مرکزی شہر میں داخل ہوا اس کے بھائی کے علاوہ پادریوں اور بشپ کو بھی قتل کیا تو وقتی طور برینس کے دل میں آپ کے خلاف نفرت پیدا ہوئی تھی اور اس نے مسلح جوانوں کا ایک دستہ ترتیب دیا تھا اس کے ساتھ وہ آپ کا خاتمہ کرنا چاہتی تھی۔

پر برینس کو معلوم نہ تھا کہ وہ اپنے دل کی گہرائیوں سے آپ کو چاہتی ہے اور آپ سے محبت کرتی ہے لہذا جس وقت وہ آپ سے انتقام لینے کے لئے نکلی تو برداشت نہ کر سکی وہ آپ سے انتقام لینے کے بجائے آپ کی حفاظت پر اتر آئی اسی دوران کچھ فدائی بھی اس کے دستے میں شامل ہوئے تاکہ آپ سے انتقام لیا جاسکے آپ کو یاد ہوگا جس وقت آپ سوسہ سے نکلے تھے تو سیاہ گھوڑوں پر سوار باطنی آپ کے تعاقب میں تھے جنہوں نے کوہستانی سلسلے پر آپ پر حملہ کر دیا تھا جب کہ میں ارزون اور عم عمیس بن خزرون بھی آپ کے پیچھے پیچھے آئے تھے تو آپ پر حملہ آور ہونے والے باطنیوں پر پشت کی جانب سے کسی نے تیر اندازی کی تھی اور پھر آپ نے دیکھا ایک لڑکی چٹانوں کی اوٹ سے بھاگی تھی وہ برینس تھی وہ آپ کا خاتمہ کرنے کے بجائے اپنے ہی دستے کے لوگوں سے آپ کی حفاظت کرتی رہی جب وہ آپ پر حملہ آور ہوتے تو وہ چھپ کر ان پر تیر برساتی اور انکا خاتمہ کرتی چلی جاتی۔

آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ آپ کے لشکر کے پڑاؤ میں ایک بار آپ کے خیمے کے باہر دو لاشیں پڑی تھیں وہ بھی برینس کے ساتھی تھے جو آپ کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے لیکن پشت کی جانب سے تیر برسا کر برینس نے ان کا خاتمہ کر دیا تھا یوں جب کبھی بھی اس کے ساتھی یا فدائی آپ پر حملہ آور ہوتے تو وہ پشت کی جانب سے ان پر حملہ کرتی اور آہستہ آہستہ اس نے کافی حد تک ان کا خاتمہ کر دیا لیکن بعد میں بچنے والے تین کو علم ہو گیا کہ برینس اصل میں امیر طرنطائی سے انتقام نہیں لینا چاہتی بلکہ حفاظت کرتی ہے اور ہمارے ساتھیوں کا بھی اس نے خاتمہ کیا ہے لہذا انہوں نے برینس پر حملہ کر دیا انہوں نے برینس کو بری طرح زخمی کیا برینس بچ کر سوسہ میں داخل ہو گئی آپ کی تلاش میں سرگرداں رہتے

ہوئے اسے میرے ارزون اور عمیس بن خزرون کے متعلق بھی علم ہو گیا تھا لہذا زخمی حالت میں وہ ارزون کے پاس آئی اور اس پر یہ بھید ظاہر کیا کہ وہ اس کی بہن ہے ارزون بے چاری نے اس کی بڑی تیمارداری کی وہ گذشتہ ایک ماہ سے ہمارے گھر میں پڑی ہوئی ہے ہم بڑی تگ ودو سے اس کا علاج کرتے رہے میرا اور ارزون کا یہ خیال تھا کہ جب برینس صحت یاب ہو جائے گی تو ہم اسے آپ کے سامنے پیش کریں گے اور وہ آپ سے معافی مانگے گی اور آپ اسے معاف کر دیں گے لیکن امیر طرنطائی وہ صحت یاب نہیں ہوئی وہ چند گھڑیوں کی مہمان ہے اور آپ کی منتظر ہے کیا آپ میرے ساتھ سوسہ چلیں گے برینس آپ کی منتظر ہے۔

طرنطائی فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں رودہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی پھر دونوں میاں بیوی خیمے سے باہر آئے محافظوں کو انہوں نے گھوڑے لانے کے لئے کہا تھوڑی دیر بعد محافظ دو گھوڑے لے آئے دونوں میاں بیوی سوار ہوئے اتنی دیر تک قدغان بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا پھر وہ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے سوسہ کی طرف جا رہے تھے جو وہاں سے صرف ایک میل کے فاصلے پر تھا۔

گھوڑوں سے اتر کر امیر طرنطائی اور رودہ دونوں بھاگتے ہوئے عمیس بن خزرون کی حویلی میں داخل ہوئے انہوں نے دیکھا حویلی کے ایک کمرے میں بستر پر برینس لاغر حالت میں پڑی ہوئی تھی اس کے قریب ہی عمیس بن خزرون اور ارزون بیٹھے ہوئے تھے ارزون کی آنکھوں میں آنسو تھے اور اس کے گال بتاتے تھے کہ وہ کافی دیر وہاں بیٹھ کر روتی رہی ہے جوں ہی طرنطائی اور رودہ وہاں پہنچے ارزون نے اپنی آنکھیں خشک کیں پھر بستر پر لیٹی ہوئی برینس کے کان میں سرگوشی کی برینس میری بہن سامنے دیکھو کون آیا ہے۔

برینس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر اپنے سامنے کھڑے طرنطائی اور رودہ کی طرف دیکھا پھر ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کو کہا طرنطائی اور رودہ دونوں قریب ہی نشستوں پر بیٹھ گئے طرنطائی نے غور سے برینس کیطرف دیکھا اور جائزہ لیا۔

برینس کے ہونٹوں کی گلابی گرمی ختم ہو چکی تھی اور اس کے اجڑے شہر جیسے لب خاموش تھے اس کا مہکتا لہکتا بدن جو کبھی سحر خیز شگوفوں سی دلکشی جیسا منظر پیش کرتا تھا شب گزیدہ سویرے، فراق کے اندھیرے اور یادوں کی سنسنائیوں جیسا ہو رہا تھا اس

کے عارض کی تیز کرنیں مفقود ہو چکی تھیں اور وہاں ضبط کے آنچلوں میں خشک رتوں کے اجڑے خواب دیکھے جاسکتے تھے برینس تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں امیر طرنطائی کی طرف دیکھتی رہی پھر وہ مجبور و غم خوار آواز، غم زدہ اور غمگین لہجے، خود ناآشنا اور دل وجان گزیدہ انداز میں مخاطب ہوئی۔

امیر طرنطائی میں آپ سے انتقام لیتے لیتے اپنی ذات سے انتقام لے بیٹھی میں نے اس محبت کی گہرائی کا اندازہ نہ لگایا تھا جو میں نے آپ سے کی تھی وقتی طور پر جب مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ آپ مسلمان ہی نہیں میرے بھائی کے قاتل بھی ہیں تو میرے دل میں ایک نفرت اٹھی تھی لیکن وہ نفرت عارضی ثابت ہوئی آپ کی محبت اس پر غالب آگئی اور میں خود اپنے حالات میں بہہ گئی۔

یہاں تک کہنے کے بعد برینس لمحہ بھر کے لئے خاموش رہی اس کے بعد پھر بولی۔

امیر طرنطائی میں بہتے پانی کی سوکھی ریت ۔ چڑھتی ندی کا خشک ساحل، شاعروں کی اجڑی بستی، اور ناقدری کی ویران دنیا ہو کر رہ گئی ہوں ۔ آہا میں خوشبوؤں کا تعاقب کرتی ہوا کے جھونکے کی طرح بھٹکتی رہی ابر نیساں کی کھوج میں اختلاف ذات اور اپنی حسرتوں کی اسیر ہو کر رہ گئی۔

میں رت کی پہلی برفباری، موسم کی پہلی بارش اور زندگی کو معطر کر دینے والے وقت کے خزانوں کی تلاش میں بھٹکتی رہی پر میں ناکام رہی میں نے کئی بار چاہا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ناکردہ گناہوں کی معافی مانگ لوں اپنی نفرت کو پھینک کر پھر آپ سے اپنی محبت کی تجدید کروں پر میری بدقسمتی میں ایسا نہ کر سکی اگر میں ایسا کرتی تو وہ لوگ جو میرے ساتھ تھے جو آپ سے انتقام لینے کے لئے میرے ساتھ نکلے تھے وہ میرا خاتمہ کر دیتے اور میں آپ کی ہوئے بغیر اپنا خاتمہ نہ چاہتی تھی۔

پر برا ہو حالات کا جن لوگوں سے میں ڈرتی تھی آخر انہوں نے مجھ پر حملہ کیا اور میری موت کے درپے ہوئے امیر طرنطائی میں بے بس اور مجبور کر دی گئی تھی۔

یہاں تک کہتے کہتے برینس خاموش ہو گئی اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں تھیں طرنطائی اور رودہ دونوں نے دیکھا اس کی آنکھوں میں ہزاروں سوال ہونٹوں پر پھیکا تبسم، چہرے پر پراداسی لکھی تھی اس کے لہجے میں لرزتا ٹھہراؤ آواز میں گونجتی جدائی تھی۔

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد برینس پھر بولی۔

امیر طرنطائی ۔ میں اپنی زندگی کے آخری گھاٹ پر پہنچ چکی ہوں میری زیست اب ابر گریزپا ۔ شجر سے روٹھے سائے ۔ بنجر لمحوں کی سی ہو کر رہ گئی ہے کاش میں خود سے خود کو مقفل نہ کرتی آپ کے پاس چلی آتی کاش میں اپنی گویائی کو خاموش نہ کرتی آپ پر اپنی محبت کا خود ہی اظہار کر دیتی کاش میں اپنے احساس کو معطل نہ کرتی آپ کے خیمے میں آکر اپنی محبت آپ کی چاہت کے سائے تلے پناہ لے لیتی آہ میں نے اپنے آپ کو بہتے لمحوں کی نفرت کے تصرف میں دے دیا یہاں تک کہتے کہتے برینس پھر خاموش ہو گئی تھی اس کی آواز دھیمی اور ڈوبتی چلی گئی تھی تھوڑی دیر تک خاموشی رہی کاٹ کھانے والی خاموشی اس کے بعد برینس کی انتہائی دھیمی اور ڈوبتی آواز پھر سنائی دی۔

آہ سوختہ تنہائیاں میرے تعاقب میں ہیں تاریکیوں کی چادر، موت کا حصار میرے درپے ہے اب میں خود کو اوڑھ کر سونے والی ہوں میری خوش قسمتی کہ میں اپنی بہن ارزون کے پاس ایک ماہ پہلے اسلام قبول کر چکی ہوں۔

یہاں تک کہتے کہتے برینس خاموش گئی تھی اور اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی امیر طرنطائی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر نبض کا جائزہ لیا تھا وہ مر چکی تھی طرنطائی کی گردن جھک گئی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے رودہ اور ارزون دونوں دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھیں پاس ہی کھڑے عمیس بن خزرون اور قدغاں کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ کر ان کے دامن کو بھگو رہے تھے۔

شام کے قریب برینس کو سوسہ کے قبرستان میں بالکل کوہستانی سلسلے سے ملحق دفن کر دیا گیا امیر طرنطائی، رودہ، عمیس بن خزرون، قدغان اور ارزون کافی دیر تک قبر پر بیٹھے رہے ارزون اور رودہ دونوں کوہستانی سلسلے سے پھول چن چن کے برینس کی قبر پر ڈالتی رہیں یہاں تک کہ جب سورج غروب ہونے کے لئے جھک گیا تب وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے قدغاں ارزون اور عمیس بن خزرون اپنی بستی کی طرف جارہے تھے جبکہ امیر طرنطائی اور رودہ اپنے گھوڑوں کو اس راستے پر بھگا رہے تھے جو ان کے لشکر کے پڑاؤ کی طرف جاتا تھا۔

سورج بڑی تیزی سے تپتی بنجر دھرتی پر شب غم کے عکس چھوڑتا غروب ہو گیا تھا

اجالا احساس کی ڈوبتی نبضوں کی طرح سکوت اور اندھیرا وہم و گمان کے پھیلے ساحلوں کی طرح چھانے لگا تھا زیست کے کھلے صفحات اور راستوں کے نشیب و فراز لایعنیت کے دکھ میں ڈوبنے لگے تھے اسی رات سلطان سیف الدین اور امیر طرنطائی کا لشکر سوسہ سے قاہرہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

اسلم راہی ایم۔اے
محلہ غریب پورہ
گجرات

پاکستان ورچوئل لائبریری
www.pdfbooksfree.pk